اشاعتِ خاص

سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
(سلامِ رضاؒ)

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیٰ ابیہا وعلیہا



* سیّدۂ عالم، جگر پارۂ سیدنا رسول اللہ ﷺ، خاتونِ جنت کی حیاتِ طیبہ کے روشن تذکار سے مستنیر ایمان افروز
* نسوانی جہان کے لیے راہنما کتاب
* ۷۴ سالہ ملکی تاریخ میں دینی صحافت کی طرف سے اوّلین قدم جو جرائدِ اسلامی کے لیے دعوت فکر و عمل بھی ہے
* اہلِ محبت کے لیے عظیم تحفہ

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
ماہی
انوارِ رضا
جوہر آباد
Vol: 14, No.4, 2020

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحضور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علی ابیہا و علیہا

یا سیدہ یا زاہرہ بنت حبیبہ ذو المنن
بنت النبی زوج العلی ام الحسین والحسن

خیر النساء یوم الجزا فلذۃ کبد المصطفٰی
نور عیون الانبیاء والاولیاء فی الزمن

یا طیبہ یا طاہرہ یا عابدہ یا ساجدہ
یا حامدہ یا قانعہ یا شافعہ یوم الحزن

انظر الیہم بالکرم وادفع عنہم کل غم
من قادری والحسنی جمع الحزن کل المحن

للہ تقبل سعیہم ادع لبرکت قلبہم
رحمتکم تشفع بہم منا الی ملک العدن

از نتیجہ فکر ابو الاسرار محمد اسمعیل فقیر الحسینی آستانہ عالیہ شاہ والا شریف

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ
ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ
یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا
شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝

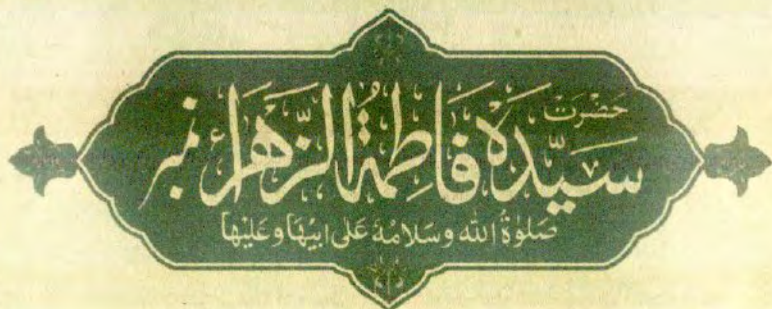
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

اشاعتِ خاص

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
(سلامِ رضا)



- سیدۂ عالم، جگر پارۂ سید نا رسول اللہ، خاتونِ جنت کی حیاتِ طیبہ کے روشن تذکار سے مستنیر ایمان افروز
- نسوانی جہان کے لیے راہنما کتاب
- ۷۴ سالہ ملکی تاریخ میں دینی صحافت کی طرف سے اوّلین قدم جو جرائدِ اسلامی کے لیے دعوتِ فکر و عمل بھی ہے۔
- اہلِ محبت کے لیے عظیم تحفہ

ملکِ محبوب الرسول قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
0321-9429027

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
سہ ماہی
انوارِ رضا
Vol: 14, No.4, 2020

حضرت سیّدہ
فاطمۃ الزہراء نمبر
صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا وعلیہا

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جلد نمبر 14

شمارہ نمبر 4

2020ء

ایڈیٹر

چیف ایڈیٹر

ملک محبوب الرسول قادری

مفتی آصف محمود قادری

ملک محمد قمر الاسلام قمر

زیر سرپرستی

- حضرت مفتی محمد اطہر نعیمی
- حضرت پیر میاں عبد الخالق قادری
- حضرت پیر طریقت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی
- پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی
- پیر عبد اللہ شاہ قادری
- حضرت پیر محمد طفیل قادری ہجویری
- حضرت علامہ پیر محمد نور المصطفیٰ رضوی
- حضرت پیر سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری
- پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (پیر بل شریف)
- پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)
- پیر سید صابر حسین بخاری قادری رضوی
- علامہ محمد شاہد جمیل اویسی

مجلس تحریر

- عبد المجید ساجد
- سید احسان احمد گیلانی
- الطاف چغتائی
- پروفیسر قاری محمد مشتاق انور
- مفتی محمد جمیل احمد نعیمی
- مفتی محمد ابراہیم قادری
- پیر سید العاصم الحسنین شاہ کاظمی
- علامہ پیرزادہ محمد رضا قادری

اعزازی مینجر (کراچی)

شہزاد سلطانی

مجلس مشاورت

- ملک مطلوب الرسول اعوان
- صوفی گلزار حسین قادری رضوی
- علامہ محمد ادریس خان سواتی
- ڈاکٹر عبد المجید سیالوی قادری
- علامہ پیر محمد فراز چشتی
- مرزا محمد کامران طاہر
- ملک محمد فاروق اعوان
- انور شاہ صاحب
- پیر سید مرید قاسم بخاری
- الحاج ظفر حسین ظفر (عطاری)
- حافظ محمد خان سائل ایڈووکیٹ
- صاحبزادہ محمد حسن فاروقی سیالوی

قیمت فی شمارہ 1500 روپے

سالانہ رکنیت فیس 3000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم پاکستان زاویہ قادریہ جوہر کالونی (راجا ٹاؤن) جوہر آباد

mahboobqadri787@gmail.com 0321-9429027

حسن ترتیب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	اپنی بات ۔۔۔۔۔۔ ملک محبوب الرسول قادری	41
	پیغامات	
1	محسن پاکستان عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبد القدیر خان	50
2	یادگارِ اسلاف پیر سید مبارک علی شاہ گیلانی	51
3	زینت السادات سید تصور الحسن گیلانی مدظلہ	52
4	پیر طریقت حضرت علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی	53
5	حضرت پیر طریقت پیر میاں محمد حنفی سیفی	55
6	ممتاز ماہر تعلیم جناب پروفیسر محمد افضل جوہر	56
7	قلم کار، محقق حضرت سید محمد عبد اللہ قادری	60
8	مصنف شہیر پیر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	62
9	حضرت علامہ پیر سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری	66
10	پروفیسر ڈاکٹر رئیس احمد صمدانی	67
11	قطعہ تاریخ اشاعت ۔۔۔۔۔۔ (صاحبزادہ محمد نجم الامین عروس فاروقی)	69
12	قطعہ بحوالہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نمبر ۔۔۔۔ صاحبزادہ پیر ابو الحسن واحد رضوی	70
13	خراجِ عقیدت ۔۔۔۔۔۔ (ظفر بریانی)	71
14	سات سمندر پار سے اشاعت خاص پر ہدیہ تبریک ۔ (تنویر پھول، امریکہ)	72

باب ① ۔۔۔۔۔۔ والدین کریمین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	حیات زہرا رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔ یہ یک نظر ۔۔۔۔۔ ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن	75

نمبر	عنوان	صفحہ
2	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب ۔۔۔ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن	76
3	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نام نامی ۔۔۔ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن	80
4	آئینہ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ڈاکٹر حافظ محمد سلیم، پروفیسر محمد شریف سیالوی	83
5	حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔محمد اویس ندیم بھٹی	87
6	حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شان و عظمت ۔۔۔۔۔بشیر حسین انجم	93
7	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیات ۔۔۔علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ	97
	کنیت:	97
	فاطمہ کے معنی:	97
	فاطمہ نام رکھنے کی وجہ:	97
	زہراء و بتول لقب کی وجہ تسمیہ:	97
	حیض و نفاس سے محفوظ :	98
	لقب "سَیِّدَۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِین" کی وجہ تسمیہ:	99
	ولادت مبارکہ:	99
	ساری فضا منور ہو گئی:	99
	مبارک صورت:	99
	ولادت گاہ:	100
	خاتون جنت کی پرورش:	100
	بچپن کے حالات:	100
	ابو جہل کے منہ پر تھپڑ:	101
	چشمانِ کرم سے آنسو:	101
	اونٹ کی غلاظت دور کرنا:	102
	والدہ ماجدہ کی رحلت:	103

	میری والدہ کہاں ہیں؟	103
	پیغام نکاح:	103
	حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی جانب سے نکاح کا پیغام:	103
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترغیب نکاح:	104
	بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری:	105
	شہزادیٔ کونین سے مشورہ:	106
	حکم الٰہی:	107
	مہر کے لیے زرہ بیچنے کا حکم:	107
	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک:	107
	مہر کی مقدار:	108
	مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی شہزادی رضی اللہ عنہا کا جہیز:	108
	مکان کا انتظام:	109
	آسمانوں میں نکاح:	109
	خطبہ نکاح:	110
	عظیم الشان دعوت:	110
	بتول زہراء رضی اللہ عنہا کی رخصتی:	111
	دعائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم:	111
	شادی کے بعد:	112
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت:	113
	گھریلو کاموں کی تقسیم:	114
	خاتون جنت اور امور خانہ داری:	114
	دنیاوی مشکلات پر صبر کی تلقین:	114

شہنشاہ کونین ﷺ کی شہزادی رضی اللہ عنہا کا بستر:	115
خادم کے لیے درخواست:	115
تربیت و تعلیم کا خزانہ::	116
مکان کا تحفہ:	116
اولاد:	117
پیٹ پر بندھے پتھر:	117
تین دن کھانا نہ ملنا:	118
جوش مارتی ہنڈیا:	118
کھانے سے بھرا پیالہ:	119
ایثار وسخاوت	121
قرض لے کر کھانا دیا:	121
شوق دعاء:	122
پہلے ہمسایہ ہے پھر گھر ہے:	123
ذوق نماز:	123
عشق رسول ﷺ:	123
عادات واطوار:	123
چلنے کا انداز:	124
انداز گفتگو:	124
صداقت زہراء:	124
نبی کریم ﷺ کی مشقت دیکھ کر رونا:	124
سب سے زیادہ محبوب:	125
آمد پر کھڑے ہو کر استقبال:	125

	سفر کی ابتداء اور انتہاء کا اندازہ:	125
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت:	126
	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ:	126
	سب سے زیادہ پیاری:	126
	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی:	126
	انسانی حور:	127
	سیدہ رضی اللہ عنہا کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا:	127
	سادات کرام کو ایذاء پہنچانے سے بچیے:	127
	پنجتن پاک سے محبت کرنے والے کا مقام:	127
	روزِ حشر عظمت زہراء رضی اللہ عنہا:	128
	نسبی خصوصیات:	128
	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقیدت:	128
	انوکھی دعوت:	129
	برکت والی سینی:	130
	وصال ظاہری (ایک غیبی خبر):	131
	اشعار کی صورت میں قلبی کیفیت کا اظہار:	132
	مسکراہٹ چلی گئی:	132
	آخری مسکراہٹ:	132
	خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی وصیتیں:	133
	دنیائے فانی سے رحلت:	133
	خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل کس نے دیا:	133
	"غَسَلَ عَلِیٌّ" کی وضاحت:	134

	سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ:	134
	سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کا مزار کہاں ہے:	134
	امدادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:	135
	سادات سے محبت پر دُگنا انعام:	136
	خبردار! صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے:	137
	سید کو ملازم رکھنا کیسا؟	138
	سونا و زیوارت کس کے لیے؟	138
	طالب علم کی تفہیم:	138
	مفلسی کے شاکی سیدزادے بارگاہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ میں:	139
8	اُم المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔شازیہ بتول	140

باب ②۔۔۔۔۔۔حیات و خدمات

1	معارفِ اسم فاطمہ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔۔۔سید محمد عبداللہ شاہ قادری	149
	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے القابات:	149
2	خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔ جسٹس (ر) میاں نذیر اختر	153
3	محبوبِ رب العالمین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی۔۔۔۔۔بتول فاطمہ	157
4	بارگاہِ سیدہ کائنات میں عقیدت پارہ۔۔۔۔۔۔ابوالازہر عظمت شاہ ہمدانی	160
5	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح۔۔۔علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی قدس سرہ۔۔۔ترجمہ: شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری	162
6	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جہیز۔۔۔۔۔ڈاکٹر محمود الرحمٰن	168
7	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے خانگی حالات۔۔۔۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن	170

8	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات ۔۔۔ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری	178
	نام ولقب:	178
	پیدائش مبارک:	178
	تربیت:	178
	نکاح:	179
	جنگِ اُحد میں شمولیت:	179
	وصیت:	180
	اولاد:	180
	کردار:	180
	سیرت وخصلت:	180
	وصال:	181
	جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد، فرزندانِ رسول:	181
9	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات ۔۔۔۔۔۔ علامہ سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل	182
	ولادت:	182
	القابات:	183
	راضیہ زاکیہ:	183
	زہرا:	183
	وفات:	184
	علمی پایہ وخدمات:	184
10	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شب وروز ۔۔۔طالب الہاشمی	186
11	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال باکمال ۔۔۔پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری	201

باب ③......سیرت و کردار

نمبر	عنوان	صفحہ
1	حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اُسوہ.........محبوب الرسول قادری	209
2	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ سیرت........پروفیسر محمد اکرم رضا	213
3	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا...سیرت و کردار کے آئینے میں ...مولانا سعید احمد انصاری	225
	نام ونسب:	225
	نکاح:	225
	داغِ یتیمی:	227
	وفات:	228
	اولاد:	229
	حلیہ:	230
	فضل وکمال:	230
	فضائل ومناقب:	230
4	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آج کی خواتین....راضیہ نوید	235
5	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا....پیکر شرم وحیاء...... سیدزاہد حسین نعیمی	238
6	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا عقد مبارک.... محمد بشارت صدیقی ہزاروی	241
7	سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقعہ پر خطبہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.... پیر محمد طفیل احمد ہجویری قادری	245
8	سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی رُخصتی......مفتی محمد زمان سعیدی رضوی	247
9	فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہمیت پردہ.......احمد سعید مجددی	252

نمبر	عنوان	صفحہ
10	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مختصر سیرت ۔۔۔۔ محمد اویس ندیم بھٹی	256
	نام ولقب:	256
	پیدائش مبارک:	256
	تربیت:	256
	نکاح:	257
	جنگِ اُحد میں شمولیت:	258
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت وشفقت:	258
	وصال:	258
	وصیت:	258
	اولاد:	259
	کردار:	259
	سیرت وخصلت:	259
11	سیرتِ دخترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مروجہ جہیز ۔۔۔ حضرت مولانا سعید احمد مجددی	260
	سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جہیز:	261
	مروجہ جہیز اور ہماری ذمہ داریاں:	262
	ذمہ دار کون......؟	262
	لمحۂ فکریہ:	263
12	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تابناک زندگی ۔۔۔۔۔۔۔ الشیخ مومن بن حسن مومن ۔۔۔ مترجم: شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صدیقی	266
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ سے شادی رضی اللہ عنہا:	269
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات:	271
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد:	272

13	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ ولادت سے وصال تک۔۔۔۔۔۔ ملک محبوب الرسول قادری	273
	اسمِ گرامی:	273
	معنی ومفہوم:	273
	ولادت باسعادت:	273
	زہراء:	274
	سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پیارا کون؟	274
	سیدہ بتول رضی اللہ عنہا، جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:	274
	جن کے استقبال کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے:	275
	جن سے محبت محبت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جن سے بغض عداوتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرا:	275
	سیدہ بتول کا گریہ اور مسکراہٹ:	276
	عقدِ مبارک:	277
	سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا جہیز:	277
	سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرنے والا کافر ہے:	278
	تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا:	278
	چمنستانِ زہرا رضی اللہ عنہا کی عظمتِ لازوال:	278
	سخاوت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر قرآن کی شہادت:	279
	صداقتِ زہرا رضی اللہ عنہا پر اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی گواہی:	280
	سیدہ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں:	280
	جب شہزادہ حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا قمیص اُتار کر سائل کو دے دیا:	281
	ردائے زہرا رضی اللہ عنہا سے صحابی کو غلہ اور بدو کو ایمان کی دولت مل گئی:	281
	مزارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری سیدہ کا معمول بن گیا:	282

	وصیت زہرا علیہا السلام:	282
	وصال باکمال، مزار پُر انوار:	283
	ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پُل صراط سے گزر:	284
	فاطمہ علیہا السلام اب بھی کربلا میں ہے:	284
	اہل عرب، حیا کرو:	286
	لیکن خود زندہ قبریں حنگ مرمر کے محلوں میں رو رہی ہیں:	287
	ان کی محبت کے بغیر تو نماز بھی قبول نہیں:	288
	سیدہ رضی اللہ عنہا کے روحانی تصرف کی روشن مثال:	288
14	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سخاوت ۔۔۔علامہ آصف شہزاد جماعتی	291
	بھوکے کو کھانا کھلانا:	291
	سخاوتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نزولِ قرآن:	292
	افضل ترین سخاوت:	293
	زکوٰۃ کا نصاب:	294
15	نورِ چشم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ۔۔۔سید محمد ریاست علی قادری	295
16	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل۔۔ابو عبداللہ محمد ریاض قصوری	299
	فاطمہ نام کی وجہ تسمیہ:	301
	زہراء نام کی وجہ تسمیہ:۔	301
	بتول نام کی وجہ تسمیہ:۔	301
	اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقام و مرتبہ:	301
	غزوہ اُحد میں خدمات:	302
	رازدارانہ گفتگو:	303
	وصال شریف:	305

باب ④......... کمالات

1	فضائل فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا......علامہ سید شاہ تراب الحق قادری	309
2	کائنات کی بے مثل خاتون.....مولانا سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	315
3	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بضعۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم......... حضرت خواجہ سید محمد سلیمان قمر قادری	319
	دعوتِ فکر:	322
4	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل...... علامہ مفتی غلام رسول جماعتی	323
5	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے کمالات....عنایت عارف	327
6	نسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت....علامہ محمد یونس کاظمی قادری	338
7	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے اوصافِ حمیدہ..... مولانا مرید احمد چشتی	340
8	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا زہد وتقویٰ.....پروفیسر محمد اعجاز احمد جنجوعہ	345
9	شانِ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا......صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری	349
10	زینبیہ کا سفرنامہ.......صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری	355
	روضہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:	355
	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:	356
	ولادت:	356
	تربیت:	357
	اوصافِ حسنہ:	357
	روایت حدیث:	358
	نکاح:	359

	اولاد امجاد:	359
	جرأت وشجاعت	359

باب ⑤......مقام و مرتبہ

1	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل...احادیث مبارکہ کی روشنی میں... امام عبد الرؤف المناوی.......مترجم: علامہ علی اکبر الازہری	365
	آپ کا مقام و مرتبہ:	365
	آپ کو گالی دینے والے کا حکم:	366
	سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاخ ہیں:	366
	فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تکلیف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف ہے:	367
	نمونۂ عفت کاملہ:	367
	اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی اولاد پر آگ کو حرام قرار دیا:	367
	آپ کے مشاعر کی رعایت:	369
	آپ رضی اللہ عنہا کی عظمت مقام:	369
	فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دشمن الٰہی کی بیٹی کا اجتماع حرام ہے:	369
	آپ کی رضاجوئی:	370
	کسی کے لیے جائز نہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دے:	370
	فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا اللہ کی رضا اور آپ کا غضب اللہ کا غضب ہے:	371
	قیامت میں مومنات کی سردار:	371
	اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی قبولیت:	371
	دنیا کی پریشانیوں پر صبر:	372
	آپ کے لئے شوہر کے چناؤ میں حسنِ انتخاب:	372
	آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی اتباع کرنا:	372

	سیدہ اور احساسِ مشغولیت:	372
	آپ کے زوجِ محترم کی تعریف:	373
	آپ رضی اللہ عنہا کی اپنے رب سے تعلق اور مناجات میں رغبت:	373
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ سے حسن معاملہ:	373
	حسنین کریمین کا اکرام:	374
	اولادِ فاطمہ کا مقام ومرتبہ:	374
	محبانِ اہل بیت:	375
	اپنی ذات کے بارے میں جواب دہی:	375
	تمام خواتین کی سردار:	375
	قیامت میں آپ کی آمد پر تمام کا نظریں جھکا لینا:	376
	رب ذوالجلال کی بارگاہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ:	376
	ستر ہزار حوروں کے جلوس کے ساتھ:	376
	پل صراط سے آپ رضی اللہ عنہا کیسے گذریں گی:	377
	سب سے پہلے جنت میں:	377
	جنتی خواتین میں سب سے افضل:	377
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین محبت وشفقت کا تعلق:	378
	میزان میں سیدہ کی حیثیت:	379
	اسم مبارک جنت کے دروازے پر:	379
	کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے:	379
	سیدۃ النساء:	380
	جنتی خواتین کی سردار:	380
	جنت کی سردار خواتین:	381

	مومن خواتین کی سردار:	381
	جنتی خواتین کی سردار:	382
	اہل بیت میں سب سے پہلے وصال:	382
	مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت:	383
2	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی قابل رشک زندگی۔۔۔شازیہ سلطان	384
3	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تابناک سیرت۔۔۔۔مفتی محمد شفیع رضا	387
4	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور اُمور خانہ داری۔۔۔مفتی اسد الرحمٰن قریشی	391
	تسبیح فاطمہ سلام اللہ علیہا اور گھریلو کام:	391
	بیٹی کی حیثیت سے باپ کی حفاظت:	392
	بھوکے پیٹ صبر واستقامت:	392
	راز کی پاسداری:	393
	گھر کی سجاوٹ اور شریعت کی پاسداری:	393
	سیدہ کی حیات مبارکہ قابل تقلید:	394
5	سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات کی چند جھلکیاں۔۔۔مولانا محمد علی حسین	395
	وِلادت باسعادت:	395
	فضائل وخصائل:	396
	شادی خانہ آبادی:	402
	شمائل وزہد وتقویٰ:	406
	وصال اور روضہ اقدس:	409
6	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی کی چند تابناک گوشے۔۔۔۔ امام حاکم نیشاپوری	414
	حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کچھ اور خوبیاں:	422

7	سیدۃ نساء العلمین رضی اللہ عنہا کی فضیلت ------ حضرت علامہ پیر سید ظفر علی شاہ مہروی	425
	اہل بیت کون؟	425
	احادیث کی روشنی میں فضیلت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:	427
	جنت کی تمام عورتوں کی سردار:	427
	سیدۃ نساء العالمین:	427
	حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں:	428
	اقوال علماء:	429
	اہل جنت کی عورتوں کی سردار:	431
	شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح در بارہ ایں حدیث:	431
	ایک اعتراض اور اس کا جواب	432
	سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان:	433
	صاحب تفسیر خازن کا فرمان:	433
	صاحب جلالین فرماتے ہیں:	433
	امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:	434
	امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:	438
	یوم قیامت تمام عورتوں کی سردار:	442
	علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:	443
	اجماع امت بر افضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا:	445
	مکتوب شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ:	447
8	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عظمت وشان ------ پیر قمر الشکور احمد	450

نمبر	عنوان	صفحہ
	جہیز جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:	455
9	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے چند دیگر خصائص۔۔۔ انتخاب: پیر سید مرید کاظم شاہ بخاری	456
	ولادت:	456
	فاطمہ علیہا السلام نام کی وجہ تسمیہ:	456
	زہرا نام کی وجہ تسمیہ:	457
	آپ کے لقب بتول کی وجہ:	457
	دیگر اسمائے گرامی:	457
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اللہ عزوجل کے ہاں عظیم مرتبہ:	457
	یوم قیامت اعلان نگاہوں کو جھکالو:	458
	ان کی رضا خدا کی رضا اور ان کا غضب خدا کا غضب:	458
10	سیدہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گی:	459
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں آپ کا مرتبہ:	459
	جنت کے دروازہ پر سیدہ رضی اللہ عنہا کا نام:	459
	تمام اولادِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بخشے ہوئے ہیں:	460
	کلمات توسل جن سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی:	460
	میزان میں ان کا کیا مقام ہوگا:	461
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت:	461
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی مخصوص کمزوریوں سے پاک تھیں:	462
	اہل بیت سے محبت اور جنگ:	462
	سیدہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا:	463
	ایثار وسخاوت کا بے مثال واقعہ:	463

باب ⑥ ......عبادات

1	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت ۔۔ مفتی محمد زمان سعیدی	467
2	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آپ کی خادمہ کا تعلق بالقرآن ۔۔ سید محمود الرحمان	471
3	تسبیح زہرا رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔۔ حیاتِ زہرا رضی اللہ عنہا کا ایک روشن باب	475

باب ⑦ ......رضویات

1	خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی میدانِ حشر میں آمد کا ایک منظر ۔۔۔۔۔ پیر سید محمد فاروق القادری	483
2	سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مقام ۔۔۔۔ محقق العصر مفتی محمد خان قادری	484
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں آپ کا مقام:	485
	بتول جگر پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:	486
	سیدۃ نساء العالمین:	486
	زہرہ کی وجہ تسمیہ:	487
	بتول کی وجہ تسمیہ:	487
	جانِ احمد کی راحت:	488
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت و سیرت کا مکمل نمونہ:	488
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت:	489
	سیدنا ابو ہریرہ اور اُن کی بیٹی کا مکالمہ:	490
	چکی پیس پیس کر ہاتھوں پر چھالے:	490
	فاطمہ! اصحابِ صفہ کا حق پہلے ہے:	491
	تسبیحات کی تعلیم:	491
	جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے:	492
	نگاہیں جھکا دو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تشریف لا رہی ہے:	492

3	زوجِ بتول، قاسم ولایت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔۔۔سید یاسر بخاری قادری	494
4	جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام۔۔۔۔۔ مرتبین: سید صابر حسین شاہ بخاری، ملک محبوب الرسول قادری	502
5	مختصر شرح سلام رضا۔۔۔۔۔محمد نعیم اللہ خاں قادری	512
6	جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام۔۔۔۔۔۔۔راشدہ انجم نظامی	516
	ولادت:	517
	بوقت ولادت چار باعظمت خواتین کا ورود مسعود:	518
	حوران جنت کی آمد:	518
	سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت:	519
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شادی:	519
	جہیز:	519
	سیدہ رضی اللہ عنہا نے باپ کا گھر چھوڑا:	519
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نئے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد:	520
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی:	520
	باپ کی تعظیم میں بیٹی:	520
	بیٹی کی تعظیم میں باپ:	521
	جنت کی خوش بو:	521
	فضائل ومناقب:	521
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور آیات قرآنیہ	521
	آیت تطہیر:	521
	آیت مودت:	522
	آیت مباہلہ:	523

	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور احادیث کریمہ:	524
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت:	524
	اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی:	524
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا! اہل بیت اطہار میں سب سے زیادہ محبوب:	525
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی غضب ناکی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غضب ناکی ہے:	526
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو تکلیف دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینا ہے:	526
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں:	526
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں:	526
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا حضرت مریم علیہا السلام سے بھی افضل ہیں:	527
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا انسانی حور ہیں:	527
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو "زہرا" کہنے کی وجہ:	528
	خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے ہم ناموں پر بھی انعام و اکرام کی بارش:	528
	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے بعد خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھوک نے کبھی بیقرار نہیں کیا	528
	عبادت و ریاضت:	529
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی سخاوت:	530
	خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور اُمت کی بخشش:	531
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا پیکر شرم وحیا:	531
	خاتون جنت رضی اللہ عنہا پر، وصال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم:	532
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا وصال:	533
	خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی روح اللہ تعالیٰ نے خود قبض کی:	533
	تجہیز و تکفین:	533
	نماز جنازہ اور مدفن:	534

	اولاد:	534
7	فاضل بریلوی امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ بحضور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ------ سید یاسر بخاری قادری	534

باب ⑧ ------ اقبالیات

1	کلامِ اقبال میں عظمت اہل بیت علیہم السلام کا اظہار ------ اسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر ارشد محمود	539
	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:	541
	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:	543
	حسنین کریمین رضی اللہ عنہما:	546
	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:	546
	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:	547
2	اقبال: مداحِ بتول رضی اللہ عنہا ------ سید محمد انور شاہ قادری	553

باب ⑨ ------ متفرقات

1	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ------ مترجم: عبد المجید سالک	567
2	یہ درود تو نہیں ------ علامہ سید ریاض حسین شاہ	569
3	حُب اہل بیت رضی اللہ عنہم ------ علامہ مفتی محمد محب اللہ نوری	572
	آیت تطہیر:	574
	آیت مباہلہ:	575
	اہل بیت کے لئے درود:	576
	احادیث اور حب اہل بیت:	578
	حب اہل بیت کے بغیر ایمان نامکمل:	579
	روز قیامت محب اہل بیت کا درجہ:	579

	حب اہل بیت کا مفہوم:	580
	محب اہل بیت، اہل سنت ہیں:	580
	محب اہل بیت کے لئے نوید:	581
	دشمنان اہل بیت کے لئے وعید:	582
4	بناتِ رسول میں مقام خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا۔۔۔۔ پیر سید ظفر حسین چشتی	584
	ایک شبہ کا ازالہ:	586
	قرآنی فیصلہ:	587
5	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور اُمہاتِ المؤمنین کا عقیدہ۔۔۔۔ انجینئر طاہر فاروق النورانی	589
6	تعظیمِ اہلِ بیت علیہم السلام کے چند واقعات۔۔۔۔ انتخاب: پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری	591
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تعظیم اہلِ بیت:	591
	عمر بن عبد العزیز اور تعظیم اہلِ بیت:	592
	ہر سال حج کی سعادت:	592
	مجوسی کو ایمان نصیب ہوگیا:	593
	دل کی بات پر بھی گرفت:	596
	امام اہل سنت اور تعظیم اہل بیت:	596
7	فکرِ بنات۔۔۔۔۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ	599
8	جنت البقیع میں۔۔۔۔۔ انجینئر حاتم عمر طہٰ، ڈاکٹر محمد انور البکری۔۔۔ مترجم: محمد عابد عمران انجم	614
	ا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کی قبور:	614
	۲۔ قبور اہل بیت رضی اللہ عنہم:	615

	سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:	616
9	فضائل اہل بیت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ۔۔۔۔۔۔ عارف ہسوی مرحوم	619
	سلام: پہلی فضیلت سلام کی ہے	619
	طہارت: دوسری فضیلت طہارت کی ہے	619
	درود: تیسری فضیلت نماز میں درود	620
	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مداحی اہلِ بیت	621
	حرمتِ صدقہ: چوتھی فضیلت	622
	مؤدّت: پانچویں فضیلت مؤدّت اہلِ بیت	623
10	محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم ۔۔۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ	624
11	اہل بیت اطہار سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت ۔۔۔۔۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری	625
	چند تاریخی واقعات پیش خدمت ہیں:	630
12	محبتِ سادات ۔۔۔۔۔ محمد اغیاث گجر	633
13	وراثت انبیاء اور مسئلہ فدک ۔۔۔۔۔ علامہ محمد ارشد مجددی	639
	وراثت نبوت و رسالت:	639
	وراثت مال و منال:	640
	وراثت علم و حکمت:	641
	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مودت اہل بیت:	643
	خلیفہ رسول، خلیفہ راشد ہے:	645
	"لانورث" کی تخریج:	646
14	حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔ خورشید احمد سعیدی	649

650	اُردو زبان میں کتب:	
651	عربی زبان میں کتب:	

باب ⑩ .... اولاد امجاد

655	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ مبارک ..... علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ	1
655	حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:	
655	حضرت زینب رضی اللہ عنہا:	
655	حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:	
656	حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا:	
656	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:	
656	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:	
657	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے ثبوت:	
658	اولادِ اطہار سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ..... ڈاکٹر محمود الحسن	2
659	حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:	
661	حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:	
663	حضرت زینب رضی اللہ عنہا:	
666	حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا:	
667	حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ..... مفتی جلال الدین احمد امجدی	3
667	سال پیدائش، نام و کنیت:	
667	آپ کی روایت کردہ احادیث:	
667	ہم شکل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:	
668	آپ کے فضائل:	
670	سب سے معزز شخص:	

	پچیس حج پا پیادہ:	670
	بے مثال سخاوت:	671
	بُردبار اور حلیم الطبع:	671
	آپ کی حق گوئی:	671
	خلافت اور اس سے دست برداری:	671
	آپ کی کرامتیں:	673
	کھجور کا خشک درخت تروتازہ ہوگیا:	673
	آپ کی شہادت:	674
	زہر خورانی کی تفصیل:	674
	دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا:	675
	قاتل کا نام ظاہر نہ فرمایا:	675
	انصاف کا بادشاہ:	675
	وفات کے وقت گھبراہٹ اور بے قراری:	675
	تاریخ شہادت اور جائے مدفن:	676
	زہر کس نے دیا؟	676
	عیب یا خوبی:	678
4	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انتخاب: حاجی احمد البارویؒ	679
5	حسنین عظیمین علیہما السلام ۔۔۔۔۔۔ علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری	682
	محبوبیت:	682
	نبی کے دو گل خنداں:	684
	جوانانِ جنت کے سردار:	684

	وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:	684
	امام حسن علیہ السلام کے مخصوص فضائل مع دیگر مناقب	686
	سر سے سینہ تک شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:	686
	صلح و آشتی کا پیکر جمیل:	686
	بہترین سوار:	686
	دنیاوی جاہ وحشم سے بے نیازی:	687
	فیاضی:	687
	صبر و تحمل:	687
	لوگوں کی حاجت روائی:	688
	آپ کے نمایاں ترین اوصاف:	689
	جسم رسول کا ایک ٹکڑا:	690
	ایک حدیث:	692
	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وصیت:	692
	حضرت علی رضی اللہ عنہ معیارِ ایمان ہیں:	692
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبوبیت عظمیٰ:	692
	یہ ہیں سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا:	693
	جس کو امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اس پر اللہ کا پیار ہے:	693
	جس کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اس پر اللہ کا پیار ہے:	693
	امام حسین رضی اللہ عنہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی وشجاعت:	694

باب ⑪ ...... قرآنیات

1	سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ...... مولانا سید محمد انور شاہ قادری بخاری	697
	آیت مباہلہ:	699

	آیت تطہیر:	699
	آیت موذت:	700
	عقدِ بتول:	700
	حضرت امام حسن علیہ السلام	701
	اولاد:	709
	حضرت امام حسین علیہ السلام	709
	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	721
	حضرت سیدنا زید شہید بن امام زین العابدین علیہ السلام	724
	حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام	726
	حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام:	728
	اولاد:	731
	حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	732
	حضرت امام علی رضا علیہ السلام	733
	اولاد:	734
	حضرت امام محمد جواد تقی علیہ السلام	734
	حضرت امام علی ہادی نقی علیہ السلام	735
	حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام	737
	اولادِ حضرت امام حسن علیہ السلام:	738
	حضرت امام حسن مثنیٰ	738
	حضرت امام عبداللہ المحض	738
	حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام	739
	حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ	744

باب ⑫ ...... نوادرات

1	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ بتول رضی اللہ عنہا میں ------ محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری	751
	روایت ا:	751
	روایت ۲ تا ۱۵:	752
	سیدہ کے نکاح کے بارے میں احادیث	752
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر دینا	753
	روایت ۱۶:	753
	روایت ۱۷:	753
	روایت ۱۸:	754
	روایت ۱۹:	754
	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے نکاحِ سیدہ کے لئے پیغام آئے	755
	روایت ۲۰:	755
	روایت ۲۱:	755
	روایت ۲۲:	755
	روایت ۲۳:	755
	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے معاملات	756
	روایت ۲۴:	756
	روایت ۲۵:	756
	روایت ۲۶:	756
	روایت ۲۷:	756
	روایت ۲۸:	756

757	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز	
757	روایت ۲۹:	
757	روایت ۳۰:	
758	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خصائص اور مناقب	
758	روایت ۳۱:	
758	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا گوشہ ہے	
758	روایت ۳۲:	
758	تمام لوگوں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہونا	
758	روایت ۳۳:	
759	چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ	
759	روایت ۳۴:	
759	روایت ۳۵:	
760	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدہ کے ساتھ سرگوشی کرنا	
760	روایت ۳۶:	
760	روایت ۳۷:	
760	جنتی خواتین کی سربراہ	
760	روایت ۳۸:	
761	روایت ۳۹:	
761	روایت ۴۰:	
761	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا	
761	روایت ۴۱:	
762	حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی	

762	روایت ۴۲:	
762	آپ اور آپ کی اولاد پر جہنم حرام	
762	روایت ۴۳:	
762	فصل ۔۔۔۔سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور وصال	
763	کیا سیدہ نے غسل خود کر لیا تھا؟	
763	روایت ۴۴:	
764	وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت	
764	روایت ۴۵:	
765	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث	
765	مسجد کے داخلہ کے وقت دُعا پڑھنا	
765	روایت ۴۶:	
766	سیدہ رضی اللہ عنہا کی کچھ گفتگو	
766	روایت ۴۷:	
766	روایت ۴۸:	
766	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر سیدہ کا مرثیہ	
766	ترجمہ اشعار:	
767	حضرت امام ربانی اور عظمت اہل بیت علیہم السلام ۔۔۔۔ صاحبزادہ پیر محمد رفیق امجد مجددی	2
773	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چار اسمائے گرامی ۔۔۔۔۔۔۔ علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری	3
773	اسم پاک علی کی تشریح:	
775	اسم پاک مرتضیٰ کی تشریح:	

779	اسم پاک حیدر کی تشریح:	
780	اسم پاک ابوتراب کی تشریح:	
784	اس کلام کا ماحصل:	
787	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی زندگی کا ایک باب ۔۔۔۔۔ علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری	4
787	نام لقب اور نسب:	
787	معصوم بچپن:	
788	شادی ذی الحجہ ۲ھ:	
789	رخصتی کے بعد:	
790	غزوۂ اُحد میں:	
790	حسنین کریمین کی ولادت:	
790	ارتحال نبوی:	
791	ارتحال نبوی کا اثر حضرت سیدہ پر:	
792	وفات سیدہ اور تجہیز وتکفین:	
793	اولاد امجاد	
793	سیرت سیدہ:	
795	رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت اور آپ کی محبت:	
796	حضرت سیدہ کی ایک اہم خصوصیت:	
797	پیغمبرانہ زندگی کا بہترین مظہر:	
799	مناقب سیدہ کی چند احادیث کی مختصر تشریح	
799	حضرت سیدہ تمام مومن عورتوں کی سردار ہیں	

	یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ حضرت سیدہ بضعۃ الرسول ہیں:	802
	حدیث میں جو حضرت سیدہ کے متعلق فرمایا گیا ہے:	804
5	پنجتن پاک کہنے کا ثبوت ...... حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی	806
6	ذاتِ رسول ﷺ کا دفاع اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ...... ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ	809

باب ⑬ ...... کرامات

1	ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں ...... ملک محبوب الرسول قادری	815

باب ⑭ ...... منظومات

1	باسمہ تعالیٰ ...... (سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)	829
2	گلہائے نعت بحضور سرورِ کائنات ﷺ ...... (سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)	830
3	مرثیہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بر وفات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ...	831
4	قصیدہ در مدح فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ...... (سید عبدالقادر الجیلانی	832
5	افتخارِ زنانِ دو عالم	838
6	مرکزِ شرم و حیا خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ...... ساحر شیوی	840
7	نعمتیں خلق ہوئیں بنتِ پیمبر کے لیے ...... اختر ہاشمی	841
8	سرورِ عالم، حبیبِ کبریا، خیر الانام ...... پروفیسر محمد حسین آسیؔ	842
9	رُخِ سرکار کا، وہ آئینہ خاتونِ جنت ہیں ...... شاہ انصار الہ آبادی	844
10	مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز ...... علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ	845
11	منقبت اقبال کا اُردو ترجمہ ...... منظوم ترجمہ: افتخار اعظمی	848

12	روحِ جسم ایمان محبت پنجتن کی ہے۔۔۔۔۔۔۔ (ابوالکرم احمد حسن قاسم الحیدری الرضوی)	850
13	محمد ﷺ کی نورِ نظر ہیں بتولؓ ۔۔۔۔۔۔السید محمد امین علی النقوی	850
14	تو حرفِ وجود کی صدا ہے۔۔۔۔۔۔عارف عبد المتین	852
15	کنیز تیری جہاں بھر کی سروری زہرا۔۔۔۔۔سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ	853
16	فاطمہؓ بحرِ سخا کنز عطا۔۔۔۔۔۔از نادر جاجوی	854
17	لکھا جو زہرا لفظوں کو تاثیر مل گئی۔۔۔۔۔طاہر سلطانی	854
18	فاطمہ زہرا ہے خاتونِ جنت۔۔۔۔۔۔۔پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ	855
19	بوئے بہشت زوجِ علی دخترِ رسول ﷺ۔۔۔۔۔مظفر وارثی	855
20	شانِ جنت آپ ہیں، آلِ رسول ﷺ آپ ہیں۔۔۔ریحانہ شفاعت ناز	856
21	یا بتولؓ سلام علیک۔۔۔۔۔ولی الدین	856
22	نور چشم حبیب خدا آپ ہیں۔۔۔۔۔۔علامہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی	858
23	باغِ جنت کی کلی زہرا بتول۔۔۔۔ حضرت صوفی خورشید عالم مخمور سدیدی رحمۃ اللہ علیہ	859
24	بڑھے گی تا ابد شانِ علیؓ ہر آن زہرا رضی اللہ عنہا کی۔۔۔۔حضرت صائم چشتی	860
25	اس سانحہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر ملال۔۔۔۔۔۔آغا شورش کاشمیری	861
26	کہوں کیا میں رودادِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔راجا رشید محمود	862
27	دُخترِ سرکارِ والا ﷺ فاطمہ اُم حسین رضی اللہ عنہا۔۔۔۔راجا رشید محمود	863
28	حَسنَین محترم رضی اللہ عنہما کی جو مادر ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔۔راجا رشید محمود	864
29	سگِ درگاہ کو ہو اذنِ مدحت سیدہ زہراؓ۔۔۔۔۔۔۔ظفر بربانی	864
30	خاتونِ جنت دے وانگوں۔۔۔۔۔الحاج محمد علی ظہوری	865
31	کی پاکیزگی جس سے حوروں نے حاصل۔۔۔۔الحاج صائم چشتی	866

نمبر	عنوان	صفحہ
32	ہے رُتبہ اس لئے کونین میں عصمت کا عفت کا۔۔۔مفتی احمد یار خاں	866
33	کیوں کر نہ ہوں معیارِ سخا فاطمہ زہرا ؓ۔۔۔۔پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی	867
34	وہ فخر انس و جاں بنت خدیجہ و دُختر پیغمبر	868
35	علی تھے ابن عم پروردۂ آغوش رحمت تھے	869
36	غرض وہ روز نوروز شرف وقت سعید آیا	870
37	گلشن مصطفی کی شگفتہ کلی سیدہ فاطمہ ؓ سیدہ فاطمہ۔۔۔۔محمد حنیف نازش	871
38	سیدہ عرش آشیاں وجہِ قرارِ کن فکاں۔۔۔۔۔	872
39	دخترِ ختم الرسل جانِ پیمبر فاطمہ۔۔۔۔ادیب رائے پوری	873
40	سلمو صلی علی، بنت رسولِ دوسرا۔۔۔اُمید فاضلی	873
41	نبوت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت۔۔۔۔انصار الہ آبادی شاہ	875
42	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہے زہرا۔۔۔۔انور ڈیرہ دونی	876
43	جانِ احمد شانِ داور فاطمہ۔۔۔۔۔پروین حیدر	876
44	رہے گا تا ابد روشن دیا خاتونِ جنت کا۔۔۔۔تاج عبد الوحید	877
45	زینتِ آیۂ تطہیر بتولِ عذرا۔۔۔۔۔تقوی نعیم حید	878
46	مبارک اُن کو جو کیفِ صلائے عام لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر تقی دہلوی	878
47	ظہورِ جلوۂ حسن و جمال ہیں زہرا۔۔۔۔۔حیا سکندر بریلوی	880
48	مریم سے کہیں بلند رُتبہ پایا۔۔۔۔۔رعنا اکبر آبادی	880
49	نورِ چشمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا سیدہ یا فاطمہ ؓ۔۔۔۔۔ستار وارثی	881
50	اے گلستانِ خدیجہ کے پیمبر زاد پھول۔۔۔۔۔علامہ سیفی مکرم علی	881
51	تطہیر و آگہی کی علامت ہیں فاطمہ۔۔۔۔۔شاہد حسین نقوی	882
52	زوجہ حیدر کی بنت نبی فاطمہ۔۔۔۔مرزا محمد صابر	884
53	عطائے رب علا ہے یہ فاطمہ کے لیے۔۔۔۔شمیم جعفری اکبر آبادی	884

نمبر	عنوان	صفحہ
54	آئینہ ہے شانِ زہرا آیۂ تطہیر سے ۔۔۔۔صابر براری	885
55	لیتے ہیں رب کا نام علی اور فاطمہؓ ۔۔۔۔۔عارف زیبائی	886
56	مخدومۂ عالم ہیں جنابِ زہرا ۔۔۔۔۔عزیز الاولیا سلیمانی	887
57	حضرت کے علم و فضل کا دریا ہے فاطمہ ۔۔۔۔۔عزیز الاولیا سلیمانی	888
58	اُمّۃ کبریا ہیں بنتِ رسول ۔۔۔۔۔عزیز الاولیا سلیمانی	889
59	صبر و استغنا کی اِک تصویر اسی گھر تھی اور ۔۔۔۔قمر ہاشمی	890
60	فاطمہ زہرا کی ہستی نورِ حق سے مستنیر ۔۔۔۔محسن اعظم محسن ملیح آبادی	891
61	برزمینِ غالب "یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے" ۔۔منظر عارفی	891
62	وہ جس کی ذاتِ اقدس نور ہو عصمت ہی عصمت ہو ۔۔۔۔نازش رضوی	892
63	نورِ پیغمبر ہیں حضرت فاطمہ ۔۔۔۔نصرت نعیمی	893
64	صلِ علیٰ کہ اُسوۂ عصمت بتول ہیں ۔۔۔۔نصیر ترابی	894
65	لختِ جگر سرورِ دیں ﷺ سیدۂ پاک رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔حفیظ تائب	895
66	کیسے بیاں ہو شان بناتِ رسول ﷺ کی ۔۔۔۔۔حفیظ تائب	895
67	سرورِ دیں پر سب سے پہلے لائی تھیں ایمان ۔۔۔۔طاہر سلطانی	895
68	ہوئی مدحِ پیمبر ﷺ اور حمدِ خالقِ باری	897
69	شاعر کی نوا ۔۔۔سلام: پیر محمد طاہر حسین قادری	898
70	عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ ۔۔۔ضیا بریلوی	900
71	خراجِ عقیدت بہ حضور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا ۔۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	901
72	کانھا قمر فی لیلۃ البدر ۔۔۔والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک	901
73	نجلا من نور بھجتھا ۔۔۔۔ایک عرب شاعر	902
74	مہرِ سپہرِ عز و شرافت ہے فاطمہؓ ۔۔۔۔میر انیس	903
75	تابشِ قندیلِ عرفاں نورِ فانوسِ حیا ۔۔۔مولانا اثر زبیری لکھنوی	903

76	اے خدیجہ کا سکونِ دل نبی کا اعتبار۔۔۔۔۔اختر نظامی چشتی	904
77	سکونِ قلبِ محبوبِ خدا ہیں فاطمہ زہرا ۔۔۔۔۔۔۔خاکی القادری	906
78	بہت بلند ہے دنیا میں نام زہرا کا۔۔۔۔۔نعیم میرٹھی	907
79	مبارک اُن کو جو کیفِ صلائے عام لیتے ہیں۔۔۔۔ڈاکٹر تقی دہلوی	908
80	مرکزِ شرم وحیا، خاتونِ جنت فاطمہ۔۔۔۔ساحر شیوی	910
81	مادرِ شبیر وشبر دخترِ خیر الانام۔۔۔۔۔۔الحاج یوسف اسماعیل	911
82	نورِ چشمِ جانِ رحمت دخترِ خیر الوریٰ۔۔۔۔۔نورؔ، حافظ نور احمد قادری	912
83	اللہ نے بلند ہے کی شانِ فاطمہ۔۔۔۔۔ڈاکٹر ندا نسیم کاظمی	913
84	اعزاز و افتخار ہے مدحت بتول کی۔۔۔۔۔کاوش کاظمی	914
85	قرآن کی روز وشب تلاوت زبان پر۔۔۔۔۔صاجزادہ سید عبد الحق شاہ	915
86	سورۂ کوثر کی ہیں تفسیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر مجاہد احمد	915
87	شہزادی سلطانِ دنا فاطمہ زہرا ۔۔۔۔۔ابو الحسن واحد رضوی	917
88	زباں پہ لاؤں میں کس طرح نام زہراء کا۔۔۔۔۔محمد ظفر اقبال	917
89	شانِ باغِ حرم روحِ صبر و رضا۔۔۔۔۔ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم	919
90	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہونا افتخار فاطمہ زہرا۔۔۔۔۔۔تنویر پھول	920
91	اوج عفت جان عصمت فاطمہ۔۔۔۔۔۔۔سید اعجاز حسین شاہ	921
92	کیوں شرف کی ہو کوئی بھی حد سیدہ۔۔۔۔۔۔سید اعجاز حسین شاہ	922
93	فاطمہ رضی اللہ عنہا میں دل ہی دل ہمیشہ یہ پڑھتا رہتا ہوں۔۔۔پروفیسر سید نصرت شاہ بخاری	923
94	سب اندھیرے دور ہوں گے روشنی مل جائے گی۔۔۔شاعر علی شاعر	923
95	مرحبا اے پیکر صبر و رضا خیر النسا۔۔۔۔۔سخی کنجاہی	924
96	روئے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شبہات چہرہ انور میں ہے	925
97	بقیع پاک، اہل حق کا مدفن۔۔۔۔۔۔مولانا عبد القیوم طارق سلطانپوری	926

اپنی بات

تصور کو بھی آ رہا ہے پسینہ

میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی، جنہیں خود صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وجودِ اطہر کا حصہ قرار دیا۔ جن کی عظمت و عصمت کے حوالہ کے بیان پر تو:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا

کیا میں اور کیا میری بساط۔۔۔۔؟

ملک کی تقریباً پون صدی کی تاریخ میں اس موضوع پر دینی صحافت کا اولین قدم رب العالمین نے اُٹھانے کا اعزاز بخشا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس شرف و اعزاز پر اُس کے حضور سر بسجود ہوں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ۔

انوارِ رضا کی اس اشاعتِ خاص "سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر" کا مقصد فقط یوم حشر اس عالی جناب سے شفاعت کا حصول ہے۔

جس کے ہاتھ میں لاج ہے میری وہ لجپال بڑا ہے

ہم تو نسل در نسل، ازل سے ابد الآباد تک اس پاک در کے خادم و غلام اور ریزہ خوار ہیں اور شفاعت نگر میں کرم کے طلب گار۔ بس یہ نصیب رہے تو مزید کسی شے کی حاجت نہیں۔۔۔۔

کیونکہ۔۔۔وہی اصل ہے۔۔۔۔بنیاد ہے۔۔۔۔اور اساس!

درحقیقت کائنات کی تمام تر عزتیں اور نعمتیں ان کے قدموں کی دھول ہیں۔

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوار ہے
ان سے پھرے، جہاں پھر آئی کمی وقار میں

سیدہ کائنات!

اس معمولی سی نذر کو اپنی نظر رحمت و شفقت سے نواز دیں تو سمجھوں گا کہ مقصد حیات کی تکمیل ہوگئی۔ میں آپ کی جناب میں اپنے والدین و اجداد، جملہ احباب و معاونین رفقاء و احباء، عزیزان و رشتہ داران اور صبح قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے شفاعت کی خیرات کا طلب گار ہوں۔

اللھم صلی وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

زہرا کو عطا ہوئی جو شانِ اعلیٰ
سمجھے گا اسے کوئی مقدر والا
امید سفارش ان سے رکھتا ہے نصیرؔ
زہرا کا کہا نہ مصطفیٰ ﷺ نے ٹالا

اعترافیہ: اے رضا! ہر کام کا اک وقت ہے

الحمدللہ! سالِ گذشتہ ۲۰۱۹ء میں اللہ کی توفیق سے یہ خیال دماغ میں جا گزیں ہوا کہ ملک کی ۷۲ سالہ تاریخ میں دینی صحافت کی طرف سے سیدہ کائنات خاتونِ جنت و خاتونِ قیامت جگر گوشہ سیدنا رسول اللہ ﷺ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کسی خصوصی اشاعت کا اہتمام نہیں ہوسکا۔

کاش! ایسا ہو جاتا...... یہ احساس شدت پکڑتا گیا۔ مزید دینی راہنماؤں اور زعما، قلم کاروں اور خطباء، اہل دانش اور شعراء، عصر جدید کے مشائخ و روحانی پیشواؤں سے بار بار اس موضوع پر گفتگو اور بعض اوقات تکرار تک ہوتی رہی مگر کوئی ٹھوس کام نہ ہو پایا۔ بالآخر اپنے مخلص دوست حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی، اپنے تنظیمی و تحریکی رہنما احمد عبدالرزاق ساجد، برادر انجینئر طاہر فاروق نورانی، یادگار اسلاف پروفیسر محمد افضل جوہرؔ، حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)، حضرت پیر سید مرید کاظم شاہ بخاری (میر پور ماتھیلو سندھ) سے صائب مشاورت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس مبارک کام کا آغاز کر دیا ایک سال کی محنت سے الحمدللہ تقریباً ایک ہزار صفحات کمپوز ہو گئے مگر اس کی اشاعت کا مرحلہ طے نہ ہوسکا۔ اب اپنے چند معزز و برادران اور بے لوث دینی و روحانی، تنظیمی و تحریکی اور مخلصین فی اللہ احباب کے مشورے سے اس کی اشاعت کا

بیڑا اٹھایا ہے۔ اللہ رب العزت کی جناب سے توفیقات اور برکات کی شدت طلب. سرورِ سروراں تاجدار رسولاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری لخت جگر حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

مجھے یقین ہے مخدومۂ کائنات ہماری اس کوشش وکاوش کو شرفِ قبولیت بخشیں گی اور اس کی برکت سے ہمارے معاشرے کو آپ کے فیوض و برکات کی فراوانی نصیب ہوگی۔

محقق العصر مترجم ومصنف کتب کثیرہ حضرت مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشاعت خاص کی ترتیب وتدوین پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بار بار مبارک باد اور خراجِ تحسین پیش کیا اور فراغ دلی سے حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ افسوس کہ وہ اس کی اشاعت سے قبل ہی ۱۶ مارچ ۲۰۲۰ء کو واصل حق ہو گئے اور بظاہر اسے دیکھ نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس جذبہ خیر کی بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کی برزخی و اخروی منزلیں آسان ہوں۔ آمین

ہمارے مہربان وکرم فرما محقق بزرگ دوست عابد حسین پیرزادہ چکوال، صاحبزادہ سید کلیم معصوم شاہ مشہدی (واہ کینٹ) گرامی قدر مخدوم ومحترم حضرت سید محمد عبداللہ شاہ قادری بخاری، محترمی حضرت علامہ الاستاذ السید محمد انور شاہ قادری بخاری (پشاور)، سریع القلم حضرت علامہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری، پروفیسر ڈاکٹر ارشد محمود (چکوال) اور جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد کے محترم اساتذہ کرام اور بعض دیگر حضرات نے اس روح پرور دستاویز کی پروف ریڈنگ اور ترتیب وتدوین، مشاورت میں انتھک محنت کر کے بھرپور تعاون فرمایا۔ محترمی سید محمد عبداللہ شاہ قادری نے مستقل میزبان کا کردار ادا کیا۔ ربّ العزت اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ان سب احباب کے اخلاص کو شرفِ قبولیت نصیب فرمائے اور ان کے دنیوی واخروی جملہ امور میں آسانیاں اور مہربانیاں عطا کرے۔ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کے اس "سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر" کی اشاعت اور ترسیل اور ابلاغ کے حوالہ سے جن احباب نے تعاون کیا اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو شرفِ قبول بخشے۔ آمین

یوں ایک سال کی تاخیر سے یہ اشاعت خاص منظر عام پر لائی جا رہی ہے مگر ہمیں اطمینان ہے کیونکہ ؎

اے رضاؔ! ہر کام کا اک وقت ہے

شاید اس کی اشاعت کا حقیقی وقت یہی تھا جس کے تحت یہ منصۂ شہود پر آ رہا ہے۔ اللہ کریم ہماری لغزشوں کی معافی عطا کرے اور حسنات و خوبیوں کو جو اُسی کی عطا سے ہی ہیں شرفِ قبول بخشے۔ آمین

الحمدللہ! ہماری گذارش اور ترغیب سے ماہنامہ "تنظیم الاسلام" گوجرانوالہ کی طرف سے حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد رفیق مجددی نے عنقریب سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر کے طور پر شائع کرنے کا اعلان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

تحدیث نعمت و آرزوئے دل

۶ مئی ۲۰۰۸ء (۲۹ ربیع الثانی) کو میرے والد گرامی حضرت غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ نے پونے گیارہ بجے دن وصال فرمایا جو میرے لیئے بے حد قلبی صدمے کا باعث بنا حتیٰ کہ میرے لئے دنیاوی حیات بے معنی ہو کر رہ گئی۔ شب و روز دنیا کی بے ثباتی کا خیال پختہ ہوتا چلا گیا۔ اللہ کریم نے مجھے ایک مشاہدہ نصیب فرمایا جس کے مطابق میں نے اپنے آپ کو مدینہ طیبہ میں پایا اور عالم رویاء میں آسمان سے ایک طشتری محو پرواز دیکھی تو سرکار دو جہاں رحمت کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدموں کی طرف جنت البقیع کے کارنر پر مارکیٹ کے ساتھ ساتھ نیچے اُترنے لگی اور پھر وہ طشتری روضہ انور (گنبد خضرا) اور مزاراتِ اہل بیت بالخصوص حضرت سیدۂ کائنات لختِ دلِ پیغمبر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا و سلام اللہ علیہا) کے قریب جنت البقیع کے صدر دروازے کے قریب زمین پر اُتر آئی۔ جس میں سات ہستیاں جلوہ افروز تھیں۔ دو شخصیات جنہیں میں پہچان پایا ان میں ایک تو میرے والد گرامی حضرت غازیٔ اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری قدس سرہ تھے جن کے دست مبارک میں نہایت خوبصورت عصا تھا وہ شیروانی زیب تن کئے ہوئے تھے اور سر پر بہت بڑے اونچے شملے والی نہایت جاذب نظر دستار رکھے ہوئے تھی۔ میں نے زندگی میں کبھی اس قدر بڑے شملے والی دستار ان کے سر مبارک پر نہیں دیکھی اور دوسرے ان کے ساتھ ان کے پیر و مرشد حضرت زینت السادات پیر سید محمد عبداللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کا مزارِ مبارک قادر بخش شریف (نزد کمالیہ) میں مرجعِ خلائق ہے میں نے زندگی میں کبھی ان کی زیارت نہیں کی البتہ میری ولادت پر میرا نام انہوں نے ہی تجویز فرمایا تھا۔ مجھے عالم رویاء ہی میں میرے

والد گرامی نے ان کے متعلق بتایا جبکہ اس طشتری سے اترنے والی دیگر پانچ ہستیوں سے میں متعارف نہ تھا۔ میں نے دیکھا وہ سب قبۂ اہل بیت کی طرف چل دیئے۔ میرے لئے یہ خواب میری زندگی میں بے حد روحانی فرحت وراحت، فکری یکسوئی وطمانیت اور یقینِ کامل کا باعث بنا۔

اگرچہ بچپن ہی سے ہمارے گھروں میں حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت وعقیدت کا درس پورے تسلسل اور خاص اہتمام سے دیا جاتا ہے مگر اس مشاہدے میں مجھے کمال درجہ فکری دوام نصیب ہوا۔

الحمدللہ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کے پیش نظر "حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر" کو میں اسی فیضانِ کرم کا ایک پرتو سمجھتا ہوں۔ میری اس کاوش وسعادت کو ربّ کریم میرے والد گرامی حضرت غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری قدس سرہ کے لئے ذریعۂ نجات بنائے ان کی قبر کو روشن ومنور کرے اور فردوس بریں میں ان کو اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ ان کے وصالِ پُرملال کے موقع پر دنیائے اہل سنت کے نابغہ اور پاکستان میں خانقاہی وقار کے استعارہ میرے کرم فرما بزرگ دوست حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی دامت برکاتہم العالیہ نے کمالِ محبت اور شفقت کے ساتھ چند اشعار میں انہیں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا تھا۔

دریغا گذشت از جہانِ فنا "سخی کیش عبدالرسول خدا"

۲۰۰۸ء

خفی الجنۃ ادخلہ، یا ربنا بجاہِ النبی شفیع الورٰی

روایاتِ اسلاف را بُد امیں کہ دارد چو آئینہ قلبِ صفا

برو بارش فضل و احسان کُن خدایا بودّ تا فلک را بقا

سلام فقیر در مصطفیٰ بقبرش رساں اے نسیم صبا

واضح رہے کہ ان کے سانحہ ارتحال کے موقع پر قادر الکلام شعراء کرام حضرت علامہ عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)، حضرت علامہ سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)، حضرت علامہ پیر فیض الامین فاروقی (مونیاں شریف)، الحاج بشیر حسین ناظم (اسلام آباد) وغیرہ نے بھی منظومات عطا فرمائے تھے۔ اللہ کریم ان سب حضرات کو جو کہ اس وقت عالم دنیا سے عالم عقبیٰ کی طرف مراجعت فرما چکے ہیں بہترین جزا عطا فرما کر ان کی قبور کو روشن کرے اور حضرت علامہ فقیر

الحسنی کے برادر اصغر حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد الرحمن الحسنی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اعلیٰ علیین میں خلعت خاص نصیب فرمائے۔

اسی خصوصی نمبر کو میں اپنے لئے بھی توشۂ آخرت خیال کرتا ہوں۔ رب کریم اس کار خیر کو میرے لئے کفارۂ سیئات بنائے۔ اللھم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک مسئلہ تکرار کا:

ایک مسئلہ یہ ہے کہ اس اشاعت خاص میں بعض واقعات یا مباحث قدرے لفظی تغیر کے ساتھ ایک سے زیادہ بار قارئین کے مطالعہ میں آئیں گے۔ اگر اس کا خیال گزرے تو ذکر خیر کا تکرار ہی خیال کیا جائے جو گناہوں کا کفارہ اور وادیٔ ایمان میں ہوا کے ٹھنڈے جھونکے کی مثل ہے۔ مختلف قلم کاروں نے اپنا اپنا مطالعہ مجتمع کیا ہے تو ایسا ممکن ہے۔ لہٰذا اس کو شوق وشعور کے ساتھ قبول کیا جائے فائدہ اس کا یہ بھی ہے کہ یہ روح پرور باتیں قارئین کو خوب ذہن نشین ہو جائیں۔

اشاعتِ خاص کے آخری مرحلہ میں ایک غیبی علمی نصرت:

انوارِ رضا کی پیش نظر اشاعت خاص بالکل آخری مرحلہ میں تھی کہ چکوال کا ایک سفر پیش آیا۔ مجھے اپنے بزرگ علمی دوست عابد حسین پیرزادہ صاحب کی والدہ محترمہ کے سانحہ ارتحال پر تعزیت وفاتحہ خوانی کے لئے چکوال جانا مقصود تھا۔

انجمن طلباء اسلام کے تعلق سے ہمارے تنظیمی وتحریکی ساتھی برادرم ملک شکیل اعوان کے فرزند عزیز گرامی ملک آکاش قادری اعوان اس سفر میں ساتھ تھے۔ حسب معمول کتابوں کے تحائف کا تبادلہ بھی ہوا۔ شاہ صاحب نے ایک کتاب "حیاتِ زہرا" عنایت کی جس کا مطالعہ قلب و روح تک کو مسرور کر گیا۔ میں نے اس سے استفادہ کی غرض سے شاہ صاحب سے گزارش کی کہ فاضل مصنف سے اجازت نامہ درکار ہے۔ انہوں نے نامور ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر ارشد محمود (صدر شعبہ اُردو: گورنمنٹ کالج آف آرٹس اینڈ سائنس، یونیورسٹی آف چکوال) کو ارشاد فرمایا جس پر ڈاکٹر صاحب نے ہمیں اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ "بہاؤ الدین زکریا لائبریری چکوال میں جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کے زیر اہتمام منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والے سہ ماہی

مجلہ انوار رضا کے متنوع ضخیم خصوصی شمارے نظر نواز ہوئے جو کہ صوری اور معنوی ہر دو اعتبار سے انتہائی متاثر کن ہیں ان مجلات کے موضوعات کا انتخاب، مضامین کی حُسن ترتیب اور خوبصورت اشاعت آپ کے حُسنِ ذوق کی عکاس ہے۔

حال ہی میں استاذ گرامی حضرت ڈاکٹر سید محمود الرحمن رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۳۵ء۔ ۲۰۱۰ء) کی لازوال تصنیف "حیاتِ زہرا رضی اللہ عنہا" اُن کی نظر سے گزری تو انہوں نے اس بے مثال کتاب کے کچھ حصوں کو زیر ترتیب خصوصی شمارہ بعنوان "جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نمبر" میں شامل اشاعت کرنے کے لیے راقم الحروف سے رابطہ کیا۔ تاکہ ڈاکٹر صاحب کے لواحقین سے اجازت طلب کی جائے۔ ملک صاحب کی ہدایت کے مطابق ڈاکٹر صاحب کے صاجزادے برادرم سعود الرحمن سعدی صاحب کو صورت حال سے آگاہ کر کے اجازت کی درخواست کی تو انہوں نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اس کارِ خیر کی بخوشی اجازت مرحمت فرمائی۔ ڈاکٹر سید محمود الرحمن ؒ نے تمام عمر اہل بیت اطہار علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین کی اعلیٰ وارفع زندگی، ان کی گراں مایہ تعلیمات اور ملفوظات کو زینتِ قرطاس بنانے کے لیے اشہب قلم کو برق رفتاری سے رواں دواں رکھا۔ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ کے ہمہ جہت گوشوں کو اپنے دامن میں سموئے یہ خوبصورت کتاب اہلِ ذوق کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہے اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب کا عقیدت و محبت سے بھرپور انداز بیان دورانِ مطالعہ قاری کے دیدہ و دل پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ ملیحہ بلخی مرحومہ کی جانب سے اس کتاب کو جگر گوشۂ بتول رضی اللہ عنہا شہید دشتِ کربلا سیدنا امام حسین علیہ السلام کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اعلیٰ ترین صفاتِ حمیدہ کے نورانی پیکر، جگر گوشۂ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کے منور اور معطر گوشوں کو اتنے جامع انداز میں امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کرنے پر ملک صاحب کو ہدیہ تحسین بقلب صمیم پیش کرتا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت استادِ محترم ڈاکٹر سید محمود الرحمن مرحوم و مغفور اور آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ ملیحہ بلخی اور اُن کی اولاد کے لیے یہ کتاب صدقہ جاریہ بنائے۔ نئی نسل کے لیے خیر و برکت اور استفادے کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس اہم اور قیمتی کاوش کے صلے میں ملک محبوب الرسول قادری چیف ایڈیٹر اور ان کے تمام معاونین کو جزائے خیر سے نوازے اور علم و آگہی کے اس سفر میں انہیں مزید کامرانیاں عطا فرمائے۔ آمین"

اس نوازش پر مجھے محترمی ڈاکٹر ارشد محمود داوران تک رسائی کے لئے محترم عابد حسین پیر زادہ کا شکریہ ادا کرنا ہے رب کریم انہیں اس کی جزائے خیر عطا کرے۔

ایک قابل رشک آرزو:

"حضرت سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر" تقریباً فائنل ہو چکا تھا تو ایک روز دنیائے اہل سنت کی قابل فخر دینی شخصیت حضرت جسٹس (ر) میاں نذیر اختر حفظہ اللہ نے استفسار فرمایا کہ "حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نمبر کا کیا ہوا؟ اور کس مرحلہ میں ہے؟" میں نے عرض کیا کہ فائنل ہونے جا رہا ہے از خود کہنے لگے کہ اس میں تو میرا مضمون ہونا چاہیے۔ میں نے گزارش کی کہ آپ کا پیغام اس میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ جواباً جسٹس صاحب نے جو جملہ کہا کہ اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں ایک قابل رشک آرزو پر ان کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

جسٹس صاحب نے کہا کہ "میری آرزو ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی کے مدح سراؤں میں میرا نام بھی لکھا جائے کہ ہمیں یوم حشر ان کی شفاعت درکار ہے لہٰذا میں مضمون لکھوں گا۔" میں سوچتا ہوں۔ کاش! ساری اُمت کا ہر فرد یہ زاویہ نظر اپنائے کیونکہ یہی منہج فکر ایک مومن کے لیے درکار ہے۔

ایک خوبصورت جواب:

ملک بھر کے اہل علم و دانش اور اصحاب قلم و بصیرت کے ساتھ اہل سنت کی سیاسی گروہی تفریق سے قطع نظر اس اشاعت خاص کے حوالے سے مشاورتی رابطے کئے گئے مگر بدقسمتی سے اکثر نے اس موضوع پر کام کی اہمیت و افادیت کو سرسری طور پر لیا اور ہاں، ہوں میں جواب دیا۔ جس پر قلبی قلق اور عدم تشفی رہی۔ اسی تناظر میں جماعت اہل سنت پاکستان کے (اُس وقت کے) ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب سے بھی رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اس وقت کراچی کے دورہ پر ہوں واپسی پر میں از خود رابطہ کروں گا کوئی دو ماہ بعد لاہور میں عزیز گرامی صاجزادہ پیر سید انعام الحسنین کاظمی زنجانی چشتی نظامی زید شرفہ کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر سرسری ملاقات ہوئی۔ تقریب کے اختتام پر غالباً محترمی بہاء الدین صاحب میرے پاس آئے

کہنے لگے شاہ جی یاد فرما رہے ہیں۔قریب ہی تھا شادی ہال کے صدر دروازے پر علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب رکے ہوئے تھے مسکراتے ہوئے بغل گیر ہوئے اور کہا کہ میں سفر کے بعد علیل رہا اور موقع نہ مل سکا۔حضرت سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے حوالے سے یہ بہت مبارک اور اہم اقدام ہے اجتماعی کام ہے یہ کام سب کو کرنا چاہیے۔میں جلد ملاقات رکھتا ہوں اور اس کے بعد جو جملہ کہا اس نے باغ باغ کر دیا۔

علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے فرمایا کہ:"اس مقصد کے لئے تو آپ جوہر آباد طلب فرمائیں تو وہاں بھی میری حاضری سعادت ہوگی۔ان شاء اللہ جلد ملتے ہیں۔"

شاہ جی سے اس کے بعد کبھی کسی رابطہ یا ملاقات کی نوبت تو نہ آئی مگر ان کے یہ مومنانہ عقیدت ومحبت سے بھرپور الفاظ میرے دل میں گھر کر گئے۔اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور اہل بیت علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حقیقی محبت کا نور نصیب فرمائے۔

حرفِ آخر:

ہم نے بساط بھر کوشش کی ہے کہ فنی وعلمی،طباعتی واشاعتی اعتبار سے کسی طرح کا کوئی سقم باقی نہ رہے مگر بشری تقاضے سے کسی بھی طرح کی کوئی غلطی سرزد ہوسکتی ہے۔خدانخواستہ ایسی صورت میں ہم اللہ رب العالمین،جناب سیدہ کائنات اور معزز قارئین سے معافی کے خواستگار ہیں۔نشان دہی پر آپ کے ممنون ہوں گے تاکہ آئندہ اشاعت کی صورت میں اصلاح ہوسکے۔اس حوالہ سے ایڈوانس شکریہ۔اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر کو اُمت وملت کے لیے نفع وخیر کا باعث بنائے اور ہمیں جملہ معاونین واحباء سمیت دارین میں اس کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ مند کرے۔آمین

غبارِ راہِ حجاز
ملک محبوب الرسول قادری
(چیف ایڈیٹر)
0321-9429027
mahboobqadri787@gmail.com

محسن پاکستان، عظیم ایٹمی سائنس دان

ڈاکٹر عبد القدیر خان

نشانِ امتیاز اینڈ بار



ملک محبوب الرسول قادری صاحب، محنت، محبت، دیانت، دینداری اور ثابت قدمی کا حوالہ بن چکے ہیں۔ آج ہی ان کے "انوارِ رضا" کا "جناب مفتی جمیل احمد نعیمی نمبر" ملا اور ساتھ ہی اگلے ایڈیشن "سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر" کی طویل فہرست فردوس نظر بنی، جس میں شازیہ خاتون سے راضیہ نوید تک جید عالمہ اور پروفیسر محمد اعجاز حسین جنجوعہ سے علامہ محمد انور شاہ قادری بخاری تک، عزیزیہ بتول فاطمہ سے ڈاکٹر سید محمود الحسن تک نامور علماء کرام کے مقالے، جب کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے حفیظ تائب تک ایمان افروز مناقب زیرِ نظر خصوصی نمبر کا اضافی حسن ہے۔

اللہ پاک ملک محبوب الرسول قادری کے اس خوبصورت تبرک کو قبول فرمائیں۔ آمین

حضرت جگر گوشۂ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

یادگارِ اسلاف

پیر سیّد مبارک علی شاہ گیلانی

سجادہ نشین: خانقاہِ قادریہ دربار حضرت محبوب ذات رحمۃ اللہ علیہ منڈیر سیداں شریف (سیال کوٹ)



بارگاہِ سیدۂ کائنات وہ عالی جناب ہیں جہاں فرشتے بھی ادب و احترام بجالاتے ہیں۔ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی مبارک ہستی قیامت تک نسل انسانی کی خواتین کے لئے نمونہ کامل ہیں۔ ان کے مرتبہ و مقام اور ادب و احترام کے حوالے سے چودہ صدیوں میں کبھی کہیں منفی تصور تک پیدا نہیں ہوا۔ آپ محبوب رب العالمین حضرت ختمی مرتبت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات اور عنایات و تصرفات ساری کائنات کو محیط ہیں عصر حاضر میں سنی دنیا کے معروف قلم کار عزیز گرامی مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے اپنے سہ ماہی جریدہ "انوارِ رضا" جوہرآباد کا خصوصی نمبر شائع کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے یہ جہاں ان کے لئے دنیا و آخرت میں فتح و رحمت کے نئے باب کھولے گا وہاں اسلامیان پاکستان بالخصوص قوم کی بہو بیٹیوں کے لئے ایک عظیم تحفہ ثابت ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں ایسے عظیم تحفہ کو حرزِ جاں بنانا چاہیئے۔ نہ صرف "حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نمبر" ہر گھر میں موجود ہونا چاہیئے بلکہ اس کو ہر اُردو خوان مسلمان کے زیر مطالعہ رہنا چاہیئے۔ خصوصاً خواتین اس کو بار بار پڑھیں اور دنیا و آخرت کی خیر حاصل کریں۔ محترمی ملک محبوب الرسول قادری کو دلی مبارک باد کے ساتھ بہت ساری دُعائیں۔

حضرت مخدوم محترم زینت السادات آبروئے اہل سنت

سیّد تصور الحسن گیلانی مدظلہ

چیئرمین: آل رسول اسلامک سینٹر نیویارک (امریکہ)



ترجمان مسلکِ حقہ اہلسنہ مجسم خلوص واخلاق رئیس التحریر احسن مقال خوش خصال جناب قبلہ ملک محمد محبوب الرسول قادری صاحب اطال اللہ بقاہ طویل ترین عرصے سے ناچیز سُنی تنظیمات چاہے وہ مذہبی ہوں یا سیاسی ہوں کے پلیٹ فارم سے ملک صاحب قبلہ کو ہر تحریک کے سرخیل کے طور پر جانتا ہے ان کی تحاریکی جدو جہد کو اور خدماتِ دینیہ حقہ کو تحریر کی چند سطور کے ذریعے احاطہ تحریر میں لانا میرے جیسے طفل مکتب کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ خاصا ناممکن بھی ہے ہر دور میں اہلسنت و جماعت کو ملک صاحب نے مختلف موضوعات پر مشتمل اپنی خوبصورت ومدلل تصنیفات سے مزین فرمایا ہے انوار رضاء کا تسلسل جناب ملک صاحب زیدہ عزہ کا ایک ناقابل فراموش کارنامہ ہے ایسی نابغہ روزگار شخصیات کا وجود نعمتِ خداوندی ہوا کرتا ہے۔

انوار رضاء سیدہ طیبہ طاہرہ راکعہ نیرہ منورہ عتیقہ عفیفہ ممجدہ مکرمہ معظمہ مجللہ اُم الحسنین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نمبر کے اجراء پر میں ملک صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے صد مبارکباد پیش کرتا ہوں رب العزت قبول فرما کر ملک صاحب کے آباء اجداد کے لیے موجب نزولِ برکات وحسنات و ذریعہ نجاتِ اُخروی بنائے اور قبلہ ملک صاحب کو صحت وسلامتی والی عمر طویل عطا فرمائے۔آمین یارب العلمین

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

مفکر اسلام، پیکر اخلاص، پیر طریقت حضرت

علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی

سابق مرکزی صدر: انجمن طلباء اسلام

سجادہ نشین: حضرت محدث ابدالوی خانقاہ ڈوگراں



اللہ رب العالمین کا بے بہا شکر ہے کہ اس نے ہمیں زمرۂ مسلمین میں شامل فرما کر حضور خاتم الانبیاء اشرف المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی فہرست میں شامل فرمایا۔ یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ جس کے تشکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اپنے اس اعزاز و اکرام پر ہم نازاں و فرحاں ہیں۔ اہل سنت، اہل محبت ہیں اور ان کا فکری منہج اللہ اور اس کے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصی عطا ہے۔ عقائد اہل سنت کی ساری عمارت کی اساس ادب و محبت ہے۔ اللہ و رسول (جل وعلا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے محبوبانِ بارگاہ سے پیار اور ان کا ادب تمام فرائض کی جان خیال کیا جاتا ہے۔

ہمارے تنظیمی و تحریکی ساتھی برادرم ملک محبوب الرسول قادری حفظہ اللہ اس حوالے سے قابل ستائش و تحسین ہیں کہ انہوں نے اہل سنت کے اشاعتی محاذ کو خوب سنبھالا دیا ہے وہ گذشتہ چالیس برس سے اس محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس پلیٹ فارم سے انہوں نے اس سلسلے کا جب سے آغاز کیا تب سے اب تک اس میں تعطل نہیں آنے دیا۔ ان کا قلم رواں دواں اور ان کی فکر صائب ہے۔ مطالعہ ان کی طبیعت ثانیہ اور عمدہ لٹریچر اس کا ثمر ہے۔ سوئے حجاز اور انوارِ رضا اور پھر اہم موضوعات پر خصوصی اشاعتوں کا اہتمام ملک بھر کی دینی صحافت میں اُن کا منفرد اعزاز ہے۔ اس وقت سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کا خصوصی نمبر" حضرت سیدہ کائنات جگر گوشہ رسول کریم طیبہ طاہرہ خاتونِ جنت و خاتون قیامت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا " کے حوالے سے منظر عام پر لا رہا ہے جو الحمد للہ وطن عزیز میں اہل سنت کی دینی صحافت کی طرف سے اولین قدم ہے جو کسی بھی بڑے اعزاز سے کم نہیں۔ میں اس انفرادی اعزاز پر اپنے محترم ملک محبوب الرسول قادری

صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ خدا کرے یہ ارمغانِ عقیدت بارگاہِ جنابِ سیدہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرے یقیناً وہ بہت بڑی جناب ہے۔

نفس گم کردہ می آید
جنید بایزید اینجا

اللہ تعالیٰ اس اشاعت خاص کو ملت و اُمت کے لئے فیض رسان بنائے اور قوم کی بہو بیٹیوں کو اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق ارزانی فرمائے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو بھی سیدہ پاک کی بارگاہ کا باادب رکھے ہماری اور ہمارے اجداد کی بخشش و نجات اور بلندیٔ درجات کے لئے سیدہ پاک کی چادر تطہیر کی خیرات عطا فرمائے ۔ آمین

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عُيُوْبَنَا وَاغْفِرْ ذُنُوْبَنَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى نَبِيِّ الرَّحْمَةِ

وَشَفِيْعِ الْأُمَّةِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ

۱۳۵

شیخ العلماء حضرت پیر طریقت، زینت المشائخ

پیر میاں محمد حنفی سیفی

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف



ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی

میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اپنی اولاد۔ پھر اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب شخصیت جناب حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ زاہدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے مجھے میرے مرشد کریم مجددِ عصر حاضر قیوم زماں، محبوب سبحاں، اخندزادہ حضرت سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے جو سمجھایا، یہ ہے کہ دین سارے کا سارا ادب ہی ادب ہے اور پھر اہل بیت کا ادب تو سب سے زیادہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر نصیب فرمائے قبلہ ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو کہ انہوں نے ہماری نسلوں میں اہل بیت کی محبت اُجاگر کرنے کے لئے "حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا" نمبر شائع کیا تا کہ آپ کی سیرت اور تعلیمات کی روشنی میں ہماری نسلیں بالخصوص خواتین، اسلام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ ملک صاحب کی اس کاوش کو خاتمہ ایمان اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

یادگار اسلاف ممتاز ماہر تعلیم

جناب پروفیسر محمد افضل جوہر

راولپنڈی



پاسبانِ مسلک رضا، باغبانِ گلستان زہرا رضی اللہ عنہا آبروے قلم و قرطاس، ملک محبوب الرسول قادری زید مجدہ نے عترت و عزت و فضیلت و عظمت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر جو جامع گلدستہ پیش کیا وہ محققین عصر کی تحقیق و تدقیق کا نہایت حسین جوہر نایاب ہے۔ اس ضمن میں مزید کچھ کہنے کی راقم آثم کی کم علمی نہ متحمل ہو سکتی ہے نہ گنجائش۔ تاہم ایک بات گوش گزار کرنا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا معیارِ فضیلت و تقدیس کیا ہے؟ یہ امر مسلم ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی ذات کے علاوہ تمام مخلوقات سے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ، مقام، عزت و احترام سب سے بلند تر فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (البقرہ: ۲۵۳)

یہ اللہ کے رسول ہیں، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بلندی کو فضیلت عطا فرمائی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو درجوں بلندی عطا فرمائی۔ درجوں بلند مقام کے حامل ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ارشادِ ربانی ہے: "محبوب آپ فرما دیجئے، اے تمام انسانوں تا ایں دم تمام انسانیت کے رسول ہیں۔ اس لئے سب سے افضل ہیں۔ اس کے بعد جیسے بھی فضیلت کسی کو ملی وہ آپ پر ایمان لا کر آپ کی قربت و نسبت کی بدولت ملی۔

ثابت ہوا کہ معیارِ فضیلت و عظمت کی پہلی بنیاد صدقِ دل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ دوسری بنیاد حالتِ ایمان میں صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ تیسری بنیاد حالتِ ایمان میں قرابت

رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

محبوب! اُمت سے فرمادیجئے میں تمہاری دین و دنیا کی فلاح و کامرانی کے لیے کی گئی کاوشوں پر تم سے کوئی اجرنہیں مانگتا،سوا اپنے اقارب کی دلی محبت کے۔

(شوریٰ:۲۳)

قرابت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مومن اقارب کے لئے منفرد و بے مثل ومثال نعمت ہے۔اس حکم میں تمام صاحبِ ایمان اقارب،افرادِ خاندان اور آلِ اطہار شامل ہیں۔چاہے وہ صغر سنی میں وصال فرما جانے والے فرزندانِ رسول ہوں یا جمیع بناتِ رسول۔اسی لئے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاجزادیاں جناب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں تو آپ لقب ذی النورین یعنی دونوروالامشہور ہوگیا۔وہ دونور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوصاجزادیاں تھیں۔اسی لئے امام رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

"ہو مبارک تجھ کو ذی النورین جوڑا نور کا۔"

ان تمام فضائل وکمالات میں سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا بدرجہ اتم شامل وداخل ہیں۔

سیدہ زہرا البتول رضی اللہ عنہا کی منفرد عظمت:

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا صاحبۃ ردا اور آیہ تطہیر میں خصوصیت کے ساتھ شمولیت کا اعزاز واکرام ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾

اے نبی کی عورتو (بیویو)! تم کسی دوسری عورت کی طرح نہیں،یہ کہ تم اللہ سے ڈرو اور جب (باپردہ) بات کرو تو نرم خوئی سے بات کسی سے نہ کرو کہ وہ شخص جس کے دل میں

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

(الاحزاب: ۳۲، ۳۳)

بیماری ہو تو وہ طمع کرے اور تم اچھے طریقے سے بات کرو اور تم اپنے گھروں میں سکون اختیار کرو اور پہلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ کرو اور تم نماز قائم رکھو زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو، بے شک اللہ نے پکا ارادہ کرلیا ہے اے اہل بیت رسول تم سے ہر ناپاکی دور کردے اور تمہیں خوب خوب پاک کردے۔ اور تم اپنے گھروں میں اللہ کی آیات وحکمت کا ذکر کرو۔

ان دونوں آیات کے سیاق وسباق سے مکمل طور پر وضاحت ہوتی ہے کہ یہ آیات اُمہات المؤمنین، ازواجِ رسول کے متعلق نازل ہوئیں۔ عرفِ عام میں بھی گھر والوں میں سب سے اول بیوی اور زیر کفالت چھوٹے بچے اور بچیاں ہوتی ہیں۔ بیٹی کی جب شادی ہو جائے تو اس کا اور اس کے شوہر کا علیحدہ اپنا گھر ہوتا ہے۔ سیدہ زہرہ اس کا شادی کے بعد اپنا گھر اور بچے تھے۔ اس لئے آپ، آپ کے شوہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور صاحبزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بنیادی طور پر ان آیات کے احکام میں شامل نہ تھے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب نے انہیں شامل کرنے کی دعا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چادر اوڑھے تھے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر میں لے لیا۔ پھر جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو بھی چادر اوڑھا کر بارگاہِ الٰہی میں دُعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ — اے اللہ! یہ بھی میرے گھر والوں میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب نے انہیں اپنے اختیار سے داخل فرمایا، پھر اللہ سے خصوصی طور پر عرفِ عام سے ہٹ کر ان چاروں کو بھی شامل کرنے کی دعا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر انہیں بھی آیہ تطہیر کا مصداق بنا دیا۔ اس طرح تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ یہ بھی اہل بیت اور آیہ تطہیر میں شمار ہوتے ہیں۔

سیدہ طیبہ کی ایک اور منفرد شان یہ ہے کہ اللہ کے محبوب نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بِضْعَتٌ مِنِّیْ یَقْبِضُنِیْ مَا یَقْبِضُهَا وَیَبْسُطُنِیْ مَایَبْسُطُهَا (بخاری حدیث نمبر ۵۳۱)	فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے قلق میں ڈالتی ہے جو چیز اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے خوش کرتی ہے۔

ہر اولاد میں باپ کا خون اور ماں کا دودھ ہوتا ہے اور اولاد پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اخلاق و عادات پیدا کرتا ہے۔ لیکن بِضْعَۃٌ جسم کے گوشت کا وہ ٹکڑا ہوتا ہے جس میں خون اور گوشت دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جسم میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون اور گوشت دونوں کا حصہ شامل ہے۔ یہ خصوصیت آپ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ اسی لئے آپ رضی اللہ عنہا کی محبت و عقیدت ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ

عصر جدید میں قدیم لہجے کے قلم کار و محقق

حضرت

سید محمد عبد اللہ قادری

(ابن ماہر اقبالیات و ماہر رضویات علامہ سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ) گلشن سادات۔ گلی نمبر ۷ احمد نگر غربی واہ کینٹ

"یک نظر خوش گذرے"

دنیا میں ایسی عظیم ہستیاں ہو گزری ہیں جن کے اقوال و افعال ہمارے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں، اُن کے متعلق کچھ کہنے اور لکھنے کے لئے کئی بار سوچنا پڑتا ہے۔ جن پر کام کرنا بڑا دشوار ہوتا ہے۔ وہ اس لئے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

انہی ہستیوں کے ذکر خیر میں ہی ہماری خیر ہے جس سے نسبت ہو اُسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ نسبت بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان نسبت ہی کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔

مجلہ "انوارِ رضا" (جوہر آباد، پاکستان) کے مدیر اعلیٰ ملک محمد محبوب الرسول قادری بن ملک محمد عبد الرسول قادری اپنے شمارہ کا خصوصی نمبر "نبی آخر الزمان خاتم النبیین وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لخت جگر، اُم الحسنین کریمین زوجہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا" شائع کر رہے ہیں۔ یہ نمبر ۲۰۱۹ء میں چھپنا تھا مگر تاخیر ہو گئی۔ اب ۲۰۲۰ء میں چند دنوں تک آپ اسے دیکھ سکیں گے۔ جس میں اہل علم و قلم نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ نثر اور نظم شامل ہیں۔

؎ دیر آید درست آید

ایسی ہستیوں پر خصوصی نمبر شائع کرنا مقصود ہو تو اپنی حیثیت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ "میں اور وہ"۔ اُن کی ذرہ نوازی ہے کہ مجھے اس قابل سمجھا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

جب انسان اپنی حیثیت کو یاد رکھتا ہے تو وہ قابل بھروسہ ہوتا ہے۔بھروسہ اسی پر کیا جاتا ہے جو اس قابل ہو۔بے حیثیت نہ ہو۔صاحب حیثیت ہو اور قدر دان بھی۔

ایاز قدر خود بشناس

اچھے کام کرتے وقت اعتدال اور میانہ روی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔۔۔!

جن شخصیات کی وجہ سے آج ہم اپنی زندگی گزار رہے ہیں اُن کو دل و جان سے قبول کریں اسی میں ہماری بھلائی اور توقیر ہے۔

رب کریم عزوجل شانہ بجاہ سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سیدہ کائنات نمبر، کو بارگاہِ مرتضیٰ و حسنین کریمین رضی اللہ عنہم شرفِ قبولیت عطا کرے!!!

ملک صاحب کے خاندان اور اُن پر اور سب پر خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی روحانی توجہات کا مسلسل نزول ہوتا رہے آمین ثم آمین۔

ملک صاحب اس کام پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔اے ربِ کریم! ہمیں ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہوتا ہے اور ایسے کاموں سے دور رکھ جن کو تو پسند نہیں فرماتا۔ہم سے وہ کام کروا جن سے خیر کا پہلو نکلتا ہو۔

خیر الامور اوسطہا



مدیر مجلہ الحقیقہ، مصنف شہیر، ماہر تقدیمات کتب

پیر سیّد صابر حسین شاہ بخاری قادری

بانی: ادارہ فروغ افکارِ رضا ضلع اٹک، پنجاب



"انوار رضا" کا "سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نمبر" سنی صحافت کا ایک درخشاں باب:

سیدہ، زاہرا، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

تاریخ اسلام کی مسلمان خواتین میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ نہایت نمایاں ہے۔ آپ ہمارے پیارے آخری نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی نور نظر ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہوئی۔ سیدۃ النساء العالمین، ملکۂ فردوس بریں، خاتون جنت حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بچپن عام بچوں سے بالکل جداگانہ تھا، آپ فطری طور پر تنہائی پسند تھیں، آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی کھیل کود میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی گھر سے باہر قدم رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے والدین کا پرتو تھیں، اپنے عظیم والد گرامی پیغمبر آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کو اپنے آئینہ قلب پر منعکس فرماتی رہتی تھیں۔ اسی لئے آپ رضی اللہ عنہا گفتار ورفتار میں سرکار دوعالم نور مجسم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں۔ بلکہ آپ "فنافی الرسول" کے مقام پر فائز تھیں۔ عبادات وریاضات میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ آپ نے قرآن کریم کی پہلی آیات (سورہ اقراء) پانچ سال کی عمر میں اپنے عظیم والد گرامی سے سماعت فرمائیں۔ اسی طرح قرآن کریم اُترتا گیا آپ سماعت فرماتی رہیں اور یاد کرتی رہیں۔ حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے آغوش پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلیم وتربیت حاصل فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بچپن ہی سے اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ بلاشک وشبہ آپ رضی اللہ عنہا اسلام کی ایک بے باک اور نڈر مجاہدہ اور مبلغہ تھیں۔ مکہ مکرمہ میں ہمارے پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے

جتنی تکالیف اُٹھائیں ان میں آپ نے بھی نہایت صبر و استقامت سے اپنے والد گرامی کا بھر پور ساتھ دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے ناموس رسالت کی محافظہ بن کر سامنے آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا بالکل بچپن تھا کہ ایک بار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے گئے اور جب سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھڑی آپ کی پیٹھ پر لا رکھی۔ آپ فوراً دوڑیں، اوجھڑی کو اٹھا کر پھینکا اور عقبہ کو بد دعا دی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک بار ابوجہل ملعون نے کسی بات پر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارا۔ آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کی شکایت لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا، بیٹی جاؤ اور ابوسفیان کو اس کی اس حرکت سے آگاہ کرو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا ابوسفیان کے پاس گئیں اور اسے اس کی حرکت قبیح سے آگاہ فرمایا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہا کی انگلی پکڑی اور وہاں لے گیا جہاں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے کہا، بیٹی جس طرح اس نے تمہارے منہ پر تھپڑ مارا تھا تم بھی اس کے منہ پر تھپڑ مارو۔ چنانچہ آپ نے ابوجہل کو تھپڑ مارا اور پھر گھر جا کر یہ سارا واقعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: "یا اللہ! ابوسفیان کے اس سلوک کو نہ بھولنا۔" سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی دعا کا ثمرہ تھا کہ چند سال بعد ابوسفیان اسلام کی آغوش میں آ گئے۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے شعب ابی طالب کا زمانہ بھی اپنے والدین کے ساتھ محصوری میں نہایت صبر و تحمل سے گزارا۔ حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا جذبہ جہاد سے سرشار تھیں، آپ نے اپنے عظیم والد گرامی پیغمبر آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر نامدار حضرت حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی معیت میں کئی جنگوں میں حصہ لیا، غزوہ احد میں جب۔ سرکار دو عالم نور مجسم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک زخمی ہوئے اور خود کی آہنی کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس میں پیوست ہوئیں تو اس موقع پر آپ ہی نے اپنے عظیم والد گرامی سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے لہو صاف فرمایا، آپ کے شوہر نامدار حضرت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے پانی ڈالا، آپ نے دیکھا کہ خون رکنے کا نام نہیں لے رہا بلکہ بڑھتا ہی جا رہا ہے تو آپ نے ٹاٹ کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر اس کی راکھ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم مبارک میں بھر دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔ اللہ اللہ، حضرت شہزادی کونین رضی اللہ عنہا کی جرأت و استقامت اور جذبہ جہاد کی کیا ہی بات ہے! آپ رضی اللہ عنہا اُمت مسلمہ کی ایک عظیم محسنہ اور مخدومہ ہیں۔ تقریباً پندرہ سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا کا عقد مسنون حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

سے ہوا اور نہایت ہی سادگی سے رخصتی ہوئی کاش ہماری مسلمان خواتین نکاح اور رخصتی ہی میں اس مخدومہ کائنات کو اپنا آئیڈیل بنا لیتیں تو آج ہم نکاح و رخصتی کی بہت سی خرافات سے بچ جاتے اور ہماری جوان بچیاں بآسانی اپنے گھروں کو رخصت ہو سکتیں آپ کی ازدواجی زندگی مسلمان خواتین کے مشعل راہ ہے۔ آپ کے بطن اطہر سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی اولاد امجاد کی تعلیم و تربیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں فرمائی ہماری مسلمان خواتین کو بھی اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت بھی اسی نہج پر کرنی چاہیے تاکہ ان کی دنیا و آخرت سنور سکے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیوں میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ نہایت نمایاں نظر آتا ہے۔ پھر دنیا میں بھی آپ رضی اللہ عنہا ہی کی ذریت چلی جن سے آئمہ کرام ہوئے۔ اولیا کرام کی اکثریت کا تعلق آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد امجاد میں سے ہے۔ حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے بحیثیت بیٹی، بحیثیت بیوی، بحیثیت ماں، بحیثیت بہن کے جس طرح زندگی بسر فرمائی ہے وہ قیامت تک کے لیے ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کی حیات و خدمات کے تابناک شب و روز آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے نہ صرف آپ رضی اللہ عنہا نے بلکہ آپ کے شوہر نامدار اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بھی قربانیوں کی دعوت و عزیمت کی ایسی بے مثال اور لازوال تاریخ رقم کی ہے جس کا نظارہ چشم فلک نے بہت کم ہی دیکھا ہوگا۔ آج ہم نہایت پرفتن دور سے گزر رہے ہیں، بے حیائی اور عریانی کا ایک سونامی ہے جس میں ہماری مسلمان بچیاں۔ "میرا جسم، میری مرضی" جیسا غلیظ نعرہ لگاتے ہوئے خس و خاشاک کی طرح بہہ رہی ہیں۔ ہمارا معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو چکا ہے۔ دوسری طرف نظریاتی اور اعتقادی طوفان کا بھی سامنا ہے۔ اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہرزہ سرائی عروج پر ہے۔ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں لبرل اور سیکولر طبقہ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں مملکت خداداد پاکستان کے معروف صحافی اور ادیب ملک محمد محبوب الرسول قادری رضوی زید مجدہ سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد کا "حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا نمبر" نہایت آب و تاب سے لائے ہیں۔ بلاشبہ ان حالات میں حضرت سیدہ طاہرہ طیبہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات و خدمات کے حوالے سے انوار رضا کا یہ عظیم و ضخیم نمبر ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ یہ نمبر اس طوفان بدتمیزی

میں ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا ہے۔ واللہ! انوارِ رضا کے اس عدیم المثال نمبر میں ملک محمد محبوب الرسول قادری رضوی زید مجدہ نے ہمارے پیارے نبی کریم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت سیدۃ النساء العالمین خاتونِ حیات وخدمات کا ایک نہایت خوب صورت اور سرسبز و شاداب گلستان سجایا ہے۔ جس میں گلہائے رنگارنگ کھلے ہوئے ہیں اور ان کی خوشبو سے ہمارے دل و دماغ معطر ہوئے ہیں۔ یقیناً اس گلستانِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہمارے کردار و عمل کی تطہیر ہوگی اور نکھار آئے گا۔ ماشاءاللہ، ملک محمد محبوب الرسول قادری رضوی زید مجدہ نے اس گلستان کو سجانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس کی ترتیب وتہذیب بہت خوب ہے۔ اللھم زد فزد۔ ضرورت ہے کہ یہ نمبر ہر مسلم گھرانے میں پہنچے۔ تاکہ ہماری اولادیں اسے پڑھ کر صراط مستقیم پر گامزن رہ سکیں۔ فقیر اپنے ممدوح ملک محمد محبوب الرسول قادری رضوی زید مجدہ کی خدمت میں اس عظیم الشان کارنامے کے اضافے پر ہدیہ تبریک اور مبارک باد پیش کرتا ہے۔ زندہ باد۔۔۔۔۔ محبوب قادری۔۔۔۔ زندہ باد۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی اس علمی وتحقیقی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے شہرت عام بخشے۔ ان کے تمام معاونین اور مخلصین کو بھی دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین

رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ

۱۲۸۷

۱۴۹

استاذ العلماء شارح بخاری حضرت علامہ

پیر سیّد محمود احمد رضوی محدث لاہوری

سابق چیئرمین: مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان

سابق ناظم اعلیٰ: جامعہ حزب الاحناف لاہور۔۔۔سابق ناظم اعلیٰ: مرکزی مجلس عمل



یہ دعائیہ کلمات حضرت شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۹۰ء میں حضرت سیدہ کائنات خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مجموعہ مضامین پر بطور تقریظ رقم فرمائے تھے۔ تبرکاً اس اشاعت خاص کی زینت بنائے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے علامہ رضوی کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ ان کی قبر کو کشادہ کرے اور ان کے ادارہ جامعہ حزب الاحناف لاہور کو حقیقی فیض رسان درس گاہ بنائے۔ آمین

عزیزم مولانا ملک محبوب الرسول قادری رضوی سلمہ، میرے پاس اپنی مبارک تالیف فضائل مناقب سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مسودہ لائے۔ وقت کی قلت کی وجہ سے اس کا پورا مطالعہ تو نہیں کر سکا تاہم راقم کے عقیدہ میں تو صرف سیدہ کا نام نامی، اسم گرامی کا زبان پر آجانا ہی باعثِ رحمت و مغفرت ہے...... سیدہ خاتون رضی اللہ عنہا سے محبت و عقیدت ان کا احترام ہر مومن مسلمان کے لئے لازم و واجب ہے۔ وہ حضور سید المرسلین خاتم النبین محبوب رب العلمین حضرت محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی مقدس آنکھوں کا نور دل کا سرور ہیں اور آپ کے جگر کا ٹکڑا ہیں امام العارفین امیر المومنین مرتضیٰ شیر خدا سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اور شہزادہ کونین سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔ احادیث میں ان کے کثیر فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں جو اس کتابچہ میں آپ مطالعہ کریں گے جو آپ کے لئے سعادت دارین کے حصول کا ذریعہ بنے گا۔ ہر وہ کتاب جو سیدہ رضی اللہ عنہا کا مطالعہ کرنے والوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے محبت و عقیدت میں اضافہ فرمائے اور اس کے مؤلف عزیزم قادری صاحب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

پروفیسر

ڈاکٹر رئیس احمد صمدانی

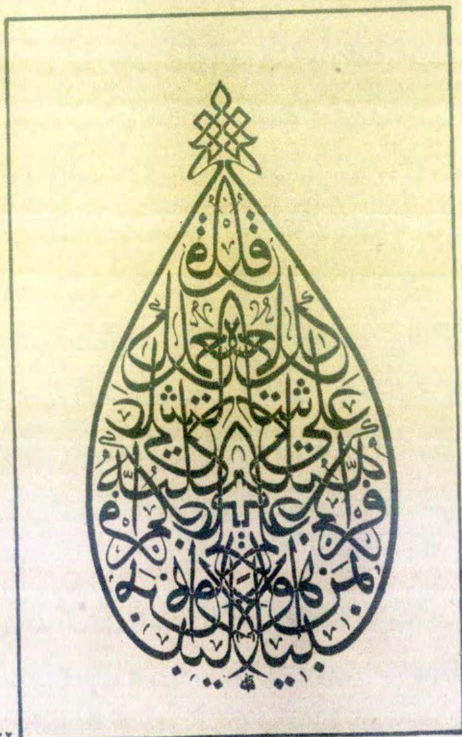
پروفیسر ایمیریٹس، منہاج یونیورسٹی لاہور



یہ امر باعث مسرت ہے کہ سہ ماہی جریدہ "انوار رضا" کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر خصوصی شمارہ مرتب کیا جارہا ہے ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ شہزاد سلطانی میرے گھر حسب معمول آئے اور انوار رضا کے حضرت مفتی جمیل احمد نعیمی نمبر کے لیے مختصر تحریر کی فرمائش کی۔ میرے لکھنے کی ابتدا ۱۹۷۸ء میں ترجمان اہلسنت سے ہی ہوئی تھی، چناچہ مفتی جمیل احمد نعیمی کے اس خاص نمبر کے لیے لکھنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی، چند دن بعد انوار رضا کا مفتی جمیل احمد نعیمی نمبر سلطانی صاحب نے گھر پہنچا دیا، دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ شہزاد سلطانی ادیبوں اور لکھاریوں کے ہمدرد، خیر خواہ اور رابطہ کار کا فریضہ بے لوث انجام دیتے ہیں۔ آج وہ ایک اور قیمتی اور متبرک تحفہ کے ساتھ میرے گھر حاضر ہوئے۔ محمد سرور رانا صاحب کی تصنیف "پیغام حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"، نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ پر تفصیلی معلومات پر مبنی خوبصورت تصنیف، مصنف قابل مبارک باد ہیں۔ اس کتاب کو اسلامک میڈیا سینٹر نے شائع کیا ہے۔ اپنے موضوع پر لاجواب تصنیف ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ محمد سرور رانا صاحب ایک خوش نصیب قلم کار ہیں۔ ابھی تو مجھے مفتی صاحب پر مرتب ہونے والے خاص شمارہ پر ہی لکھنا تھا کہ ایک اور لاجواب کتاب جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے از راہ عنایت یہ کتاب عنایت فرمائی، ان شاء اللہ اس پر بھی جلد اظہاریہ تحریر کرونگا۔ مستقبل قریب میں انوار رضا کا نبی آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی مگر سب سے زیادہ پیاری بیٹی جن نام "فاطمہ" اور لقب "زہرا" اور "بتول" ہے پر خاص نمبر شائع کیا جارہا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب و درجات کا کیا کہنا، ان سے تو

کتابوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ نساہ اللعالمین یعنی تمام جہان کی عورتوں کی سردار اور سیدہ نساء اہل جنتہ یعنی اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار فرمایا۔ اس محترم و مقدم ہستی پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انوار رضا کے جملہ احباب کو، خاص طور پر انوار رضا کے چیف ایڈیٹر جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو اس عظیم خدمت پر اجر کثیر عطا فرمائے، آمین۔



قطعہ تاریخ اشاعت

سامانِ راحت انوارِ رضا

۲۰۲۰ء

نشانِ سعادت سیدہ فاطمہ نمبر

۱۴۴۲ھ

نمبر انوارِ رضا کا یہ نیا ہے نہایت خوش نما و کیف زا
کرنے والوں نے دل و جاں سے کیا ذکرِ بنتِ سید ہر دوسرا
کیف پایا قلب زہد و ورع نے بڑھ گئی چشم طہارت کی ضیا
ہو نہیں سکتا بیاں اُس کا عروسؔ جو سرور اہلِ مودّت کو ملا
کر نہ پایا کام جو، کوئی مدیر وہ ملک محبوب صاحب نے کیا
مجھ سے جب پوچھی گئی تاریخ چھاپ میں نے "عالی مرتبہ دفتر" کہا

۱۴۴۲ھ

(صاحبزادہ محمد نجم الامین عروسؔ فاروقی، مونیاں شریف ضلع گجرات)

0335-0451148



سہ ماہی انوارِ رضا جوہر آباد کے اعزاز پر قطعہ تاریخ مرتب

قطعہ بحوالہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نمبر

بعنوان "ایک حسین ارمغاں"

۱۴۴۱ھ

مجلات و رسائل میں یقیناً
جدا ہے رنگ "انوارِ رضا" کا
سجے ہیں اس میں گوناگوں مضامیں
صحیفہ ہے عجب ذکر و ثنا کا
جناب سیدہ پہ خاص نمبر
قدم پہلا ہے انوار رضا کا
بلاشبہ سعادت کا نشاں ہے
پتا دیتا ہے یہ رازِ بقا کا
نہ کیوں مسرور ہوں اہل محبت
تقاضا ہے یہی حسنِ ولا کا
مبارک صد مبارک صد مبارک
یہی کہنا ہے اربابِ ذکا کا
کہی واحدؔ نے تاریخِ اشاعت
"حسین اک ارمغاں" ذکرِ و ثنا کا

۱۴۴۱ھ

نتیجہ فکر: صاحبزادہ پیر ابوالحسن واحد رضوی
0301-5727266

خراجِ عقیدت

"انوارِ رضا" دیتا ہے امت کو وہ ادراک
کرتا ہے جو پیراہن الحاد کو صد چاک
پیوستہ ہو اسلاف سے مومن تو یہ سچ ہے
ہو سکتا ہے جمہور کا کردار و عمل پاک
بوبکرؓ بھی فاروقؓ بھی عثمانؓ و علیؓ بھی
کردار میں پرفیض ہیں سب مثل رگِ تاک
محبوب الرسولؐ ایسے ہی احساس کو لے کر
چلتا گیا منزل کو، لئے دیدۂ نمناک
سنگلاخ چٹانوں میں وہی راہ بنائے
اللہ نے بخشی ہو جسے جرأتِ بے باک
دریا کی روانی پہ تو ہر شخص ہی تیرے
جو رو کے مخالف چلے کہلاتا ہے تیراک
اب سیدہ زہراؓ پہ ہے نمبر جو نکالا
اللہ کرے اس کو ملے وسعتِ افلاک
یہ مستحق رحم ہے اس کو بھی نوازیں
جب بانٹیں غلامی کی سند سید لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اخلاص ہو نیت میں ملے نسبت پنج تن
اس راہ میں ناکام ہیں سب شاطر و چالاک
بے ذوق ظفرؔ کی بھی کریں راہنمائی
اس کو بھی ملے سوزِ نوا ہائے طربناک

(ظفر برہانی، ضلع اٹک
0301-5612962

سات سمندر پار سے اشاعت خاص پر ہدیۂ تبریک

قطعہ تاریخ اشاعت "انوارِ رضا" کا "سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا" نمبر

قطعہ تاریخ اشاعت عیسوی

وہ ہیں خاتونؑ جنت اور مادر دو شہیدوں کی
مثالی ہے جہاں بھر میں شکیب فاطمہ زہراؑ
بسی ہیں پھولؔ! اس میں نکہتیں گلزارِ جنت کی
"ہے انوارِ رضا، میں عطر زیب فاطمہ زہرا"

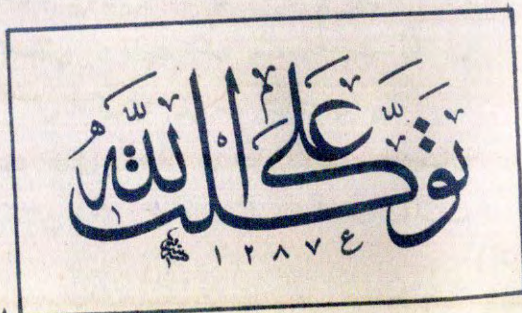
۲۰۲۰ء

قطعہ تاریخ ہجری

اُس کو عرفانِ حق بھی ملتا ہے
قلب جس کا ہے عارفِ زہراؓ
اس جریدے میں پھولؔ! ذکرِ بتولؓ
"زبدہ خیر کاشفِ زہرا"

۱۴۴۲ھ

(تنویر پھول، امریکہ)



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا



باب 1

والدین کریمین

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(سنہ ۱۱ھ۔ ۶۳۲ء)

مَا ذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَد   اَلَّا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا   صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

اِغْبَرَّا فَاقُ السَّمَآءِ وَكُوِّرَتْ   شَمْسُ النَّهَارِ وَاَظْلَمَ الْاَزْمَان

وَالْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَئِيْبَةٌ   اَسَفًا عَلَيْهِ كَثِيْرَةِ الْاَحْزَانِ

فَلْيُبْكِهٖ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا   يَافَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النِّيْرَان

يَاخَاتَم الرُّسُلِ الْمُبَارِكِ صِنْوَةً   صَلّٰى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنِ

"جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ سونگھ لی۔ تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں۔ یہ مصیبتیں "دنوں" پر ٹوٹتیں تو دن "راتوں" میں تبدیل ہو جاتے۔ آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ دیا گیا۔ دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ۔ اور زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مبتلائے درد ہے۔ ان کے غم میں ڈوبی ہوئی سراپا۔ اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی ان کی جدائی پر۔ فخر تو صرف ان کے لئے ہے جن پر روشنیاں چمکیں۔ اے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر برکت وسعادت کی جو ہے فیض ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود وسلام بھیجا ہے۔"

حیاتِ زہرا رضی اللہ عنہا۔۔۔۔ بہ یک نظر

ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن

سنہ		واقعہ
سنہ ۵ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	:	ولادت بمقام مکہ
سنہ ۷ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	:	شعب ابوطالب میں والدین کے ساتھ محصوری
سنہ ۱۰ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	:	مقاطعہ کا اختتام اور اسی سال والدہ معظمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال
سنہ ۱ھ	:	ہجرتِ مدینہ
سنہ ۲ھ	:	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد
سنہ ۳ھ	:	ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام
سنہ ۴ھ	:	ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام
سنہ ۵ھ	:	ولادت حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا
سنہ ۷ھ	:	ولادت حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
سنہ ۱۰ھ	:	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرہ ادا کیا
سنہ ۱۱ھ	:	وفات بمقام مدینہ



خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

شجرۂ نسب

ڈاکٹر سید محمود الرحمٰن

آلِ ابراہیمؑ اور آلِ محمدؐ کی رکن رکین السیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ اُم حسنؑ و حسینؑ، ام زینبؓ و کلثومؓ اور زوجۂ شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہ کس مقام و مرتبے پر فائز تھیں۔

ابراہیمؑ
اسمٰعیلؑ
قیدار
خابت
یعرب
یشجب
تارح
المقوم
عدو
عدنان ☆
معد

☆ علامہ سہیلی نے اپنی کتاب روض الانف (ص ۸) میں لکھا ہے کہ عدنان سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک ۴۰ پشتوں کا فاصلہ ہے۔ نیز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نسب کا ذکر فرما رہے تھے۔ جب سلسلہ عدنان تک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں سے اوپر تک اہل نسب نے غلط بیانی کی ہے۔

نزار

مضر

الیاس

مدرکہ

خزیمہ

کنانہ

نضر

مالک

فہر

غالب

لُوئی

کعب

مرۃ

کلاب

قصی

عبدمناف

ہاشم

عبدالمطلب

عبداللہ

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

اس نسب نامے کا ہر رکن اپنی خلقی صفت اور فطری وجاہت کے سبب تاریخ میں نمایاں مقام کا حامل رہا ہے۔ مثلاً فہرؔ بہت ہی کریم النفس انسان تھے۔ وہ ضرورتمندوں کی خبر گیری کرتے اور اپنے مال ومنال سے ان کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ قیدار کو بڑی شہرت وناموری حاصل

ہوئی ہے۔ انہوں نے خانہ کعبہ کے حقوق کو ہمیشہ پورا کیا اور اپنے والد کی طرح اس حقیقت کو ملحوظ رکھا کہ یہ دنیا میں توحید کی پہلی درسگاہ ہے۔ اسی طرح عدنان بھی ایک اولوالعزم شخص گزرے ہیں۔
قصیؑ نے اپنے زمانے میں مندرجہ ذیل عہدے قائم کئے تھے:

☆ رفادہ (حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرنا)

☆ سقایہ (حاجیوں کو آب زمزم پلانا)

☆ حجابتہ (خانہ کعبہ کی دربانی)

☆ قیادہ (لشکر کی قیادت)

اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنی ریاست کا ایک قومی نشان بھی بنایا جسے لواء کہتے تھے۔ اسی طرح قصیؑ نے قومی مجلس قائم کی تھی جسے دارالندوہ کہا جاتا تھا۔ یہیں قومی نوعیت کے معاملات طے کئے جاتے تھے۔

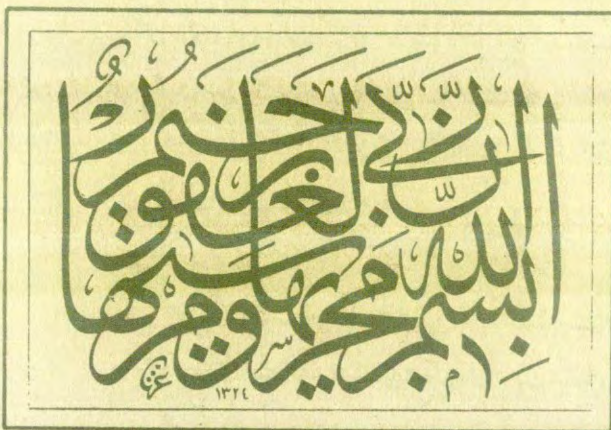
قصیؑ نے جو دیگر نمایاں کام کئے وہ مدتوں یادگار رہے۔ مثلاً انہوں نے اہل قریش کو اس امر پر آمادہ کیا کہ جو لوگ سینکڑوں میل دور سے کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں، ان کی میزبانی کی جائے۔ چنانچہ اس کام کے لئے سالانہ رقم مقرر کی گئی جس سے مکہ اور منیٰ میں حجاج کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ اسی طرح انہوں نے اہل قریش کو کہہ کر چمڑے کے بڑے بڑے حوض بنوائے جن میں حج کے زمانے میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔ مشعر حرام بھی قصیؑ نے ایجاد کئے۔ حج کے زمانے میں اس پر چراغ جلائے جاتے تھے۔

ہاشمؑ بہت بلند حوصلہ، سخی اور دور اندیش شخص تھے۔ انہوں نے قریش کے تجارتی کاروانوں کے تحفظ کے لئے مختلف ملکوں سے سفارتی تعلقات قائم کئے۔ ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑا تو وہ شام اور فلسطین گئے اور وہاں سے آٹا خرید لائے۔ پھر اونٹ ذبح کئے اور روٹیوں کے ٹکڑوں کو شوربے میں بھگو کر "ثرید" بنایا اور لوگوں کو کئی دنوں تک کھلاتے رہے۔

عبدالمطلبؑ نہایت ہی سمجھدار، باوجاہت اور فیاض شخص تھے۔ جب اہل قریش کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے تو حضرت عبدالمطلب ہی ان کے پشت پناہ ہوتے تھے۔ ان ہی کے زمانے میں ابرہہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ (تفصیل "خاندانی پس منظر" میں درج کردی گئی ہے۔)
آپ اہل قریش میں پہلے شخص تھے جو رمضان کے مہینے میں غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے۔ چاہ

زمزم کو جو گم ہو چکا تھا ڈھونڈ نکالنا آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

غرض نسب نامہ ابراہیمی علیہ السلام کے مختلف اراکین اپنے اپنے وقت میں معرکۃ الآرا خدمات انجام دینے کی بنا پر تاریخی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ خصوصاً عبد المطلب کے پوتے، یعنی سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مقام و مرتبہ پایا ہے وہ ابد الآباد تک برقرار رہے گا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اسی خانوادہ مقدس کی عظیم و جلیل شخصیت ہیں اور قرآنی آیت "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" کی تفسیر دل پذیر بھی!



١٢٢



١٢٣

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کا نام نامی

ڈاکٹر سید محمود الرحمن

اہل عرب میں مذکورہ نام مبارک و مسعود تصور کیا جاتا تھا۔ اسی نظریے کے تحت لڑکیوں کے نام خیر و برکت اور سعادت مندی کیلئے والدین فاطمہ رکھا کرتے تھے۔ اگر ہم اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں تو اس مبارک و مسعود نام کی کئی خواتین نظر آتی ہیں۔ مثلاً:

☆ حضرت ابو طالب کی اہلیہ کا نام فاطمہ تھا۔

☆ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ تھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں نو خواتین فاطمہ کے نام سے موسوم تھیں۔

☆ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی صحابیات میں بیس خواتین کے نام بھی فاطمہ ہی رکھے گئے تھے۔

گویا یہ وہ متبرک نام ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چہیتی بیٹی موسوم ہوئیں اور اپنی بے پایاں برکتوں اور سعادتوں سے دنیائے اسلام کو فیض یاب فرما گئیں۔ یہ سلسلۂ فیض یابی ہر زمانے، ہر دور اور ہر ساعت میں برقرار رہا ہے۔ جس کسی نے بھی صدقِ دل سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقیدت و احترام کے جذبات برقرار رکھے۔ آپ کی بارگاہ میں حد درجہ خلوص و وفا کے ساتھ نذرانۂ سلام پیش کیا اور آپ کے تذکرۂ مبارکہ کی شعاعوں سے ذہن و دل کو فروزاں رکھا۔ وہ فیضانِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مستفیض ہوتا رہا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بلند ترین صفاتِ حمیدہ کا نورانی پیکر تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے

اطوار حد درجہ پسندیدہ اور طرز حیات سادہ اور فطری پاکبازی کا مظہر تھا۔آپ رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی جامع کمالات تھی۔آپ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ جملہ نفسانی عیوب، مثلاً کبر و عجب، بخل وحسد اور غیظ وغضب سے پاک تھی۔آپ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی صدق اور راستی کا نمونہ تھی۔ چنانچہ ان صفات واطوار کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہا کے متعدد القاب ہیں۔ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

☆ العذرا	:	دوشیزہ۔
☆ الحورا	:	حور سے مشتق۔
☆ المنصورہ	:	اللہ کی تائید اور نصرت حاصل کرنے والی۔
☆ امۃ اللہ	:	اللہ کی کنیز (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر کو امۃ اللہ کہا ہے)۔
☆ الحانیہ	:	شفقت ومہربانی کرنے والی۔
☆ الحصان	:	پارسا اور عفیف۔
☆ الحرہ	:	وہ خاتون جس کا عمل خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو۔
☆ البضعۃ النبویہ	:	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر۔
☆ ام ابیہا۔کریمۃ الطرفین	:	باپ اور ماں دونوں کی نسبت سے عالی مرتبت۔
☆ بتول	:	دنیا اور ماسویٰ اللہ سے قطع تعلق کر لینے والی۔
☆ بضعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	:	جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
☆ راضیہ	:	اللہ کی رضا سے پوری طرح راضی۔
☆ زاکیہ	:	نہایت اعلیٰ اور پاکیزہ عادات واخلاق والی۔
☆ زہرا	:	تازہ پھول کی طرح پاکیزہ، حسین وجمیل۔

☆	سیدۃ النساء العالمین	:	سارے جہاں کی عورتوں کی سردار۔
☆	سیدۃ النساء اہل الجنۃ	:	جنت کی عورتوں کی سردار۔
☆	صدیقہ	:	انتہائی راست باز، صدق وراستی پر مبنی زندگی۔
☆	طاہرہ	:	پاک باز خاتون۔
☆	مبارکہ	:	علم وفضل، کمالات اور ذریت میں صاحب برکت
☆	مرضیہ	:	مرضیہ وہ ہے جس سے اللہ راضی ہو۔
☆	مطہرہ	:	پاک وصاف خاتون۔
☆	نوریہ سماویہ	:	آسمان میں آپ کو اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متذکرہ القاب کی طرح متعدد کنیتیں بھی ہیں۔ چند ایک حسب ذیل ہیں:

① أم الحسن رضی اللہ عنہا
② أم الحسین رضی اللہ عنہا
③ أم السبطین رضی اللہ عنہا
④ أم الائمہ رضی اللہ عنہا
⑤ أم الھاد (ہادیوں کی والدہ)
⑥ أم العلوم
⑦ أم الفضائل
⑧ أم الاطہار
⑨ أم الابرار
⑩ أم الاخیار

خاتونِ جنت کے پدر بزرگوار سیدنا امام الانبیاء و خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشن روشن مبارک زندگی

آئینہ حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر حافظ محمد سلیم، پروفیسر محمد شریف سیالوی

ولادت باسعادت بوقت صبح صادق بروز پیر ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا دودھ نوش فرمایا۔ تین روز بعد حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا، ایک ہفتہ بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوشِ رضاعت میں اور پھر پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کی آغوش میں تشریف لائے۔

☆ مدینہ منورہ کا پہلا سفر، والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات بمقام ابوا بعمر ۶ سال

☆ ابواء سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دایہ برکت بنت ثعلبہ معروفہ اُم ایمن رضی اللہ عنہا آپ کو مکہ معظمہ لے آئیں اور چچا ابوطالب کی کفالت میں آ گئے۔

☆ آپ کے دادا حضرت عبد المطلب کی وفات — عمر ۸ سال

☆ شام کا پہلا تجارتی سفر ہمراہ چچا ابوطالب — عمر ۱۲ سال

☆ حلف الفضول میں شرکت — عمر ۱۶،۱۵ سال

☆ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح — عمر ۲۵ سال

☆ اہل مکہ کی طرف سے صادق و امین کا خطاب — عمر ۳۰ سال

☆ غیبی اسرار و رموز کا آغاز و ظہور — عمر ۳۳ سال

☆ حجر اسود بیت اللہ میں نصب کرنے کے لئے بحیثیت ثالث مقرر — عمر ۳۵ سال

☆ غارِ حرا میں شب و روز عبادت — عمر ۳۷ سال

☆ آغازِ نزول قرآن مجید جمعرات ۱۷ رمضان المبارک ۱۷ اگست ۶۱۰ عیسوی ۱ نبوت

☆ دارالارقم۔ تبلیغ و دعوتِ اسلام کے مرکز کا قیام۔

☆ چالیس افراد کا قبولِ اسلام عمر ۴۳ سال ۳ نبوت

☆ مسلمانوں کی پہلی ہجرت حبشہ عمر ۴۵ سال رجب ۵ نبوت

☆ کفار مکہ کی طرف سے بائیکاٹ اور قید کی زندگی عمر ۴۷ سال یکم محرم ۷ نبوت

☆ معاشرتی بائیکاٹ کا خاتمہ، چچا ابو طالب کا انتقال عمر ۴۷ سال یکم محرم ۷ نبوت

☆ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات عمر ۵۰ سال ۱۰ نبوت

☆ واقعہ معراج فرضیت نمازِ خمسہ ۵ عمر ۵۰ سال ۲۷ رجب ۱۰ نبوت

☆ مدینہ منورہ کے ۱۸ افراد کا قبولِ اسلام بیعت عقبیٰ اولیٰ
عمر ۵۲ سال ذی الحجہ ۱۲ نبوت

☆ مدینہ منورہ کے ۷۲ افراد کا قبولِ اسلام بیعت عقبہ ثانیہ عمر ۵۳ سال ۱۳ نبوت

☆ ہجرت از مکہ معظمہ، داخلہ غارِ ثور عمر ۵۴ سال جمعرات ۲۷ صفر ۱۴ نبوت
داخلہ مدینہ منورہ۔ فرضیت جمعہ کا حکم ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء

☆ قیام برمکان ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ عمر ۵۴ سال ۱ھ

☆ بنیاد مسجد نبوی عمر ۵۴ سال۔ ۲۲ ربیع الاول ۱ھ

☆ حکم تحویل قبلہ اور مسجد ذو قبلتین بروز ہفتہ ۱۵ شعبان المعظم ۲ھ

☆ فرضیت روزہ، زکوٰۃ، جہاد یکم رمضان ۲ھ

☆ نمازِ عید الفطر کی ادائیگی یکم شوال ۲ھ

☆ معرکہ بدر عمر ۵۵ سال ۱۷ رمضان ۲ھ

☆ معرکہ اُحد حرمت شراب عمر ۵۶ سال ۳، ۴ھ

☆ غزوہ خندق عمر ۵۸ سال ۵ھ

☆ صلح حدیبیہ عمر ۵۹ سال ذی قعدہ ۶ھ

☆ فتح قلعہ خیبر دنیا کے مختلف بادشاہوں کے نام یکم محرم ۷ھ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال کئے

☆ فتح مکہ معظمہ ۲۰ رمضان المبارک ۸ ہجری

☆ واقعہ تبوک، ادائیگی حج (بامارتِ صدیق اکبر) ذی الحجہ ۹ ہجری

☆ مختلف قبائل اور ممالک کے وفود کی آمد — ذی الحجہ ۹ ہجری

☆ حجۃ الوداع، آپ کا امت سے آخری خطاب — عمر ۶۳ سال ۱۰ھ

☆ وصال سے ۵ روز قبل مسجد نبوی میں
امت محمدیہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آخری خطاب — جمعرات

☆ وصال خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم — عمر ۶۳ سال

☆ بروز پیر بوقت چاشت ۱۲ ربیع الاول ۱۰ھ بمطابق — ۷ جون ۶۳۲ء

☆ تدفین جسد اطہر ۲۲ گھنٹے بعد وصال (منگل و بدھ ۱۳ اور ۱۴ درمیانی شب)
ربیع الاول ۱۰ھ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات (اُمہاتِ المؤمنین)

نام	سن نکاح	حضور کی خدمت میں عرصہ
خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۲۵ میلاد	۲۵ سال
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۰ نبوت	۹ سال
سودہ رضی اللہ عنہا	۱۰ نبوت	۱۴ سال
حفصہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۳ھ	۸ سال
زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۳ھ	۳ ماہ
اُم سلمہ رضی اللہ عنہا	۴ھ	۷ سال
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۵ھ	۶ سال
جویریہ رضی اللہ عنہا	شعبان ۵ھ	۶ سال
اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا	۶ھ	۶ سال
صفیہ رضی اللہ عنہا	جمادی الاخریٰ ۷ھ	سال
میمونہ رضی اللہ عنہا	۷ھ	سال
ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	۶ھ	

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندانِ ارجمند

حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزندانِ ارجمند تین تھے۔

۱۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں

حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔

۱۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

سب سے بڑی تھیں ان کا نکاح ابوالعاص اموی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی امامہ ان کی اولاد تھی۔ ۸ ھ کو مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔

۲۔سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا:

یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں۔ بعد ظہور اسلام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ان کی اولاد ایک لڑکا عبداللہ، ۲ھ میں وفات پائی۔

۳۔سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا:

یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں،ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ۹ھ میں وفات ہوئی۔

۴۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

آپ سب سے چھوٹی تھیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ دو لڑکے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دو لڑکیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اولاد تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے ۶ ماہ بعد وفات ہوئی۔

اُم المؤمنین

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

محمد اویس ندیم بھٹی

علامہ ابن ثیر جزری کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نام اس طرح سے ہے کہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن جندب ہے۔ آپ اُم المومنین ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اسی پر اجماع ہے کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے اسلام لانے والی ہیں۔ اسلام لانے میں آپ پر کسی مرد نے سبقت کی ہے نہ کسی عورت نے۔ حضرت زبیر نے کہا زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ابو ہالہ ہند بن زرارہ بن النباش بن عدی کے عقد میں تھیں۔ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں اس کے بعد ابو ہالہ بن زرارہ کے نکاح میں آئیں۔ عتیق بن بنی عبد اللہ سے ہند بن عتیق پیدا ہوئے۔ اس کے بعد وہ ابو ہالہ مالک بن نباش بن زرارہ تمیمی اسدی کے نکاح میں آئیں اس سے ہند بنت ابی ہالہ اور ہالہ بن ہالہ پیدا ہوئے پس ہند بنت عتیق، ہند اور ہالہ ابن ہالہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے اخیافی (وہ بھائی بہن جن کے باپ الگ الگ ہوں اور ماں ایک ہو) بھائی بہن ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا شمار رؤسا اور معززین مکہ میں ہوتا تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ایسے دور میں ہوئی جب پورا عرب جہالت، گمراہی اور اخلاقی برائیوں میں بری طرح جکڑا ہوا تھا۔ اس تاریکی اور سیاہی کے دور میں بھی آپ پاکدامنی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں۔ اس لئے انہیں طاہرہ کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ آپ کے والد جب "حرب الفجار" میں

مارے گئے تو ان کی ساری جائیداد کی وارث ان کی بیٹی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنیں جن کی عمر اس وقت تیس برس تھی۔ باوجود مال و دولت اور عیش و آرام کے تکبر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ نہایت عقلمند اور باہمت خاتون ہونے کے علاوہ عالی ظرفی میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ دس سال تک تجارت کا کام احسن طریقے سے چلانے کے بعد ایک دیانتدار اور امین مددگار کی ضرورت محسوس کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت میں خاصا تجربہ حاصل کرلیا تھا، چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تجارت میں شرکت کی دعوت دی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ سے قبول کرلی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے غلام کے ساتھ مال لے کر ملک شام روانہ ہوئے اور تجارت میں دوگنا منافع حاصل ہوا۔ دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور دیانتداری کی اس قدر تعریف کی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دل میں شادی کی خواہش پیدا ہوگئی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۴۰ سال اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے خود شادی کی بات کرنے کو مناسب خیال نہ کرتے ہوئے اپنی ایک معتمد سہیلی کو شادی کا پیغام دے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ پختہ ذہن اور فہیم خاتون تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی سیرت و کردار سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کے مشورے سے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔ آپ شادی کے بعد ۲۵ سال تک زندہ رہیں اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف کبھی ایک قدم بھی نہیں اٹھایا تمام کاروبار اور دولت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کردی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیموں اور بیواؤں کی سرپرستی پر اپنی مرضی سے خرچ کی۔ اُم المومنین کا خطاب اللہ تعالیٰ نے تمام ازواجِ مطہرات کو عطا فرمایا تھا اور کُبریٰ کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ تمام اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن میں بزرگ و برتر تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو طالب کی کفالت میں تھے۔ جب ان کی مالی حالت کمزور ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنی کفالت میں لے لیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر گھر سے باہر رہنے لگے۔ کئی کئی روز مکہ کے پہاڑوں میں جا کر عبادت میں مشغول رہتے۔ غرض اسی طرح دس برس کا زمانہ گزر گیا۔ ایک دن اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ ربِ ذوالجلال

کے حکم سے حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہا قم یا محمد۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نظریں اوپر اُٹھائیں تو اپنے سامنے ایک نورانی صورت کو کھڑے پایا جس کے ماتھے پر بخط نور کلمہ طیبہ رقم تھا۔ حضرت جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گلے لگا کر دبایا اور کہا کہ پڑھ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا انا القاری میں پڑھا لکھا نہیں۔

جبریل امین علیہ السلام نے پھر یہی کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ جبریل علیہ السلام نے کہا:

ترجمہ: "اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کچھ پیدا کیا جس نے انسان کو پانی کے کیڑے (لہو کی پھٹکی) سے بنایا۔ پڑھ تیرا پروردگار بہت کرم والا ہے جس نے قلم سے آدمی کو علم سکھایا جو نہ جانتا تھا۔"

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک پر یہی کلمات جاری ہو گئے۔

اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طبیعت متاثر ہوئی۔ گھر تشریف لائے تو فرمایا مجھ کو کپڑا اوڑھا دو، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تعمیل ارشاد کی اور پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں تھے۔ میں سخت فکر مند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلاش میں بھیج چکی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام واقعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچ بولتے ہیں۔ غریبوں کے دستگیر ہیں۔ مہمان نواز ہیں۔ رشتہ داروں کا خیال رکھتے ہیں۔ امانت گزار ہیں اور دکھیوں کے خیر گیر ہیں۔ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تنہا نہ چھوڑے گا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں جو زمانہ جاہلیت میں بت پرستی ترک کر کے عیسائی ہو گئے تھے اور گزشتہ الہامی کتابوں توریت، زبور اور انجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تمام واقعہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیش آیا تھا ان کے سامنے بیان کیا۔ ورقہ یہ سنتے ہی بول اٹھے یہ وہ ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا۔ اے کاش کہ میں اس زمانے تک زندہ رہتا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے پوچھا کیا یہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا "ہاں! جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا ہے جب کسی پر نازل ہو تو دنیا اس کی مخالف ہو جاتی ہے۔ اگر میں اس وقت زندہ رہا تو آپ

کی بھرپور مدد کروں گا۔" اس گفتگو کے بعد ورقہ کا بہت جلد انتقال ہوگیا تاہم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یقین کامل ہوگیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہو چکے ہیں۔ چنانچہ وہ بلا تامل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ تمام کتب سیرت متفق ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایک متمول خاتون تھیں لیکن آپ کی طبیعت میں فخر و غرور کا نام نشان تک نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کے بعد پچیس سال تک زندہ رہیں مگر ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا پر راضی رہ کر زندگی بسر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش پر کئی غلاموں کو آزاد کیا خاص طور پر نزول وحی کے بعد آپ نے رضائے الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کو اپنا شعار بنایا اور اپنی اولاد کی تربیت بھی انہی بنیادوں پر کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کیا تو کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ ان کے پہلے شوہر کے بیٹے ہالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔

ہجرت حبشہ کے موقع پر آپ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور داماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور بہت عرصہ تک ان کی خیریت معلوم نہ ہو سکی مگر آپ رضی اللہ عنہا نے ان کی جدائی کو بڑے حوصلے سے برداشت کیا۔ بہت عرصہ کے بعد ان کو اپنی بیٹی اور داماد کی خیریت معلوم ہوئی تھی۔ عورت ہونے کی حیثیت سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا میں ایثار اور قربانی کا جذبہ کوٹ کوٹ کو بھرا ہوا تھا۔ جس کا مظاہرہ آپ نے اپنی وفات تک ایک سے زائد مواقع پر کیا اور خدمت اسلام کا جذبہ بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ جب کفار مکہ فحش گوئی، ایذا رسائی، بدکلامی اور نازیبا الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چھلنی کر دیتے ہیں تو ایک اللہ کی وحی اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانثار رفیق حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر اور ان کو دیکھ کر دور ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو جاتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کی ایذا رسانی کا ذکر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے کرتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق اور قریش کے معاملے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہلکا کر کے پیش کرتیں اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی کبیدگی کو دھویا کرتیں۔

ہجرت حبشہ کے بعد سے کفار کا سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت ہی سخت ہوگیا تھا

اور اذیتیں بڑھ گئی تھیں۔ محرم ۷ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔ تین سال تک یہاں قیام رہا۔ کھانے پینے کی چیزیں چھپا کر بڑی مشکل سے وہاں پہنچتی تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے تین بڑے بھتیجے حکیم بن حزام، ابوالبختری اور زمعہ بن الاسود جو قریش کے رؤسا میں سے تھے غلہ پہنچانے کے کارِ خیر میں غیر مسلم ہونے کے باوجود حصہ لیتے تھے۔ پچاس سے اوپر مصیبت زدہ انسانوں نے بڑی تکلیف کی حالت میں زندگی بسر کی۔ دشمنوں کو ہی رحم آیا اور خود انہی کی طرف سے اس معاہدے کو توڑنے کی تحریک ہوئی۔ چنانچہ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابوالبختری زہیر سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس آگئے اور ان کو گھر سے نکال لائے۔ یہ دس نبوی کا واقعہ ہے۔ شعب ابی طالب دس رمضان دس نبوی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں وفات پا گئیں۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجون میں ان کو دفن کیا۔ خود قبر میں اترے۔ تین دن بعد ابوطالب بھی فوت ہو گئے۔ ان دونوں کی وفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو غم کا سال قرار دیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آنے کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے چھ بچے پیدا ہوئے چار صاحبزادیاں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دو صاحبزادے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ان کا لقب طیب اور طاہر بھی ہے۔

آپ بڑی فضیلتوں کی مالک تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد آپ کے بطن سے تولد ہوئی۔ ماسوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو ان کی مالی قربانیوں، ایثار نفس اور زریں مشوروں کی وجہ سے عمر بھر یاد فرماتے رہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم خدا نے ان سے بہتر بیوی مجھے نہیں دی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس وقت ایمان لائیں جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے اور انہوں نے اقامت دین کے لئے دیا جب لوگ مجھے مال دینے کے لئے تیار نہ تھے جب تیسرا کوئی مددگار نہ تھا اس وقت دین میں میری مدد کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے

زمانے کی تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آسمان و زمین کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ (شرح صحیح مسلم ۶۱۴۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کو جنت میں ایک گھر کی بشارت دی۔ (شرح صحیح ۶۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج میں سے مجھ کو کسی پر ایسا رشک نہیں آیا جیسا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر آتا تھا۔ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو فرماتے اس کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس بھیجو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک دن میں نے غصہ سے کہا بس خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ۶۱۵۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات تک دوسری شادی نہیں کی۔ (شرح صحیح مسلم ۶۱۵۹)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رہ کر طرح طرح کی مصیبتیں جھیلیں اور جرأت، صبر و استقامت اور قربانی کا ثبوت پیش کیا وہ مسلمان خواتین کے لئے ایک بہترین اُسوہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم — جملہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ — جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

ایک اور نعت میں فرماتے ہیں:

کیا بات ہے رضا اس چمنستانِ کرم کی — زہرا ہے کلی جس کی حسین اور حسن پھول

أم المؤمنین

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی شان و عظمت

بشیر حسین ناظم

دنیا کے مختلف مذاہب اور اوراق تواریخ کو دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ ان کے معاشروں کے پڑھے لکھے افراد نے خواتین کے تقدس اور حیثیت کو پامال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ رومیوں نے اس گلستان محبت کے پھول کو پاؤں میں مسلنے کے سوا کوئی حیثیت نہیں دی۔ اہلِ یونان نے اسے شیطان مجسم کا درجہ دیا۔ یہودیت نے اسے لعنت ابدی کا مستحق قرار دیا۔ کلیسا اسے باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا رہا۔ منو نے اپنے شاستر میں عورت کو پیکر گناہ کہہ کر تجویز دی ہے کہ چونکہ ہم اس میں نیکی کی کوئی توقع نہیں رکھتے، اس لئے اسے شب و روز قید تنہائی میں رکھا جائے۔ یورپ نے اسے محض ایک کھلونے کا درجہ دے کر اس کی تذلیل کی ہے، لیکن اسلام کا نقطہ نظر ان سب سے جدا ہے۔ اسلام میں خواتین کو نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرہ و بشر انسانیت کا آغاز سمجھا گیا ہے۔

ان خواتین جن میں ازواجِ مطہرات، سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اکابر صحابیات رضی اللہ عنہن شامل ہیں کے درجات رفیعہ کیوان سے بھی اونچے ہیں اور انہوں نے گلستان کردار و عمل کی ایسی آبیاری کی جس کی مثال تا قیام محشر کوئی قوم اور کوئی مذہب پیش نہیں کر سکے گا۔ انہی مؤقرہ مکرمہ و معظمہ خواتین سے مطلع سعادت اور مقطع سیادت حضرت سیدہ خدیجہ خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، جنہیں اسلام کی خاتون اول اور رفیقہ حیات رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف و مجد حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے پہلے ایامِ بیوگی، خاموشی اور خلوت گزینی میں گزارتی تھیں۔ وہ اپنے اوقات اعتکاف بیت اللہ میں گزارتیں اور کچھ اوقات اس وقت کی عالمہ و فاضلہ خواتین کے ساتھ۔ آپ رضی اللہ عنہا ان سے کچھ معاملات میں بحث وتمحیص بھی کیا کرتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ کے کچھ صاحبان سیادت نے پیغام عقد بھیجا لیکن انہوں نے پے در پے صدمات کے پیش نظر سب کے پیغامات مسترد کر دیئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد ضعف وشیخوخت کی وجہ سے تجارتی معاملات میں عاجز آچکے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام تجارتی امور اپنی ذہین وفطین بچی کو تفویض کر دیئے اور کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ وجہ انتقال حرب الفجار میں شرکت تھی۔ والد اور شوہر کے جانے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تجارتی معاملات کی ادائیگی میں سخت دقتیں پیش آئیں۔ تجارتی امور کا کوئی نگران نہ رہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں بحیثیت امین و صادق مشہور تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن معاملت، راست بازی، صداقت و دیانت اور پاکیزہ اخلاقی کا عام شہرہ تھا۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ سنے تو آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا مال تجارت لے کر شام جائیں، جو معاوضہ میں دیگر نگہبانوں کو دیتی ہوں اس سے آپ کو دوگنا دوں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا اور مالِ تجارت لے کر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بصریٰ تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت میں گزشتہ سال مضاعف نفع حاصل ہوا۔

جب سرکا مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال تجارت فروخت کر کے آئے تو میسرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبروک و مسعود اعجازی کارناموں کا ذکر کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پیغام عقد بھیجا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمایا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ رسم عقد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو ابن اسد کے جیتے جی ادا ہوئی۔ تاریخ مقررہ پر جناب ابو طالب اور تمام عمائد خاندان جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں چند بزرگوں کی موجودگی میں جناب ابو طالب نے خطبہ عقد پڑھا۔ عمرو بن اسد نے پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ام المومنین

کے شرف سے ممتاز ہوئیں۔ حضور ﷺ نے دعویٰ نبوت کے بعد فرائض نبوت و رسالت ادا کرنا چاہے تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پیغامِ الہٰی سنایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ متردد نہ ہوں۔ آپ ﷺ کو خدا کی قسم، آپ کا اللہ کبھی بھی نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ مہمان نوازی اور مصائب میں حق کی تائید کی حمایت کرتے ہیں۔ پھر وہ آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ مذہباً نصرانی تھے اور عبرانی زبان کے عالم تھے۔ ورقہ بن نوفل نے حضور اکرم ﷺ کی باتیں سنیں تو کہنے لگا یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُترا تھا۔ ورقہ کا جلد ہی انتقال ہوگیا اور وحیِ حق کچھ عرصے کے لئے رک گئی۔ اس وقت تک نمازِ پنجگانہ فرض نہیں ہوئی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے ساتھ نوافل میں شرکت کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اعلانِ نبوت پر سید عالم ﷺ کی تصدیق بلکہ آغاز اسلام میں آپ ﷺ کی سب سے بڑی معینہ ومددگار ثابت ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو زبردست تسلی وتشفی دی۔ طبقات ابن سعد میں مرقوم ہے۔

حضور رحمت اللعالمین ﷺ کو اعداء کی طرف سے جو ایذاء پہنچتی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچ کر دور ہو جاتی کیونکہ وہ آپ ﷺ کے ارشادات کی تصدیق فرماتی تھیں اور مشرکین و کفار کی ہر بات کو آپ ﷺ کے سامنے ہنسی سے پیش کیا کرتی تھیں۔

۷ نبوی کو کفار نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے خاندان اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعذیب کی خاطر یہ تدبیر کی کہ آپ ﷺ کو ایک گھاٹی میں محصور کر دیا جائے۔ چنانچہ جنابِ ابوطالب تمام خانوادہ ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہوئے۔

سیرت ابنِ ہشام میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی حضور ﷺ کی معیت میں تھیں۔ بنو ہاشم کم وبیش تین سال تک خواتین موقرہ کے ساتھ اس حصار میں رہے۔ معیشت کے لحاظ سے یہ زمانہ اتنا شدید اذیتوں کا تھا کہ ان قدسی صفات بندگان حق کو درختوں کے پتے کھا کر صبر وشکر کرنا پڑا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ایک اپنے غلام کے ہاتھ تھوڑے سے جو بھیجے۔ راستے میں ابوجہل لعین نے دیکھ لیا اور رحمال سے جو چھیننے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے ابو البختری وہاں موجود تھا۔ اسے رحم آگیا اور کہنے لگا اگر ایک شخص اپنی عزیزہ کو کچھ بھیجتا ہے تو نہیں

کیا تکلیف ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں پچیس سال رہیں اور گیارہ رمضان المبارک، ہجرت سے تین سال پہلے اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چونسٹھ سال، چھ مہینے تھی۔

تدفین کے وقت حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اپنی سب سے بڑی غم خوار کو داعی اجل کے سپرد کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ضریح مبارک حجون کے قبرستان میں ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ارتحال کے بعد تاریخ اسلام میں ایک تعذیبی اور غمناک دور شروع ہوا۔ یہ دور اسلام کے لئے سخت شدائد کا تھا۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا۔ کیونکہ ان کے جانے کے بعد کفار نہایت ہی بے باک اور بے دردی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے تھے۔ اسی زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے مظالم سے تنگ آ کر طائف کی طرف ہجرت فرمائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر و بیشتر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تعریف اور توصیف فرماتے تھے۔ ان کی سہیلیوں کو تحفے تحائف بھیجا کرتے۔ سبحان اللہ کیا خاتون اسلام تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا جس کے موصوف و معرف اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی مشیر کار تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زبردست محبت تھی۔ اس محبت کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی دیگر خاتون سے آپ رضی اللہ عنہا کی حیات میں دوسری شادی نہیں کی۔

بخاری شریف باب تزویج میں ہے کہ ایک بار جبریل علیہ السلام حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہوئے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتیوں سے بنا ہوا ہوگا اور اس میں کوئی شور و غل نہیں ہوگا اور نہ محنت و مشقت ہوگی۔ رب العالمین ہماری تمام بہنوں، بیٹیوں کو حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سیرت مقدسہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات

علامہ صاجزادہ سید عبدالحق شاہ ☆

کنیت:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کنیت "اُمِّ محمد" ہے۔

فاطمہ کے معنی:

فاطمہ "فَطْمٌ" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے روکنا اور چھڑانا۔

تو فاطمہ کا معنی ہوا روکنے والی، چھڑانے والی۔

سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نام ہی "فاطمہ" ہے یعنی چھڑانے والی، آتش جہنم سے نجات دینے والی۔

فاطمہ نام رکھنے کی وجہ:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ا ن کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ نے انہیں اور ان کی نسل کو روزِ قیامت آگ سے محفوظ فرما دیا۔"

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لیے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرما دیا ہے۔"

زہراء و بتول لقب کی وجہ تسمیہ:

ا...... حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "آپ رضی اللہ عنہا کا لقب "زہراء" ہے،

☆ جانشین حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری (کراچی) اسکالر، خطیب، محقق 0332-2538709

"زہراء" بمعنی کلی، آپ رضی اللہ عنہا جنت کی کلی تھیں حتی کہ آپ رضی اللہ عنہا کو کبھی حیض نہیں آیا، آپ رضی اللہ عنہا کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونگھا کرتے تھے۔"

☆...... "زہراء" کا ایک معنی کلی یعنی انتہائی خوبصورت کے بھی آتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا نہایت حسین و جمیل تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو "زہراء" کے نام پکارا جانے لگا۔

۲...... آپ رضی اللہ عنہا کا لقب "بتول" بھی ہے، "بتول" کے معنی ہیں: منقطع ہونا، کٹ جانا، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے الگ تھیں اس لیے بتول لقب ہوا۔

بتول و فاطمہ زہراء لقب اس واسطے پایا ۔۔۔ کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

☆...... "طاہرہ" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ "طاہرہ" کا لقب آپ رضی اللہ عنہا کی ظاہری و باطنی پاکبازی اور طہارت کی وجہ سے دیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہا اپنے اس لقب سے بھی مشہور ہوئیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لقب "طاہرہ" کے معانی پاکباز خاتون کے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو ہر قسم کی ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا پاکدامن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عُمَیس جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میں اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس بطور دایہ موجود تھی اور میں نے کوئی خون جو بوقت ولادت ہوا کرتا ہے وہ نہ دیکھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تم نہیں جانتیں کہ میری بیٹی طاہرہ، مطہرہ ہے اسے حیض کا خون بھی جاری نہیں ہوتا۔"

حیض و نفاس سے محفوظ :

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کبھی حیض نہیں آیا اور نہ ہی بچے کی پیدائش کے وقت خون نفاس کہ جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی نماز

رہ گئی ہو"۔

ملکہ شرم وحیاء کو دیکھنا تو دور ہے ۔۔۔ مل نہیں سکتے کہیں پر نقش پائے فاطمہ ؓ

لقب "سَیِّدۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْن" کی وجہ تسمیہ:

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا لقب "سَیِّدۃُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْن" ہے جس کے معانی تمام جہان کی عورتوں کے سردار ہیں۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس اُمت کی سب عورتوں کی سردار ہو"۔

ولادت مبارکہ:

ابوعبداللہ محمد بن سعد بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل اُن دنوں ہوئی جب قریش مکہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔

ساری فضا مُنوّر ہوگئی:

شیخ شعیب حَرِیفیش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی تو ساری فضا آپ رضی اللہ عنہا کے چہرے کے نور سے منور ہوگئی"۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ۔۔۔ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مبارک صورت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ "وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح تھیں یا سورج کی طرح جو بادلوں سے نکلتے وقت گھٹا کو چھپا دے، چہرے کی سفیدی سرخی مائل تھی، اُن کے بال

بہت سیاہ تھے، سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھیں۔"

کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا

ولادت گاہ:

حضرت علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بتول زہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہوئی، اس مکان پر اگرچہ شہزادیٔ کونین کی دیگر بہنوں کی ولادت بھی ہوئی لیکن عظمت زہراء رضی اللہ عنہا کی وجہ سے یہ "مَوْلِدِ فَاطِمَۃ" کے نام سے مشہور ہوا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اسے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔"

خاتون جنت کی پرورش:

اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ پیدا ہونے کے بعد بچوں کو دیہات میں بھیج دیتے تاکہ اسی ماحول میں ان کی پرورش ہو، فصیح عربی زبان سیکھیں اور جسمانی لحاظ سے مضبوط ہوں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہا بھی اسے دودھ پلانے کے لیے دائی کے حوالے کر دیتیں لیکن جب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاجدار کی لاڈلی شہزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت مبارکہ ہوئی تو انہیں کسی دائی کے حوالے نہیں کیا بلکہ اپنے بابرکت دودھ سے اِن کی پرورش فرمائی۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بچپن اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زیرِ سایہ گذرا اور جب بعثت کے دسویں برس ماں کی آغوش سے جدائی ہوئی تو اس کے بعد ان کا گہوارۂ تربیت صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایۂ رحمت تھا۔

بچپن کے حالات:

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بچپن میں بڑے ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑا، چھوٹی سی عمر میں سر سے ماں کا سایہ اُٹھ گیا، اب والد ماجد کے زیرِ سایہ زندگی شروع ہوئی تو دشمنانِ اسلام کی طرف سے اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی جانی والے اذیتیں سامنے تھیں۔

کبھی ابو جہل کی سختی کی شکایت لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتیں تو کبھی اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کفار کے ناپاک منصوبے دیکھ کر اشک بہاتیں، کبھی اپنے بابا جان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت کندھوں سے اوجھڑی وغیرہ دور کرنے پہنچتیں تو کبھی شعب ابی طالب میں ہوشربا حالات کا صبر و استقلال سے سامنا کرتیں۔

ابو جہل کے منہ پر تھپڑ:

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "ایک دن ابو جہل نے بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے ننھے سے مقدس چہرے پر تھپڑ مارنے کی جسارت کی، آپ رضی اللہ عنہا اس کی شکایت لے کر اپنے والد ماجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ ابوسفیان کو بتاؤ، چنانچہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا ابوسفیان کے پاس تشریف لے گئیں اور سارا ماجرا سنایا، ابوسفیان نے باغ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہکتی کلی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور سیدھے ابو جہل کے پاس پہنچے اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جس طرح اس نے آپ کو تھپڑ مار کر صدمہ پہنچایا ہے آپ بھی اسے مارو، سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اس لعین کو تھپڑ مار کر اپنی گستاخی کا بدلہ لے لیا، پھر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے واپس آ کر خبری دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بلند فرما کر یوں دعا فرمائی، اے اللہ! تو ابوسفیان کو یہ نہ بھلانا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "مجھے یقین ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعاء کی برکت سے ہے۔"

چشمانِ کرم سے آنسو:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے تشریف لائیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کی چشمانِ کرم سے آنسو رواں تھے، غمخوار امت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفقت سے پوچھا: "میری لاڈلی بیٹی! تم کیوں رو رہی ہو؟" تڑپ کر عرض گزار ہوئیں کہ "ابا جان! میں کیوں نہ روؤں؟ کفارِ قریش کا ایک گروہ حجر اسود کے پاس لات وعزیٰ اور منات کی قسمیں کھا رہا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا تو شہید کر دیں گے اور ان میں سے کوئی شخص

ایسا نہیں کہ جس نے آپ ﷺ کے مقدس خون سے اپنا حصہ پہچانا نہ ہو۔"

ارشاد فرمایا، میری بیٹی! میرے پاس وضو کا برتن لے کر آؤ، چنانچہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور مسجد کی طرف تشریف لے گئے، جب کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو بول اُٹھے یہ رہے وہ، پھر اُن کے سر جھک گئے اور اُن کی ٹھوڑیاں اُن کے سامنے جھک گئیں، یہ اپنی آنکھیں تک نہ اٹھا سکے رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی میں مٹی لے کر اُن پر ماری اور ارشاد فرمایا چہرے بگڑ گئے تو جس شخص کو اُن میں سے کوئی کنکری لگی وہ بدر کے دن حالت کفر میں قتل کر دیا گیا۔

اونٹ کی غلاظت دور کرنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، عین حالات نماز میں ابو جہل نے کہا کوئی فلاں قبیلے کے ذبح کیے ہوئے اونٹ کا گوبر خون اور بچہ دانی لا کر ان کے کندھوں پر رکھ دے؟ تو عقبہ بن ابی معیط نے وہ غلیظ چیزیں لا کر حضور ﷺ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیں۔

سلطان الساجدین اس وجہ سے دیر تک حالت سجدہ میں رہے اور کفار ہنسنے لگے یہاں تک کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے، کسی نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جو ان دنوں ابھی کمسن تھیں کو خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور ان کافروں کو برا بھلا کہتے ہوئے ان چیزوں کو آپ ﷺ کے مبارک کندھوں سے ہٹا دیا، حضور ﷺ کے قلب مبارک پر قریش کی اس شرارت سے انتہائی صدمہ گذرا اور نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ یہ دعاء مانگی کہ:

"یعنی اے اللہ! تو قریش کو اپنی گرفت میں لے۔"

پھر ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عمارہ بن ولید کا نام لے کر دعاء مانگی کہ الٰہی! تو ان لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "خدا کی قسم! میں نے ان سب کافروں کو جنگ بدر کے دن دیکھا کہ ان کی لاشیں زمین پر پڑی ہوئی ہیں، پھر ان سب کفار کی لاشوں کو نہایت ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر بدر کے ایک گڑھے میں ڈال دیا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان گڑھے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔"

والدہ ماجدہ کی رحلت:

مکہ میں ابو طالب کے بعد سب سے زیادہ جس ہستی نے رحمت عالم ﷺ کی نصرت وحمایت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کیا وہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی تھی۔

رمضان سن ۱۰ نبوی میں آپ رضی اللہ عنہا پینسٹھ برس کی عمر میں وصال فرما گئیں، مقام حجُون (قبرستان جنت المعلٰی) میں مدفون ہوئیں۔

حضور رحمت عالم ﷺ خود بہ نفس نفیس ان کی قبر شریفہ میں اترے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کے جسم مبارکہ کو زمین کے سپرد فرمایا۔

میری والدہ کہاں ہیں؟

خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی کہ میری والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہاں ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ "فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم علیہا السلام کے (محلات کے) درمیان زبرجد سے بنے ہوئے گھر میں ہیں، اس میں نہ کوئی فضول بات ہے نہ تھکن، عرض کی اس زبرجد سے؟ ارشاد فرمایا، نہیں، بلکہ اس زبرجد سے جو موتیوں، لعل اور یاقوت سے مرصع ہے۔"

مَنْزِلٌ مَّنْ قَصَبْ لَا نَصَبْ لَا صَخَبْ　　ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

پیغام نکاح:

مدینہ منورہ کی آمد کے بعد جب خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پندرہ یا سترہ برس کی ہوئی تو ان سے نکاح کے لیے شہنشاہ مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں قریش کے معززین کی طرف سے پیغام آنے شروع ہوئے، چنانچہ:

حضرت ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی جانب سے نکاح کا پیغام:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء

رضی اللہ عنہا سے نکاح کی درخواست پیش کی تو ارشاد فرمایا کہ:

"اے ابوبکر! میں اس بارے میں وحی کا منتظر ہوں۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بتایا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نکاح کا پیغام دینے کی ترغیب دلائی، انہوں نے سلطان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی تو ان سے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بارے میں وحی کا انتظار ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ساری صورت حال سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

اے عمر! آپ رضی اللہ عنہ کو بھی منع فرمادیا! پھر تو اس کے اہل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترغیب نکاح:

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر چل نکلا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام معززین نے پیغام نکاح پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

لیکن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے پیغام نکاح عرض نہیں کیا اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا، میرا خیال ہے کہ انہوں نے غربت کے سبب ایسا نہیں کیا، میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہرء رضی اللہ عنہا کا معاملہ شاید اسی لیے روکا ہوا ہے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس چلیں اور ان سے شہزادی رسول اکا معاملہ ذکر کریں، اگر انہوں نے تنگ دستی کی وجہ سے انکار کیا تو ہم ان کی مدد کریں گے، حضرت سعد ؓنے فرمایا کہ اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام کی توفیق عطاء فرمائے۔

پھر یہ سب مسجد نبوی شریف سے نکل کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی

تلاش میں ان کی مسجد جا پہنچے لیکن انہیں وہاں نہ پایا۔ (پھر جب پتہ چلا کہ) آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اس وقت کسی انصاری کے باغ میں اجرت پر اونٹوں کے ذریعے پانی نکالنے میں مصروف ہیں تو یہ تینوں صحابی ان کی جانب چل دیئے، جب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان سب کو دیکھا تو پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اے علی! (بات یہ ہے کہ) قریش کے معززین نے بنت رسول ا کے لیے پیغام نکاح دیا لیکن انہیں یہ کہہ کر لوٹا دیا گیا کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے، اور (ہم دیکھتے ہیں کہ) آپ ہر اچھی عادت سے کامل طور پر متصف ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار بھی ہیں تو آپ کے لیے اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا معاملہ آپ کے لیے روکا ہوا ہے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور فرمایا کہ اے ابوبکر! آپ نے مجھے ایسے کام پر اُبھارا ہے جو رُکا ہوا تھا اور مجھے ایسے کام کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا، اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے شہزادیٔ کونین رضی اللہ عنہا پسند ہیں اور ایسے رشتے کے لیے میرے جیسا اور کوئی نہیں، لیکن غربت نے مجھے اس سے روک رکھا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی! ایسا نہ کہو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اُڑتے غبار کی مانند ہے۔

بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری:

ان سے گفتگو کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وتعالیٰ وجہہ الکریم نے اونٹ کھولا اور اپنے گھر چل دیئے، گھر جا کر اونٹ باندھا اور جوتے پہن کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چل دیئے، دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کون؟ (ان کے جواب دینے سے پہلے) نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُٹھو اور دروازہ کھولو: "یہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتا ہے اور یہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔"

عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! یہ کون ہے؟ ارشاد فرمایا کہ "یہ میرا بھائی ہے اور مجھے ساری مخلوق سے بڑھ کر پیارا ہے۔"

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس تیزی سے اُٹھی کہ چادر میں اُلجھنے لگی تھی، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! جب تک انہیں پتہ نہ چلا کہ میں اوٹ میں ہوگئی ہوں وہ اندر داخل نہ ہوئے۔ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر انہوں نے سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دینے کے بعد فرمایا کہ بیٹھو، آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے اور زمین کریدنے لگے گویا کوئی حاجت عرض کرنے میں حیاء کر رہے ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! کوئی کام ہے تو بتاؤ، ہمارے ہاں! تمہاری ہر حاجت پوری ہوگی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ جانتے ہیں کہ آپ نے مجھے اپنے چچا اور چچی فاطمہ بن اسد سے لے لیا، میں اس وقت ایک ناسمجھ بچہ تھا، آپ نے میری راہنمائی فرمائی، مجھے ادب سکھایا، مجھے شائستہ بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر ماں باپ سے بڑھ کر شفقت واحسان فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مجھے ہدایت بخشی اور اس شرک سے بچایا جس میں میرے والدین مبتلا تھے (اور ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد بعد میں ایمان لے آئیں تھیں)۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دنیا و آخرت میں میرا وسیلہ اور ذخیرہ ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ میری پشت پناہی اس طرح فرمائے کہ میرا بھی ایک گھر اور ایک بیوی ہو جس میں چین حاصل کروں، یہی عرض لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح میرے ساتھ کرنا پسند فرمائیں گے؟

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ (یہ سن کر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور خوشی ومسرت سے کھل اُٹھا۔

شہزادیٔ کونین سے مشورہ:

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی شہزادی سے فرمایا کہ علی نے تم سے نکاح کی خواہش کا

اظہار کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہا نے سن کر خاموشی اختیار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرما دیا۔

حکم الٰہی:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے رب تعالیٰ نے یہ ہی حکم دیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے کردوں۔"

مہر کے لیے زرہ بیچنے کا حکم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "اے علی! کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر ادا کرسکو؟"

عرض کی کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میری حالت پوشیدہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ میں ایک زرہ، تلوار اور پانی لانے والے ایک اونٹ کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ اپنی تلوار سے تو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو گے لہٰذا اس کے بغیر کوئی گزارا نہیں اور اونٹ سے اپنے گھر والوں کے لیے پانی بھر کر لاؤں گے اور سفر میں بھی اس پر اپنا سامان لادو گے، لیکن زرہ کے بدلے میں، میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں اور میں تجھ سے خوش ہوں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زرہ لی اور بازار میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چار سو درہم میں فروخت کردی، جب میں نے درہموں پر اور انہوں نے زرہ پر قبضہ کرلیا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ "اے علی رضی اللہ عنہ! کیا اب میں آپ سے زیادہ زرہ کا اور آپ مجھ سے زیادہ درہم کے حق دار نہیں؟"

میں نے کہا: کیوں نہیں، تو کہنے لگے: پھر یہ زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور درہم لیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حسن سلوک کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خیر و برکت کی دعاء دی۔

مہر کی مقدار:

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ناز حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی یعنی ڈیڑھ سو تولہ تھا یہ جو مشہور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا مہر انیس مثقال سونا تھا اس سے مراد مہر معجل ہے کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وتعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی زرہ آپ رضی اللہ عنہا کو دی جو انیس مثقال سونے کی تھی۔

مالک کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی شہزادی رضی اللہ عنہا کا جہیز:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی بھر درہم دیئے اور فرمایا کہ ان درہم کے بدلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے مناسب چیزیں خرید لاؤ۔
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدی ہوئی اشیاء اُٹھانے میں مدد کے لیے ساتھ بھیجا۔
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ (۶۳) درہم عطاء فرمائے تھے، میں نے روئی سے بھرا ہوا موٹے کپڑے کا بستر، چمڑے کا دستر خوان، کھجور کے پتوں سے بھرا چمڑے کا تکیہ، پانی کے لیے ایک مشکیزہ اور کوزہ اور نرم اُون کا ایک پردہ خریدا۔
پھر میں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تھوڑا تھوڑا کر کے وہ سامان اُٹھالیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔
جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامان دیکھا تو رونے لگے اور آسمان کی جانب نگاہ اٹھا کر دعاء کی "یا اللہ! ایسے لوگوں کو اپنی برکت سے نواز جن کا شعار ہی تجھ سے ڈرنا ہے۔"
اس جہیز پاک پر لاکھوں سلام صاحب لولاک پر لاکھوں سلام

مکان کا انتظام:

رحمت دو عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو تقریباً ایک سال سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں جلوہ افروز تھے۔ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کی بات چلی تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو مکان تلاش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا شانہ اقدس سے کچھ دور (کرائے پر) مکان ملا تو اس میں رخصتی کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تشریف آوری ہوئی۔

آسمانوں میں نکاح:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ "میں بارگاہ رسالت ﷺ سے نکلا تو اتنی جلدی میں تھا کہ خوشی و مسرت سے اپنا ہوش بھی نہ تھا، راستہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا: اے علی! خیریت ہے، کیا ہوا ہے کہ تم اتنی جلدی میں ہو؟ میں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح اپنی شہزادی سے فرما دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمانوں میں کیا، اب حضور ﷺ میرے پیچھے پیچھے مسجد میں تشریف لا کر اس کا اعلان فرمائیں گے۔ وہ دونوں بھی یہ سن کر خوش ہو گئے اور مسجد کی طرف چل دیئے،، بخدا! جب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اے بلال! مہاجرین و انصار کو جمع کرو۔" حضرت بلال رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور امام الانبیاء ﷺ اپنے منبر اقدس کے پاس تشریف فرما ہو گئے یہاں تک کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے منبر اقدس پر جلوہ افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور ارشاد فرمایا کہ "اے مسلمانو! ابھی ابھی حضرت جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس ملائکہ کو گواہ بنا کر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے کہ زمین پر ان کا نکاح کر دوں، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ منبر اقدس سے نیچے تشریف لے آئے اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا کہ اے علی! کھڑے ہو کر خطبہ نکاح پڑھو۔

خطبہ نکاح:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور یہ خطبہ پڑھا:

"یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اس کے انعامات واحسانات پر اس کا شکر ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک ومثل نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول (ﷺ) ہیں، اس کے معزز نبی اور عظیم الشان رسول (ﷺ) ہیں، ان پر اور ان کی آل و اصحاب، ازواج مطہرات اور اولاد اطہار پر اللہ تعالیٰ کی ایسی دائمی رحمت ہو جو حضور ﷺ کو خوش کر دے۔ (آمین)

عظیم الشان دعوت:

پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آراستہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھے ہوئے درہم میں سے دس درہم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو دیئے اور ارشاد فرمایا کہ ان سے کھجور، گھی اور پنیر خرید لو۔

آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم یہ چیزیں خرید کر خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، نبی کریم ﷺ نے چمڑے کا ایک دسترخوان منگوایا اور آستینیں چڑھا کر کھجوروں کو گھی میں مسلنے لگے اور پھر پنیر کے ساتھ اس طرح ملایا کہ وہ حلوہ بن گیا، پھر ارشاد فرمایا کہ اے علی! جسے چاہو بلا لاؤ۔

فرماتے ہیں کہ میں مسجد گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت دی تو سب لوگ اُٹھ کر میرے ساتھ تشریف لے آئے۔

جب میں نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ لوگ بہت زیادہ ہیں تو آپ ﷺ نے چمڑے کے دسترخوان کو ایک رومال سے ڈھانک دیا اور ارشاد فرمایا کہ دس دس افراد کو داخل

کرتے جاؤ، میں نے ایسا ہی کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھا کر نکلتے گئے لیکن کھانے میں بالکل کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے سات سو افراد نے وہ حلوہ کھایا۔

بتول زہراء رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنے پاس بلایا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اپنے دائیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بائیں طرف بٹھا کر سینے سے لگایا پھر دونوں کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سپرد کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے علی! میں نے کتنی اچھی زوجہ سے تیرا نکاح کیا ہے، پھر ان دونوں کے ساتھ ان کے گھر تک پیدل تشریف لے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ رخصتی کے جلوس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اشہب نامی اونٹنی پر سوار ہوئیں جس کے ساربان حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جلوس کے آگے آگے تھیں۔ بنی ھاشم ننگی تلواریں لیے جلوس کے ساتھ تھے۔ مسجد کا طواف کرنے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے گھر میں اُتارا گیا۔

دعائے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سپرد کر دی گئیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی طرف قاصد کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں تم اپنی زوجہ کے پاس نہ جانا۔

کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو ایک برتن میں پانی طلب فرمایا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پڑھا، پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے منہ اور سینے پر وہ پانی چھڑکا، اس کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو طلب فرمایا، وہ شرم وحیاء سے سر جھکائے تشریف لائیں تو ان پر بھی وہ پانی چھڑکا پھر ان کے لیے دعاء فرمائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر نئے گھر میں گئیں تو عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی طلب فرمایا اور اس میں کلی فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے سر اور سینہ پر بھی پانی چھڑکا اور پھر یوں دعاء فرمائی کہ

"یا اللہ! میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ سب شیطان کے شر سے محفوظ رہیں"۔

دلہن بن کے نکلی دعائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا

شادی کے بعد:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے محبت بھری گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو وہ رونے لگیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے پوچھا کہ اے تمام عورتوں کی سردار! کیا آپ خوش نہیں کہ میں آپ کا شوہر ہوں اور آپ میری بیوی ہیں؟

کہنے لگیں میں کیونکر راضی نہ ہوں گی، آپ تو میری رضا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں، میں تو اپنی حالت و معاملہ کے متعلق سوچ رہی ہوں کہ جب میری عمر بیت جائے گی اور مجھے قبر میں داخل کر دیا جائے گا، آج میرا عزت وفخر کے بستر میں داخل ہونا کل قبر میں داخل ہونے کی مانند ہے۔

آج رات ہم اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر عبادت کریں گے کہ وہی عبادت کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

اس کے بعد وہ دونوں عبادت کی جگہ کھڑے ہو کر رب قدیر کی عبادت کرنے لگے، ان دونوں مبارک ہستیوں نے اپنی لذات کے بستر کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے، رات قیام میں تو دن روزے کی حالت میں بسر ہوتا حتی کہ تین روز اس طرح گذر گئے۔

چوتھے دن حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام بھیجتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے تین دن سے نیند اور بستر کو ترک کر رکھا ہے اور عبادت اور روزوں میں مصروف ہیں، تم ان

کے پاس جاؤ اور ان سے ارشاد فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہا ہے اور یہ کہ تم دونوں بروز قیامت گنہگاروں کی شفاعت کرو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ وہ صبح انتہائی ٹھنڈی اور شدید سردی تھی، میں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہی چادر میں محو آرام تھے، جب ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آواز سنی تو جلدی سے کھڑے ہونے لگے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ اسی حالت میں رہو یہاں تک میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جاؤں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ہم اسی حالت میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کر ہمارے سروں کے قریب تشریف فرما ہو گئے اور اپنے قدمین شریفین ہمارے درمیان رکھ دیئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دایاں پاؤں پکڑ کر سینہ سے لگا لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بایاں پاؤں تھام لیا۔

پھر ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین کو سردی سے بچانے کے لیے ملنے لگے حتیٰ کہ وہ گرم ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دعائے خیر دی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باہر جانے کا حکم دیا۔

جب وہ چلے گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اے بیٹی! تو تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ بہترین شوہر ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اپنی زوجہ سے نرمی سے پیش آنا، بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے دکھ دے گی مجھے بھی دکھ دے گی اور جو اسے خوش کرے گی مجھے بھی خوش کرے گی، میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور تم دونوں کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں، اس نے تم سے ناپاکی دور کر دی اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں نے نہ تو کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر غصہ کیا اور نہ ہی کسی بات پر انہیں نا

پسند کیا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا بلکہ وہ بھی کبھی مجھ سے ناراض نہ ہوئیں اور نہ ہی کسی بات میں میری نافرمانی کی اور جب بھی میں ان کو دیکھتا تو وہ میرے دکھ درد دور کرتی دکھائی دیتیں۔

گھریلو کاموں کی تقسیم:

حضرت ضمرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امور خانہ داری (مثلاً چکی پیسنا، جھاڑو دینا، کھانا پکانا وغیرہ) اپنی شہزادی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمائے اور گھر سے باہر کے کام (مثلاً بازار سے سودا سلف لانا، اونٹ کو پانی پلانا وغیرہ) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ذمہ لگا دیئے۔

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت اور گھر کے کام کاج کیا کریں گے جبکہ میں گھر سے باہر کے کام سرانجام دوں گا۔

خاتونِ جنت اور امور خانہ داری:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر میں جھاڑو وغیرہ خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے ہو جایا کرتے تھے۔

دنیاوی مشکلات پر صبر کی تلقین:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ عنہا اونٹ کے بالوں سے بنا موٹا لباس پہنے چکی میں آٹا پیس رہی تھیں، جب نبیوں کے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر نظر پڑی تو آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "دنیا کی تنگی و سختی پر صبر کرو تا کہ جنت کی ابدی

نعمتیں حاصل ہوں۔"

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی رضی اللہ عنہا کا بستر:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو میرے اور ان کے لیے مینڈھے کی کھال کا صرف ایک بچھونا تھا، رات میں اسے اوڑھ کر سوتے دن میں اسے بچھا دیتے اور میرے پاس خدمت کے لیے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو ان کے پاس مینڈھے کی کھال سے بنا ایک ہی بچھونا تھا، جب وہ دونوں سونے کا ارادہ کرتے تو آدھا نیچے بچھا لیتے اور آدھا اوپر اوڑھ لیتے اور ان کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

خادم کے لیے درخواست:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا تم بھی جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خدمت گار مانگ لو تاکہ تم کو کچھ مدد مل جائے۔

وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، وہاں مجمع تھا اور حیاء مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لیے حیاء کی وجہ سے سب کے سامنے اپنے والد محترم سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی، واپس آگئیں۔ دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لائے، ارشاد فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! کل تم کس کام کے لیے آئی تھیں؟ وہ حیاء کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھوں میں گہرے نشان ہو گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسی کے نشان ہو گئے، ہر وقت کے کام کاج کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں، میں نے کل ان سے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لیے گئی تھیں۔

بعض روایات میں اس طرح کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے رات میں اسے بچھا کر سو جاتے ہیں صبح اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کرو! حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا تھا وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چوغہ تھا. رات کو بچھا کر اسی پر سو جاتے تھے، تو تقویٰ حاصل کرو. اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہو اور گھر کے کام کاج کو انجام دیتی رہو اور جب سونے کے لیے لیٹا کرو تو سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ مرتبہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔

عرض کی کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راضی ہوں۔

تربیت وتعلیم کا خزانہ::

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقر غناء سے افضل ہے اور صبر وشکر سے بہتر۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو مختنی، عابد، زاہد، متقی بنائیں، انہیں صرف مالدار کرنے کو کوشش نہ کریں لڑکی کے لیے بہترین جہیز اعمال صالحہ ہیں نہ کہ صرف مال، یہ حدیث تربیت وتعلیم کا خزانہ ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکی سسرال کی تکالیف کی شکایت ماں باپ سے کر سکتی ہے ازالہ تکلیف کے لیے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ سسرال کی تکلیف پر ماں باپ لڑکی کو گھر نہ بٹھالیں بلکہ وہاں ہی رکھیں اور صبر وشکر کی تلقین کریں، اس سے خانگی زندگی کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

مکان کا تحفہ:

ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کو اپنے قریب منتقل کر دوں، خاتون جنت سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیجیے کہ وہ مجھے قریب میں گھر مہیا کر دے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حارثہ نے پہلے بھی اپنے کافی مکانات (مہاجرین) کو ہدیہ کیے ہیں اب انہیں کہنا مناسب نہیں لگتا، یہ بات کسی طرح حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی لاڈلی شہزادی رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب منتقل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا یہ گھر لے لیجیے، میں اور میرا مال صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے، خدا کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ مال جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے قبول فرمالیں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ دیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے سچ کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتقل کر دیا۔

اولاد:

بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے تین صاحبزادگان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور تین صاحبزادیاں زینب، ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں حضرت محسن رضی اللہ عنہ و رقیہ رضی اللہ عنہا تو بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن کے شکم مبارک سے ایک فرزند حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن کے فرزند عون و محمد رضی اللہ عنہما کربلا میں شہید ہوئے۔

پیٹ پر بندھے پتھر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو جہاں کے داتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اپنی شہزادی سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے بھوک کی شکایت کرتے

ہوئے عرض کی کہ میں نے اپنے پیٹ پر تین پتھر باندھ رکھے ہیں، ہر پتھر ایک دن کی بھوک کی وجہ سے باندھا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنے بطن اقدس سے کپڑا اُٹھا دیا تو اس پر چار پتھر بندھے ہوئے تھے۔

تین دن کھانا نہ ملنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر مدینہ کے تاجدار ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ ٹکڑا کیسا ہے؟ عرض کی کہ بابا جان! میں نے روٹی پکائی تھی تو آپ ﷺ کے بغیر کھانے کو دل نہیں کیا اس لیے یہ ٹکڑا لے کر حاضر ہوئی ہوں۔

محبوب رب لم یزل ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تمہارے والد کے منہ میں داخل ہوا ہے۔

دونوں جہاں کے داتا ہو کر کون و مکاں کے آقا ہو کر فاقہ سے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جوش مارتی ہنڈیا:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے رات کھانا کھائے بغیر گزار دی، صبح ہوئی تو میں کھانے کی تلاش میں نکلا تو راستے میں ایک درہم پڑا ملا میں نے اس سے آٹا اور گوشت خرید کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آیا، انہوں نے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں جب فارغ ہوئیں تو فرمانے لگیں کہ اگر میرے والد محترم ہوتے تو میں ان کی دعوت کرتی۔

چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ پہلو کے بل لیٹے فرما رہے تھے کہ میں بھوک سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس کچھ کھانا ہے آپ ﷺ بھی تشریف لائیے، حضور ﷺ تشریف لائے تو اس وقت ہنڈیا جوش مار رہی تھی۔

ارشاد فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکالو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بڑے پیالے

میں نکال دیا. پھر فرمایا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکالو! ان کے لیے بھی ایک پیالے میں نکال دیا حتیٰ کہ ساری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے نکال دیا، پھر ارشاد فرمایا کہ نکالتے جاؤ کھاتے جاؤ۔

جب نکال کر ہنڈیا اُٹھائی تو ویسے ہی بھری ہوئی تھی، پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم اس میں کھاتے رہے۔

کھانے سے بھرا پیالہ:

ایک دن صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام حسنین حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ناشتے کے لیے کچھ ہے؟ فرمایا، اس ذات کی قسم! جس نے میرے والد محترم کو عظمت نبوت سے سرفراز فرمایا، میرے پاس ناشتے میں آپ کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے. میرے پاس جو تھوڑا سا کھانا موجود تھا دو دن سے آپ کی بارگاہ میں حاضر کرتی رہی، اس دوران نہ میں نے کچھ کھایا نہ ان دونوں شہزادوں نے۔

مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ میں آپ کو بھی ساتھ شامل کر لیتا۔ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء آئی کہ میں آپ کو اس چیز کا مکلف بناؤں جس پر آپ قادر نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور اچھا گمان رکھتے ہوئے وہاں سے اُٹھے اور کسی سے ایک دینار قرض لیا، ابھی دینار ہاتھ میں لیے ضروریات کی چیزیں خریدنے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے، وہ شدید گرمی کی وجہ سے پسینہ میں شرابور تھے، جب انہیں دیکھا تو رُک گئے اور پوچھا: اے مقداد! اتنی شدید گرمی میں کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! میرا راستہ چھوڑ دیجیے اور میرے پچھلوں کے بارے میں مجھ سے مت پوچھیے. فرمایا کہ آپ مجھ سے اپنی حالت مت چھپایئے، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبوت عطاء فرمائی، میرے اہل خانہ بھوک کی وجہ سے رونے لگ گئے، جب میں نے ان کا رونا دیکھا تو تڑپ اٹھا، غمزدہ دل لیے سر جھکائے گھر سے نکلا ہوں تاکہ تھوڑی مزدوری کر کے ان کے کھانے کا انتظام کر سکوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب ان کی حالت زار سنی تو آنکھوں سے آنسو چھلک

پڑے اور اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے ان کی مبارک داڑھی تر ہو گئی، پرنم لہجے میں فرمایا: میری حالت تم سے کچھ مختلف نہیں، میں نے ایک دینار قرض لیا ہے یہ آپ رضی اللہ عنہ لے لیجیے، دینار حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مسجد میں تشریف لے آئے. ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد وہیں تشریف فرما رہے، عصر کے بعد وہیں وقت گزارا، مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد پہلی صف میں بیٹھے تھے کہ قریب سے گزرتے ہوئے نبیوں کے سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا تو آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم پیچھے چلنے لگے. مسجد کے دروازے کے پاس پہنچے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پیش فرمایا، جواب ملنے کے بعد اشارہ فرمایا کہ اے ابو الحسن! کیا تمہارے پاس کچھ ہے جسے ہم رات کے کھانے میں کھا سکیں؟

حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حیران کھڑے. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیاء کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے پا رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حالت پہچانتے تھے اس لیے جب ان کی خاموشی دیکھی تو اشارہ فرمایا: اے ابو الحسن! تمہیں کیا ہوا کہ تم ہاں یا ناں میں کوئی جواب نہیں دے رہے، بس میں تمہارے ساتھ آتا ہوں، پھر محبت میں فرمایا بلکہ تم ہمارے ساتھ چلو، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اپنی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی فرما دی تھی کہ آپ رات کا کھانا ان کے پاس کھائیے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیوں نہیں، اس کے بعد آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، وہ اپنی نماز کی جگہ میں نماز ادا فرما رہی تھیں اور ان کے پیچھے ایک بڑے پیالے سے دھواں اُٹھ رہا تھا، انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنی تو حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور پیار سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر حال دریافت فرمایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر دیا، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ یہ کہاں سے آیا، میں نے اس جیسا آج تک دیکھا، نہ کبھی خوشبو سونگھی اور نہ اس جیسا کھانا کھایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھ کر ہلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے علی! یہ تیرے دینار کا ثواب ہے، یہ تیرے دینار کی جزاء ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطاء فرماتا ہے۔

ایثار و سخاوت

قرض لے کر کھانا دیا:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر کچھ گستاخی کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس گستاخ کو سبق سکھانا چاہا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روک دیا اور اس شخص سے فرمایا کہ تو آخرت کے عذاب سے ڈر اور دوزخ سے خوف کھا، بتوں کی پوجا چھوڑ دے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کر، میں جادوگر نہیں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن اخلاق اور مؤثر کلام سے متاثر ہو کر وہ بت پرست اسی وقت مسلمان ہو گیا، اب سرکار کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تیرے پاس کتنا مال ہے؟ اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ تعالیٰ کی قسم! بنو سلیم میں چار ہزار آدمی ہیں، لیکن مجھ سے زیادہ اس قبیلے میں کوئی غریب و مسکین نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو اسے ایک اونٹ خرید کر دیدے؟ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے پاس ایک اونٹنی ہے وہ میں اس کو دے دیتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے؟ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنا مبارک عمامہ اُتار کر اس کے سر پر رکھ دیا۔

پھر فرمایا کہ کون ہے جو اس کے کھانے کا اس وقت انتظام کر دے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور چند مکانوں پر گئے لیکن اتفاق سے کچھ نہ ملا، پھر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ پر حاضر ہو کر دستک دی، سیدہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کون ہے؟ عرض کی کہ سلمان رضی اللہ عنہ ہوں، کیسے آئے ہو؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے سارا ماجرہ سنا دیا یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہو گئیں اور فرمایا کہ اے سلمان رضی اللہ عنہ! اس خدا کی قسم! جس نے میرے بابا جان کو رسول بنا کر بھیجا، آج تیسرا دن ہے گھر میں سب فاقہ سے ہیں، مگر تم دروازے پر آگئے ہو خالی کیسے واپس کروں؟ جاؤ یہ چادر لے جاؤ اور

شمعون یہودی کے پاس جا کر کہو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کی چادر رکھ لو اور تھوڑے سے جو قرض دے دو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس چادر کو لے کر اس کے پاس گئے اور سارا ماجرا بیان کیا، شمعون کچھ دیر اس ردائے مبارک کو دیکھتا رہا، اچانک اس پر ایک کیفیت طاری ہوگئی اور کہنے لگا کہ اے سلمان رضی اللہ عنہ! واللہ! یہ وہی مقدس لوگ ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو توریت میں دی ہے، میں صدقِ دل سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بابا جان محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا، اس کے بعد اس نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو جو دیے اور نہایت ادب واحترام سے ردائے مبارک واپس کردی۔ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے شمعون کو دعائے خیر دی اور جو پیس کر کھانا تیار کر کے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اس میں سے کچھ گھر کے لیے رکھ لیجیے۔ فرمایا بس خدا کی راہ میں دینے کی نیت سے منگوایا تھا اور پکایا ہے اب اس میں سے لینا درست نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کھانا لے کر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوگئے اور تمام قصہ سنا دیا۔

آپ ﷺ نے وہ روٹی نو مسلم کو عطا فرمائی اور اپنی نورِ نظر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ بھوک سے ان کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور ضعف کے آثار نمایاں ہیں، آپ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بٹھا کر تسلی دی اور دعاء فرمائی کہ اے اللہ! فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تیری بندی ہے، تو اس سے راضی رہنا۔ (نزہتہ المجالس)

شوقِ دعاء:

سورج غروب ہونے سے چند گھڑیاں پہلے دعاء قبول ہونے کا وقت ہے، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اس وقت کا خاص خیال رکھتیں، اور اپنی خادمہ کی ڈیوٹی لگا دیتیں کہ وہ سورج کو دیکھتی رہیں، جب غروب ہونے لگے تو انہیں آگاہ کردے، خبر ملنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہا دعاء واستغفار میں مشغول ہو جاتیں یہاں تک کہ سورج اندھیری رات کی آغوش میں چلا جاتا۔

پہلے ہمسایہ ہے پھر گھر ہے:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں مسلمانوں اور مسلمان عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعاء کرتے سنا۔انہوں نے اپنی ذات کے لیے کوئی دعاء نہ مانگی۔میں نے عرض کی کہ اے مادر مہرباں! اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے لیے کوئی دعاء نہیں مانگتی؟ فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! پہلے ہمسایہ ہے پھر گھر ہے۔

ذوق نماز:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے کہ وہ (بسا اوقات) گھر کی مسجد کے محراب میں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جس سے محبت ہو اس کی ہر اداء اپنانے کی کوشش کی جاتی ہے، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے خود کو ہر اعتبار سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھال کر رکھا تھا، عادات واطوار، سیرت وکردار، نشت وبرخاست چلنے کے انداز، گفتگو اور صداقت کلام میں آپ رضی اللہ عنہا سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس اور نمونہ تھیں، ان کی سیرت میں فی زمانہ اغیار کے طرز زندگی کے سانچے میں فخر سے ڈھلنے والی اور آزادی نسواں کا بانگ دہل نعرہ لگانے والی مسلم خواتین کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ انہیں پیروی دشمنان اسلام کی کرنی چاہیے یا بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔

عادات واطوار:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاجزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات واطوار، سیرت وکردار نشست وبرخاست میں آپ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

چلنے کا انداز:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جمع تھیں اور کوئی ایک بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی، اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وہاں تشریف لے آئیں، تو اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کا چلنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔

انداز گفتگو:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے انداز گفتگو اور بیٹھنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی اور کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

صداقت زہراء:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سچا ان کے والد کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مشقت دیکھ کر رونا:

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس اجب بھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے، دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملنے تشریف لے گئے، انہوں نے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور بے تابانہ، روتے ہوئے چہرۂ انور کے بوسے لینے لگیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتی ہو؟ عرض کی کہ مشقت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روئے انور کا متغیر رنگ اور کپڑے دیکھ کر رونا آگیا۔

ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! مت رو، تیرے بابا جان کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے کام کے لیے بھیجا ہے کہ روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ اور گارے کا مکان بچے گا اور نہ کوئی اونی سوتی خیمہ بچے گا جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ کام (دین اسلام) نہ پہنچ جائے اور اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! یہ دین وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہے۔

جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت فرماتی تھیں اس طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت فرماتے تھے، چنانچہ ایک اور ایمان افروز روایت سنیے:

سب سے زیادہ محبوب:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ایک فرش پر بٹھا کر ان کی دلجوئی فرمائی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مجھ سے زیادہ پیاری ہیں یا میں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم ان سے زیادہ مجھے عزیز ہو۔

آمد پر کھڑے ہو کر استقبال:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو بوسہ دیتے پھر اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ لیتیں اور بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

سفر کی ابتداء اور انتہاء کا اندازہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اہل وعیال میں سب سے آخر میں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرماتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اہل وعیال میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! جس سے میں محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو گی؟ عرض کی کہ ضرور یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں محبت رکھوں گی، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو تم عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت رکھو۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ:

جب غزوہ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی شدت گریہ دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں، ارشاد فرمایا کہ تیرے جیسا صدمہ کسی کو نہیں پہنچا، حضرت صفیہ بنت عبد المطلب اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ! میرے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور خبر دی کہ ساتوں آسمانوں میں یہ لکھا ہے کہ "حمزہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیر ہیں۔"

سب سے زیادہ پیاری:

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو پوچھا لوگوں میں سے کون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پیارا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، پھر عرض کی کہ مردوں میں کون؟ ارشاد فرمایا کہ اُن کے شوہر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی:

مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی کہ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری میں تھی اور میرے بعد میرے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ جو آپ رضی اللہ عنہا کے علم میں حق تھا وہ صاف صاف کہہ دیا۔

اگر یہی سوال حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ پیاری جناب عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں پھر ان کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

معلوم ہوا کہ ان کے دل بالکل پاک وصاف تھے افسوس ان پر جو ان حضرات کو ایک دوسرے کا دشمن کہتے ہیں۔

انسانی حور:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انسانی حور ہے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ تیرے غضب سے اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور تیری رضا سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

سادات کرام کو ایذاء پہنچانے سے بچیے:

حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی ان کی کسی اولاد کو ایذاء پہنچائے اس نے اپنی جان کو اس خطرۂ عظیمہ میں ڈال دیا کیونکہ اس حرکت سے ان کو غضب ہوگا اور ان کا غضب، غضب الٰہی کا موجب ہے، اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی محبت حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی رضا کا سبب ہے اور ان کی رضا رضائے الٰہی۔

پنجتن پاک سے محبت کرنے والے کا مقام:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں، ان کے والد اور والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے مقام میں میرے پاس ہوگا۔

روزِ حشر عظمت زہراء رضی اللہ عنہا:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بطن عرش سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے اہل مجمع! اپنے سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرلو یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں پھر آپ ستر ہزار باندیوں کے ساتھ جوسب حورعین ہوں گی بجلی کوندنے کی طرح گذر جائیں گی۔

نسبی خصوصیات:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے نسب اور رشتہ داروں کے سوا قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عقیدت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں ان کا نکاح اپنے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاجزادے سے کرنا چاہتا ہوں، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ان سے نکاح فرما دیا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم مجھے مبارک باد نہیں دو گے؟

لوگوں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! کس بات کی مبارک باد؟ فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کی۔

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن میرے تعلق، نسب اور رشتہ ازدواج کے علاوہ ہر تعلق، نسب اور رشتہ ازدواج منقطع ہو جائے گا، اس لیے مجھے یہ پسند ہوا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مابین سبب اور نسب کا رشتہ قائم ہو جائے۔

انوکھی دعوت:

ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی جب رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر رونق افروز ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کو گننے لگے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، میری تمنا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے لیے ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کروں، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان تک زمین نے جس قدر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس قدموں کے بوسے لیے تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اتنی ہی تعداد میں غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس دعوت سے متاثر ہو کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! آج میرے دینی بھائی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی ہی شاندار دعوت کی ہے اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کیا ہے، میری بھی تمنا ہے کہ کاش! ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی طرح شاندار دعوت کر سکتے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی اس آرزو پر لبیک کہتے ہوئے عرض کی کہ آپ بھی میرے والد مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی قسم کی دعوت دے آئیں ان شاء اللہ ہمارے گھر میں بھی اسی قسم کا سارا انتظام ہو جائے گا۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر دعوت دے دی اور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر جماعت کو ساتھ لے کر اپنی پیاری بیٹی کے گھر تشریف فرما ہو گئے، اِدھر خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا خلوت میں تشریف لے جا کر رب کریم کی بارگاہ میں سر بسجود ہو گئیں اور یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! تیری بندی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی دعوت کی ہے، تیری بندی کا صرف تجھ ہی پر بھروسہ ہے لہٰذا اے میرے رب! تو آج میری لاج رکھ لے اور اس دعوت کے کھانوں کا تو عالم غیب سے انتظام فرما دے۔

دعا مانگ کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ہانڈیوں کو چولہوں پر چڑھا دیا، خدائے

رحمٰن کا دریائے کرم ایک دم جوش میں آگیا اور اس رزاق مطلق نے دم زدن میں ان ہانڈیوں کو جنتی کھانوں سے بھر دیا۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان ہانڈیوں میں سے کھانا نکالنا شروع کر دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کھانوں کی خوشبو اور لذت سے حیران رہ گئے، خدا کی شان کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا کھانے سے فارغ ہو گئے لیکن ہانڈیوں میں سے کھانا کچھ بھی کم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متحیر دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ عرض کی کہ نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے لیے جنت سے بھیج دیا ہے۔

پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا گوشہ تنہائی میں جا کر سجدہ ریز ہو گئیں اور یہ دعاء مانگنے لگیں کہ اے اللہ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک قدم کے عوض ایک ایک غلام آزاد کیا ہے تیرے بندی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو اتنی استطاعت نہیں ہے، لہٰذا اے میرے رب کریم! اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان قدموں کے برابر جتنے قدم چل کر میرے گھر تشریف لائے ہیں ان کی اُمت کے گنہگار بندوں کو جہنم سے آزاد فرمادے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جوں ہی اس دعاء سے فارغ ہوئیں ایک دم ناگہاں حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ بشارت لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو گئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی دعاء بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو گئی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قدم کے بدلے میں ایک ایک ہزار گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا۔

برکت والی سینی:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ ایک دن ایک بوٹی اور دو روٹیاں لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے اس تحفے کو قبول فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے لخت جگر! تم اس سینی کو اپنے گھر میں لے کر چلو، پھر خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر رونق افروز ہو کر اس سینی کو کھولا تو گھر کے تمام افراد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی

تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹی! یہ سب تمہارا لیے کہاں سے آیا؟

تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت علیہم السلام کو جمع فرما کر سب کے ساتھ سینی میں سے کھانا تناول فرمایا پھر بھی اس کھانے میں اس قدر حیرت ناک اور تعجب خیز برکت ظاہر ہوئی کہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی رہ گئی اور اس کو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پڑوسیوں اور دوسرے مسکینوں کو کھلایا۔

وصال ظاہری (ایک غیبی خبر):

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، ان کا چلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چال سے مشابہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری بیٹی کو مرحبا! پھر انہیں دائیں یا بائیں بٹھایا، پھر ان کے کان میں کوئی بات فرمائی تو وہ رونے لگیں، میں نے پوچھا تم کیوں روئی؟ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کے کان میں ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں، میں نے کہا کہ آپ میں غم سے زیادہ خوشی میں نے آج سے پہلے نہیں دیکھی، پھر میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس رونے اور ہنسنے کا سبب پوچھا؟ تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کر سکتی، جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوبارہ دریافت کرنے پر) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی مرتبہ میرے کان میں یہ فرمایا تھا کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ قرآن پاک کا مجھ سے دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے، لگتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے، میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم وفات پا کر مجھ سے ملوگی، یہ سن کر میں فرط غم سے رو پڑی، پھر فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو؟ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

اشعار کی صورت میں قلبی کیفیت کا اظہار:

بعد از وصال حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے اشعار کی صورت میں اپنی قلبی کیفیت کا کچھ اس طرح ذکر کیا کہ:

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ   أَنْ لَّا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

"جس نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاک سونگھ لی اگر وہ زمانے بھر کی مہنگی ترین عطروں اور خوشبوؤں کو نہ سونگھے تو کوئی نقصان کی بات نہیں۔"

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا   صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

"مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر ٹوٹ پڑتے تو وہ دن رات بن جاتے۔"

مسکراہٹ چلی گئی:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا پر غم کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آپ کی مسکراہٹ چلی گئی اور کسی نے بھی ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

آخری مسکراہٹ:

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے لبوں کی مسکراہٹ ختم ہوگئی، اپنے وصال تک صرف ایک ہی بار مسکراتی دیکھی گئیں اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک موقع پر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر شاخیں باندھ کر ایک ڈولی کی سی صورت بنا کر اُس پر پردہ ڈال دیتے ہیں، پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر اُن پر کپڑا تان کر خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو دکھایا، شہزادی کونین رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں لبوں پر مسکراہٹ آگئی، بس یہی ایک مسکراہٹ تھی جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہونٹوں پر دیکھی گئی۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی وصیتیں:

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنے وصال سے قبل تین وصیتیں فرمائیں:

(۱) حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد آپ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پر عمل کیا۔

(۲) جنازے پر شاخیں باندھ کر ایک ڈولی کی سی صورت بنا کر اُس پر پردہ ڈال دیا جائے۔

(۳) جب میں دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے۔

دنیائے فانی سے رحلت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ مہینے بعد ۳ رمضان ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ رضی اللہ عنہا اس دارِ فانی سے رخصت ہوگئیں۔

خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو غسل کس نے دیا:

تاجدار دو عالم کی نورِ نظر ام الحسنین حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے مبارک جسم کو وصال کے بعد غسل دینے سے متعلق مختلف روایات منقول ہیں، چنانچہ

(۱) بتول زہراء رضی اللہ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے اپنے غسل کے لیے پانی رکھوادیا پھر نہائیں اور کفن منگوا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی، پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں قبر شریفہ میں رکھ دیں۔

(۲) حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ابھی میرا انتقال ہوجائے گا، آپ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دیجیے گا کوئی اور میرے قریب نہ آئے، جب حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا تو انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء

رضی اللہ عنہا نے غسل دیا۔

"غَسَلَ عَلِیٌّ" کی وضاحت:

(۱) اس روایت کی ایسی صحت اور دلیل کے قابل ہونا محل نظر ہے۔

(۲) دوسری روایت یوں ہے کہ اس جناب کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائی نے غسل دیا۔

(۳) "غَسَلَ عَلِیٌّ" امر شائع کے معنی میں ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ امیر نے فلاں کو قتل کیا، بادشاہ نے فلاں قوم سے جنگ کی، حدیث میں آیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان دی یعنی اذان کا حکم دیا تو اسی طرح غَسَلَ عَلِیٌّ کا معنی ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل کا حکم دیا۔

سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کا جنازہ:

(۱) حضرت عمرہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اُتارا۔

(۲) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۳) امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی تو چار تکبیریں کہیں۔

سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا کا مزار کہاں ہے:

امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا کے مزار اطہر میں دو روایتیں ہیں:

(۱) بقیع شریف میں۔

(۲) اور خاص جوارِ روضہ اقدس میں۔

ایک صاحب دل نے مدینہ طیبہ کے ایک عالم سے کہا کہ میں دونوں جگہ حاضر ہو کر سلام عرض کرتا ہوں انوار پاتا ہوں، فرمایا کہ یہ کریم ذاتیں جگہ کی پابند نہیں تمہاری توجہ چاہیے پھر نور باری ان کا کام ہے۔ [فتاوی رضویہ، جلد ۲۶، صفحہ ۴۳۲]

امدادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

ایک خراسانی حاجی صاحب ہر سال حج کی سعادت پاتے اور جب مدینہ منورہ حاضر ہوتے تو وہاں ایک علوی بزرگ حضرت طاہر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے۔

ایک بار مدینہ شریف میں کسی حاسد نے کہہ دیا کہ تم بلاوجہ اپنا مال ضائع کرتے ہو! طاہر صاحب غلط جگہ پر تمہارا اندرانہ خرچ کرتے ہیں، چنانچہ مسلسل دو سال انہوں نے حضرت شیخ طاہر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت نہ کی۔

تیسرے سال سفر حج کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خراسانی حاجی کے خواب میں جلوہ گر ہو کر کچھ اس طرح تنبیہ فرمائی کہ تم پر افسوس! بدخواہوں کی بات سن کر تم نے طاہر سے حسن سلوک کا رشتہ ختم کر دیا! اس کی تلافی کرو اور آئندہ قطع تعلق سے بچو۔

چنانچہ وہ ایک فریق کی سن کر بدگمانی کر بیٹھنے پر سخت شرمندہ ہوئے اور جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو سب سے پہلے ان علوی بزرگ حضرت سیدنا شیخ طاہر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دی، انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اگر تمہیں مدینہ والے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ بھیجتے تو تم آنے کے لیے تیار ہی نہ تھے! تم نے مخالف کی یک طرفہ بات سن کر میرے بارے میں غلط رائے قائم کر کے اپنی عادت کریمانہ ترک کر دی یہاں تک کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں تمہیں تنبیہ فرمائی۔

یہ سن کر خراسانی حاجی صاحب پر رقت طاری ہو گئی، عرض کی حضور! آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا کہ مجھے پہلے ہی سال پتا چل گیا تھا، دوسرے سال بھی تم نے بے توجہی سے کام لیا تو میرا دل صدمہ سے چور چور ہو گیا۔

اس پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں کرم فرما کر مجھے دلاسہ دیا اور تمہارے

خواب میں تشریف لاکر جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ مجھے بتایا۔

خراسانی حاجی نے خوب نذرانہ پیش کیا، دست بوسی کی اور پیشانی چومنے کے بعد یک طرفہ بات سن کر رائے قائم کر کے دل آزاری کا باعث بننے پر علوی بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی۔

نہ کیوں کر کہوں یَا حَبِیْبِیْ أَغِثْنِیْ اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے
خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

سادات سے محبت پر دُگنا انعام:

حضرت ابو عبداللہ واقدی قاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے موقع پر ہمارے پاس خرچ وغیرہ کے لیے کچھ بھی رقم نہ تھی، بڑی تنگدستی کے دن تھے، ان دنوں یحییٰ بن خالد برمکی حاکم تھا، عید روز بروز قریب آرہی تھی، ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا، چنانچہ میری ایک خادمہ میرے پاس آئی اور کہنے لگے کہ عید بالکل قریب ہے اور گھر میں کچھ بھی خرچہ وغیرہ نہیں، آپ کوئی ترکیب کیجیے تاکہ گھر والے عید کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

خادمہ کی یہ بات سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس گیا اور اس کے سامنے اپنی حالت زار بیان کی، انہوں نے فوراً مجھے ایک مہر لگی ہوئی تھیلی دی جس میں بارہ سو درہم تھے، میں انہیں لے کر گھر آیا اور وہ تھیلی گھر والوں کے حوالے کر دی، گھر والوں کو کچھ ڈھارس ہوئی کہ اب عید اچھی گذر جائے گی، ابھی ہم نے اس تھیلی کو کھولا بھی نہ تھا کہ میرا ایک دوست میرے پاس آیا جس کا تعلق سادات کے گھرانے سے تھا، اس نے آکر بتایا کہ ان دنوں ہمارے حالات بہت خراب ہیں اور عید بھی قریب آگئی ہے، گھر میں خرچہ وغیرہ بالکل نہیں، اگر ہوسکے تو مجھے کچھ رقم قرض دے دو۔

اپنے اس دوست کی بات سن کر میں اپنی زوجہ کے پاس گیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا وہ کہنے لگے اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہم اس طرح کرتے ہیں کہ آدھی رقم اس سیدزادے کو دے کر قرض دے دیتے اور آدھی ہم خرچ میں لے آئیں گے، اس طرح دونوں کا گذارا ہو جائے گا، یہ سن کر میری زوجہ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوبا ہوا جملہ کہا جس نے میرے دل میں بہت اثر کیا، وہ کہنے لگی کہ جب آپ جیسا ایک عام شخص اپنے دوست کے پاس اپنی حاجت

مندی کا سوال لے کر گیا تو اس نے آپ کو بارہ سو درہم کی تھیلی عطاء کی اور اب جبکہ آپ کے پاس دو عالم کے مختار، سید الابرار کی اولاد میں سے ایک شہزادہ اپنی حاجت لے کر آیا ہے تو آپ آدھی رقم اس سیدزادے کے قدموں پر نچھاور کر دو۔

اپنی زوجہ سے یہ محبت بھرا کلام سن کر میں نے وہ ساری رقم اٹھائی اور بخوشی اپنے دوست کو دے دی، وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا، میرا وہ سیدزادہ دوست جیسے ہی اپنے گھر پہنچا تو اس کے پاس میرا وہی تاجر دوست آیا اور اس سے کہا کہ میں ان دنوں بہت تنگ دستی کا شکار ہوں، مجھے کچھ رقم اُدھار دے دو۔

یہ سن کر اُس سیدزادے نے وہ رقم کی تھیلی میرے اس تاجر دوست کو دے دی جو میں اسی تاجر سے لے کر آیا تھا، جب میرے اس تاجر دوست نے وہ رقم کی تھیلی دیکھی تو فوراً پہچان گیا اور میرے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ جو رقم تم مجھ سے لے کر آئے ہو،، وہ کہاں ہے؟ میں نے اسے تمام واقعہ بتایا تو وہ کہنے لگا کہ اتفاق سے وہی سیدزادہ میرا بھی دوست ہے، میرے پاس صرف یہی بارہ سو درہم تھے جو میں نے آپ کو دے دیئے، آپ نے اس سیدزادے کو دیے اور اس نے وہ مجھے دے دیئے اس طرح ہم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دی اور دوسرے کی خوشی کی خاطر اپنی خوشی قربان کر دی۔

ہمارے اس واقعے کی خبر کسی طرح حاکم وقت یحییٰ بن خالد برمکی کو پہنچ گئی، اس نے فوراً اپنا قاصد بھیجا جس نے میرے پاس آ کر یحییٰ بن خالد برمکی کا پیغام دیا کہ میں اپنی کچھ مصروفیات کی بناء پر آپ کی طرف سے غافل رہا اور مجھے آپ کے حالات کے بارے میں پتہ نہ چل سکا، اب میں غلام کے ہاتھ دس ہزار دینار بھیج رہا ہوں، ان میں سے دو ہزار آپ کے لیے ،دو ہزار آپ کے تاجر دوست کے لیے اور دو ہزار اس سیدزادے کے لیے باقی چار ہزار دینار تمہاری عظیم وسعادت مند بیوی کے لیے کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ غنی، افضل اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیکر ہے۔ سبحان اللہ

خبردار! صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کاشانہ اقدس میں ایک کم عمر صاحبزادے خانہ داری کے

کاموں میں امداد کے لیے ملازم ہوئے، بعد میں معلوم ہوا کہ سید زادے ہیں لہٰذا گھر والوں کو تاکید فرمائی کہ صاحبزادے صاحب سے خبردار! کوئی کام نہ لیا جائے کہ مخدوم زادہ ہیں، کھانا وغیرہ جس شے کی ضرورت ہو حاضر کی جائے، جس تنخواہ کا وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے، چنانچہ حسب الارشاد تعمیل ہوتی رہی، کچھ عرصے کے بعد وہ صاحبزادے خود ہی تشریف لے گئے۔

سید کو ملازم رکھنا کیسا؟

اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سید زادوں کو ملازم رکھنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سید زادے سے ذلیل خدمت لینا جائز نہیں اور ایسی خدمت پر اس کو ملازم رکھنا بھی ناجائز جس خدمت میں ذلت نہیں اس پر ملازم رکھ سکتا ہے۔

سونا وزیوارت کس کے لیے؟

سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف حضرت مہدی حسن میاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب بریلی شریف آتا تو سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود کھانا لاتے اور ہاتھ دھلاتے، ایک مرتبہ میں نے سونے کی انگوٹھی اور چھلے پہنے ہوئے تھے حسب دستور جب ہاتھ دھلوانے لگے تو فرمایا کہ شہزادہ حضور یہ انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجیے! میں نے اتار کر دے دیے اور بمبئی چلا گیا۔

بمبئی سے مارہرہ شریف واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا کہ ابا حضور! بریلی شریف کے مولانا صاحب (یعنی اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کے یہاں سے پارسل آیا تھا، جس میں چھلے انگوٹھی اور ایک خط تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ شہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں (کیونکہ مردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں)۔

طالب علم کی تفہیم:

حضرت علامہ مولانا نور محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ مولانا سید قناعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ طالب علمی تھا دونوں کی آپس میں گہری دوستی تھی، ان کی خوش قسمتی کہ مجدد دین وملت اعلیٰ

حضرت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ جیسے سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہ کر علم دین کی دولت بے بہا حاصل کررہے تھے، ایک مرتبہ مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید صاحب کا نام لے کر اس طرح پکارا کہ قناعت علی، قناعت علی!

جب سید السادات صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق صادق کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو عشق نے گوارا نہ کیا کہ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادے کو اس طرح نام لے کر پکارا جائے، فوراً مولوی صاحب کو بلوایا اور انفرادی کوشش کرتے ہوئے فرمایا: "کیا سیدزادوں کو اس طرح پکارتے ہیں؟ کبھی مجھے بھی اس طرح پکارتے ہوئے سنا؟ (حالانکہ میں تو استاد ہوں پھر بھی کبھی ایسا انداز اختیار نہیں کیا) یہ سن کر مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت شرمندہ ہوئے اور اور ندامت سے نگاہیں جھکا لیں، سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جائیے! آئندہ خیال رکھیے گا۔

مفلسی کے شاکی سیدزادے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سادات کرام میں سے ایک صاجنرادے گردش ایام کی زد میں آکر تنگدستی و مفلسی میں مبتلا تھے، وہ میرے پاس تشریف لاتے اور اپنے حالات سے دل برداشتہ ہو کر مفلسی و غربت کی شکایت کرتے رہتے، ایک دن تو بہت ہی پریشان و مغموم تھے میں نے ان سے کہا کہ صاجنرادے یہ ارشاد فرمائیے کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو کیا وہ بیٹے کے لیے حلال ہو سکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔

میں نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ کے جد اعلیٰ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے تنہائی میں اپنے چہرہ مبارکہ پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا کہ اے دنیا! کسی اور کو دھوکا دے، میں نے تجھے ایسی طلاق دی جس میں کبھی رجعت نہیں۔

شہزادے حضور! کیا اس قول کے بعد بھی سادات کرام کا غربت و افلاس میں مبتلاء ہونا تعجب کی بات ہے؟ وہ کہنے لگے کہ واللہ آپ کی ان باتوں نے مجھے دلی سکون بخش دیا۔

الحمد للہ اس کے بعد شہزادے نے کبھی بھی اپنی غربت کا شکوہ نہ کیا۔

خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پیاری امی جان

اُمّ المؤمنین

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

شازیہ بتول

شام کے سایے بڑھنے لگے تھے۔ مکانوں میں چراغ روشن ہو رہے تھے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ لاابالی نوجوان خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ایسے بڑے بوڑھے جو مکے کی فضا میں پلے بڑھے تھے وہ بھی بے مقصد گپ شپ میں مصروف تھے۔ مگر اس وقت بھی مکے کا ایک گھر ایسا تھا جہاں قریش کے سمجھدار لوگ باہمی مشاورت کے لئے جمع تھے۔ یہ گھر مکے کے ممتاز گھروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے گودام ہر وقت بھرے رہتے تھے اور غلام کاموں میں مصروف رہتے۔ جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا تو قریش کے سردار اس گھر کے دروازے پر دستک دیتے۔ یہ گھر مکے کے معاشرتی ماحول میں ممتاز تھا اور تجارتی حلقوں میں اسے ایک خاص مقام حاصل تھا۔

اس شام بھی اس گھر میں قریش کے سردار جمع تھے گھر کا مالک خویلد ان کے استقبال اور خاطر مدارت میں مصروف تھا۔ اس کے لئے اتنے لوگوں کی خاطر مدارت کوئی بڑی چیز نہیں تھی۔ اسے مکے کی زندگی میں "مشاورت" کا منصب ملا ہوا تھا۔ یہ منصب اس کے خاندان میں موروثی تھا۔ جب خویلد دیکھتا تھا کہ لوگ جزئی اور کلی تمام امور کے بارے میں مشورہ کرنے اس کے پاس آتے ہیں۔ تو جو دلی مسرت اسے حاصل ہوتی تھی وہ شاید اُسے بڑی سے بڑی تجارتی کامیابیوں پر بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

خویلد کے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا مگر خویلد کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کی بیوی فاطمہ کے بطن سے جس بچی نے جنم لیا ہے اس کی وجہ سے خویلد بن اسد اور فاطمہ بنت زائدہ کا نام رہتی دنیا تک تاریخ کے زندہ حروف میں شامل ہو جائے گا اس بچی کا نام خدیجہ رکھا گیا۔ یہ عام الفیل سے پندرہ برس پہلے کا واقعہ ہے۔

یہ شرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل رہا کہ جب تک آپ بقیدِ حیات رہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی اور جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ نہیں فرمایا جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یاد کرتے رہے۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام خویلد اور دادا کا نام اسد ہے۔ ان کا خاندان قریش کے ممتاز اور شریف خاندانوں میں شمار ہوتا تھا۔ والد کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ آپ کے سلسلۂ نسب کی صحت کی درستگی میں ذرا بھی شک نہیں ہے ان کے اجداد کے نام پوری صحت کے ساتھ موجود ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کی دادیوں کے نام بھی تاریخ میں ملتے ہیں۔ جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی والدہ فاطمہ کا نسب اس طرح ہے۔ فاطمہ بنت زائدہ بن اصم بن فرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔

عام الفیل کے زمانے میں اُس سال جب ابرہہ نے مکے پر لشکرکشی کی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر پندرہ برس تھی۔ یہی سال آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا سال ہے۔ تحقیق کے مطابق یہ سال ۵۷۱ء مانا جاتا ہے۔

یہ جاہلیت کا وہ زمانہ تھا کہ جس قدر اخلاقی اور سماجی برائیاں ممکن ہیں وہ سب عرب میں تھیں اس اخلاقی انحطاط کے زمانے میں بھی جناب خدیجۃ الکبریٰ اپنے حسنِ کردار، خوش خلقی اور نیک سیرتی کی بدولت معروف تھیں۔ تجارت میں انہوں نے کبھی جھوٹ اور مکروفریب سے نفع نہیں کمایا تھا۔ ان کی شرافت اور ایمانداری پر لوگوں کو یقین تھا۔ تجارتی لین دین بالکل صاف تھا۔ وہ خود ایماندار تھیں اس لئے ایمانداری ان کے نزدیک محبوب ترین وصف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب ابوطالب کے بھتیجے کی امانت اور دیانت کا حال سن کر ان کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجارتی قافلہ لے جانے کی خواہش کریں۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنا مالِ تجارت بخوشی جناب ابوطالب کے بھتیجے کے سپرد کر دیا۔ ابوطالب کے بھتیجے کی خوبیاں اور اوصافِ حمیدہ تو مکہ کا بچہ بچہ جانتا تھا۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے کان ان تعریفوں سے بخوبی واقف تھے۔ مگر تجارتی معاملات نے آپ کو مزید معترف

کر دیا۔ ان کے غلام میسرہ نے سفرِ تجارت کا جو نقشہ کھینچا اس نے جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو باور کرا دیا کہ ابو طالب کا بھتیجا کوئی عام شخص نہیں ہے بلکہ نوعِ انسانی میں ایسا انسان کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت نہیں کیا تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر صرف ۲۵ برس تھی۔ یہ شرف تاریخ اسلام میں سب سے پہلے صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا کہ انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا اعتراف دل سے کیا اور اس پر یقین بھی کر لیا۔ ان کے یقین کا ثبوت حفاظتِ رسول پر استقلال سے جمے رہنا ہے۔ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اس یقین کے بارے میں ایک قول موجود ہے۔ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ذکر پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہر وقت خدیجۃ الکبریٰ کا ذکر کیوں کرتے ہیں۔ وہ ایک بوڑھی اور بیوہ عورت تھیں خدا نے ان کے بدلے اُن سے بہتر بیوی آپ کو دی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا۔" عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی بات مت کہو۔ خدیجہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب تمام لوگوں نے میری باتیں سننے سے انکار کر دیا تھا۔ اس نے اس وقت مجھ پر اپنا مال خرچ کیا جب کوئی شخص مجھے ایک درہم دینے کو تیار نہ تھا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف اسی کے ذریعہ اولاد عطا فرمائی۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اور احترام کے لئے کسی اور شے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

رسالت کی تصدیق میں تقدیم اولین ایسا شرف ہے جس کا اعزاز صرف اور صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل رہا۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کا جو ارادہ فرمایا وہ اسی جذبے کی ایک مثال ہے۔ وہ اپنے اس ارادہ میں اس قدر پختہ تھیں کہ انہوں نے ہر اعتراض کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اپنی بہترین سہیلی نفیسہ کو اس ضمن میں معاون بنایا۔ بعض روایات میں نفیسہ کو رشتہ کی بہن اور بعض میں کنیز بھی بتایا گیا ہے۔ نفیسہ اس شادی میں پیغامبر بنیں۔ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

"میں آپ کو ایک ایسی خاتون بتاؤں جو ہر لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معیار کے مطابق ہو

یہ سن کر آپ نے معلوم فرمایا" ایسی کون سی عورت ہے؟

جب آپ کو بتایا گیا کہ" خدیجہ رضی اللہ عنہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رضامندی تو موجود تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جو ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ آپ اس دور پُر آشوب میں بھی اپنی پاک بازی اور نیک سیرت کی بناء پر طاہرہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں قبل از اسلام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح سے پہلے بھی جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا اہلِ مکہ کے نزدیک معزز اور حسب نسب میں اعلیٰ سمجھی جاتی تھیں۔ دولت مندی میں کوئی اُن کا ہمسر نہیں تھا۔ اسلام کی تبلیغ کا آغاز ہوا تو انہوں نے دولت اپنے پیارے شوہر کی نذر کر دی، اپنے جذبہ ایمان کی بدولت اور اپنے شوہر کی بدولت انہیں رہتی دنیا تک برگزیدہ مقام حاصل ہوا۔

ایک مرتبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی معرفت جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہا ہے۔

ایک روز کفار آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہائش مبارکہ پر پتھر پھینک رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے قریش تمہیں شرم نہیں ہوتی کہ تم اپنی شریف ترین عورت کے گھر پتھر پھینک رہے ہو۔"

آپ کا یہ ارشادِ عالی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خاندانی وجاہت اور ان کی پاکیزہ شخصیت کے لئے ایسی عظیم دلیل ہے کہ جس کے بعد مزید کسی دلیل یا تاریخی حوالے کی ضرورت نہیں رہتی۔

جنابِ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اس وقت واقعہ فیل کو پچیس برس گزر چکے تھے اور جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ بعض روایات میں نکاح کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۸ برس بھی بتائی گئی ہے۔ مگر عموماً کتب تواریخ کا اجماع اسی پر ہے کہ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چالیس برس تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں آگئے۔ حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی تمام دولت آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت گزینی پسند کرتے تھے۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزمرہ امور میں کسی قسم کی مداخلت کبھی نہیں کی بلکہ ہمیشہ آپ کو آرام وسکون بہم پہنچانے کی کوشش میں رہتی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ ان کے شوہر کوئی عام انسان نہیں ہیں۔ بلکہ نبوت آپ کے لئے مقسوم ہو چکی تھی۔ ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے انہیں اس بات سے آگاہ کر دیا تھا۔ خود ان کا غلام میسرہ سفرِ تجارت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا عینی گواہ تھا۔ یہ ایسے امور تھے کہ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل یقین اور اعتماد رکھتی تھیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ گوشہ نشینی اور غور وفکر کی زندگی بسر کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جن کا شمار مخلوق خدا کی بہتری کے کاموں میں ہوتا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت کر کے بے حد خوش ہوتی تھیں۔ انہوں نے اپنی دولت کا صرف ایک مقصد قرار دے لیا تھا۔ کہ وہ اسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کر چکی تھیں۔ وہ آپ کی جنبش ابرو سے پہلے اپنی دولت نچھاور کر دیا کرتی تھیں۔ اب اس دولت کا مصرف تجارت اور نفع کمانے کے بجائے غریبوں، مسکینوں اور مسافروں کی امداد کرنا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دلی تمنا تھی کہ ان کی دولت اُن کے شوہر کے مشن پر خرچ ہو۔ جب آپ کائنات پر غور کرنے اور عبادت میں انہماک کے لئے غارِ حرا تشریف لے جاتے تو کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود بھی حضور کے ہمراہ جاتی تھیں۔ اور آپ کو آرام وسکون پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھیں۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ کا کھانا خود غارِ حرا لے کر جاتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کا وقت ہوتا تھا اور آپ کو آنے میں دیر ہو جاتی تو آپ بے چین ہو جاتی تھیں۔ اور لوگوں کو آپ کو لینے کے لئے بھیجا کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایثار اور قربانی کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا جو صرف ان کا امتیازی حق ہو گیا انہی دنوں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رویائے صادقہ ظاہر ہونے لگے۔ ایک بار آپ رمضان کے مہینے میں غارِ حرا میں عبادت میں مصروف تھے کہ آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی، اس روز آپ کو گھر

واپسی میں دیر ہوئی تو جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا بے حد مضطرب ہوگئیں۔انہوں نے لوگوں کو آپ کی تلاش کے لئے بھیج دیا۔جب آپ گھر آئے تو آپ نے تمام واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔انہوں نے کہا۔اے میرے چچا کے فرزند خوش ہو جائیں اور ثابت قدمی اختیار فرمائیے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جان ہے، بے شک میں اس بات کی امید رکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہوں گے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے نبی ہونے پر ایمان لانے میں پہل کی اور فرمایا:

"خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔آپ احسان کرنے والے ہیں اور مہمان نوازی آپ کا شیوہ ہے۔غریب اور محتاج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد حاصل کرتے ہیں۔آپ ضعیفوں اور کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ضرورت مندوں کی حاجت رفع کرتے ہیں مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہیں۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ دے۔کبھی اور کسی حالت میں بھی خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسوا نہیں کرے گا۔"

آپ ہی وہ ہستی ہے جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پہلی نماز پڑھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی میں مکمل اخلاص اور خود سپردگی کا مظاہرہ کیا۔انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی حکم سے ذرہ برابر بھی سرتابی نہیں کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غمگساری میں اپنی زندگی صرف کردی حالات کیسے بھی رہے۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پائے استقامت کو ذرا لغزش نہیں آئی اہلِ قریش نے جب اپنی ستم رانیوں میں اضافہ کردیا اور مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنا پڑی تو اس وقت حضرت خدیجہ نے ضرورت مند مسلمانوں کی مالی ضروریات کی تکمیل کی۔

قریش اسلام کے فروغ سے بہت زیادہ خوفزدہ تھے۔مسلمان حبشہ میں جاکر بہت سکون میں تھے۔یہ بات بھی قریش کے دلوں میں کدورت پیدا کررہی تھی اور وہ دل ہی دل میں کڑھ رہے تھے۔چنانچہ انہوں نے بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کو شہر سے باہر ایک گھاٹی میں محصور ہونے پر مجبور کردیا یہ گھاٹی شعب ابی طالب کے نام سے معروف ہے۔

شعبِ ابی طالب میں محصور ہونے کے بعد بنی ہاشم پر سخت مصیبت کا دور آیا بچے بھوک کے

رہتے تھے قریش نے اس قدر سختی کر رکھی تھی کہ باہر سے کسی شخص کو شعب ابی طالب تک پہنچنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

شعب ابی طالب کی سختیوں نے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت مضمحل کر دیا تھا۔ آپ نے شعب ابی طالب سے نکلنے کے کچھ عرصہ بعد اور بعض روایتوں میں تین دن بعد اور ہجرت سے قبل تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں رحلت فرمائی آپ کی وفات ۱۰ رمضان ۱۰ نبوی کو ہوئی۔ اسی سال حضرت ابو طالب کا انتقال ہوا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال قرار دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متبرک ہاتھوں سے اپنی جان نثار رفیقہ کو قبر میں اُتارا۔ حجون میں آپ رضی اللہ عنہا کا مدفن ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کا بے حد قلق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر بھر اُن کے لئے ملول رہے اور انہیں یاد کرتے رہے۔ آپ کی جانب سے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت، خدمت گزاری، ہمدردی اور اخلاص کا اعتراف اس امر سے ملتا ہے کہ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رفیق حیات رہیں۔ اس وقت تک آپ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ انہوں نے خود رسولِ پاک کو فرماتے سنا:

"مریم بنت عمران ساری امت کی عورتوں میں بہتر تھیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی سب سے بہتر ہیں۔"

آپ جب کوئی بکری ذبح فرماتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے جناب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ ایسے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ دیتیں تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال میں جناب خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرتے اور فرماتے کہ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے میری اولاد ہے۔

حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صاحبزادے ہوئے جناب قاسم اور جناب عبداللہ۔ آپ کے دونوں صاحبزادے بلوغت سے پہلے ہی کم عمری میں وفات پا گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہے۔ جناب زینب رضی اللہ عنہا، جناب رقیہ رضی اللہ عنہا، جنابِ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور جنابِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ اللہ تعالیٰ کا ان سب پر سلام ہو۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیٰ ابیہا وعلیہا



باب 2

حیا و خدمات

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

أحوال سیدۃ کائنات
حضرت فاطمہ الزھراء علیہا السلام

شجرۂ نسب

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام، حضور پرنور ﷺ اور فخر عرب اُم المومنین سیدۃ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی "شہزادی" ہیں۔ آپ علیہا السلام کے ددھیال اور ننھیال دونوں کا تعلق سرزمین عرب کے معزز ترین قبیلہ قریش سے تھا۔ والدگرامی تاجدارِ کائنات ﷺ اور والدہ ماجدہ اُم المومنین سیدۃ خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام کا شجرہ نسب حضرت قصی علیہ السلام پر ایک دوسرے سے جاملتا ہے۔



معارفِ اسم فاطمہ رضی اللہ عنہا

سید محمد عبداللہ قادری

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یغضب یغضبك و یرضی لرضاك

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا جس سے تو خفا ہوگی خدا بھی اس سے ناراض ہوگا جس سے تو خوش ہوگی خدا بھی اُس سے راضی ہوگا۔

فاطمہ منی یو زینی ما اذاھا

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) مجھ سے ہے جس نے اُسے اذیت دی اُس نے مجھے دُکھ پہنچایا۔

قالت حضرت عائشہ اُم المؤمنین: ما رایت افضل من فاطمة الا ابیھا

حضرت عائشہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کسی کو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے افضل نہیں پایا سوا اُن کے والد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے القابات:

سیدۃ النساء العالمین، سیدۃ النساء اہل الجنۃ، زہرا، بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، رضیہ، زکیہ، خاتونِ جنت، عابدہ وزاہدہ، الصدیقہ، الطاہرہ ۔[۲] سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کنیت ابیہا تھی۔[۳]

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی مبارک پر رخصتی کا منظر بڑا دل نشین تھا۔ محترم عبدالحمید قادری صاحب اپنی تصنیف الزہرا علیہا السلام سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں تحریر فرماتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ تو خود پہلی قریشیہ خاتون تھیں۔ جنہوں نے ہاشمی وحطبی مطبی بیٹوں کو جنم دیا تھا۔ مگر آج ان کی خوشیوں کی کوئی حد نہ تھی۔ آج عالی نسب والاحسب، ابن خلیل اللہ، یہی وجہ تھی کہ جب اہل بیت کرام میں سے کسی چیز کو تقسیم کرنا مقصود ہوتا تو مقصود کائنات بحر الطاف وعطا، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے جاؤ۔ فواطم کو یہ

جہیز دے دو۔ اسی نسبت سے حسنین کریمین علیہما السلام کو ابناء الفواطمہ بھی کہا جاتا تھا۔

فاطمہ بنت رسول اللہ۔ والدہ ماجدہ حضرت حسن وحسین علیہما السلام

فاطمہ بنت اسد۔ آپ کی دادی جان

فاطمہ بنت عمر المخز ومیہ دادی جان حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

فاطمہ بنت اصم والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ نانی جان حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

سیدہ فاطمہ بنت اسد کی دادی جان کا نام بھی فاطمہ بنت برم بنت رواحہ العمریہ تھا اور ان کی پانچویں پشت میں دادی کا نام بھی فاطمہ بنت عبید بن منقذ العاویہ تھا۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمہات میں سے جن پانچ فواطم کے نام آتے ہیں۔ اُن میں سے ایک قریشیہ تھیں۔ دو قیسیہ تھیں (یعنی بنی قیس سے تعلق رکھتی تھیں) اور دو کا تعلق یمن سے تھا۔

لسان العرب میں دو اور فاطم کا بھی ذکر ہے جن میں ایک "ازدیہ" تھیں اور دوسری خزاعیہ تھیں۔ [۴]

ان فواطم کے نام یہ ہیں۔

فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم المخز ومیہ قریشیہ تھیں۔

اجداد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے قصیٰ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل تھا اور ان کی ایک اُم ولد جاریہ کا نام بھی فاطمہ بنت نصر بن عوف بن عمرو النخزاعیہ ہے۔

کتاب "الزہراء" کے مصنف جناب عبدالحمید قادری صاحب نے ایک بات تحریر کی ہے جن کا مطالعہ ضروری ہے۔ [۵]

نخل ذبیح اللہ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب، بطل کنانہ ومضر، قاسم خزائن بحر وبر، رائد القریش ملجائے وماوائے جیش، امام رسل پیشوائے سبیل، امین خدا مہبط جبرئیل، بشیر ونذیر، سراجِ منیر، نبائے زینت گلزار ہستی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دختر بلند اختر پارہ جگر و جاں، اسوہ ماذراں، مریم اقلیم جاہ وجلال، ملکہ کشور، عظمت وکمال، حورائے آدمیت، مقصود نصوص طہارت، مجسمہ تطہیر، برہان عصمت، مبدائے عترت رسول، زہرا بتول، آیہ عزوشرف، سر عطاء وعطف، شریفہ و

منیفہ، سید کائنات، رہنمائے مومنات، محورِ عاطفت نبوت، منبع امامت و ولایت، سلطانہ فقراء، دستگیر اولیاء، پیکر صبر و رضا، سراپا تصویر حیا، علامت مہر و وفا، ملکہ عفت و عفاف بنت ہاشم و مناف، شاہ زادی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا القریشیہ الہاشمیہ المطلبیہ الطاہرہ المطہرہ صلواۃ اللہ وسلام علیہا و علی ذریتہا اُن کے گھر بہو بن کر آ رہی تھی۔[6]

مدینہ طیبہ زادہا اللہ "شرفاو مجدا" میں ہجرت اور ورود مسعود کے بعد ہاشمی مہاجرات کی معروف فواطم میں درج ذیل خواتین شامل ہیں۔

سیدہ فاطمہ بنت اسد

فاطمہ بنت زبیر بن عبد المطلب

فاطمہ بنت عتبۃ الربعیہ القریش

فاطمہ بنت حمزہ

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ابو النبی حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب اپنی شادی سے پہلے کہیں جا رہے تھے (گزر رہے تھے) کہ ایک حسین و جمیل دوشیزہ نے سامنے آ کر کہا وہ اُن سے شادی کرنا چاہتی ہیں مگر عبد اللہ نے انکار کر دیا اس خاتون کا نام بھی "فاطمہ بنت مرالخشیعہ" تھا یہ خاتون اصلاً شامیہ تھیں اور مکہ مکرمہ میں تلاش نور مصطفوی میں اقامت پذیر تھیں۔ حضرت عبد اللہ نے شادی سے انکار کر دیا تو انہوں نے چند حسرت بھرے اشعار کہے جن میں سے ایک کچھ اس طرح ہے۔

فلما تها نور ایضیء بـه ماحولـه کاضاۃ الفجر	میں نے اُن کی پیشانی پر نور دیکھا ہے جس سے ارد گرد کا ماحول ایسے روشن ہو جاتا ہے جیسے فجر ہونے پر نور کی کرنیں پھیلنے لگ جاتی ہیں۔[7]

کسی شاعر نے لفظ فاطمہ الزہرا کا ان اشعار میں خوب نقشہ کھینچا ہے۔

یہ "ف" سے فہم بشر کا حاصل "الف" سے الحمد کی کرن ہے۔

یہ "ط" سے طٰہٰ کے گھر کی رونق یہ "م" سے منزل محن ہے۔

یہ "ہ" سے ہر دوسرا کے سلطاں کے دین کی پرنور انجمن ہے۔
یہ "ز" سے زینت زمین کی، "ہ" سے ہدایتوں کا ہرا چمن ہے۔
یہ "ز" سے رہبر رہ وفا کی، "الف" سے اول نسب ہے اُس کا۔
اسی لئے نام فاطمہ ہے جناب زہرا لقب ہے اُس کا۔۸

اعلیٰ حضرت بریلوی (احمد رضا خان قادری) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اُس بتولِ جگر پارہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زہرہ طیبہ طاہرہ — جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام۹

حکیم الامت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز — از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نورِ چشم رحمۃ للعالمین — آں امام اولیں و آخریں
آں کہ جاں در پیکر گیتی دمید — روزگار تازہ آئیں آفرید
بانوے آں تاجدار اھل آتی — مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا۱۰

حواشی:

۱۔ فاطمہ بنت محمد۔ رئیس احمد جعفری۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء صفحہ ۹
۲۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) عبد الحمید قادری، القلم پبلشرز بلیو روڈ ڈیفنس لاہور ۲۰۰۹ء، صفحہ ۱۰۴
۳۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) صفحہ ۱۰۸
۴۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) صفحہ ۱۰۴
۵۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) صفحہ ۸۳
۶۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) صفحہ ۱۴۲
۷۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) صفحہ ۸۳
۸۔ الزہراء (سیرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام) صفحہ ۱۰۵
۹۔ سلام رضا از امام احمد رضا بریلوی، مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۹۸۵ء، صفحہ ۱۷
۱۰۔ فاطمہ بنت محمد، رئیس احمد جعفری، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء، صفحہ ۱۶۵

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی ہیں جن کا ذاتی اسم مبارک "فاطمہ" ہے۔ اس نام مبارک کا عربی زبان میں مادہ "فطم" ہے جس کے معنی ہیں باز رہنا، دور رہنا یا الگ رہنا۔ اور اس سے مشتق نام "فاطمہ" کے معانی باز رہنے والی، بابرکت اور پاکیزہ ہیں۔ نگاہِ نبوت میں یہ بات روشن تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دختر کس عظمت اور شان کی مالکہ ہوں گی۔ وہ تمام دنیاوی علائق سے پاک، الگ اور باز رہنے والی ہوں گی۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی کے لیے نام "فاطمہ" منتخب فرمایا۔ اس لفظ کی معنوی خوبی اپنی جگہ لیکن اسے تقدس، عظمت اور شان بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ یہ پاکیزہ اور مقدس نام جس لمحہ کسی مسلمان کی زبان پر آتا ہے تو اسے عجب باطنی خوشی اور طہارتِ قلب نصیب ہوتی ہے۔ خاتونِ جنت کو اپنی علوِ شان کا ادراک تھا کیونکہ وہ اس حوالے سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سنتی رہتی تھیں۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد وہ بھی جلد دنیا سے رخصت ہو جائیں گی۔ اسی لیے ان کی نگاہ ہمیشہ آخرت پر رہی۔ دنیا، اس کی راحتوں اور مال و دولت وغیرہ کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ان کی زندگی شرم و حیا، پاکیزگی، تقدس، زہد اور دنیا سے بے نیازی کا حسین مرقع تھی۔ وہ ہر وقت اللہ کریم کی رضا چاہنے والی اور اس کی رضا پر راضی رہنے والی تھیں۔ اسی لیے آپ رضی اللہ عنہا کو (من جملہ دیگر القابات کے) طاہرہ، مطہرہ، ذکیہ، مرضیہ اور راضیہ جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں جن کو اپنے والد محترم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے پناہ توجہ، محبت اور شفقت نصیب ہوئی تھی۔ بچپن میں بعض اوقات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس پیاری بیٹی کو اٹھا کر یوں لوری دیتے:

"فاطمہ! اللہ تعالیٰ کا نام لے کر سو جاؤ، اللہ کا نام لے کر بیدار ہو جاؤ، تم اللہ کے ہی حکم سے باتیں سیکھو گی اور اللہ ہی ان میں اثر ڈالے گا۔"

(سیرتِ فاطمۃ الزہراء از مولانا حکیم عبد المجید سوہدروی۔ص ۵۳)

خاتونِ جنت جب تک اپنے والدِ محترم حضور ﷺ کے گھر میں رہیں، ہمیشہ ان کی دل و جان سے خدمت کرتی رہیں۔ آپؓ اللہ کریم اور اس کے حبیب کریم ﷺ کے احکامات پر عمل کرتیں، یادِ الٰہی میں مصروف رہتیں، وقت پر نماز پنجگانہ ادا فرماتیں۔ دیگر اوقات میں گھر کے سارے کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتیں۔ تقریباً اٹھارہ برس کی عمر میں حضور نبی اکرم ﷺ نے، بہ امرِ الٰہی، آپ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ خطبۂ نکاح خود حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے شوہر نامدار کے گھر میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کے وہی معمولات رہے جن کا اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ساری توجہات عبادت اور ذکر اذکار کے علاوہ گھر کے اُمور سرانجام دینے پر مرکوز رہتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتیں۔ ان سے کبھی شکوے شکایات نہ کرتیں۔ بعض اوقات فقر و فاقہ کی حالت ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہا کمال صبر کا مظاہرہ فرماتیں۔ فراخی اور آسودگی نصیب ہوتی تو اللہ کریم کا شکر ادا کرتیں۔ ان دونوں حالتوں میں کوئی سوالی در پر آجاتا تو اسے کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی قناعت اور سخاوت مثالی تھی۔ گھریلو کاموں میں چکی پیس کر آٹا تیار کرنے کا کام خاصہ مشکل تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہا بڑی ہمت سے یہ کام سرانجام دیتی رہیں جس سے آپ رضی اللہ عنہا کے مبارک ہاتھوں پر آبلے بن گئے۔ ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ قیدی آگئے، اس مرحلہ پر خاتونِ جنت نے حضور ﷺ سے ایک خادم عطا کرنے کے لیے کہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اصبری یا فاطمة بنت محمد فاِنّا خیر النساء التی نفعت اھلھا

اے فاطمہ بنت محمد! صبر سے کام لو، کیونکہ بہترین عورت وہ ہے جو کہ اپنے گھر والوں کے لیے نفع مند ہو۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ سونے کے لیے بستر پر جاتے ہوئے 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر کہا کرو۔

(بخاری شریف: جلد ۳۔ رقم: ۶۳۱۸ ص ۵۰۹،۵۰۸۔ کنز العمال: جلد ۱۵ ص ۲۱۵)

آپ ﷺ نے اس عمل کو دنیا و مافیہا سے بہتر قرار دیا۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: "اگر میں یہ کلمات پڑھوں تو ان کا پڑھنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم)

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے اس وظیفے کی حکمت کو یوں بیان فرمایا: "۔۔۔جو شخص ان کلمات پر ہمیشگی کرے وہ اپنے بدن میں ایسی قوت پائے گا جو اسے خادم سے بے نیاز کر دے گی۔"

(الوابل الصیب: ص ۱۶۴)

حضور ﷺ کی اس تلقین کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے بعد بھی یہ تسبیحات پڑھتیں۔ اب انہیں تسبیحاتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے جن کی برکات سے دنیاوی کام سہل ہو جاتے ہیں اور بے شمار اُخروی ثواب بھی ملتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ اپنی ساس صاحبہ (والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی بے حد عزت اور خدمت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا ان کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتیں، ان کا لباس خود دھوتیں، ان کا بستر صاف ستھرا رکھتیں۔ وقت پر کھانا تیار کر کے ان کو پیش کرتیں۔ علاوہ ازیں حسبِ ضرورت ان کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتیں اور ان کو ہر طرح آرام و سکون پہنچاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ساس صاحبہ ان سے بہت خوش رہتیں۔ انہوں نے فرمایا: "میری بہو رسولِ اکرم ﷺ کی بیٹی ہے۔ بے حد خدمت کرنے والی ہے، میرا حقیقی ماں کی طرح خیال رکھتی ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میری اس قدر خدمت کی کہ اتنی خدمت شاید ہی کسی بہو نے اپنی ساس کی کی ہو۔ (سیدہ فاطمۃ الزھراء از محمد ریاض انور گجراتی ص ۱۷۳۔ سیرت فاطمۃ الزھراء قدم بہ قدم۔ عبد اللہ فارانی ص ۱۱۹۔ سیرت فاطمۃ الزھراء از الیاس عادل ص ۱۱۳)

آج کے دور میں اکثر ساس بہو کی باہمی مناقشت رواج سا بن گئی ہے۔ اگر خواتین کی تربیت سیرتِ فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا کی روشنی میں کی جائے تو گھروں میں ساس بہو کے روایتی جھگڑے ختم ہو جائیں۔ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا صحیح معنوں میں خواتین کے لیے رول ماڈل ہیں۔ اگر خواتین ان کی پیروی کریں تو ان کو دین و دنیا کی بھلائیاں اور راحتیں حاصل ہوں اور ان کے گھر گھرانے سکون، پاکیزگی اور خوشیوں کے مرکز بن جائیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیا اور واضح فرمایا:

کہ جو شخص ان کو تکلیف پہنچائے اس نے گویا مجھے تکلیف پہنچائی۔

(فتح الباری: جلد ۸ ص ۸۴۔کنز العمال، جلد ۱۲ ص ۵۰)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اس عظیم دختر کو جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: کہ قربِ قیامت میں تشریف لانے والے امام مہدی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہو نگے۔(کنز العمال: ص ۴۹ جلد ۱۴)

آپ رضی اللہ عنہا کے مناقب بے شمار ہیں جن کا اس مختصر مضمون میں بیان کرنا ممکن نہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی ایک منفرد حیثیت ایسی ہے جو کسی اور عورت کو حاصل نہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم خاتم الانبیاء، سرورِ کائنات حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ کے شوہر نامدار شیرِ خدا، شاہِ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے فرزندانِ گرامی امامین کریمین حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام ہیں۔اس حوالے سے حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا:

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ (علیہ السلام) عزیز

از سہ نسبت حضرتِ زہراء رضی اللہ عنہا عزیز

ان عظیم نسبتوں اور اپنی ذاتی عظمتوں کے باعث آپ رضی اللہ عنہا کے ذکرِ مبارک کے وقت بھی انتہائی ادب اور حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔جیسا کہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ادب آداب کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے مقام اور ادب کے حوالے سے کچھ شعراءِ کرام نے یوں اظہارِ خیال فرمایا ہے:۔

کریں تعظیم خود پیارے نبی، خاتونِ جنت کی　　خدا شاہد، فضیلت ہے بڑی خاتونِ جنت کی

(پروفیسر فیض رسول فیضان)

کر سجدہ اے قلم کہ ادب کا مقام ہے　　تیری زباں پہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے

(مولانا عبد المجید صدیقی)

آپ کا نام لوں تو زباں کانپتی ہے　　ادب کی وجہ سے یہ جاں کانپتی ہے

(ریاض انور گجراتی)

کوئی جانے تو کیا جانے کوئی دیکھے تو کیا دیکھے　　خرد سے ماوراء ہے مرتبہ خاتونِ جنت کا

(غلام مصطفی مجددی)

خاتونِ جنت کی خدمت میں ایک طالب علمانہ نذرانۂ عقیدت

محبوبِ رب العالمین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی

بتول فاطمہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور سرورِ دو عالم، نبی مکرم، سید الانبیاء والمرسلین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے محبوب صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ برس قبل پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سارے جہانوں کی سردار، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والی خاتون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام "فاطمہ (رضی اللہ عنہا)" ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی فاطمہ کا نام اس لیے فاطمہ رکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو اور اس کے محبین کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے القاب بہت سے ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ "زہرا" استعمال ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا چہرہ مبارک نہایت روشن، سفید اور حسین و جمیل تھا اس لیے "زہرا" کا لقب پایا۔ دوسرا لقب بہت مشہور ہے یعنی آپ "بتول" کے لقب سے جانی جاتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی شکل وصورت والد گرامی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھی اس لیے "زاکیہ" کے لقب سے مشہور ہوئیں اور سیرت میں بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھیں اس لیے "راضیہ" لقب پایا۔

عربی زبان میں فطم کے معنی ہیں باز رکھنا اور فاطمہ کے معنی ہیں باز رہنے والی۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا دنیا اور علائق دنیا سے پاک اور باز رہنے والی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نسلی نام فاطمہ ہے جس کے معنی پاک، برکت، پاکیزہ کے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا برائیوں سے نفرت کرتی تھیں۔ عیش وعشرت کو پسند نہ کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے تمام کام خود سرانجام دیتی تھیں یہاں تک کہ چکی بھی خود

پیستی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے۔ اطاعتِ الٰہی اور رسولِ کریم ﷺ کی پیروی کے لیے دنیوی راحت، تن آسانی اور آرام و فرصت سے خود کو باز رکھتی تھیں۔ ہر طرح کی تنگی و تکلیف کو ہنسی خوشی برداشت کرتی تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسے بے مثال بیٹے عطا فرمائے۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے۔ "جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا گویا اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بھی عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُم الحسنین اس لیے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے اور انہوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں ہی پرورش پائی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کے پیغامِ نکاح پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خاموشی کو رضامندی قرار دیا اور رشتہ قبول فرما لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے زرہ بیچ کر مہر ادا کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح انتہائی سادگی سے سرانجام پایا۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر خصوصی طور پر اُن کے لیے دُعا فرمائی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے سنجیدہ طبیعت کی مالک تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا عام بچوں کی طرح کھیل کود کی جانب بالکل مائل نہیں تھی۔ طبیعت میں سادگی اور متانت تھی۔ اُن کو شفقت، محبت، فہم و فراست وراثت میں ملی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی لگاؤ تھا وہ اپنے والد محترم کو دیکھتے ہی احتراماً کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کے پاس تشریف لے جاتیں تو آپ ﷺ بھی کھڑے ہو کر شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اُن کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ رسول

اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی تمام اولاد سے بڑھ کر چاہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے اذیت دے اس سے مجھے اذیت ہوتی ہے، اور جو بات اسے پریشان کرے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے۔" اور پھر ارشاد فرمایا: "بیشک اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غصہ سے غضب فرماتا ہے اور اُن کی رضا سے خوش ہوتا ہے۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہر وقت مشغول رہتی تھیں۔ گھر کے کاموں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتی تھیں۔ رات کو بھی عبادت کیا کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے گیارہویں سال ماہِ رمضان میں نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال رات کے وقت ہوا اور اُن کی وصیت کے مطابق انہیں رات کے وقت ہی دفن کیا گیا۔

بارگاہِ سیّدہ کائنات میں عقیدت پارہ

ابوالازہر عظمت علی شاہ ہمدانی

وہ سیدہ کائنات جو محبوب رب العالمین ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ جمیع بن عمیر نے کہا میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا۔ ای الناس کان احب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قالت فاطمۃ رضی اللّٰہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ "فاطمہ رضی اللہ عنہا" پھر پوچھا مردوں میں سے کون؟ تو فرمایا "زوجھا" (کہ ان کے خاوند یعنی علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم)۔

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔سید المرسلین ﷺ کے حسب ارشاد "لحمک لحمی جسمک جسمی" (تیرا گوشت میرا گوشت اور تیرا جسم میرا جسم ہے) آپ ﷺ کے جسم اطہر کا حصہ قرار پائی ہیں۔

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔جنت کی خواتین کی سردار (سیدۃ نساء الجنۃ) ہیں۔

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔سیدۃ نساء العالمین (تمام جہان کی خواتین کی سردار) ہیں۔

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔جو زہرا ہیں (زہرا کی وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو حیض ونفاس سے پاک فرما دیا تھا)

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔جن سے نبی پاک ﷺ کی آل پاک کا سلسلہ جاری ہوا۔

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔جن کا قیام وقعود اٹھنا بیٹھنا معلم انسانیت نبی رحمت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

وہ۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔جن کو محبوب خدا نے "احب آل بیتی" مجھے تمام گھر

والوں سے محبوب تر کے اعزاز واکرام سے نوازا۔

وہ۔۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جو۔رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے راحت ورحمت ہیں۔

ان کی شان میں گفتگو کے لیے آبِ کوثر سے دھوئی ہوئی زبان درکار ہے۔ ہزار بار مشک وگلاب سے منہ دھونے کے بعد ان نفوس قدسیہ کے نام لینا بھی کمال بے ادبی قرار دیا گیا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب ۔۔۔ ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

وہ۔۔۔۔سیدہ کائنات۔۔۔جن کے حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی قدس سرہ نے بایں الفاظ سلام کی سعادت پائی۔

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ ومہر نے ۔۔۔ اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ، زہرہ، طیبہ، طاہرہ ۔۔۔ جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو

آنکہ از خاکش بروید آرزو

یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہا ست

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

یوسف

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح

تحریر: علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی قدس سرہٗ (بیروت) | ترجمہ: شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

امامِ ترمذی وغیرہ نے حضرتِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "مجھے اپنے اہل وعیال میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ ہیں رضی اللہ عنہا۔"

امام طبرانی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ "حضرتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ میں یا فاطمہ؟ فرمایا! فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک ان سے زیادہ معزز ہو۔"

سیدی عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تصریح فرمادی کہ حضرتِ فاطمہ بارگاہ رسالت میں حضرتِ علی سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرتِ علی کا زیادہ معزز ہونا زیادہ محبوب ہونے سے اعلیٰ ہے یا ادنیٰ۔ اس کے لئے الگ دلیل کی ضرورت ہے۔"

بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن ندا کرنے والا باطن عرش سے ندا کرے گا، اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکالو، اپنی آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پل صراط سے گزر کر جنت کی طرف چلی جائیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہزار جنتی حوروں کے ہمراہ بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائیں گی۔"

ابن حبان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ: "میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کا کلام حضرت فاطمۃ الزہرا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام سے زیادہ مشابہ ہو، جب حضرت فاطمہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہوجاتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی مجلس میں بٹھالیتے۔"

امام طبرانی نے شیخین کی شرط پر سند صحیح کے ساتھ روایت کی کہ حضرت ام المومنین عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے زیادہ افضل ان کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔"

امام طبرانی وغیرہ نے سند حسن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری ناراضگی سے ناراض اور تمہاری خوشی سے راضی ہوتا ہے۔"

جامع صغیر میں ہے: "فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ جو چیز ان کے انقباض کا سبب ہے۔ وہ میرے انقباض کا سبب ہے اور جو ان کی رضا کا سبب ہے وہ میری رضا کا سبب ہے۔"

امام بخاری راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ ان کی ناراضگی کا سبب میری ناراضگی کا سبب ہے ایک روایت میں ہے جس نے انہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔"

ابن حبان وغیرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایک فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت طلب کی جس نے میری زیارت نہیں کی تھی۔ اس نے مجھے بشارت دی اور خبر دی کہ فاطمہ میری امت کی عورتوں کی سردار ہیں۔"

ابن عبدالبر راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیٹی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔ انہوں نے عرض کیا ابا جان! پھر حضرت مریم کا کیا مقام ہے؟ فرمایا۔ وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں۔"

بہت سے محققین جن میں علامہ تقی الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ بدر الدین زرکشی اور تقی الدین مقریزی شامل ہیں تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ جہان کی تمام عورتوں حتیٰ کہ سیدہ مریم سے بھی افضل ہیں۔ علامہ سبکی سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "ہمارا مختار جس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔"

ایسا ہی سوال ابن ابی داؤد سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہیں۔ میں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارۂ جسم کے برابر قرار نہیں دے سکتا۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کو

دوسرے کھانوں پر۔"

علامہ مناوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: "سلف وخلف کی ایک جماعت نے فرمایا: ہم کسی کو نبی اکرم ﷺ کی لخت جگر کے برابر قرار نہیں دیتے۔ بعض حضرات نے فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی باقی اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثل ہے۔"

حافظ ابن حجر نے فرمایا: "ابو یعلیٰ کی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ مرفوع حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادیوں کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر فضیلت ہے۔ فرمایا:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے افضل نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے افضل (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) سے نکاح کیا۔"

امام نسائی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا انسانی حور ہے جنہیں کبھی حیض نہیں آیا۔"

حافظ سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں: "حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آتا تھا۔ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ایک گھڑی کے بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں یہاں تک کہ ان کی نماز قضا نہ ہوتی۔ اسی لئے ان کا نام زہراء رکھا گیا۔ اور جب انہیں بھوک محسوس ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے سینے پر دست مبارک رکھا تو اس کے بعد انہیں بھوک محسوس نہیں ہوئی جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خود غسل کیا اور وصیت کی کہ کوئی انہیں منکشف نہ کرے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسی غسل کے ساتھ دفن کر دیا۔"

ان کا نام بتول رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ صبان نے فرمایا: "لغت میں "بتل" کا معنی قطع کرنا ہے۔ حضرت خاتونِ جنت، فضیلت دین اور نسب کے اعتبار سے اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے جدا ہیں۔ بلند مرتبہ ہونے کے باوجود انہوں نے انتہائی فقر میں زندگی بسر کی۔ یہ غافلوں کے لئے تنبیہ تھی۔"

"امام احمد راوی ہیں کہ ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے دیر سے پہنچے،

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے روکے رکھا۔انہوں نے عرض کیا۔میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرا۔وہ آٹا پیس رہی تھیں اور بچہ ان کے پاس رو رہا تھا۔میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آٹا پیس دیتا ہوں اور اگر چاہیں تو بچے کو سنبھال لیتا ہوں ۔انہوں نے فرمایا، میں اپنے بیٹے پر تم سے زیادہ مہربان ہوں ،میری تاخیر کا یہ سبب تھا۔"

امام احمد جید سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا: "نبی اکرم ﷺ کے پاس بہت سے غلام آئے ہیں ۔تم بھی خدمت کے لئے کوئی غلام حضور سے مانگ لاؤ پھر دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے ۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ! آٹا پیتے پیتے میرے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے ہیں ۔اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسعت عطا فرمائی ہے لہٰذا آپ ہمیں ایک خادم عطا فرمائیں ۔حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا بخدا! اس طرح نہیں ہوسکتا کہ تمہیں خادم عطا کروں اور اہل صفہ بھوک کے سبب اپنے پیٹ باندھ رہے ہوں ۔پھر فرمایا کیا میں تم دونوں کو تمہارے سوال سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں ۔انہوں نے عرض کیا ہاں ۔فرمایا، کچھ کلمات مجھے جبرائیل امین نے بتلائے ہیں ۔جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھو ۔پھر ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔"

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔بعض روایات کے مطابق نکاح محرم میں ہوا اور رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی ۔اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال تھی ۔انہوں نے آپ کے بعد آپ کی حیات ظاہری میں کسی اور سے نکاح نہیں کیا، حضور سرور عالم ﷺ نے رخصتی کی رات آپ کے لئے دعا فرمائی: "اے اللہ میں انہیں اور ان کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتا ہوں۔"

ایسی ہی دعا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمائی اور ان دونوں کے لئے دعا فرمائی: "اللہ تعالیٰ تمہارے متفرق امور کو جمع فرمائے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو رحمت کی چابیاں، حکمت کے خزانے اور امت کے لئے باعث امن بنایا۔دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا: "اللہ تعالیٰ دونوں کو برکت عطا فرمائے، تم میں برکت فرمائے ۔تمہاری کوشش کو عزت دے اور تم دونوں کو بہت ہی پاکیزہ اولاد عطا فرمائے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بخدا! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بہت ہی پاکیزہ اولاد عطا فرمائی۔"

عقد نکاح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے جلیل القدر صحابہ مہاجرین وانصار کو بلایا۔ جب وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں آپ نے فرمایا: "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس کے انعامات کی بناء پر تعریف کی گئی ہے۔ جو اپنی قدرت کے اعتبار سے معبود ہے۔ جس کی سلطنت کی اطاعت کی گئی ہے جس کے عذاب اور قہر سے ڈرا جاتا ہے۔ جس کا حکم زمین وآسمان میں نافذ ہے۔ جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ انہیں اپنے احکام سے ممتاز کیا۔ اپنے دین سے عزت بخشی اور اپنے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے معزز فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بابرکت اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے رشتے داری کو سبب اتصال اور امر لازم بنایا۔ اس کے ذریعے اولاد عطا فرمائی اور اسے مخلوق کے لئے ضروری قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے پانی سے انسان بنایا پھر اسے نسب اور رشتہ داری والا بنایا۔" پس اللہ تعالیٰ کا امر اس کی قضا کی طرف جاری ہے اور اس کی قضا اس کی تقدیر کی طرف۔ ہر قضا کے لئے اندازہ ہے اور ہر اندازے کے لئے مقرر وقت ہے اور ہر مقرر وقت کے لئے کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت فرما دیتا ہے۔ اور اس کے پاس اصل کتاب ہے۔

پھر فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان سے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح چار سو مثقال چاندی (مہر) پر کر دیا اگر وہ اس پر راضی ہوں۔"

پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمۃ الزہرا (رضی اللہ عنہا) کا نکاح تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر کر دوں، کیا تم اس پر راضی ہو۔" حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے خطبہ پڑھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد ان کے وصال تک کسی اور سے نکاح

نہیں کیا۔ جب آپ نے جویریہ بنت ابو جہل کو نکاح کا پیغام دیا تو نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ میں انہیں اجازت نہیں دوں گا۔ دوبارہ کہتا ہوں کہ میں انہیں اجازت نہیں دوں گا۔ ہاں ایک صورت یہ ہے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کرے۔ وہ میری لختِ جگر ہے جو چیز انہیں مضطرب کرتی ہے وہ مجھے مضطرب کرتی ہے اور جو چیز انہیں تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ بخدا! رسول خدا اور دشمن خدا کی بیٹیاں ایک مرد کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔"

ابو داؤد فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ میں کسی اور سے نکاح حرام فرما دیا۔"

نبی اکرم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد منگل کی رات تین رمضان المبارک ۱۱ھ کو حضرت خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔



مدحتِ خیر البشر اعجاز ہے تحریر کا
یہ بھی اک انداز ہے قرآن کی تفسیر کا
جو بہر انداز ہوں شایانِ شانِ مصطفیٰ ﷺ
لفظ ایسے ڈھونڈنا، لانا ہے جوئے شیر کا

راغب مراد آبادی

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جہیز

تحقیق: ڈاکٹر محمود الرحمٰن

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دخترِ نیک اختر کی شادی کے موقع پر جو جہیز دیا تھا وہ حسب ذیل ہے:

① بان کی چارپائی
② چمڑے کا گدا جس کے اندر کھجور کے پتے تھے
③ چھاگل (۱)
④ مشک (۱)
⑤ مٹی کے گھڑے (۲)
⑥ چکی (۲)
⑦ سادہ کپڑوں کا بستر (۱)
⑧ گلاس (۴)
⑨ تانبے کا لوٹا (۱)
⑩ کپڑوں کا جوڑا (۱)
⑪ اعلیٰ کپڑے کی قمیض (۱)
⑫ سر ڈھاپنے کی چادر (۱)
⑬ چمڑے کے تکیے (۴)
⑭ کالے رنگ کا نرم روؤں والا کمبل (۱)
⑮ چاندی کے بازو بند (۲)
⑯ جانماز (۱)

(۱۷) چمڑوں کے ٹکڑوں پر لکھی ہوئی قرآن پاک کی چند سورتیں

ازاں بعد، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اپنے سینۂ مبارک پر ان کا سر رکھا، پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کا ہاتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا:

"اے علی (رضی اللہ عنہ)! پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تمہیں مبارک ہو۔"

پھر اپنی دخترِ بلند مرتبت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تمہارا شوہر بہت ہی اچھا ہے۔"

بعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو میاں بیوی کے فرائض وحقوق بتائے۔ پھر وداع کرنے کے لئے بادیدۂ تر بیت اقدس کے دروازے تک تشریف لائے۔ دلہا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور دلہن (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) اونٹ پر سوار ہوئے۔ اس کی نکیل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے پکڑی۔

خواتین عالم کے لئے بے مثل نمونہ

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے خانگی حالات

ڈاکٹر محمود الرحمٰن

جہاں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ایک بیٹی کی حیثیت سے اپنے والد گرامی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاشانۂ نبوت میں سترہ اٹھارہ سال گزارے، وہاں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک چچازاد بھائی کے طور پر آقائے دو جہاں، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت اقدس میں بچپن سے سن بلوغ تک کا عرصہ بسر کیا۔

وہ کاشانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ بیت اقدس جہاں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ علم و عرفان اور پیکر رشد و ہدایت بن کر ابنِ آدم کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ترغیب دے رہے تھے، دلوں پر پڑی ہوئی کفر کی دبیز تہوں کو کھرچ کھرچ کر دور فرما رہے تھے اور قلب و نظر کو ایمان و آگہی کی کرنوں سے منور فرما رہے تھے ۔۔۔۔۔۔ وہاں یہ دونوں پاک طینت اور پاک نفس افراد بھی اسی نورانی پیکر اور ارفع و اعلیٰ شخصیت کی کرم فرمائیوں سے بہرہ مند ہو رہے تھے۔ وہ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کفارانِ مکہ کے قلب و نظر کو مصفیٰ کر رہی تھی، انہیں عظمتِ انساں کے حصول پر آمادہ کر رہی تھی اور قوانین قدرت پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دے رہی تھی ۔۔۔۔۔ وہی ذاتِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بھائی علی رضی اللہ عنہ کی بھی تعلیم و تربیت میں ہمہ تن مصروف تھی۔

اور جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رحلت کے بعد دشمنانِ اسلام نے "ابتر" کا طعنہ دے کر ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ پہنچایا تھا، اس وقت سورہ کوثر نازل ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلسلۂ نسل جاری رہنے کی بشارت دے دی گئی تھی ۔۔۔۔۔ یہ بشارت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذاتِ اقدس اور آپ سے چلنے والی نسل سادات ہی کے لئے تو مخصوص تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا ہی کی اولاد میں تو برکت ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہا ہی کی ذریت سے آئمہ العظام پیدا ہوئے جن کی شان اسلام میں نہایت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔

ظاہر ہے ایسی اولاد کی تعلیم وتربیت ذہنی وفکری رہنمائی اور قلبی وروحانی تطہیر جس انداز میں ہونی تھی اس سے آنحضور ﷺ سرمو غافل نہ تھے۔ چنانچہ ہر آن آپ ﷺ گوشۂ جگر کو آداب زندگی سے آشنا فرماتے اور حکمت کی تعلیم دیتے رہتے۔ خود اس سلسلے میں قرآن کریم کی ایک آیت میں اہل بیت سے یہ کہا گیا ہے:

"تمہارے گھروں میں جو آیتیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔"

اگرچہ اس آیت کا تخاطب امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے ہے، لیکن کاشانۂ نبوت ﷺ میں رہنے والے پاک نفوس میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی تو تھیں۔ وہ بخوبی اس حقیقت سے آشنا تھیں کہ مذکورہ آیت میں جس حکمت کے یاد رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے، وہ آیات الٰہی کے علاوہ علم ودانائی کی وہ باتیں بھی ہیں جو فہم نبوت ﷺ کا نتیجہ تھیں اور جنہیں احادیث وسنن یا آنحضور ﷺ کے اقوال وافعال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے، سن شعور سے رسم نکاح تک کے سارے عرصے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصی طور پر تعلیم وتہذیب ہوتی رہی۔ ان اسباق زریں میں راضی بہ رضا رہنا، صبر وتحمل کا وطیرہ اختیار کرنا، گردشِ ایام سے چیں بہ جبیں نہ ہونا، خلوص وصداقت کا رویہ اپنانا، جود وسخا کا پیکر بننا، ہر بےکس کی دستگیری کرنا اور عبادت وریاضت کو فرض اولین قرار دینا جیسے اُمور شامل تھے۔

غرضیکہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت حاصل تھی کہ شب وروز سرچشمۂ ہدایت سے مستفیض ہوتی رہتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے طرز معاشرت میں حضور ﷺ کے مکارم ومحامد کی پوری جھلک موجود تھی۔ پھر حضرت سیدہ اپنے والد گرامی ﷺ کی اس نصیحت کو بھی ہمیشہ حرز جاں بنائے رہیں:

"عورت کا سب سے بڑا فرض خاوند کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔"

یہی اوصافِ جمیلہ کاشانۂ نبوت ﷺ میں نشوونما پانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سرشت میں بھی شامل ہوتے چلے گئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت بھی خصوصی انداز میں ہوتی رہی۔ آپ کو بھی دیانت دارانہ طور پر زندگی بسر کرنے کے اسرار ورموز سے آگاہ کیا جاتا رہا۔ بیت اقدس میں حکمت ودانائی کی جو باتیں بھی بیان کی جاتی تھیں، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حرز جاں بنتی چلی گئیں۔ آپ روزِ اول سے ہی آنحضرت ﷺ کے حلقہ بگوش رہے اور دین متین کے نکات دل نشین آپ کی

دل میں سرایت کرتے چلے گئے۔ روحانی دنیا کے پیشوائے اعظم محمد ﷺ کی روحانی تعلیمات اور آنحضور ﷺ کے شرف فیض نے آپ ﷺ کے عم زاد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بہ کمال وتمام مستفیض فرمادیا تھا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضور ﷺ کے زیر سایہ حکمت ودانائی اور دینی وروحانی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد جو مقام حاصل ہوا اس کا اندازہ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے مندرجہ ذیل جملے سے لگایا جاسکتا ہے جسے آپ ﷺ نے جگر گوشۂ رسول ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا:

"اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میں نے تیرا نکاح اس سے کیا جو میرے اہل میں سب سے بہتر، دین و دنیا میں سردار اور صالحین میں سے ہے۔"

یہ دو ایسے جوانانِ علم وحکمت، پیکرِ شان وعظمت اور مرکزِ عصمت وسعادت تھے کہ جب رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئے تو ابدالآباد تک کے لئے ایک بے مثال نمونہ بن گئے۔ دونوں معزز ومکرم ہستیوں کی ازدواجی زندگی مکمل خوشی، سکون اور راحتِ قلبی کا مظہر تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے سے بے پناہ الفت، گہری چاہت اور دلی لگاؤ تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی بے طرح عزت کرتے تھے۔

ایک طرف شوہر نامدار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے جو اپنی معزز ومکرم اہلیہ کی بڑی عزت فرماتے تھے۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کوئی بھی تکلیف آپ سے دیکھی نہ جاتی تھی۔ ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بخار آگیا۔ ساری رات آپ نے سخت بے چینی سے گزاری۔ آپ کے شوہر بھی ان ہی کے ساتھ جاگتے رہے۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ نصف شب میں دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ جب فجر کی اذان بلند ہوئی تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بیدار ہوئے۔ صحن میں آکر دیکھا کہ وضو اور نماز سے فارغ ہوکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا معمول کے مطابق چکی پیس رہی ہیں۔ آپ نے خاتونِ جنت سے فرمایا:

"فاطمہ رضی اللہ عنہا! تمہیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا۔ رات بھر بخار میں مبتلا رہیں۔ صبح اُٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کرلیا۔ اب چکی پیس رہی ہو۔ خدا نہ کرے کہ زیادہ بیمار پڑ جاؤ۔"

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی یہ مخلصانہ باتیں سنیں تو سر کو جھکا کر جواب دیا:

"اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے ہوئے مر بھی جاؤں تو کچھ پروا نہیں۔ میں نے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی، اللہ کی اطاعت کے لئے اور چکی پیس رہی ہوں تمہاری اطاعت اور بچوں کی خدمت کے لئے!"

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا علیل ہوگئیں۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کسی چیز کی خواہش ہو تو بتادو تاکہ میں لے آؤں۔ حضرت بی بی رضی اللہ عنہا نے انکار کیا۔ آپ نے دوبارہ پوچھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا:

"علی! میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتی۔"

جب شوہر نامدار کا اصرار بڑھا تو آپ نے فرمایا:

"اگر ہو سکے تو انار لادو۔"

اس آفاقی جوڑے کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے قلبی تعلق کے دلپذیر اثرات کا ہی نتیجہ تھا کہ ان دونوں کا گھر سادگی، پاکیزگی، محبت، خلوص، دیانت، باہمی ملاپ، تواضع اور اطمینانِ قلبی کا نمونہ بن گیا تھا۔ جہاں مسرت تھی، شادمانی تھی، راحت تھی اور سعادت تھی!

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے، وہ طبقۂ نسواں کے لئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ بیٹی، بیوی اور ماں، تینوں حیثیتوں سے آپ کا کردار بے حد ارفع واعلیٰ نظر آتا ہے۔ "عہد طفولیت" کے زیر عنوان باب میں قارئین مطالعہ فرما چکے ہیں کہ تبلیغ اسلام کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے ہاتھوں جن مصائب وآلام میں مبتلا ہوئے، ان پُر آشوب لمحات میں ایک جاں نثار دختر کی حیثیت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی فرماتیں، تسلی دیتیں، سر مبارک پر ڈالے ہوئے غلاظت کے ڈھیر کو صاف کرکے بالوں کو دھوتیں، تیل لگاتیں اور کنگھی کرتیں۔

ازاں بعد، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجۂ مطہرہ کی حیثیت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے سب کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں۔ گھر میں متاع حیات بے حد معمولی تھی۔ عسرت میں دن بسر ہوتے تھے۔ لیکن آپ ہر حالت میں صبر سے کام لیتیں اور ہر کڑے وقت میں کلمۂ شکر ادا کرتیں۔ اللہ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دلعزیز دختر ہونے کے باوجود مندرجۂ ذیل گھریلو کام بہ رضا ورغبت انجام دیتیں:

☆ جھاڑو دینا

☆ گھر کو صاف ستھرا رکھنا

☆ جو پینا

☆ آٹا گوندھنا

☆ تنور روشن کرنا

☆ کھانا تیار کرنا

☆ پانی بھرنا

☆ کپڑے دھونا

☆ کپڑے سینا

☆ پھٹے کپڑوں میں پیوند لگانا

ایک ماں کی حیثیت سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے جو کردار ادا کیا ہے، وہ بھی عدیم المثال ہے۔ گھریلو کام کاج کی انجام دہی اور خاوند کی خدمت و اعانت کے ساتھ ساتھ بچوں کی پرورش و پرداخت میں بھی ہمہ تن مصروف رہتیں۔ انہیں نہلانا دھلانا، ان کے کپڑے تبدیل کرنا، ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کی جانب خصوصی توجہ دینا۔ پھر ان معصوم بچوں سے ٹوٹ کر محبت کرنا۔ ماں کے یہ تمام فرائض حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نہایت تندہی سے انجام دیتیں۔

ماں کی مامتا جس اتھاہ سمندر کی مانند دلِ بتول رضی اللہ عنہا میں موجزن تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے ہمراہ ایک جنگ کے سلسلے میں مدینے سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا بچوں کے ساتھ گھر میں تنہا تھیں۔ اتفاق سے ننھے سیدنا امام حسین علیہ السلام ایک دن گھر سے باہر کھیل رہے تھے کہ اس دوران اُس باغ کی طرف چلے گئے جو یہودیوں کا تھا۔ باغ کے مالک صالح یہودی نے آپ کو دیکھا تو پکڑ کر اپنے مکان میں لے گیا اور انہیں کوٹھری میں چھپا دیا۔

کافی دیر ہو جانے کے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام گھر میں نہ آئے تو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک دم پریشان ہو گئیں۔ دروازے پر آ آ کر گلی میں جھانکتیں، آواز دیتیں، نام لے لے کر پکارتیں۔۔۔۔۔ مگر بے سود! بڑے بھائی (سیدنا امام حسن علیہ السلام) سے فرمایا کہ باہر جا کر

اپنے برادرِ خُرد کو تلاش کرو۔ اس دوران حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی کوٹھری اور صحن سے دروازے تک ستر بار تلاشِ لختِ جگر میں آئی گئیں۔ اُدھر حضرت امام حسن علیہ السلام مدینے کی گلیوں میں بھائی کو آواز دے دے کر پکارتے رہے۔

یہ ماں کی مامتا کا اثر تھا کہ اللہ نے ایک ہرنی کے ذریعے مذکورہ یہودی کے مکان کا پتہ بتلا دیا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام اگرچہ خود بھی کم سن تھے مگر جس انداز سے اور جس حکیمانہ لہجے میں اس صالح یہودی سے بات کی، وہ بے حد کارگر ثابت ہوئی۔ اس یہودی نے کم سن حضرت امام حسن علیہ السلام کے پس پشت کس کو دیکھا، کس کی آواز سنی کہ گھبرایا ہوا مکان کے اندر گیا اور ننھے معصوم امام حسین علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے باہر آ گیا۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر کا ماحول نہایت سادہ ہونے کے باوجود اتنا خوشگوار، اتنا پُرکشش اور اتنا پُرسکون تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی، داماد اور دونوں نواسوں کے ساتھ وقت گزارنے میں بڑی مسرت محسوس کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا لمحہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلو میں اس گھر میں در آتی اور در و دیوار ملکوتی حسن و رعنائی سے جگمگا اُٹھتے۔

اس ملکوتی ماحول میں کبھی کبھی ایسا موقع ضرور آیا کہ اس آفاقی جوڑے میں معمولی نوعیت کی رنجش پیدا ہو جاتی' اور یہ انسانی فطرت سے بعید بھی نہ تھا۔ میاں بیوی کے تعلقات معاشرت میں اس نوعیت کی رنجشیں پیدا ہو جاتی ہیں۔۔۔ مگر ایسے نامساعد لمحوں میں اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسیحا بن کر آتے اور دونوں میں اس طرح صلح و صفائی کروا دیتے کہ ان معصوم اور پاکباز زن و شوہر کے دلوں میں رنج و ملال کا شائبہ تک نہ رہتا۔

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہر دلعزیز دختر کے گھر تشریف لے گئے تو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ بیٹی سے معلوم کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم دونوں کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی اور وہ ناراضگی کی حالت میں چلے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص سے انہیں تلاش کرنے کے لئے کہا۔ اس نے آ کر اطلاع دی کہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح مسجد کے فرش پر سو رہے تھے کہ جسم میں مٹی لگ گئی تھی۔ حضور رضی اللہ عنہ کا دل تڑپ اُٹھا۔ اپنے دستِ مبارک سے داماد کے بدن سے مٹی جھاڑتے چلے

جاتے تھے اور زبان مبارک سے یہ فرماتے جاتے تھے:

"اُٹھو، ابوتراب، اُٹھو ابوتراب!"

پھر آپ ﷺ انہیں گھر لے کر آئے اور زوجین میں صلح کرادی۔ واضح رہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ساری زندگی ابوتراب کی کنیت حرز جاں بنی رہی۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ دونوں میاں بیوی میں رنجش ہوگئی ہے۔ یہ خبر سن کر آنحضور ﷺ کو ملال ہوا۔ چہرۂ مبارک پر کرب والم کے آثار نمایاں ہوئے۔ بیٹی داماد کے گھر تشریف لے گئے۔ دونوں کو سمجھا بجھا کر صلح صفائی کرادی۔ جب باہر تشریف لائے تو فرطِ طرب سے چہرۂ مبارک ہشاش بشاش نظر آرہا تھا۔ صحابۂ کرام نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ "یارسول اللہ (ﷺ)! جب آپ ﷺ بیٹی داماد کے گھر تشریف لے جارہے تھے اس وقت چہرۂ مبارک پر حزن وملال کے آثار نمایاں تھے۔ اب آپ ﷺ باہر تشریف لائے ہیں تو بے حد مسرور وشاد ماں نظر آرہے ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟"

اللہ رب العزت کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ان دو شخصوں میں صلح کرادی ہے جو مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔"

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو قدر ومنزلت تھی، اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب کسی نے حضرت بتول رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ سے مرحومہ کے حسن معاشرت کے بارے میں دریافت کیا تو آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: "فاطمہ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھی جس کے مرجھانے کے بعد اس کی خوشبو سے میرا دماغ اب تک معطر ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

شادی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا۔ آنحضور ﷺ ان کے گھر اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف لاچکے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی نگرانی ہی میں گوشت اور چھوہارے سے کھانا تیار کیا گیا تھا۔ پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"باہر جا کر جو مسلمان بھی ملے، اسے اندر لے آؤ۔"

چنانچہ بہت سے مہاجرین اور انصار کو اس بابرکت دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ اپنے دست مبارک سے مہمانوں میں کھانا تقسیم

فرماتے رہے۔ جب مدینہ کے لوگوں نے کھانا کھالیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک پیالہ کھانا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور ایک سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔

ایک صحابی کا قول ہے کہ اس دعوت ولیمہ میں جو کھانا تیار کیا گیا تھا، وہ بے حد لذیذ تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ "اس زمانے میں اس سے بہتر ولیمہ نہیں ہوا۔" اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

"ہم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔"

مؤلف "حیات زہرا" کو قرآن کریم میں مذکور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا وہ واقعہ یاد آگیا کہ جب لوگ جادو ٹونا اور سحر کے ذریعے میاں بیوی میں نااتفاقی پیدا کرتے تھے۔ یہ مذموم حرکت آج بھی دھوم دھڑلے سے جاری وساری ہے۔ اور یہ سب کچھ وہ لوگ کرتے ہیں جو خود کو کلمہ گو کہتے ہیں۔ مگر اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی انہیں توفیق نہیں ہوتی۔ وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ جب آنحضرت ﷺ کو اپنی بیٹی اور داماد کے مابین کسی رنجش کی خبر ملتی تو چہرۂ مبارک پر کیسی حزن وملال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ ﷺ جب صلح وصفائی کروا کر اُٹھتے تو کس طرح خوش، مطمئن اور مسرور نظر آتے۔ سچ کہا ہے مولانا روم نے:

تو برائے وصل کردن آمدی ۔۔۔ نے برائے فصل کردن آمدی

(تمہیں ملانے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ چھڑانے کے لئے!)۔



﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴾
(سورۃ الصف آیت ٦)

□ بہ خط ساہی آفندی قرآنی آیت

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حیات

ڈاکٹر نذیر احمد شرقپوری

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

نام ولقب:

نام فاطمہ رضی اللہ عنہا لقب سیدۃ النساء العالمین، البضعۃ النبویۃ (جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر مبارک اختر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی چار صاجنرادیوں میں سے ایک ہیں۔

پیدائش مبارک:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ پہلے سال نبوت کے ماہ جمادی الاخرہ کی بیس تاریخ کو پیدا ہوئیں لیکن بعض راوی کہتے ہیں کہ وہ اس تاریخ سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

تربیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود عمر بھر اپنے بچوں پر شفقت فرماتے رہے، لڑکیوں سے شفقت اور محبت کرنے کے بارے میں بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بالخصوص بے حد الفت ومحبت رکھتے تھے۔ اپنی والدہ کے انتقال کی وجہ سے وہ اس سایہ محبت والفت سے محروم ہوگئیں جو ان کے لئے باعثِ تقویت تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو والد کی طرف متوجہ کر کے دل وجان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی

اکثر انہیں اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیتے اور ہمیشہ انہیں محبت اور شفقت سے یاد فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جو زندگی گزاری اس میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک عزیز یادگار کے طور نمایاں رہیں اور اب امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی انہیں بڑی محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتی تھیں۔

نکاح:

جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا شادی کی عمر کو پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ رسم نکاح مسجد نبوی میں نہایت سادہ طریقے سے ادا ہوئی اور نکاح کے بعد حاضرین میں شہد اور کھجوریں تقسیم کی گئیں۔ جہیز کے طور پر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو انتہائی سادہ ساز و سامان کا گھر کرایہ پرلے کر دیا گیا۔ جہیز کی باقی چیزوں میں ایک تخت خواب، دو مشکیں، ایک گرم چادر، تکیہ، پانی کی چھاگل، لوٹا وغیرہ شامل تھا۔ دعوتِ ولیمہ جو اسی سال حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رسم نکاح کے بہت دنوں بعد دی گئی اور وہ بھی ایسی سادہ اور پاکیزہ تھی۔ شادی کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی مکمل خوشی اور سکون سے گزری۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنے شوہر کی ہر اطاعت و فرماں برداری کریں۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گہرے قلبی تعلق کی وجہ سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر تواضع، سادگی، پاکیزگی اور اطمینان کا نمونہ بن گیا تھا۔ جس پر ہر طرف مسرت و سعادت چھائی ہوئی تھی۔

جنگِ اُحد میں شمولیت:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جنگِ احد میں غازیوں اور مجاہدوں کو پانی پلانے کے لئے شریک ہوئیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرہم پٹی کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وقت گزارنے میں بڑی مسرت محسوس کرتے

تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خاندان اس مسرت وسعادت سے محروم ہوگیا۔

وصیت:

وفات سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت کی کہ ان کے جسد مبارک کو اس طرح اٹھایا جائے کہ کوئی شخص یہ نہ جان سکے کہ یہ جنازہ عورت کا ہے یا مرد کا اور آپ کو رات کے وقت دفن کیا جائے۔غسل وصیت کے مطابق حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور اُم رافع رضی اللہ عنہا نے دیا۔نمازِ جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

اولاد:

سوانح نگاروں کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور بیٹیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا۔

کردار:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شخصیت تعظیم وتکریم اور عزت وشرف کے اعتبار سے عورتوں میں افضل واشرف مانی جاتی ہے۔آپ دنیا میں مواہب الٰہیہ کا مظہر تھیں۔آخرت میں بھی تاجِ سعادت پہنیں گی۔آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتے کے ذریعے اطلاع پاکر "سیدہ النساء اہل الجنۃ" کی خوشخبری دی ایک اور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنتی عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔"

سیرت وخصلت:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رفتار وگفتار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کسی ایسی مجلس میں آتیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت وشفقت سے کھڑے ہوجاتے تھے اور انہیں اپنے پہلو میں جگہ دیا کرتے تھے شکل و

صورت میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بہت مشابہہ تھیں۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں بھی شریک ہوئی تھیں اور وہاں مجاہدین اسلام کو پانی پلاتی رہیں اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرتی رہیں۔ جب اس غزوے میں آپ ﷺ مجروح ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھیں اور انہوں نے ہی آپ ﷺ کے روئے مبارک کے زخم کو صاف کر کے مرہم پٹی کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ کی مہم میں بھی شریک ہوئی تھیں۔

وصال:

حضور ﷺ کے وصال کو ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی وفات پاگئیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تین یا چھ مہینے زندہ رہیں اور بقول الواقدی ان کا انتقال ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو منگل کی رات ہوا۔

جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد، فرزندانِ رسول:

علامہ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں علامہ زرقانی المالکی نے شرح مواہب اللدنیہ میں علامہ سمہودی الشافعی نے جواہر العقدین میں اور شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی نے مدارج النبوت میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فرزندانِ رسول کہلانے کا شرف صرف حسنین پاک اور اُن کی ذریت کو حاصل ہے۔

اہل بیت کے فضائل میں سے ہے کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضور کی اولاد اور فرزند کہلاتے ہیں اور آنجناب کے ساتھ صحیح نسبت سے منسوب ہیں۔

امام غزالی نے آنحضور ﷺ کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی اپنی پشت میں رکھا مگر میری ذریت علی ابن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔

طبرانی وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر ماں کی اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے بجز اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جن کا ولی اور عُصبہ میں ہوں۔

(نسب رسول (ا)۔ ۵۲)

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی علمی خدمات

علامہ سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاجزادیوں میں سب سے چھوٹی اور اپنی گوناگوں خوبیوں کی بناء پر سب سے زیادہ عزیز تھیں۔

ولادت:

آپ کی ولادت کے بارے میں اختلاف ہے میں امام باقر کی روایت کو ترجیح دیتا ہوں جس کے مطابق آپ کی ولادت بعثت کے پانچ سال بعد ہوئی۔ بوقت ولادت قریش کی عورتوں میں سے کوئی بھی موجود نہ تھی کہ انہیں حضرت خدیجہ کے فیصلہ شادی سے اختلاف تھا چنانچہ روایات کے مطابق چار خواتین خدا کی طرف سے مقرر کی گئیں جو سارہ بنت اسحاق علیہ السلام، مریم بنت عمران علیہا السلام، کلثوم ہمشیر موسیٰ علیہ السلام اور آسیہ زوجہ فرعون، جن کے ہاتھوں ولادت کا مرحلہ طے ہوا۔ آپ کے فضائل وکمالات کے لئے تو دفتر درکار ہیں بس اتنی بات بھی اگر کہی جائے تو کافی ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جس سے فاطمہ ناراض ہے اس سے خدا ناراض ہے اور جس سے فاطمہ خوش ہے اس سے خدا اور اس کا رسول خوش ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی ہجرت کے سال حکم خداوندی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، نکاح تو ہجرت کے سال ہی ہوا البتہ رخصتی جنگ بدر کے بعد ہوئی۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رخصتی حضرت عائشہ کی رخصتی کے چار ماہ بعد ہوئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو صرف یہی اعزاز حاصل نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنا جزو قرار دیتے تھے فرمایا:

فاطمه بضعة منی یریبنی مارابها ویوذینی ماآذاها۔

بلکہ آپ کو یہ منفرد اور تاریخی اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل انہی سے جاری ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا میری یہ خصوصیت قرار دی گئی ہے کہ میری نسل میری بیٹی سے چلے گی کیونکہ آپ کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہی تھی اسی بناء پر حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کو ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے۔

القابات:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن القابات سے نوازا گیا وہ کچھ یوں ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا ذاتی نام کہ آپ لوگوں کو جہنم سے بچائیں گی۔ بتول، دوشیزہ عورت کو کہا جاتا ہے۔ لانقطا عها عن الرجال اور چونکہ آپ بھی ماسوی اللہ اور ماسویٰ الحق سے منقطع رہیں اس لئے بتول کہلائیں یا اس لئے کہ:

لانقطاعها عن نساء الامته فضلاً و دیناً و حسباً

اُمت کی عورتوں میں فضیلت، دین اور نسب کی انفرادیت کی بناء یہ بتول کہلاتی تھیں۔

راضیہ زاکیہ:

اس بنا پر کہ شکل وصورت گفتگو اور چال ڈھال میں اپنے والد ماجد کی تصویر تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

مارایت احداً کان اشبه کلاماً و حدیثاً برسول اللّٰه من فاطمة۔

میں نے گفتگو اور بات چیت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

زہرا:

آپ رضی اللہ عنہا کے کمال حسن و جمال کی بنا پر یہ لقب ہوا کہ زہرا کا معنی ہے آب و تاب والی۔

وفات:

سیدہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی جس کا اندازہ آپ کی طرف منسوب مرثیہ کے ان اشعار سے ہوتا ہے کہ:

ماذا علی من شم تربته احمد ۔۔۔ الایشم مدالزمان غوالیا

صبت علی مصائب لوانها ۔۔۔ صبت علی الایام صرف لیالیا

"جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت کی مٹی سونگھی اس پر کوئی حرج نہیں اگر وہ تا حیات پھر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔"

مجھ پر مصائب کے وہ پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر دنوں پر ایسی مصیبت آئے تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جائیں۔

اسی بے انتہا محبت کا نتیجہ تھا کہ سیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں اور اس عرصہ میں بھی مسلسل گریہ کناں رہیں اور اسی عالم بے قراری میں آپ کا وصال ہوا کیفیات وصال کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے مختصر یہ کہ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل آپ کا وصال ہوا۔

وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۲۹ سال تھی آپ کو حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے گھر میں دفن کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ کا جنازہ رات کو اُٹھایا گیا اور ایک گھوارے میں لے جایا گیا۔

علمی پایہ وخدمات:

سیدہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہت کم زندگی ملی جو ملی وہ بھی زیادہ تر بیماری کے عالم میں گزری بنابرایں آپ سے علمی سرمایہ زیادہ یادگار نہیں ہے اگر زیادہ زندگی ملتی تو ان سے علم و عرفان کے دریا پھوٹتے کہ آپ راز دار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں مگر پھر بھی جو تھوڑا بہت علمی ذخیرہ یادگار ہے اس میں اٹھارہ احادیث ہیں جن کی روایت کرنے والوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وخلفاء اربعہ جیسے لوگ شامل ہیں اور یہ سب صحابہ ہیں آپ سے کسی تابعی نے روایت نہیں کی۔ علاوہ ازیں چند واقعات ایسے آپ سے منقول ہیں جو آپ کی فقاہت پر اشارہ ہیں اگر چہ ان سے آپ کے پایہ اجتہاد کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ جناب مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سفر سے تشریف لائے تو سیدہ نے قربانی کا گوشت بھون کر پیش کیا۔ آپ نے کھانے سے تامل فرمایا کہ تاحال حکم صریح قربانی کے گوشت کے بارہ میں معلوم نہ تھا۔ سیدہ نے تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کھائیے آقا دو جہاں اجازت مرحمت فرما چکے ہیں۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے حاضر باش کے علم میں جو بات نہ تھی وہ سیدہ کے علم میں لازماً اس وجہ سے آتی ہوگی کہ سیدہ ایسے مسائل کے بارے میں متجسس رہا کرتی ہوں گی اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرتی رہتی ہوں گی اور ایک مجتہد کی سوچ یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ مختلف معاملات میں شرعی اوامر و نواہی اور جہاں صریح حکم نہ ہو وہاں بذریعہ علل ان کے اطلاق کا متلاشی ہو۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی اس تحقیق و تدقیق کا اندازہ ایک دوسرے واقعہ سے بھی ہوتا ہے جو یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے گوشت تناول فرمایا اور پھر بغیر نیا وضو کئے نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو سیدہ نے فوراً دامن تھام کر عرض کی کہ خود آپ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ آگ کی پختہ اشیاء کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (گویا کہ پوچھنا یہ مقصود تھا کہ اب کیا وہ حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ آپ بغیر نیا وضو کئے تشریف لے جا رہے ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں تمام اچھے کھانے آگ پر ہی پکتے ہیں مطلب یہ تھا کہ سابقہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

آپ سے روایت حدیث لینے والوں میں جناب علی، حضرات حسنین، حضرت عائشہ، حضرت ام کلثوم، سلمیٰ ام رافع، انس بن مالک اور ام المومنین ام سلمیٰ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

سیدہ کی احادیث میں سے ایک بخاری و مسلم نے روایت کی ہے ان کے علاوہ ائمہ صحاح میں سے ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی آپ کی احادیث کو نقل کیا ہے۔ علاوہ برایں خانوادہ اہل بیت جو علم و فضل کے اس بلند مقام پر فائز تھا کہ بعض روایات کے مطابق امام ابوحنیفہ باوجود مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے کے خانوادہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سترہ سالہ نوجوان جعفر صادق سے علمی استفادہ کو غنیمت خیال کرتے تھے تو اس خانوادہ کی بنیاد علمی لازماً حضرت سیدہ نے حسنین کریمین کی تربیت سے رکھی تھی جس کا صلہ یقیناً آپ کو خدمات علمیہ کی شکل میں ملنا چاہیے۔

سیدہ پر لکھنے کے لئے تو دفتر درکار ہیں مگر چونکہ مقصود نظر حالات زندگانی نہیں لہٰذا صرف چند سطور ہی لکھی گئی ہیں ورنہ کہاں سیدہ اور کہاں چند سطور کہ:

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی گنجی حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شب و روز

طالب الہاشمی

فاطمہ سرور کائنات ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ سیدۃ نساء العالمین سیدۃ نساء اہل الجنۃ، زہرا بتول، طاہرہ، مطہرہ، راضیہ، مرضیہ اور زاکیہ ان کے مشہور القاب ہیں۔

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے زمانہ ولادت کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل ہوئی جب کہ سرور کائنات ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس کی تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق ان کی پیدائش بعثت سے ایک سال پہلے ہوئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ ۵ نبوی میں پیدا ہوئیں۔

بچپن ہی سے نہایت متین اور تنہائی پسند تھیں۔ نہ کبھی کسی کھیل کود میں حصہ لیا اور نہ گھر سے قدم باہر نکالا۔ ہمیشہ والدہ ماجدہ کے پاس بیٹھی رہتیں۔ ان سے اور رسول اکرم ﷺ سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے ان کی ذہانت و فطانت کا ثبوت ملتا۔ دنیا کی نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی۔ ایک دفعہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی۔ انہوں نے فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو سیدہ نے یہ قیمتی کپڑے اور زیورات پہننے سے صاف انکار کر دیا اور سادہ حالت میں ہی محفل شادی میں شرکت کی۔ گویا بچپن ہی سے ان کی حرکات و سکنات سے خدا دوستی اور استغنا کا اظہار ہوتا تھا۔

خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں۔ ایک دفعہ جب وہ ان کو تعلیم دے رہی تھیں۔ تو ننھی بچی نے پوچھا "اماں جان اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو ہم ہر وقت دیکھتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آسکتے۔"

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "میری بچی اگر ہم دنیا میں اچھے کام کریں گے

اور خدا کے احکام پر عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔"

۱۰ بعثت میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو سیدہ رضی اللہ عنہا پر کوہ غم ٹوٹ پڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ رضی اللہ عنہا کی تربیت اور نگہداشت کے خیال سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ یکسر تبلیغ حق کے لئے وقف تھی لیکن جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرصت ملتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے انہیں دلاسا دیتے اور نہایت قیمتی نصائح سے نوازتے۔

تنہائی کے اوقات میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فاطمہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس وقتاً فوقتاً آبیٹھتیں اور ان کی غمگساری و دلجوئی کرتیں۔ تبلیغ حق کے جرم میں مشرکین، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی تکلیفیں پہنچاتے۔ کبھی سر اقدس پر خاک ڈال دیتے کبھی راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا انہیں تسلی دیا کرتیں۔ کبھی وہ خود بھی اپنے جلیل القدر باپ کی مصیبتوں پر اشکبار ہو جاتیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں تسلی دیتے اور فرماتے: "میری بچی گھبراؤ نہیں خدا تمہارے باپ کو تنہا نہ چھوڑے گا۔"

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کفار کو شرارت سوجھی۔ انہوں نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک پر ڈال دی۔ اس شریر گروہ کا سرغنہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ کسی نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو آبتایا کہ تمہارے باپ کے ساتھ شریروں نے یہ حرکت کی ہے۔ بے چین ہو گئیں۔ دوڑتی ہوئی کعبہ پہنچیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک سے اوجھڑی ہٹائی۔ کفار ارد گرد کھڑے ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلیل القدر بیٹی نے ایک نگاہ خشم ان پر ڈالی اور فرمایا: "شریرو! احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا۔" خدا کی قدرت، چند سال بعد یہ سب جنگ بدر میں ذلت کے ساتھ مارے گئے۔

جب کفار مکہ کی شر انگیزی اور ایذا رسانی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو بارگاہ الٰہی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا۔ ۱۳ بعد بعثت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے

بستر مبارک پر سُلا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں عازم مدینہ ہوئے۔ مدینہ پہنچنے کے کچھ دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اہل وعیال کو لانے کے لئے اپنے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا۔ ان دونوں حضرات کے ہمراہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت اُم ایمن اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور بنات طاہرات رضی اللہ عنہن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اپنے نئے گھر میں قیام پذیر ہوئیں۔

......☆......☆......☆......

ہجرت مدینہ کے وقت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سن بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش رہے۔ یا بعض روایتوں کے مطابق فرمایا: "جو خدا کا حکم ہوگا۔" پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں بھی یہی جواب دیا۔ چند دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دی۔ یہ نسبت کیسے قرار پائی اس کے متعلق تین مختلف روایتیں ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا کہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے کئی پیغام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی بھی منظور نہیں فرمایا، اب علی رضی اللہ عنہ باقی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاں نثار اور محبوب بھی ہیں اور عم زاد بھائی بھی، معلوم ہوتا ہے فقر و تنگدستی کی وجہ سے وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نہیں بھیجتے۔ کیوں نہ انہیں پیغام بھیجنے کی ترغیب دی جائے اور ضرورت ہو تو ان کی مدد بھی کی جائے۔ تینوں حضرات رضی اللہ عنہم یہ مشورہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈنے نکلے۔ وہ جنگل میں اپنا اونٹ چرا رہے تھے۔ انہوں نے پورے خلوص کے ساتھ علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ انہیں اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے پیغام بھیجنے میں تامل ہوا مگر ان حضرات کے مجبور کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس سے پہلے دلی خواہش تو ان کی بھی یہی تھی لیکن فطری حیا پیغام بھیجنے میں مانع تھی۔ اب جرات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پیغام بھیج دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی استدعا فوراً قبول کر لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے بزبان

خاموشی اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ انصار رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام بھیجنے کی ترغیب دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حرف مدعا زبان پر لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً فرمایا اھلا و مرحبا اور پھر خاموش ہو گئے۔ انصار رضی اللہ عنہم کی جماعت باہر منتظر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب سنایا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا پیغام منظور فرمالیا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے ایک دن ان سے پوچھا:

"کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے بھیجا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں۔"

اس نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کیوں پیغام نہیں بھیجتے؟

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میرے پاس کیا چیز ہے کہ میں عقد کروں۔"

اس نیک بخت نے مجبور کر کے جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت اور کچھ فطری حیا کہ زبان سے کچھ نہ کہہ سکے اور سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی توجہ فرمائی اور پوچھا "علی! آج خلاف معمول بالکل ہی چپ چاپ ہو، کیا فاطمہ سے نکاح کی درخواست لے کر آئے ہو؟۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی "بے شک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے بھی کچھ ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے تمہیں جو زرہ دی تھی، وہی مہر میں دے دو۔"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ فروخت کرنے کے لئے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انہوں نے چار سو اسی درہم پر یہ زرہ خرید لی اور پھر یہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ واپس کر دی۔

زرہ کی قیمت فروخت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو تہائی خوشبو وغیرہ پر صرف کرو اور ایک تہائی سامان شادی اور دیگر اشیائے خانہ داری پر خرچ کرو۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس کو حکم دیا کہ جاؤ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف اور دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ جب سب دربار رسالت میں جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"اے گروہ مہاجرین و انصار ابھی جبریل امین علیہ السلام میرے پاس یہ اطلاع لے کر تشریف لائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح اپنے بندہ خاص علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے کر دیا اور مجھے حکم ہوا کہ عقد نکاح کی تجدید کر کے گواہان کے روبرو ایجاب و قبول کراؤں۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا اور علی مرتضیٰ سے متبسم ہو کر فرمایا:

"میں نے چار سو مثقال چاندی مہر پر فاطمہ کو تیرے نکاح میں دیا۔ کیا تجھے منظور ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "بسر و چشم۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

جمع اللہ شملکما و بارك علیکما و اخرج منکما کنزا طیبا۔

یعنی خدا تم دونوں کو خوشگوار ازدواجی زندگی میں منسلک کرے، تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم سے پاک اولاد پیدا ہو۔

پھر سب نے دعائے خیر و برکت مانگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طبق چھوہارے حاضرین پر لٹا دیئے۔

زمانہ نکاح کے متعلق روایتوں میں اختلاف ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ یہ نکاح جنگ احد کے بعد اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد ہوا۔ بہر حال نکاح کے وقت اکثر اہل سیر کے نزدیک حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً پندرہ سال کی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر تقریباً اکیس سال کی تھی۔

☆......☆......☆......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر اسی گھر کی ملکہ بنیں۔ رخصتی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اپنے سینہ مبارک پر ان کا سر رکھا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر اپنی لخت جگر کا ہاتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا:

"اے علی رضی اللہ عنہ پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو۔" اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کو فرائض وحقوق بتائے اور خود دروازے تک وداع کرنے آئے۔ دروازے پر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑ کر انہیں دعائے خیر و برکت دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا دونوں اونٹ پر سوار ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی نے اس کی نکیل پکڑی۔ حضرت اسماء بنت عمیس اور بعض روایتوں کے مطابق سلمی رضی اللہ عنہا ام رافع یا ام ایمن رضی اللہ عنہا ان کے ہمراہ گئیں۔

سرور کائنات نے اپنی لخت جگر کو جو سامان جہیز میں دیا اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ایک بستر مصری کپڑے کا جس میں اون بھری ہوئی تھی
(۲) ایک نقشی تخت یا پلنگ
(۳) ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی
(۴) ایک مشکیزہ
(۵) دو مٹی کے برتن (یا گھڑے) پانی کے لئے
(۶) ایک چکی
(۷) ایک پیالہ
(۸) دو چادریں
(۹) دو بازو بند نقرئی
(۱۰) ایک جائے نماز

شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دعوت ولیمہ بھی ہونی

چاہیے، مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے ولیمہ کا انتظام کیا۔ دستر خوان پر پنیر، کھجور، نان جو اور گوشت تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔

جب فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے نئے گھر چلی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی، پھر اندر داخل ہوئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا، اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا۔ وہ شرم وحیا سے جھجکتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا:

"اے فاطمہ میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے۔"

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر مسکن نبوی سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔ آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "بیٹی مجھے اکثر تمہیں دیکھنے کے لئے آنا پڑتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تمہیں اپنے قریب بلالوں۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب و جوار میں حارثہ بن نعمان کے بہت سے مکانات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے فرمائیے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔"

حارثہ بن نعمان ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے۔ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے وہ اپنے کئی مکانات یکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نذر کر چکے تھے۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے التماس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"میری لخت جگر! حارثہ رضی اللہ عنہ سے اب مکان کے بارے کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کے لئے کئی مکان دے چکے ہیں۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔

ہوتے ہوتے یہ خبر حضرت حارثہ بن نعمان تک پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا۔ وہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کسی قریبی مکان میں لانا چاہتے ہیں، یہ مکان جو آپ ﷺ کے متصل ہے میں خالی کئے دیتا ہوں، آپ ﷺ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا لیجئے۔ اے میرے آقا ﷺ میرا جان و مال حضور ﷺ پر قربان ہے۔ خدا کی قسم جو چیز حضور ﷺ مجھ سے لیں گے مجھے اس کا حضور ﷺ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا، بہ نسبت اس کے کہ میرے پاس رہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا "تم سچ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حارثہ بن نعمان کے مکان میں منتقل کرالیا۔

......☆......☆......☆......

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رفتار و گفتار اور عادات و خصائل میں رسول کریم ﷺ کا بہترین نمونہ تھیں۔ وہ نہایت متقی، صابر، قانع اور دیندار خاتون تھیں۔ گھر کا تمام کام کاج خود کرتی تھیں، چکی پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینے اور چولہا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے لیکن ان کے ماتھے پر بل نہیں آتا تھا۔ گھر کے کاموں کے علاوہ عبادت بھی کثرت سے کرتی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سلطان الفقرا تھے۔ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بھی فقر و فاقہ میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ جلیل القدر والد شہنشاہ عرب بلکہ شہنشاہ دو جہاں تھے لیکن داماد اور بیٹی رضی اللہ عنہا پر کئی کئی وقت کے فاقے گزر جاتے تھے۔ ایک دن دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا۔ رات ہو چکی تھی۔ ایک درہم کے جو کہیں سے خرید کر گھر پہنچے۔ فاطمہ بتول نے ہنسی خوشی اپنے نامدار خاوند کا استقبال کیا۔ جو ان سے لے کر چکی میں پیسے، روٹی پکائی اور علی مرتضیٰ کے سامنے رکھ دی۔ جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر کا یہ ارشاد یاد آیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا کی بہترین عورت ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحات اسلام روز بروز وسعت پذیر ہو رہی تھیں۔ مدینہ منورہ میں بکثرت مال غنیمت آنا شروع ہو گیا تھا۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا "فاطمہ چکی پیتے پیتے تمہارے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ آج حضور ﷺ کے پاس

مال غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں، جاؤ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔"
حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن شرم وحیا حرف مدعا زبان پر لانے میں مانع ہوئی۔ تھوڑی دیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر واپس آگئیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ پھر دونوں میاں بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنی تکالیف بیان کیں اور ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں تم کو کوئی قیدی خدمت کے لئے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحاب صفہ کی خورد ونوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے۔ میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔"

دونوں میاں بیوی خاموشی سے گھر تشریف لے گئے۔ ابن سعد اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم جس چیز کے خواہش مند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ، الحمد للہ ۳۳، ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے بہترین خادم ثابت ہوگا۔

علامہ شبلی نعمانی نے اس واقعہ کا خوب نقشہ کھینچا ہے:

افلاس سے تھا سیدہ پاکؓ کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح شام تھا
آخر گئیں جناب رسولؐ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذن عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا
پھر جب گئی دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے — کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدر نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن — جن کا کہ صفہ نبوی میں قیام تھا

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز ہر چند اس میں خاص سے مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدہ پاک رہ گئیں جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی بسر ہر اہل بیت مطہر نے زندگی یہ ماجرائے دختر خیر الانامؐ تھا

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ سیدۃ نساء اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہیں۔ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے اور فرمایا:

"فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر اللہ تمہیں نیک اجر دے گا۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ۔ جس وقت میں ان کے گھر گیا تو دیکھا کہ سیدۃ نساء رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لئے چکی پیس رہی ہیں۔

فی الحقیقت سیدہ رضی اللہ عنہا کا اکثر یہ حال ہوتا تھا کہ دو دو وقت کے فاقے ہوتے تھے اور بچوں کو گود میں لے کر چکی پیسا کرتی تھیں۔

ایک دفعہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا مسجد نبوی میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "یہ کہاں سے آیا ہے۔" سیدہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "ابا جان تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی جب بچوں کو کھلا رہی تھی، خیال آیا کہ آپ کو بھی تھوڑی سی کھلا دوں۔ اے خدا کے رسول برحق یہ روٹی تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روٹی تناول فرمالی اور فرمایا:

"اے میری بچی رضی اللہ عنہا چار وقت کے بعد یہ پہلا ٹکڑا ہے جو تیرے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ میں پہنچا ہے۔"

......☆......☆......☆......

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ دروازے پر

ایک رنگین پردہ لٹکا ہوا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بہت دلگیر ہوئیں اور رونے لگیں۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے ماجرا سنایا۔ تو بولے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنگن اور پردے کو ناپسند فرمایا ہے۔ حضرت فاطمہ نے دونوں چیزوں کو فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے انہیں راہ خدا میں دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ اپنی بچی کے حق میں دعائے خیر و برکت مانگی اور ان اشیاء کو بیچ کر قیمت فروخت اصحابہ صفہ کے اخراجات میں صرف کر دی۔

ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے کچھ کھانے کو مانگا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے۔ گھر میں جو کا ایک دانہ تک نہیں۔ جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھ سے تم نے ذکر کیوں نہیں کیا۔"

سیدہ النساء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "اے میرے سرتاج میرے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصتی کے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ میں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔"

ایک دفعہ دوپہر کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے گھر سے نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملے، وہ بھی بھوکے تھے۔ تینوں حضرات ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے کھجوروں کے باغ میں پہنچے۔ انہوں نے فوراً کھجوروں کا ایک خوشہ توڑ کر ان کے سامنے رکھا اور پھر ایک بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کے کباب بنوائے اور سالن پکوایا۔ دستر خوان بچھایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا کہ یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دو انہیں کئی دن سے فاقہ ہے۔

ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک بوڑھا ضعیف آدمی مسلمان ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے۔ اور پھر پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال بھی ہے۔ اس نے کہا "خدا کی قسم بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور فقیر میں ہی ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور فرمایا "تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا۔" حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا "تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے۔"

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر اس اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے۔ چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا کون ہے۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی کہ "اے اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے۔"

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا نے آبدیدہ ہو کر فرمایا "اے سلمان رضی اللہ عنہ خدا کی قسم آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ چادر رکھ لو اور اس غریب انسان کو تھوڑی سی جنس دے دو۔"

سلمان رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے۔ اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ حیران رہ گیا اور پھر پکار اٹھا "اے سلمان رضی اللہ عنہ خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے، گواہ رہنا کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ پر ایمان لایا۔" اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دی، وہ لے کر ان کے پاس پہنچے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لئے روٹی پکا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دی۔ انہوں نے کہا کہ "اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے۔" جواب دیا سلمان رضی اللہ عنہ جو چیز خدا کی راہ میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔"

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ روٹی اعرابی کو دی اور فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی:

"بارالہا فاطمہ رضی اللہ عنہا تیری کنیز ہے، اس سے راضی رہنا۔"

ایک دفعہ کسی نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہو گی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "تمہارے لئے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے ہی راہ خدا میں دے دوں۔"

حضرت ابن عبادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ساری رات ایک باغ سینچا اور اجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کا ایک حصہ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا "میں بھی بھوکا ہوں۔" حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج کا کچھ حصہ لے کر پیسا اور کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آکر دست سوال دراز کیا۔ وہ سب کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج پیسا اور کھانا تیار کیا۔ اتنے میں ایک مشرک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا۔ وہ سب کھانا اس کو دے دیا گیا۔ غرض سب اہل خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس سارے گھر کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۝

اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(الدھر:۸)

• غزوہ احد میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید زخمی ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی۔ مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چند دوسری خواتین کے ہمراہ بادیدہ گریاں میدان احد میں پہنچیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ وسلامت دیکھ کر جان میں جان آئی لیکن پدر محترم کو اس حالت میں دیکھ کر سخت غمزدہ ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کو بار بار دھوتی تھیں لیکن پیشانی کے زخم سے خون نہ تھمتا تھا۔ آخر کھجور کی چٹائی جلا کر زخم میں بھری جس سے خون تھم گیا۔

ایک دفعہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک معمر صحابی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنی لخت جگر کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر داخلے کی اجازت مانگی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "تشریف لائیے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ عمران صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن حصین بھی ہیں۔ حضرت بتول رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "ابا جان میرے پاس ایک عبا کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں کہ پردہ کروں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اندر پھینک کر فرمایا "بیٹی اس سے پردہ کرلو۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عمران رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے اور سیدہ رضی اللہ عنہا سے

ان کا حال پوچھا۔

فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "ابا جان شدت درد سے بے چین ہوں اور بھوک نے نڈھال کر رکھا کیونکہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے میری بیٹی صبر کر۔ میں بھی آج تین دن سے بھوکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جو کچھ مانگتا وہ ضرور مجھے عطا کرتا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست شفقت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پشت پر پھیرا اور فرمایا: "اے لخت جگر رضی اللہ عنہا دنیا کے مصائب سے دل شکستہ نہ ہو، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔"

فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اس فقر و غنا کے ساتھ کمال درجہ کی عابدہ تھیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی ماں کو شام سے صبح تک عبادت کرتے اور خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا لیکن انہوں نے کبھی اپنی دعاؤں میں اپنے لئے کوئی درخواست نہ کی۔

ایک دفعہ سیدہ رضی اللہ عنہا علیل تھیں لیکن علالت میں بھی رات بھر عبادت میں مصروف رہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے مسجد گئے تو وہ نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ نماز سے فارغ ہو کر چکی پیسنے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر ان کو چکی پیستے دیکھا تو فرمایا "اے رسول خدا کی بیٹی اتنی مشقت نہ اٹھایا کرو، تھوڑی دیر آرام کر لیا کرو کہیں زیادہ بیمار نہ ہو جاؤ۔"

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا "جان پدر (مسلمان) عورت کے اوصاف کیا ہیں۔"

انہوں نے عرض کیا "ابا جان عورت کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرے، اولاد پر شفقت کرے۔ اپنی نگاہ نیچی رکھے، اپنی زینت کو چھپائے، نہ خود غیر کو دیکھے نہ غیر اس کو دیکھ پائے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت شفقت سے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی جسے سن کر وہ رونے لگیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی اور بات ان کے کان میں کہی جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ جب چلنے لگیں تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا "اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تیرے رونے اور ہنسنے میں کیا بھید تھا۔" سیدہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا" جو بات حضور ﷺ نے اخفاء میں رکھی ہے، میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔"

رسول کریم ﷺ کی رحلت کے بعد ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس دن کے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا" پہلی دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلے جبریل امین سال میں ہمیشہ ایک بار قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اس سال خلاف معمول دو بار کیا ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔" اس پر میں رونے لگی۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا تھا" تم اہل بیت میں سب سے پہلے مجھے ملو گی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔" اس بات سے مجھے خوشی ہوئی اور میں ہنسنے لگی۔

رحلت سے قبل جب حضور ﷺ پر بار بار غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ فرمایا واکرب اباہ ہائے میرے باپ کی بے چینی!!

حضور ﷺ نے فرمایا" تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہو گا۔"

سرور کائنات ﷺ کے وصال سے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انہوں نے بے اختیار ہو کر فرمایا۔

پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور فردوس بریں میں داخل ہوئے۔ آہ جبریل کو ان کے انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے۔

پھر دعا مانگی" بارالہا روح فاطمہ رضی اللہ عنہا کو روح محمد ﷺ کے پاس پہنچا دے۔ خدایا مجھے رسول کریم ﷺ کے دیدار سے مسرور کر دے۔ الٰہی بروز محشر شفاعت محمد ﷺ سے محروم نہ فرما۔"

بعض روایتوں میں ان سے ایک مرثیہ بھی منسوب ہے جو انہوں نے حضور ﷺ کے وصال پر کہا۔ اس مرثیہ میں وہ کہتی ہیں:

" آسمان غبار آلود ہو گیا۔ آفتاب لپیٹ دیا گیا۔ دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ نبی ﷺ کے بعد زمین نہ صرف غمگین ہے بلکہ فرط الم سے شق ہو گئی ہے۔ ان پر قبیلہ مضر کے لوگ اور تمام اہل یمن روتے ہیں۔ بڑے بڑے پہاڑ اور محلات روتے ہیں۔ اے خاتم الرسل ﷺ خدا آپ ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔"

سیدہ کائنات، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال با کمال

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

آفاق میں ہر سو ایک ہی ذات کا فیضان بٹ رہا ہے...... سید لولاک رحمت عالم ﷺ کا فیضان...... یہ کائنات محمد عربی، فداہ امی وابی ﷺ کی رحمتوں کا دستر خوان ہے اور جس کو جو کچھ ملتا ہے، اسی دستر خوان سے ملتا ہے......

وہ رحمتیں ہیں کہ عالم تمام دست سوال　　وہ روشنی ہے کہ سایہ نظر نہیں آتا

خدا نے اپنے محبوب ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنایا ہے اور ہر جہان ان سے فیض پا رہا ہے...... فیض مصطفیٰ ﷺ کے یہ دھارے ازل سے بہہ رہے ہیں اور ابد تک یوں ہی بہتے رہیں گے......

ازل سے تا بہ ابد کس کی دستگیری ہے　　ہے کوئی آپ کا ہم سر، کسی کا نام تو لو

رحمت دو جہاں ﷺ کا فیض لمحہ لمحہ حیاتِ جاوداں ہے اور قطرہ قطرہ، بحر بیکراں...... اس کی ہر موج، موج کوثر ہے اور ہر رنگ، دھنک رنگ...... اس ابر کرم کی ہر بوند میں سیرابی ہے اور اس چشمہ نور کی ہر کرن، عالم فروز......

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا　　تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

سچ ہے یہاں فیض کے ہر قطرے سے ایک چشمہ پھوٹتا ہے اور کرم کے ہر ذرے سے ایک مہ تاب ابھرتا ہے...... گلوں میں رنگ، ستاروں میں روشنی اور بہاروں میں تازگی، سب اسی فیض کے کرشمے ہیں...... کائنات کی زندگی، شش جہات کی وسعتیں اور عالم آب و خاک کا سارا فروغ اسی سے ہے...... چمن چمن، بہار ہے اور جلوۂ نو بہار ایک ﷺ...... حسن نظر کے سلسلے اور پیکر دل رہا ہے ایک ﷺ...... ذرہ ذرہ دمک رہا ہے، نور کا منبع ایک ﷺ...... گوشہ گوشہ مہک رہا ہے، سب میں خوشبو ایک ﷺ...... عالم عالم سیرابی ہے، چشمۂ رحمت ایک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...... اس چشمہ رحمت سے فیض کے دو مرکزی دھارے پھوٹ رہے ہیں...... ایک سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض ہے اور دوسرا نبوت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض...... سیرت کا تعلق ذات سے ہے اور نبوت کا تعلق صفات سے...... نبوت کا سر چشمہ، بعثت ہے اور سیرت کا سر چشمہ، ولادت...... نبوت کا مظہر، دعوت ہے اور سیرت کا مظہر، شخصیت...... نبوت کا پرتو، امت ہے اور شخصیت کا پرتو، اہل بیت...... یوں نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض تو ساری امت کے حصے میں آیا اور امت میں اہل بیت بھی شامل ہیں، لیکن ذات مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض صرف اہل بیت کا مقدر ٹھہرا اور اہل بیت کی سرخیل و سالار، بنت رسول سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں...... اس لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت مقدسہ اور سیرت مطہرہ کے سارے فیوض و برکات کی امین و وارث، سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا ہیں...... آپ بیٹی بھی ہیں اور بیٹے کے قائم مقام بھی...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب آپ ہی سے چلا...... پیکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے جلوے اور خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری حرمت آپ کے وجود میں سمٹ آئی...... آدم علیہ السلام سے ابراہیم علیہ السلام تک اور ابراہیم علیہ السلام سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نبوت کا پورا خاندان اب رہتی دنیا سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا کی ذریت میں چمکے گا...... اولاد آدم کا سب سے مقدس شجرہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا اور اب انہی کی نسل پاک کے ذریعے قیامت تک بہار دے گا...... اس دھرتی کے سینے پر سب سے پاکیزہ وجود محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور اس وجود گرامی کا تسلسل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت...... کیا اس سے بڑی عظمت دنیا میں اور کوئی ہو سکتی ہے؟......

واقعہ یہ ہے کہ آسمان سے اترنے والا ہر تقدس، ہر پاکیزگی، ہر فضیلت اور ہر بلندی بالآخر سیدہ کونین رضی اللہ عنہا کی ذات میں سمٹ آئی...... ساری دنیا نے مل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے جو کچھ پایا، اس سے کہیں زیادہ تنہا ان کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوا...... دنیا کے حصے میں نسبت آئی، فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نسبت بھی ملی اور نسب بھی...... لوگوں پر ہدایت باہر سے اتری اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے خمیر سے پھوٹی...... لوگوں نے دین تبلیغ سے پایا، سیدہ نے دین پرورش میں پایا...... اس لئے دوسرے سب لوگ پیروکار اور سیدہ دین کی حجت ٹھہریں......

پڑھئے آیۂ مباہلہ:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا

وَاَنْفُسَكُمْ الایۃ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(آل عمران:۶۱)

جب دین کی سچائی کا آخری فیصلہ دنیا کو دکھانا چاہا تو میرے آقا ﷺ اپنی لختِ جگر رضی اللہ عنہا، ان کے شوہر اور دونوں بیٹوں کو لے کر میدان میں نکلے...... معلوم ہوا دین کی برہان پیغمبر خدا ﷺ ہیں یا ان کی بیٹی اور پھر بیٹی کی نسبت سے ان کے شوہر اور صاحبزادے بھی دین کی حجت ٹھہرے دنیا نے حضور ﷺ کی شخصیت دیکھی اور سیدہ رضی اللہ عنہا ان کی شخصیت کا پرتو ہیں...... دنیا کے لئے حضور ﷺ کا جمال بس دیدار ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا اس جمال کی تصویر اتم...... لوگوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کی سیرت اسوۂ حسنہ ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا خود اس سیرت کا ایک نقشِ ثانی...... سنئے! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیا فرما رہی ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِيَامِهَا وَ قُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو جمال صورت، کمال سیرت، حسن اخلاق اور نشت و برخاست میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔

(جامع ترمذی/مستدرک للحاکم)

سبحان اللہ! کیا منظر ہوگا، جب سیدہ کونین رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان کی ہو بہو تصویر بنے جلوہ گر ہوتی ہوں گی...... ان کا چلنا، حضور اکرم ﷺ کا چلنا...... ان کا بولنا، حضور اکرم ﷺ کو بولنا...... ان کا رونا، حضور ﷺ کا گریہ...... ان کا مسکرانا، حضور ﷺ کا تبسم اور ان کا لہجہ، حضور ﷺ کا لہجہ...... غرض ہر رنگ میں سیدہ رضی اللہ عنہا، جلوۂ حسن رسول اللہ ﷺ ہیں:

مثل پیغمبر ﷺ ہمہ اطوار او نطق او گفتار او رفتار او

اخلاقِ رسول ﷺ دنیا کے لئے آئیڈیل معیار ہیں اور سیدہ، ان کا پیکر اتم...... لمحہ لمحہ آغوش رسول اکرم ﷺ میں پروان چڑھیں اور سیرتِ رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئیں...... "الفقر فخری" جس گھرانے کا سرمایہ تھا...... وہاں اگر ابا جان پیٹ پر پتھر باندھے ہیں تو بیٹی کا چہرہ بھی فاقوں سے زرد ہے...... باپ فقر غیور کا پیکر ہے تو بیٹی اس کی وارث ہے...... باپ صبر و استقامت کا پہاڑ ہے تو بیٹی اگرچہ باپ کے زخم دھوتے ہوئے رو رہی ہے مگر غور سے دیکھئے، اس کا سر فخر سے اونچا ہے...... دل تسلیم و رضا کا خوگر اور زبان

پروردۂ حسن ادب:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول مادراں را اسوۂ کامل بتول

جس کا باپ مکے کے بھرے شہر میں تنہا "الامین" کہلاتا ہو اور جس کی امانت کی بدولت پورے شہر کو خدا "البلد الامین" کہہ کر اس کی قسم کھائے، بھلا اس بیٹی سے زیادہ امانت دار اس دنیا میں اور کون ہوگا...... جس کا باپ سخاوت میں تیز ہواؤں اور موسلا دھار بارش سے بڑھ کر ہو، اس کے خون میں سخاوت کہاں تک رچی بسی ہوگی، اس کا اندازہ خود کر لیجئے...... پھر اگر وہ تین دن مسلسل روزے رکھے اور افطار کے وقت جو کچھ میسر ہو، سب یتیم، مسکین اور قیدی کو کھلا کر خود فاقہ سے رہے، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے...... بات روایت کی نہیں، حقیقت کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ چشم فلک نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی بیٹی سے بڑھ کر سخی اور کوئی نہیں دیکھا...... باپ کی طرح بیٹی بھی قرض لے کر، رہن رکھ کر، چادر بیچ کر ضرورت مندوں پر خرچ کرتی تھیں:

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت با یہودے چادرِ خود را فروخت

سچائی تو خاندان نبوت کے لئے خود نبوت کی طرح قیمتی چیز ہے...... وہ ذات گرامی جن کے لائے ہوئے دین کی سچائی کی قسمیں ان کے دشمن بھی کھاتے ہوں، اس کی آغوش عاطفت میں پلنے والی بیٹی سچ کی کون سی منزل پر فائز ہوگی، اس کا شاید تصور بھی کرنا ہمارے بس سے باہر ہو...... میں تو بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ سچائی بنت رسول رضی اللہ عنہا کی سانسوں میں گھل مل گئی تھی...... ان کی اور ہماری مادرِ مہربان ام المومنین صدیقۂ کائنات حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا قَطُّ اَصْدَق مِنْ فَاطِمَةَ — میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر سچ بولنے والا کوئی دیکھا ہی نہیں۔

(طبرانی، ابو یعلی)

پارسائی خاندانِ نبوت کی پہچان ہے اور جس بیٹی کا باپ شرم و حیا میں کنواری دوشیزہ سے بڑھ کر ہو، اس بیٹی کی پارسائی حورانِ بہشت کے لئے سرمایۂ رشک و حیرت کیوں نہ ہو...... اس کی عفت پر خدا کا عرش کیوں نہ ناز کرے اور اس کی آبرو پر نسل آدم کیوں نہ اپنی عزت و وقار کی ساری

پو بھی نثار کرے...... یہ بات یونہی تو نہیں کہ روزِ محشر اللہ پکارے گا:

"ساری مخلوق سر جھکا لے کہ میرے محبوب ﷺ کی بیٹی صراط کا پل عبور کر لے۔"......

مخلوقِ خدا سے پیار جس باپ کو غاروں میں رلاتا اور وادیوں میں تڑپاتا رہا ہو، اس کی بیٹی غمِ انسانیت میں کتنی ڈوبی ہوگی...... آیئے! اولاد سے پوچھتے ہیں، ماں کے دردِ دل کا حال......

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم دیکھتے تھے کہ والدہ ماجد پوری رات عبادت اور گریہ وزاری میں گزار دیتیں، پھر صبح جب دعا کا وقت آتا تو سب کے لئے دعائیں مانگتیں مگر اپنا نام یاد ہی نہ رہتا...... میں نے ایک بار سبب پوچھا تو فرمایا، بیٹا پہلے دوسروں کا حق ہے، پھر اپنا۔"......

سوچیئے! روئے زمین پر ایسی بیٹی کس کے گھر میں پل سکتی ہے...... صرف اس کے گھر جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۝

اے محبوب مکرم! اگر یہ لوگ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے تو ان کی خاطر کہیں آپ غم کے مارے اپنی جان نہ کھو دیں۔

(الکہف:۶)

یہ تڑپ انسانیت کے درد کی آخری منزل ہے، جہاں خود ربِ قدوس بھی اس کی تحسین، لازوال انداز میں کرتا ہے اور اسی تڑپ کی ایک پرچھائیں ہمیں اس طرزِ عمل میں نظر آتی ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا ہے:

نبی کے گھر کی ہر نعمت وہی تقسیم کرتی ہے
ہے گویا سب خدائی ہر گھڑی مہمان زہرا کی

مخلوق کی محبت صرف اس دل سے امنڈتی ہے جس میں خالق کا بسیرا ہو...... اور جس بیٹی نے حرا کے شب زندہ دار ﷺ کی آغوشِ عبادت میں آنکھ کھولی ہو، اس کا خدا کے ساتھ تعلق کتنا گہرا ہوگا، یہ کہنے، سننے کی بات نہیں...... جس کا باپ محض شکر گزاری میں اتنی عبادت کرتا ہو کہ پاؤں متورم ہو جائیں اور خدا کو کہنا پڑے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۝

اے چادر پوش محبوب! راتوں کو تھوڑی عبادت کیا کرو۔

(المزمل:۱،۲)

اس بیٹی کے حق عبادت گزاری کا عالم کیا ہوگا...... میں تو صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ نبیوں کو چھوڑ کر ساری کائنات کی عبادت گزاری ایک طرف اور تنہا میرے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدۂ کونین رضی اللہ عنہا کا ذوق عبادت دوسری طرف...... میری چشم تصور دیکھ رہی ہے کہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا پیکر نحیف، مجسم عبادت بن چکا ہے...... نفس نفس الطاعت، قدم قدم ریاضت، نظر نظر الی اللہ اور دم دم ذکر الٰہی...... غرض ہر سانس عبادت میں بسر ہوتی تھی...... اولاد کی پرورش، گھر کے کام، دعوت و اصلاح، خدمت خلق اور دیگر بے شمار معمولات کے ساتھ لمحہ لمحہ بندگی، رب کی تصویر بنی ہوئی ہیں...... حکیم مشرق علامہ اقبال کے الفاظ میں:

آں ادب پروردۂ صبر و رضا   آسیا گردان و لب قرآں سرا

غرض کس کس زاویہ حیات کی بات کریں اور حسن کردار کے کون کون سے پیمانے دیکھیں ...... یہاں تو عظمتوں کا عالم یہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پکار پکار کر کہہ رہی ہیں:

مَارَاَیْتُ اَفْضَل مِنْ فَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا غَیْرَ اَبِیْھَا

"میں نے حضور ﷺ کے علاوہ کسی کو ان کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل نہیں پایا۔"

اور ہو بھی کیسے سکتا ہے، جب کہ خود حضور ﷺ نے فرمادیا:

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور وہ مجھے سب دنیا سے بڑھ کر عزیز ہے۔"

بس یہی وہ مقام ہے، جہاں پہنچ کر میں امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی ہم نوائی میں یہ کہہ کر بات سمیٹنا چاہتا ہوں کہ!

"جہان بھر کی عورتیں تو کیا، میں کسی مرد کو بھی حضور اکرم ﷺ کی لخت جگر سیدۂ کونین رضی اللہ عنہا کا ہم پلہ نہیں مانتا۔"......

سچ کہا شاعر نے!

بڑھے گی تا ابد شان علا ہر آن زہرا کی   خدا ہی جانتا ہے کس قدر ہے شان زہرا کی
حیدر کی، رسول ذوالمنن کی تعریف   زہرا رضی اللہ عنہا کی، حسین رضی اللہ عنہ کی، حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف
اللہ نے پانچ انگلیاں دی ہیں مجھے   لکھتا رہوں ان سے پنجتن کی تعریف

(شاہ انصار حسین رحمانی الہ آبادی)



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا

باب 3

سیرت و کردار

أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

وبه نستعين ونستجير انه ولي الهداية والتوفيق وعليه التكلان

إنه من سليمان وإنه

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۲۰

إن الله إذا أنعم على عبد نعمة أحب أن يرى أثرها عليه

۱۴۰۷

خاتونِ جنت، سیدۃ النساء

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا اُسوہ

خواتین کے لئے مینارۂ نور

محبوب الرسول قادری

مخدومۂ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کاشانۂ اقدس پر ایک عورت اپنے چھوٹے بچے کو اس حال میں اٹھا کر لائی کہ اس کے جسم پر انتہائی خستہ حال پھٹا پرانا قمیص تھا۔ اُس نے سوال کیا کہ میرے لختِ جگر کے لئے شہزادوں کا کوئی قمیص عطا ہو جائے...... سیدہ اٹھیں...... اپنے نورِ عین سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو سوتے سے جگایا...... ان کا قمیص اتارا اور سائلہ کو عطا کر کے مخدومۂ کائنات، سلطانۂ فقر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے نورِ چشم کو ایک پُرانا قمیص پہنا دیا۔

ایک مفلوک الحال بدو کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کے کاشانۂ اقدس پر لائے کہ کھانے کو کچھ مل جائے...... حالات کچھ ایسے تھے کہ سیدہ کئی دنوں سے فاقہ سے تھیں۔ لیکن سائل کو دیکھ کر بے چین ہو گئیں...... گھر میں پڑی اکلوتی چادر اٹھائی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی...... ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ یہ چادر شمعون یہودی کو دے کر کہیں کہ یہ ردائے زہرا رضی اللہ عنہا ہے...... اس کا جتنا غلہ بنتا ہے وہ بدو کو دے دو...... یہ واقعہ جب شمعون یہودی نے سنا تو پکار اٹھا کہ...... جس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی اتنی سخی ہے کہ خود فاقے کے باوجود سوالی کو خالی دامن نہیں لوٹاتی، بخدا، وہ خدا کے سچے رسول ہیں...... کلمہ پڑھ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو گیا...... یہودی کو غلہ دیا...... سیدہ کے گھر غلہ نذر کیا اور چادر مبارکہ واپس بھجوائی...... اللہ اکبر

مخدومۂ کائنات کی سخاوت اور جذبۂ ایثار کا اعجاز ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے تصدق بھوکوں

کو غلہ اور یہودیوں کو ایمان کی دولت نصیب ہو رہی ہے...... سبحان اللہ!

تفسیر کبیر، مدارک اور نیشا پوری میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں شہزادے (حسن، حسین رضی اللہ عنہم) علیل ہوئے...... سیدہ زہرا، مولا علی اور کنیز فضہ نے منت مانی کہ خدائے علیم وخبیر شہزادوں کو صحت عطا کرے تو ہم تین دن مسلسل رضائے رب کے لئے روزہ رکھیں گے۔ بچے صحت یاب ہو گئے۔ اور تینوں تقدس مآب ہستیوں نے روزہ رکھ لیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ تین صاع آٹا اُدھار لائے جس کے تین حصے کئے گئے۔ ایک حصہ پکا کر پانچ روٹیاں تیار کی گئیں تو عین وقتِ افطار سائل نے صدا لگائی کہ مسکین ہوں، کھانا کھلایا جائے...... مولا علی رضی اللہ عنہ نے پانچوں روٹیاں مسکین کے حوالے کر دیں اور تینوں مقبولانِ بارگاہ ایزدی (ہستیوں) نے پانی سے افطاری کر لی۔ دوسرے روز اُسی وقت یتیم سائل نے سوال کیا اور پانچوں روٹیاں لے گیا...... اور تیسرے دن افطاری کے وقت ایک قیدی نے صدا لگائی اور پانچوں روٹیاں اسے دے دی گئیں...... بس یہ امتحان کی آخری کڑی تھی جس میں یہ برگزیدہ شخصیات کامیاب ہوئیں۔ اور اس کی گواہی قرآن نے دی۔

جبرئیل دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، خدا کا سلام اور پیغام پہنچایا: "اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں، مسکین اور یتیم اور اسیر کو، ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت تُرش اور نہایت سخت ہے۔" (سورۃ الدھر: آیت ۸،۹،۱۰، ترجمہ کنز الایمان)

یہ آیت مبارکہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور آپ کی کنیز فضہ کی شان میں نازل ہوئی۔ سبحان اللہ! علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوبصورت بات کہی کہ ؎

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول رضی اللہ عنہا　　　مادراں را اسوۂ کامل بتول رضی اللہ عنہا

سخاوت اللہ کی بارگاہ میں اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ اس کی پسندیدگی کی سند قرآن کی صورت میں دی جا رہی ہے۔ سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کی زندگی مسلم خواتین کے لئے آئیڈیل ہونی چاہیے۔ بے شک معاشرے کے موجودہ زوال اور انحطاط سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ خاتونِ جنت کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔

ذرائع ابلاغ جدت کے نام پر اور ثقافت کے نام پر قوم کو رواجوں کا شکار ہونے سے

بچائیں۔قوم کی بہو بیٹیاں پردے کو یقینی بنا کر خاتونِ قیامت رضی اللہ عنہا کی خوشنودی حاصل کریں......
اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن عورت کو ذریعۂ اشتہار نہ بنائیں تاکہ آنے والی نسلیں پاکستان کو صحیح معنوں میں نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا گہوارہ بنانے میں حتمی اور کامیاب جدوجہد کر سکیں......

اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علم و حلم، جود و سخا، ذوقِ عبادت اور حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وافر حصہ عطا فرمائے:

ملکۂ ملکِ سخاوت فاطمہ رضی اللہ عنہا — منبعٔ نور و ہدایت، فاطمہ رضی اللہ عنہا
مطلعِ چرخِ کرامت فاطمہ رضی اللہ عنہا — مرجعٔ انوار و رحمت فاطمہ رضی اللہ عنہا

وقت وصال شہزادیٔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانوئے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سر انور رکھا ہوا تھا۔اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے وصیت کی اجازت طلب کی اور پھر ارشاد فرمایا کہ چار باتیں ہیں:

① اگر میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو یا آپ پر میں نے کوئی زیادتی کی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف فرما دیجئے۔

② میرے بچوں سے ہمیشہ شفقت فرمانا، اُن کی دلداری کرنا، اُن سے پیار فرمانا اور اُن کے سر پر دست محبت رکھنا۔

③ قبرستان میں میرا جنازہ رات کے وقت لے جانا۔اس لئے کہ میری زندگی میں کسی نامحرم نے میرے قد و قامت کو نہیں دیکھا۔اب بعد وصال بھی ضروری ہے کہ مجھے کوئی دوسرا نہ دیکھے۔

④ مجھے بھول نہ جانا۔میری قبر پر تشریف لاتے رہنا اور دعائے خیر فرماتے رہنا۔

جب مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ وصیت سماعت فرما چکے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ بھرائی ہوئی آواز میں فرما رہے تھے کہ "اے شہزادیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاشاللہ! آپ نے کبھی مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ ہی مجھے رنج پہنچایا۔آپ نے کبھی میری دلآزاری نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ میری دلداری کی ہے...... آپ نے کبھی مجھے مصائب میں نہیں ڈالا بلکہ ہمیشہ میری غم گساری کی ہے۔آپ نے کبھی مجھے جفا نہیں دی بلکہ ہمیشہ وفاداری کی ہے۔گویا زہرا رضی اللہ عنہا آپ کانٹا نہیں بلکہ ایک پھول ہیں۔میں آپ کی وصیتوں کو دل و جان سے قبول کرتا ہوں۔اور ان پر پورا پورا عمل کروں گا۔

یہ خوبصورت باتیں اہلِ اسلام کے لئے ہر دور میں مشعل راہ رہی ہیں اور ہمارے

موجودہ معاشرتی اور نظریاتی بگاڑ کا حل بھی انہی ارشادات عالیہ میں مضمر ہے۔

یقیناً اولاد سے محبت، شفقت، پیار، دلداری اور اچھی تربیت، اصلاحِ اموال اور تزکیۂ نفس کا راز مضمر ہے۔ سیدہ زہراء رضی اللہ عنہا مولا علی رضی اللہ عنہ سے وقتِ وصال معافی طلب کر کے ہر دور کی خواتین کو اپنے خاوندوں کا تابع فرمان رہنے کی تلقین فرما رہی ہیں...... جنازہ کو رات کے وقت اٹھانے کی وصیت کرنا اسلامی پردے کی معراج ہے...... جو موجودہ پُرماحول کو شرم وحیاء کی خیرات تقسیم کرتی نظر آتی ہے...... قبر پر آتے جاتے رہنے کی وصیت اور دعائے خیر میں یاد رکھنے کی وصیت سے موجودہ دور کے نام نہاد جدید نظریات بھی دم توڑتے نظر آتے ہیں۔ مزارات پر حاضری کا نظریہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت سے بھی ثابت ہے تو اسے بدعت قرار دینا کھلی گمراہی ہے۔

سیدہ نے ملت اسلامیہ کے لئے اپنی آخری وصیت میں وحدتِ اُمت کا فارمولا پیش کر دیا اور باطل عقائد کی بیخ کنی فرمادی۔

کن بریں الفاظ نادر اختتام   السلام اے بنت احمد السلام



خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی پاکیزہ سیرت

پروفیسر محمد اکرم رضا

سیدہ، طیبہ، طاہرہ فاطمۃ الزہرا بے شمار فضائل کی حامل ہیں۔آپ خاتونِ جنت ہیں، جنت میں تمام جنتی خواتین عالم کی سردار ہیں۔سلطانِ دوعالم فخرِ آدم و بنی آدم، حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی صاحبزادی ہیں۔اگرچہ آپ چاروں بیٹیوں میں سے سب سے چھوٹی تھیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی سب سے زیادہ حقدار ٹھہریں۔اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حسنِ تربیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضانِ اقدس نے آپ کے کردار کو انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔بیٹی کی حیثیت سے، بیوی کی حیثیت سے، ماں کے کردار کی حیثیت سے انسانی سرفرازی کے لحاظ سے آپ اپنی مثال آپ تھیں۔آپ فقر و درویشی، استغناء اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھیں۔آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ حَسَنہ کا پیکر تھیں۔اپنے ابا جان کے کردار کی احسن ترین تنویر تھیں۔

خاص طور سے آپ نے خواتین اسلام کے لئے جو اُسوہ پیش کیا ہے۔اس کی مثال نہیں ملتی۔مشکیزے میں پانی خود لاتی ہیں، جس سے سینے اور کندھوں پر نشانات پڑ گئے۔گھر کے تمام اُمور خود انجام دیتی ہیں۔چکی اس حالت میں پیستی ہیں کہ گود میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں، کندھے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ لٹکے ہوئے ہیں۔ہاتھ چکی پیس رہے اور زُبان پر قرآنِ حکیم کی تلاوت جاری ہے۔تین تین دن فاقے سے گزارے مگر کبھی شکایت کا ایک لفظ بھی زبان پہ آنے نہ پایا۔جونہی وقت ملتا مصلے پر کھڑی ہو جاتیں۔تمام تمام رات مصلے پر عبادت میں گزارتیں۔صبح کی اذان ہوتی تو فرماتیں" خدایا تیری بندی عبادت کا حق ادا نہیں کر پائی کیونکہ تیری رات ہی مختصر ہے۔"

ایک خاتون میں جس قدر خوبیاں ہونی چاہئیں وہ سب آپ کی ذات میں موجود تھیں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ مادراں را اُسوۂ کامل بتولؓ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا نام ہے۔آپ آنحضرت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی صاجزادی تھیں اور تمام مکارم اخلاق وفضائل اوصاف آپ پر ختم ہو گئے تھے۔آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔آپ سیدہ خواتین عالم اور سردار النساء اہلِ جنت ہیں۔آپ کے القاب زہرا، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ اور بتول ہیں۔

بچپن ہی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں بہت زیادہ متانت، سادگی اور سنجیدگی تھی۔آپ کا دل کھیل میں نہیں لگتا تھا۔آپ کہیں آنا جانا پسند نہ فرماتی تھیں۔ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔آپ کی یہ سادگی اور استغنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا، اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھیں۔چونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورت و سیرت میں بہت مشابہ تھیں، اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ اور راضیہ قرار پایا۔

آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی اور یہ وہ مبارک زمانہ تھا جب اہلِ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے، اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناکتخدا تھیں۔لوگوں نے پیغام دیا، ان میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرنے کی استدعا کی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حکمِ الٰہی کا انتظار کرو۔اس کا ذکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا اور اُن کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لئے پیغام دو۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیغام دیا اور وہی جواب پایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس جواب سے اطلاع دی۔پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے سروسامانی پر تامل ہوا، اور دوسرا خیال یہ بھی ہوا کہ اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد میری کیا گنجائش ہو سکتی ہے، لیکن لوگوں نے پھر مجبور کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کا استحقاق یاد دلایا۔پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطریقہ پیغام عرض کیا۔آپ نے یہ استدعا قبول فرمائی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ علی کا رجحانِ خاطر تمہاری طرف ہے۔آپ خاموش رہیں (یہ خاموشی ایک طرح کی رضامندی تھی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے چار مہینے بعد ۲ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کے ساڑھے نو مہینے گزرنے کے

بعد رخصتی کرائی۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی تھی اور حضرت علی کی اکیس سال ساڑھے پانچ مہینے، گویا حضرت علی تقریباً ۶ سال بڑے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کے لئے اپنا اُونٹ اور بعض اسباب فروخت کر ڈالا تھا جس کی کل قیمت چار سو اسی درہم ملی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو ثلث خوشبو وغیرہ میں صرف کرو اور ایک ثلث متاع میں (یعنی سامانِ شادی یا خورد و نوش اور دیگر ضروریاتِ خانہ داری وغیرہ میں)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں: میرے پاس ایک لونڈی تھی جس کو میں آزاد کر چکا تھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کسی نے پیغام دیا؟ میں نے کہا: معلوم نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ پیغام دیجئے، آپ کو کون سا امر مانع ہے؟ میں نے کہا: میں کس بنا پر جرأت کروں، میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے میں عقد کروں۔ اس نے کہا کہ نہیں، آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جائیے۔ چنانچہ میں اس کے اصرار پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت و ہیبت کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ مجھے کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور میں خاموش بیٹھا رہا۔ مجھ میں بالکل طاقت نہ تھی کہ میں کچھ گفتگو کرتا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیغام کے لئے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کے لئے بھی ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ حطمی زرہ کہاں ہے، جو میں نے تم کو دی تھی؟ وہی مہر میں دے دو۔ اُس زرہ کی قیمت چار سو درہم سے زائد نہ تھی۔ نکاح ہوا اور وہی زرہ بالعوض مہر میں دے دی گئی۔

جب نکاح سے فراغت ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شادی کے لئے ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد نے کہا کہ میرے پاس ایک بھیڑ ہے، اس سے ولیمہ کرلیا جائے۔ اسی طرح انصار کے ایک قبیلہ نے بھی اپنی حسبِ استطاعت ولیمے کا انتظام کیا۔ چنانچہ ولیمہ کا کھانا بھی دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک چھوٹا سا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان سے کسی قدر فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا۔ آپ نے حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے گھر رخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم مجھ سے مل لینا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ پانی طلب کیا، اس سے وضو کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وہ پانی ڈال دیا اور یہ دعا پڑھی:

اللھم بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما فی نسلهما۔

دوسری روایت کے مطابق آپ نے دونوں پر پانی چھڑکا اور فرمایا "اے فاطمہ! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں بہترین شخص سے کی ہے۔"

شہنشاہِ عالم نے اپنی صاحبزادی سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہ روایت عکرمہ رضی اللہ عنہ مندرجہ ذیل جہیز دیا۔

نقشی تخت ایک، چمڑے کا تکیہ ایک (جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) پیالہ ایک، مشکیزہ ایک، دو عدد چکیاں۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شادی کے بعد بھی آپ کا اُسوہ وہی تھا جو شادی سے قبل تھا۔ اب خاوند کی خدمت اور بچوں کی تربیت کا اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کوئی کنیز یا غلام طلب کرنے کے لئے ابا جان کے پاس آئیں مگر حیا سے خاموش رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استفسار پر آپ تو کچھ نہ بولیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آمد کا مقصد بتا دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میں تم کو قیدی خدمت کے لئے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحابِ صُفہ کے خُورد و نوش کا تسلی بخش انتظام انجام دینا ہے۔ میں ان فرزندانِ حق کو کیسے فراموش کر دوں، جنہوں نے خوشنودیٔ خدا اور رسول کے لئے فقر و استغنا کی زندگی کو اختیار کیا ہے۔

جواب سن کر گھر واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت دونوں اپنے اپنے بستروں پر آرام کے لئے لیٹ چکے تھے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا تو تعظیماً و تکریماً استقبال کے لئے اُٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو روکا اور فرمایا "تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی تھی اور جس کے تم خواہش مند تھے اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں" اُن دونوں نے عرض کیا: جی ہاں، فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ والحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ والحمد للہ ۳۳، ۳۳ بار

اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر دَم کر لیا کرو۔ یہی تمہارے لئے بہترین خادم ہیں۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت میں اگرچہ بہت سے بزرگ داخل ہیں لیکن ان سب میں فردِ کامل سیدۂ عالَم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وجودِ گرامی ہے۔ آیت تطہیر: اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ سورۃ الاحزاب، کا نازل ہونا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کو خاص طور سے ظاہر ہے۔

عبدالرحمن ابن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخدری لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سیدۃ النساء اھل الجنۃ (یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا) جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جنت کی عورتوں کی سردار حضرت مریم پھر حضرت فاطمہ بنت محمد، پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) ہیں۔"

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ سب نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ واقف ہیں۔ آپ نے فرمایا "فاطمہ بنت محمد، خدیجہ بنت خویلد، مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) ان لوگوں کو جنت کی عورتوں پر سب سے زیادہ فضیلت ہے۔"

خدا تعالیٰ نے طبقہ نسواں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات مُبارکہ کے ساتھ جو مناقب مخصوص کر دیئے تھے اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ یہ حدیث حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل پر شاہد ہے۔

"تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ (فرعون کی بیوی) کافی ہیں۔"

صداقت اور راست گوئی میں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا لیکن اُن کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البتہ مستثنیٰ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جس قدر محبت رسول اللہ ﷺ کو تھی، اتنی اور کسی اولاد کے ساتھ نہ تھی۔ حالانکہ آپ کی بعض بہنیں آپ سے زیادہ تیز فہم اور خوب صورت تھیں لیکن آنحضرت ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بہت محبوب تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "تمہاری رضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور تمہارے غیظ وغضب سے وہ غضب ناک ہوتا ہے۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے تمام مشاغل حیات میں رسول اللہ ﷺ کی تقلید کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نشست و برخاست، عادات و فضائل، طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ میں آنحضرت ﷺ کے مشابہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں تو آنحضرت ﷺ کھڑے ہو جاتے، پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بیٹھا لیتے اور یہی طرزِ عمل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رفتار و گفتار میں بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کا فاطمہ تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صورت بھی آنحضرت ﷺ سے بہت ملتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری آنکھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد فاطمہ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں "فاطمہ! میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا۔"

آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرایہ پر لے لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مکان آنحضرت ﷺ کے مکان سے کسی قدر فاصلے پر لے لیا۔ اسی مکان میں رخصت کرا کے لے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ اثنائے گفتگو میں آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنے قریب بلالوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ حارث بن نعمان سے فرمائیے، وہ کوئی اپنا مکان دے دیں گے۔ حضرت حارث بن نعمان نے آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے

مکان میں منتقل کرانا چاہتے ہیں، میرے تمام مکانات موجود ہیں، حضرت فاطمہ کو بلا لیجئے۔ میرا جان و مال اللہ اور اس کے رسول پر قربان ہے، اور بخدا جو چیز آپ مجھ سے لیں گے مجھے اس کا آپ کے پاس رہنا میرے پاس رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم نے سچ کہا، خدا تم کو برکت دے اور اپنی رحمت تم پر نازل کرے۔" پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن نعمان کے مکان میں منتقل کرا لیا۔

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسا برتاؤ ہوا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار ہوا۔ آپ کبیدہ خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گئیں۔ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سن سکیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غصہ کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "اے بیٹی! جو کچھ میں کہوں، اس کو غور و فکر سے سنو اور عمل کرو۔ وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش واقع نہ ہو اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشاء کے مطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس مصلحانہ جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ پھر انہوں نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رنجیدہ خاطر ہوتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات میں کوئی رنجش ہو جاتی تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح کرا دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان دونوں کی مصالحت سے غیر معمولی مسرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایاں تھے۔ آپ نے اُن دونوں میں صلح کرا دی۔ جب باہر تشریف لائے تو چہرہ مبارک بشاش تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا "یارسول اللہ! یہ کیا بات ہے، جب آپ گھر تشریف لے گئے تو چہرہ مبارک متغیر تھا اور اب بشاش ہے۔" فرمایا "میں نے ایسے دو شخصوں میں مصالحت کرا دی جو مجھے بہت محبوب ہیں۔" چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیاوی زینت و آرائش کو بہت ناپسند فرماتے تھے، اس لئے وہ ایسی چیزیں اولاد کو نہ خود دیتے تھے اور نہ دوسروں کو دینا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک سونے کا ہار دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: فاطمہ! کیا تم لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول

اللہ ﷺ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بطورِ خیر مقدم گھر کے دروازوں پر پردے لگائے اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ جب آنحضرت ﷺ حسبِ معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو یہ سب کچھ دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ حضرت فاطمہ واپسی کا سبب سمجھ گئیں۔ فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاجزادوں کے ہاتھوں سے کنگن اُتار دیئے۔ صاجزادے روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا "اگر چہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا کی نمائشی چیزوں سے آلودہ ہوں۔ صحابہ سے فرمایا: طلائی ہار کے عوض فاطمہ کے لئے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنوں کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑے کنگن خرید لاؤ۔"

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہم دونوں (حضرت فاطمہ، حضرت علی) میں کس کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا "تم سے زیادہ فاطمہ رضی اللہ عنہا محبوب ہیں اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات سے قبل آنحضرت ﷺ کے پاس میں بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کی رفتار آنحضرت ﷺ کی رفتار سے بہت مشابہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے "مرحبا یا بنتی" فرما کر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر آپ نے اُن کے کان میں کچھ فرمایا، وہ رونے لگیں، پھر دوبارہ کان میں کچھ فرمایا، وہ ہنسنے لگیں۔ مجھے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس سے قبل میں نے ایک ہی وقت میں (خوشی وغمی) ہنسنے اور رونے کا اجتماع نہیں دیکھا جیسا کہ اس موقع پر دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں ہرگز اپنے باپ کا راز فاش نہ کروں گی۔ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھا کہ اس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالم سے تشریف لے گئے اس لئے اب میں کہے دیتی ہوں کہ پہلی مرتبہ تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبریل (علیہ السلام) سال میں

ایک مرتبہ قرآن شریف کا دور کرتے تھے، اب کی خلاف معمول سال میں دو بار دور کیا۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اس پر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس کو پسند نہیں کرتیں کہ تم دنیا کی عورتوں کی سردار ہو، میں یہ سن کر ہنسنے لگی۔

حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی لاڈلی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کس قدر عزیز تھیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو جہل کی بیٹی کی شادی کی پیشکش ہوئی تھی۔ اصحابِ تاریخ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

ابن ہشام بن مغیرہ برادر ابو جہل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم فوراً بنت ابی جہل سے نکاح کرلو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گزرا (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کو بیان کیا) آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر یہ خطبہ پڑھا، جس میں اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا۔

"آلِ ہشام علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لئے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں، لیکن میں نہ دوں گا۔ البتہ ابن (علی) ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دے کر اس کی لڑکی سے عقد کر سکتے ہیں۔ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اس کو اذیت دی (گویا) اس نے مجھے اذیت دی (جس سے اس کو دکھ پہنچے گا، اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی۔)"

اور فرمایا "میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرنا چاہتا ہوں لیکن خدا کی قسم! رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔"

ایک مرتبہ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ عیادت کو تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا: بیٹی تم کیسی ہو؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "مجھے تکلیف ہے، لیکن اس تکلیف میں مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر میں کھانے کو کوئی چیز نہیں ہے۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا "بیٹی تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ خواتین عالم کی سردار بنو۔" انہوں نے عرض کیا: مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانہ کی، اور خدا کی قسم! میں نے تمہاری شادی دنیا کے ایک بہترین انسان سے کی ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ کے وصال کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ

پڑا اور انہوں نے بے اختیار ہو کر فرمایا۔

میرے ابا جان نے دعوتِ حق کو قبول کیا اور فردوسِ بریں میں داخل ہو گئے۔ آہ جبریل علیہ السلام کو ان کے انتقال کی خبر کون پہنچا سکتا ہے۔

پھر دعا مانگی:

یا الٰہی! روحِ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا دے۔ خدایا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مسرور کر دے۔ الٰہی بروزِ حشر شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مایوس نہ فرمایا۔

آپ سے ایک مرثیہ بھی منسوب ہے۔ آپ نے شدت غم سے دو چار اپنے محبوب والد محترم کے وصال پر کہا۔ اس مرثیہ میں وہ کہتی ہیں۔

"آسمان غبار آلود ہو گیا۔ آفتاب لپیٹ دیا گیا۔ دنیا میں تاریکی ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمین نہ صرف غمگین ہے بلکہ فرطِ الم سے شق ہو گئی ہے۔ اُن پر قبیلہ مضر کے لوگ اور اہلِ یمن روتے ہیں۔ بڑے بڑے پہاڑ اور محلات روتے ہیں۔ اے خاتم الرسل خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔"

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو تسلی دینے لگے تو آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر آئے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا "تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے منوں خاک کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھپا دیا۔"

آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر تشریف لے گئیں، وہاں روئیں اور ایک مُشتِ خاک قبر شریف سے لے کر آنکھوں سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے:

ترجمہ: "کیا چاہیے اس شخص کو جو خاک مزار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونگھے، لازم ہے اس پر پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عالم کی اور تین بہنیں جس طرح عین جوانی کی حالت میں گزر گئیں، اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال ہو گیا۔

واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۳ رمضان ۱۱ھ میں ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قبر میں اُتارا۔

حضرت اُمِّ سلمہ کہتی ہیں کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلایا اور فرمایا، پانی کا انتظام کرو، میں غسل کروں گی، صاف اور عمدہ کپڑے نکال دو، پہنوں گی۔ چنانچہ میں نے پانی کا انتظام کر دیا اور کپڑے نکال دیئے۔ آپ نے اچھی طرح غسل کیا اور کپڑے پہنے، پھر فرمایا: میرا بستر کر دو، میں لیٹوں گی، میں نے بستر کر دیا، وہ قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا: اب مفارقت کا وقت قریب ہے، میں غسل کر چکی ہوں، اس لئے مکرر غسل کی ضرورت نہیں اور نہ اب میرا بدن کھولا جائے، چنانچہ اس کے بعد ہی انتقال ہوگیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اُسی غسل پر اکتفا کیا اور اُن کو دفن کر دیا۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہا کی شرم و حیا تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا قبرستان تک جائے، اس میں بے پردگی ہوتی ہے اور مرد و عورت کے جنازے میں کوئی تفریق نہیں رہتی۔ مرد برا کرتے ہیں کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا لے جاتے ہیں، یہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا: یابنت رسول اللہ، میں نے حبش میں ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے، آپ اگر حکم دیں تو وہ طریقہ پیش کروں۔ یہ کہہ کر کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا، جس سے پردے کی صورت نکل آئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ طریقہ پسند آیا اور بہت خوش ہوئیں، چنانچہ آپ کا جنازہ پردے میں قبر تک گیا، اور اسلام میں یہ پہلی خاتون ہیں جن کا جنازہ اس طریقہ سے اُٹھایا گیا۔ آپ کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا جنازہ اسی طرح قبر تک گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو بہت مغموم و محزون تھے اور شدتِ غم و الم میں یہ شعر پڑھتے تھے:

ترجمہ: "میں دیکھتا ہوں، مجھ میں دنیا کی بیماریاں بکثرت ہوگئی ہیں اور اہلِ دنیا جب تک دنیا میں ہیں، بیمار ہیں۔"

ہر یک جائی کے بعد دوستوں سے مفارقت ہونا ضروری ہے اور وہ زمانہ فراق کے سوا ہوتا ہے، تھوڑا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاجزادے کم سنی میں ہی انتقال کر گئے۔آپ کی چار صاجزادیاں تھیں۔سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا اور خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کو صاجزادے بھی عطا کئے اور صاجزادیاں بھی۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے آپ کو اپنے جسم کا حصہ دار اپنے گوشت کا ٹکڑا قرار دیتے اور فرمایا کرتے کہ خدایا میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہوں، تو بھی راضی ہو جا۔جو فاطمہ سے محبت رکھے میں اسے پسند کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو فاطمہ کو دکھ پہنچائے اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔ خدایا اس پر غضب فرما۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا عفت و عصمت کی پیکر تھیں، پارسائی کا مظہر تھیں، حیا و شرم کا پیکر تھیں۔انہیں ہر لمحہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عزیز رہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا "مسلمان عورت کے اوصاف کیا ہیں۔"

انہوں نے عرض کیا" ابا جان! عورت کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرے، اولاد پر شفقت کرے، اپنی نگاہ نیچی رکھے، اپنی زینت کو چھپائے، نہ خود غیر کو دیکھے نہ غیر اُس کو دیکھ پائے۔"
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جواب سن کر مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ عورت کی احسن تعریف ہے۔

ایک دفعہ سیدہ علیل تھیں لیکن علالت میں بھی دن رات عبادت میں مصروف رہیں۔
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے مسجد گئے تو وہ نماز کے لئے کھڑی ہوگئیں۔نماز سے فارغ ہو کر چکی پیسنے لگیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر ان کو چکی پیتے دیکھا تو فرمایا: اے رسول خدا کی بیٹی، اتنی مشقت نہ اُٹھایا کرو، تھوڑی دیر آرام کر لیا کرو، کہیں زیادہ بیمار نہ پڑ جاؤ۔فرمانے لگیں: خدا کی عبادت اور آپ کی اطاعت مرض کا بہترین علاج ہے اگر ان میں کوئی موت کا باعث بن جائے تو اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی کیا ہوگی۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

خاتونِ جنت، حضرت سیّدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

سیرت و کردار کے آئینے میں

مولانا سعید احمد انصاری

☆ ایک صدی قبل (۱۳۴۱ھ) میں معارف اعظم گڑھ سے "رفیق دار المصنفین" سے شائع ہونے والی کتاب "سیر الصحابیات" ایک باب۔ بشکریہ: میرا کتب خانہ حضرو (اٹک)

نام و نسب:

فاطمہ نام، زہراء لقب تھا، آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں، سن ولادت میں اختلاف ہے، ایک روایت ہے کہ سنہ البعثت میں پیدا ہوئیں، ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد قبل اعلانِ نبوت پیدا ہوئی، آپ کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی اس بنا پر بعضوں نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ اسنہ بعثت کے آغاز میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی ہوں گی، اور چونکہ دونوں کی مدت میں بہت کم فاصلہ ہے اس لئے یہ اختلاف روایۃ، ہوگیا ہوگا، ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے جب خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، پیدا ہوئیں، بعض روایتوں میں ہے کہ اعلانِ نبوت سے تقریباً ایک سال پیشتر پیدا ہوئیں۔

نکاح:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور اگر اسنہ بعثت کو ان کا سال ولادت تسلیم کیا جائے تو ۱۵ سال ساڑھے پانچ مہینے کی ہوئیں، تو ذی الحجہ ۲ سنہ ھ میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرأت کی، ان کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا، بلکہ وہی الفاظ فرمائے، لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی، حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حال میں روایت کی ہیں، لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب درخواست کی، تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کیا ہے؟ بولے کچھ نہیں، آپ نے فرمایا "اور وہ حطیتہ زرہ کیا ہوئی؟" (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ نے فرمایا "بس وہ کافی ہے" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس کو ۴۸۰ درہم پر فروخت کیا، اور قیمت لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں۔

زرہ کے سوا اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک یمنی چادر تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے نذر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی کہ الگ گھر لیں، حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انہی سے کوئی مکان دلوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کہاں تک، اب اُن سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے، حارثہ نے سنا تو دوڑے آئے، کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے، سب آپ کا ہے، خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں مجھ کو اسی سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے، غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس میں منتقل ہوگئیں۔

شہنشاہ مدینہ نے سیدہ عالم کو جو جہیز دیا، وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نئے گھر میں جالیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف

لے گئے، دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا، اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

(یہ تمام تفصیل صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۱، طبقات ابن سعد ج ۸، زرقانی ج ۲، اور اصابہ ج ۸ سے ماخوذ ہے)

داغِ یتیمی:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر مشہور روایت کے مطابق ۲۹ سال کی تھی کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں، اور اب صرف وہی باقی رہ گئی تھیں، اس لئے ان کو صدمہ بھی اوروں سے زیادہ ہوا، وفات سے پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں، وہ رونے لگیں، پھر بلا کر کچھ کان میں کہا، تو ہنس پڑیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو کہا "پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آ کر ملو گی، تو ہنسنے لگی۔" (صحیح بخاری ص ۶۳۸ ج ۲)

وفات سے پہلے جب بار بار آپ پر غشی طاری ہوئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر بولیں **واکرب اباہ**، ہائے میرے باپ کی بے چینی! آپ نے فرمایا "تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا، آپ کا انتقال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑی، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جب تک زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا۔" (اسد الغابہ ص ۵۲۴ ج ۵)

بخاری میں لکھا ہے کہ جب صحابہ جسد مبارک کو دفن کر کے واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا "کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاک ڈالتے اچھا معلوم ہوا۔"

(صحیح بخاری ص ۶۴۱ ج ۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات، یہ تمام بزرگ میراث کے مدعی تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی قائم مقام موجود تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائیداد، خالصہ جائیداد تھی اور اس میں قانونِ وراثت

جاری نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزہ کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، لیکن وقت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو متروکہ چھوڑتے ہیں وہ کُل کا کُل صدقہ ہوتا ہے اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس بنا پر میں اس جائیداد کو کیونکر تقسیم کرسکتا ہوں؟ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اہل بیت جس حد تک اس سے فائدہ اٹھاتے تھے اب بھی اٹھا سکتے ہیں، صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اس گفتگو کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سخت قلق ہوا اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک ان سے گفتگو نہیں کی۔ (ص ۵۲۶ ج ۱ و ۶۰۹ ج ۲)

وفات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کو ۶ ماہ گزرے تھے کہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ "میرے خاندان میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آکر ملوگی" پوری ہوئی، یہ منگل کا دن تھا، اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی، اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا تھا لیکن اگر دوسری روایتوں کا لحاظ کیا جائے تو اس سے مختلف ثابت ہوگا، چنانچہ ایک روایت میں ۲۴ سال، ایک میں ۲۵ سال اور ایک میں ۳۰ سال مذکور ہے، زرقانی نے لکھا ہے کہ پہلی روایت (۲۹ سال) زیادہ صحیح ہے، اگر ۴۱ (محمد) کو سال ولادت قرار دیا جائے تو اس وقت ان کا یہ سن نہیں ہوسکتا تھا، البتہ ۲۴ سال کی عمر تسلیم کی جائے تو اس سنہ کو سالِ ولادت قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے کہ وہ پانچ برس قبل نبوت میں پیدا ہوئیں تو اس وقت ان کا سن ۲۹ سال کا ہوسکتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں خاص جدت کی گئی، عورتوں کے جنازہ پر جو آج کل پردہ لگانے کا دستور ہے، اس کی ابتداء انہی سے ہوئی، اس سے پیشتر عورت اور مرد سب کا جنازہ کھلا ہوا جاتا تھا، چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں انتہا کی حیاء و شرم تھی اس لئے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں ناپسند کرتی ہوں، اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا جگر گوشۂ رسول! میں نے حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے، آپ کہیں تو اس کو پیش کروں، یہ کہہ کر خرمے کی چند شاخیں منگوائیں اور اُن پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی

صورت پیدا ہوگئی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت مسرور ہوئیں کہ یہ بہترین طریقہ ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ بھی اسی طریقہ سے اٹھایا گیا۔ (اسد الغابہ ص ۵۲۴ ج ۵)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے متعلق بھی اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ وہ بقیع میں، حضرت امام حسن علیہ السلام کے مزار کے پاس مدفون ہوئیں، ابن زبالہ نے یہی لکھا ہے، اور مورخ مسعودی نے بھی اسی قسم کی تصریح کی ہے، مورخ موصوف نے ۳۳۲ھ میں بقیع کی ایک قبر پر ایک کتبہ دیکھا تھا جس میں لکھا تھا کہ "یہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔" (خلاصہ الوفا ص ۱۲۷)

لیکن طبقات کی متعدد روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دار عقیل کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئیں۔ (طبقات ص ۲۰ ج ۸)

ایک روایت یہ ہے کہ وہ خاص اپنے مکان میں دفن کی گئیں، اس پر ابن شیبہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر پردہ دار جنازہ کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن طبقات کی ایک روایت سے اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، سلمی (اپنی انّا) (تہذیب التہذیب ص ۴۲۵ ج ۱۲) کے گھر میں بیمار ہوئی تھیں، وہیں انتقال کیا، اور وہیں ان کو غسل دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھا کر باہر لائے اور دفن کیا۔ (طبقات ص ۱۷ ج ۸)

آج حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر متفقہ طور پر دار عقیل ہی میں سمجھی جاتی ہے، چنانچہ محمد لبیب بک بتنونی نے کہ ۱۳۲۷ھ میں خدیو مصر کے سفر حجاز میں ہمرکاب تھے، اپنے سفرنامہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ (الرحلۃ الحجازیہ ص ۲۴۶)

اولاد:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں، حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام، محسن رضی اللہ عنہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا۔ محسن رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں انتقال کیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں مشہور ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب سے نہایت محبت تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاجزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ

ان سے آپ کی نسل باقی رہی۔

حلیہ:

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا حلیۂ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ فاطمہ کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔ (صحیح ترمذی ص ۶۳۶)

اور رفتار بھی بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار تھی۔ (صحیح بخاری ص ۹۳۰ ج ۲)

فضل وکمال:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کتب حدیث میں ۱۸ روایتیں منقول ہیں، جن کو بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کیا ہے، جناب امیر علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سلمی رضی اللہ عنہا، ام رافع رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

تفقہ پر واقعاتِ ذیل شاہد ہیں:

جناب امیر علیہ السلام کسی سفر میں گئے تھے، واپس آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قربانی کا گوشت پیش کیا، ان کو عذر ہوا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ (مسند ص ۲۸۲ ج ۶)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں گوشت تناول فرمارہے تھے، کہ نماز کا وقت آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح اٹھ کھڑے ہوئے، چونکہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دامن پکڑا کہ وضو کر لیجئے! ارشاد ہوا بیٹی! وضو کی ضرورت نہیں ہے، تمام کھانے آگ ہی پر پکتے ہیں۔ (ایضاً ص ۲۸۳ ج ۶)

فضائل ومناقب:

اہل بیت میں اگر چہ بہت سے بزرگ داخل ہیں، چنانچہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن اہلِ

بیت ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بیت ہیں، حسنین اہل بیت ہیں، لیکن اس کا فردِ اکمل صرف فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وجود گرامی ہے، مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم پر سرورِ عالم نے جو خطبہ دیا اس میں فرمایا تھا کہ "میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑ جاتا ہوں، قرآن اور اہل بیت۔" (مسلم ص ۳۲۵ ج ۲)

آیت تطہیر کا نزول انہیں بزرگوں کی شان میں ہوا۔ (ایضاً ص ۳۳۱ ج ۲)

اور نصارائے نجران کے مباہلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معصوموں کو آواز دی، اور عباء اوڑھا کر فرمایا:

اللھم ھولاء اھلی! — خداوند! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

(ایضاً ص ۳۲۴ ج ۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں۔ (اصابہ ص ۱۵۷ ج ۸)

آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی! — فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جو اس کو ناراض کرے گا مجھ کو ناراض کرے گا۔

(صحیح بخاری ص ۵۳۲ ج ۱)

ابو جہل کی لڑکی کو جناب امیر علیہ السلام نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا، بارگاہ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضور منبر پر چڑھے، اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

ان بنی ہشام بن المغیرة استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنتھم فانما ھی بضعة منی یرینی مارابھا ویوذینی ما آذاھا۔

(صحیح بخاری ص ۷۸۷ ج ۲)

آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے، لیکن میں اجازت نہ دوں گا! کبھی نہ دوں گا! اور کبھی نہ دوں گا! البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی مجھ کو اذیت دی۔

ان فاطمة منی وانا اتخون ان تفتن فی دینها ثم ذکر صهراله من نبی عبد شمس فاثنی علیه فی مصاہریة ایاہ قال حدثنی فصدقنی وعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ۔ لاتجتمع بنت رسول اللہ وبنت عدواللہ ابدا۔

(صحیح بخاری ص ۴۳۸ ج ۱)

(اس کے بعد ابوالعاص بن ربیع کا جو آپ کے داماد تھے ذکر فرمایا کہ) اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچ کر کے دکھلا دیا، اور جو وعدہ کیا وفا کیا، اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا لیکن خدا کی قسم! ایک پیغمبر اور ایک دشمن خدا کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس کا یہ اثر ہوا کہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی حیات تک، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ذات میں فطرت نے جو فضائل ودیعت کر دیئے تھے ان کی نظیر سے دنیا کی بڑی بڑی ہستیاں خالی ہیں، اسی بناء پر حدیث میں آیا ہے:

کفاکِ من نساء العالمین مریم بنت عمران و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و آسیه امرأة فرعون۔

(ترمذی کتاب المناقب)

تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔

زہد وورع کی یہ حالت تھی کہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کہیں اس کی مثال نہیں مل سکتی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں، اسلام میں رہبانیت کا قلع قمع بھی کر دیا گیا تھا، فتوحات کی کثرت مدینہ میں مال وزر کے خزانے لٹا رہی تھی، لیکن جانتے ہو! کہ اس میں جگر گوشہ رسول کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھوں کو اشک بار ہو جانا چاہیے۔

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی عام خانگی زندگی یہ تھی کہ اس قدر چکی پیستی تھیں کہ ہاتھوں میں چھالے

پڑ گئے تھے، بار بار مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو جاتے تھے، چولہے کے پاس بیٹھتے بیٹھتے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے، لیکن بایں ہمہ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک بار گھر کے کاروبار کے لئے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ یہ فقراء و یتامیٰ کا حق ہے!

ایک دفعہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، دیکھا کہ انہوں نے ناداری سے اس قدر چھوٹا ڈوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔ شعر:

یوں کی ہے اہلِ بیت مطہر نے زندگی یہ ماجرائے دخترِ خیرالانام تھا

صرف یہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ خود ان کو آرایش یا زیب و زینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے، بلکہ اس قسم کی جو چیزیں ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھیں ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو سونے کا ایک ہار دیا، آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا "کیوں فاطمہ! کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے!" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بطور خیر مقدم کے گھر کے دروازوں پر پردہ لگایا، اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو چاندی کے کنگن پہنائے، آپ حسب معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے، تو اس دنیوی ساز و سامان کو دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا، اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے، بچے آپ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے آئے، آپ نے فرمایا یہ میرے اہلبیت ہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان زخارف سے آلودہ ہوں، اس کے بدلے فاطمہ کے لئے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔ (یہ تمام واقعات ابوداؤد اور نسائی میں مذکور ہیں)

صدق و راستی میں بھی ان کا کوئی حریف نہ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(استیعاب ص ۷۷۲، ج ۲)

مارأیت احدا کان اصدق الهجة من فاطمة الا ان یکون الذی	میں نے فاطمہ سے زیادہ کسی کو راست گو نہیں دیکھا البتہ آنحضرت ﷺ ان کے

ولدها صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سے مستثنیٰ ہیں۔

حد درجہ حیادار تھیں، ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ان کو طلب فرمایا تو وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں، جنازہ پر پردہ کرنے کی جو وصیت کی تھی وہ بھی اسی بناء پر تھی۔

آنحضرت ﷺ سے نہایت محبت کرتی تھیں، جب وہ خورد سال تھیں، اور آپ مکہ معظمہ میں مقیم تھے، تو عقبہ بن ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت میں ایک مرتبہ آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھ لاکر ڈال دی، قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی، وہ اگرچہ اس وقت صرف ۵ یا ۶ برس کی تھیں، لیکن جوشِ محبت سے دوڑی آئیں، اور اوجھ کو ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا، اور بد دعائیں دیں۔ (صحیح بخاری ص ۳۸ ج ۱)

آنحضرت ﷺ ان سے نہایت محبت کرتے تھے، معمول تھا جب کبھی سفر فرماتے تو سب سے آخر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور سفر سے واپس آتے جو شخص سب سے پہلے باریاب خدمت ہوتا وہ بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔

آپ ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہو جاتی، تو آنحضرت ﷺ دونوں میں صلح کرا دیتے تھے، ایک ہی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا، آپ گھر میں تشریف لے گئے، اور صفائی کرادی، گھر سے مسرور نکلے، لوگوں نے پوچھا آپ گھر میں گئے تھے تو اور حالت تھی، اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرادی ہے جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر کچھ سختی کی، وہ آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت لے کر چلیں، پیچھے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شکایت کی، آپ نے فرمایا "بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہیے کہ کون شوہر اپنی بی بی کے پاس خاموش چلا آتا ہے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "اب میں تمہارے خلافِ مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔"

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

اور آج کی خواتین

راضیہ نوید

جھک شوق سے قلم کہ ادب کا مقام ہے
تیری زباں پہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے

انسانی تاریخ میں یقیناً خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شخصیت تمام خواتین کے لیے اسوۂ کامل کا درجہ رکھتی ہے آپ رضی اللہ عنہا نے ایک بیٹی، بیوی اور ماں کے روپ میں قیامت تک آنے والی خواتین کے لیے جو نقوش راہ و تربیت چھوڑے ہیں، وہ عدیم المثال ہیں اور یقیناً ایک عورت اور پورے معاشرے کی بقا کے لیے لازم ہیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو خواتین کے لیے مشعل راہ ہے مگر افسوس یہ ہے کہ ہم نے منبع رشد و ہدایت سے روشنی کی خیرات لینا ترک کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری زندگیاں اندھیروں کی آماجگاہ بن گئی ہیں۔

سیدۃ النساء العالمین، راضیہ، مرضیہ، عابدہ، زاہدہ، ماجدہ، ساجدہ، ذکیہ، طاہرہ، ام الحسنین، ام السبطین اور ام الائمہ وغیرہ آپ رضی اللہ عنہا کا ہر لقب اور کنیت آپ سلام اللہ علیہا کی شخصیت کا آئینہ دار اور عکاس ہے۔ اس سے بڑھ کر سیدہ رضی اللہ عنہا کی شان کیا ہوگی کہ سرکار دو جہاں، رہبر انس و جاں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "فاطمہ! میری جاں کا ٹکڑا ہے جو اسے خوش کرتا ہے وہ مجھے خوش کرتا ہے اور جو اسے ناراض کرتا ہے وہ مجھے ناراض کرتا ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے نقوش قدم پر چلنا ہی ہمیں جنت کا حقدار بنا سکتا ہے۔

بچپن میں جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم کو دن رات توحید و رسالت کی تبلیغ میں مصروف پاتیں جبکہ کفار مکہ کا غیظ و غضب بھی اپنے عروج پر ہوتا تو اپنے والد گرامی کی محنتوں اور کاوشوں کا درد محسوس کرتیں اور اکثر اوقات وہ درد آنسوؤں کی صورت اُمڈ آتا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک مشرک نے حالت سجدہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر گندی اوجڑی رکھ دی۔ خبر پاتے ہی آپ رضی اللہ عنہا کم سنی کے باوجود تشریف لائیں، اس اوجڑی کو اپنے ننھے منے ہاتھوں سے ہٹایا اور اپنے بابا جان کا جسم اطہر صاف کیا۔

عظیم والدہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عظیم تربیت یافتہ دختر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کم عمری ہی سے عبادت و ریاضت، سخاوت، ایثار، فقر و غنا، طہارت، عفت و حیا، محبت و اخلاص کا عظیم پیکر تھیں۔ کوئی سائل دروازے پر آتا تو خالی نہ جاتا یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا کا گھرانہ فاقہ سے تھا مگر ایک نومسلم نے دروازے پر آ کر کھانے کا سوال کیا تو اپنی چادر مبارک یہودی کے پاس رکھ کر اسے کھانا دلوایا۔ روزے کی حالت میں افطار کے قریب تین دن تک مسلسل کوئی نہ کوئی سائل دستِ سوال دراز کرتا تو کھانا اسے دے دیا جاتا اور خود پانی سے روزہ افطار کر کے شکر کا کلمہ ادا کیا جاتا۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتیں چکی پیستی، پانی کا مشکیزہ بھرتیں، کھانا پکاتیں، صفائی کرتیں، الغرض شہزادی کون و مکاں اور خاتون جنت ہونے کے باوجود ان کاموں میں عار محسوس نہیں کرتی تھیں، بحیثیت بیوی اپنے شوہر اور رفیق حیات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آرام اور راحت پہنچانے کی کوشش کرتیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اپنے شوہر سے کوئی فرمائش نہ کی اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں وہ اسے پورا نہ کر سکے تو انہیں پریشانی ہوگی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد کسی شخص نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا: "حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آپ علیہ السلام کے ساتھ کیسا سلوک تھا"؟ آپ علیہ السلام نے سرد آہ بھر کر جواب دیا: "فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جنت کا ایک پھول تھیں جس کے مرجھا جانے کے بعد بھی اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔" آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دنیا کی بہترین عورت قرار دیا ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آغوش محبت دنیا کی وہ عظیم درس گاہ تھی جس میں نوجوانانِ

جنت کے سردار سیدنا حسن علیہ السلام اور سیدنا حسین علیہ السلام نے پرورش اور تربیت پائی ۔وہ اپنے کردار اور دین اسلام کی خاطر قربان ہو کر تا قیامت زندہ و جاوید ہو گئے ۔یہ آپ رضی اللہ عنہا ہی کے پاک دودھ اور تربیت کا ثمر تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر نیزے پر چڑھ گیا مگر عزم و حوصلہ نہ صرف قائم و دائم رہا بلکہ مستقبل کے ہر نوجوان کو ایک عظیم کردار اور مقصد عطا کر دیا۔

حضرت فضہ رضی اللہ عنہا سیدہ رضی اللہ عنہا کی کنیز رہیں مگر آپ رضی اللہ عنہا کا طرز عمل یہ تھا کہ ایک روز حضرت فضہ رضی اللہ عنہا تمام اُمور سر انجام دیتیں اور ایک روز خود آپ رضی اللہ عنہا کام کرتیں ۔کردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ سارا بوجھ اپنی کنیز پر نہیں ڈالا ۔سیدہ فضہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد کافی عرصہ حیات رہیں مگر کسی نے آپ رضی اللہ عنہا کو قرآن کے علاوہ کوئی بات کرتے نہیں سنا۔

الغرض سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ کا ہر پہلو مینارۂ نور ہے جو ہر خاتون کے لیے قابل تقلید ہے ۔آج کی عورت ان تعلیمات کو چھوڑ کر معاشرے میں اپنا مقام تلاش کرتی پھر رہی ہے جبکہ حقیقی عزت ان کے قدموں سے لپٹ کر خیر حاصل کر لینے میں ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس سے رہنمائی حاصل کرنے اور نسبت و تعلق قائم کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ ہم بھی اپنی زندگیوں کو پُرسکون اور خوبصورت بنا سکیں۔



مخدومہ کائنات، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

پیکر شرم وحیا

سید زاہد حسین نعیمی

اسلام کی تعلیمات میں سب سے اہم شرم وحیاء ہے۔ شرم وحیاء انسان کی وہ خاص صفت ہے۔ یہ وہ نیک جذبہ ہے جو انسان کو اپنے جسم کے تمام حصوں کو پردہ میں رکھنے کی کوشش کراتا ہے، جو جنسی میلان کے باعث بن سکتے ہیں۔ پردہ پوشی کرنا اس شرم وحیاء کا نتیجہ ہے۔ اہل ایمان پر لازم کیا ہے کہ وہ شرم وحیاء کو اختیار کریں۔ شریعت میں "حیاء" اس صفت کا نام ہے جو انسان کو ان تمام چیزوں کو چھوڑنے پر ابھارے جو شریعت میں قبیح ہے۔

ارشاد نبوی ہے: "حیاء خیر ہی کو موجب ہوتی ہے"۔

شرم وحیاء انسانی زندگی کیلئے بہت ضروری اور لازم ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ہر وقت گمراہ ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حیاء اٹھ جائے تو جو جی میں آئے کرو۔" (مشکوۃ)

پھر فرمایا "شرم وحیاء ایمان کا جزو ہے اور ایمان جنت میں جانیکا باعث ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنم میں جانیکا باعث ہے۔" (مشکوۃ)

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (سورۃ النور: ۳۰)

عورتوں کو خاص ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ (سورۃ التوبہ: ۳۱)

قرآن وسنت میں پردے کے احکام موجود ہیں۔ اسلام اہل ایمان کو اخلاقی وفکری تربیت کرتا ہے۔ شرم وحیاء اس کی بنیاد ہے۔ شرم وحیاء میں جس شخصیت نے شہرت پائی، نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں، جن کی شرم وحیاء پر جنت کی حوریں بھی رشک کرتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت پر اللہ تعالیٰ نے پردے کا خاص انتظام فرمایا۔

حیاء سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گھٹی میں تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن حیاء سے عبارت تھا۔ اس عمر میں بچے کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں، لیکن آپ نے کبھی کھیل کود میں حصہ نہ لیا، یہ آپ کی حیاء داری تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے اُس شوہر کا انتخاب کیا جو خود بہت زیادہ حیادار تھا۔ آپ کے سیرت نگاروں نے لکھا:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی (علیہ السلام) آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ کی استدعا کیوں نہیں کرتے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سنا تو فرمایا کہ اس عظیم سعادت کے حاصل کرنے کی آرزو تو ہے مگر حیاء مانع ہے۔ احباب کے مشورہ پر سرورِ انبیاء کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے پوچھا علی کیسے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا، جو چاہتا ہوں، وہ بیان نہیں کرسکتا، اتنی بات کہی اور شدت حجاب اور شرم وحیاء کی فراوانی سے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا پھر شرماتے اور جھجکتے جھجکتے جناب سیدہ۔ کے رشتہ کے لئے عرض کر دی۔" (البتول، صفحہ ۱۰۱۔۱۰۲)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ خوشخبری سنی تو چہرے پر حیاء کی سرخی دوڑ گئی۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۴)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا "عورت کیلئے کون سی چیز بہتر ہے" تمام صحابہ خاموش رہے۔ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو سیدہ نے فرمایا "نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں۔" حضرت نے سیدہ کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پردے کی سخت پابند اور شرم وحیاء کا مجسمہ تھیں۔ آپ کی شرم وحیاء کا پاس خداوند ستار کو بھی ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے حشر کے میدان میں جمع ہونے والو، اپنی نگاہیں جھکالو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں۔ چنانچہ سیدہ رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے ساتھ بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔" (بارہ امام، صفحہ ۲۰۸)

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی لکھتے ہیں: "بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن ندا کرنے والا باطن عرش سے ندا کریگا۔ اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکالو، اپنی آنکھیں بند کرو تا کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ پل صراط سے گزر کر جنت کی طرف چلی جائیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ستر ہزار جنتی حوروں کے ہمراہ بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائے گی۔"

(برکاتِ آل رسول ﷺ، صفحہ ۱۲۰)

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنی شرم وحیاء کی وجہ سے یہ بھی گوارہ نہ تھا کہ موت کا فرشتہ ان کی روح قبض کرے۔ چنانچہ علامہ اسمٰعیل حقی لکھتے ہیں۔ "جیسا کہ روایت کیا گیا ہے جب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کیلئے حاضر ہوئے تو آپ اس پر راضی نہ ہوئیں کہ ملک الموت میری روح قبض کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کی روح مبارکہ کو خود قبض فرمایا۔"

(نبی اکرم ﷺ کا گھرانہ صفحہ ۲۹۱۔ بحوالہ روح البیان ۷۸ صفحہ ۱۱۴)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شرم وحیاء کا اتنا پاس تھا کہ آپ کو فکر تھی کہ وصال کے وقت بھی ان کا جنازہ کوئی نہ دیکھے۔ چنانچہ "اپنے مرض کے دوران ایک روز حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پر سوال کیا کہ کوئی طریقہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص میرے جنازہ کو بھی نہ دیکھ سکے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا بنت رسول ﷺ میں نے ملک حبش دیکھا کہ وہاں لوگ چارپائی پر درختوں کی شاخیں باندھ کر اوپر ایک کپڑا ڈال دیتے ہیں جس سے وہ چار ڈولی کی صورت بن جاتی ہے اور ہر طرح کا مکمل پردہ ہو جاتا ہے۔

پھر جناب اسماء رضی اللہ عنہا کچھ کھجور کی شاخیں لائیں اور آپ کو ڈولی بنا کر دکھائی۔ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس ڈولی کو دیکھا تو نہایت پسند کیا اور فرمایا جب میرا جنازہ تیار ہو جائے تو اسی قسم کی ڈولی تیار کرنا اور مجھے دفن کرنے کیلئے رات کے وقت جانا اور ہرگز کسی دوسرے کو میرے جنازہ کی اطلاع نہ دینا۔" (البتول، صفحہ ۵۶۴)

پیکر شرم وحیاء فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی مسلمان خواتین کیلئے مشعل راہ ہے۔

مخدومہ کائنات، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کا عقد مبارک

محمد بشارت صدیق ہزاروی

جب حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آفتاب حسن و جمال چمکا اور افق عظمت و جلال پر آپ کا بدر کمال طلوع ہوا تو نیک خصلت ذہنوں میں آپ کا خیال آیا۔ مہاجرین وانصار کے معززین نے پیغام نکاح دیا لیکن رضائے الٰہی وقضائے خداوندی کے ساتھ مخصوص ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا "میں خدائی فیصلے کا منتظر ہوں۔"

الروض الفائق میں ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا فاروق اعظم اور حضرت سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تشریف فرما تھے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر ہوا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام معززین کو انکار کرتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا کہ یہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے پیغام نکاح نہیں بھیجا میرے خیال میں اس کی وجہ ان کے مالی حالات ہیں۔ اگر وہ تنگ دستی کو وجہ بنا رہے ہیں تو ان کی مدد کرنی چاہیے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا "آپ ہر اچھی عادت سے متصف ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار بھی ہیں مجھے امید ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا) کا معاملہ آپ کے لئے روکا ہوا ہے" یہ بات سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے میری تنگدستی نے روک رکھا ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اے علی! ایسا نہ کہو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک دنیا اور جو کچھ اس میں ہے

اڑتے غبار کی مانند ہے۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مقدسہ میں جلوہ گر تھے کہ حضرت مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاضر خدمت ہو کر اپنا مدعا پیش کرتے ہوئے عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ جانتے ہیں کہ آپ نے مجھے اپنے چچا اور چچی فاطمہ بنت اسد سے لیا۔ آپ نے میری راہنمائی فرمائی مجھے ادب سکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر میرے والدین سے بڑھ کر شفقت و احسان فرمایا۔ آپ ہی دنیا و آخرت میں میرا وسیلہ ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کے ذریعے میری پشت پناہی یوں فرمائے کہ میرا بھی ایک گھر اور بیوی ہو میں جس میں چین حاصل کروں ،لہٰذا میں آپ کی بارگاہ میں آپ کی شہزادی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے نکاح کا پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔"

اُم المومنین حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے کھل اُٹھا۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس سے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا مہر ادا کرسکو۔ حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرہ کو فروخت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

"اے علی! تمہیں مبارک ہو کہ اللہ نے زمین پر فاطمہ سلام اللہ علیہا سے تمہارا نکاح کرنے سے پہلے آسمان میں تم دونوں کا نکاح کر دیا اور تمہارے آنے سے پہلے آسمانی فرشتہ میرے پاس حاضر ہوا جس کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اس نے آ کر کہا۔ السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو مبارک ملن اور پاکیزہ نسل کی بشارت ہو۔"

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی زرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چارسو درہم میں فروخت کر دی۔ جب حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے دراہم پر قبضہ کر لیا تو حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے رحماء بینھم کی عملی تصویر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ اے علی! اب یہ زرہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب یہ دراہم اور زرہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کو) دعاؤں سے نوازا۔

حضور نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے تو خوشی سے چہرۂ رسول دمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ مہاجرین و انصار کو بلائیں جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا "اے مسلمانو! ابھی ابھی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خبر دی کہ اللہ نے بیت المعمور کے پاس ملائکہ کو گواہ بنا کر میری بیٹی کا نکاح علی علیہ السلام سے کر دیا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے کہ میں زمین پر ان کا نکاح کر دوں۔ میں تم سب کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) سے کر دیا ہے۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو خطبہ نکاح پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام الانبیا ﷺ نے مٹھی بھر درہم دیتے ہوئے حکم فرمایا کہ ان دراہم کے عوض فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے مناسب اشیا خرید لاؤ۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہما کو سامان اٹھانے میں مدد کے لیے ساتھ بھیجا گیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں مجھے امام الانبیا ﷺ نے ۶۳ درہم عطا فرمائے میں نے روئی سے بھرا ہوا موٹے کپڑے کا بستر، چمڑے کا دستر خوان، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے پانی کے لئے ایک مشکیزہ اور کوزہ (یعنی مٹی کا آب خورہ) اور نرم اون کا ایک پردہ خریدا۔"

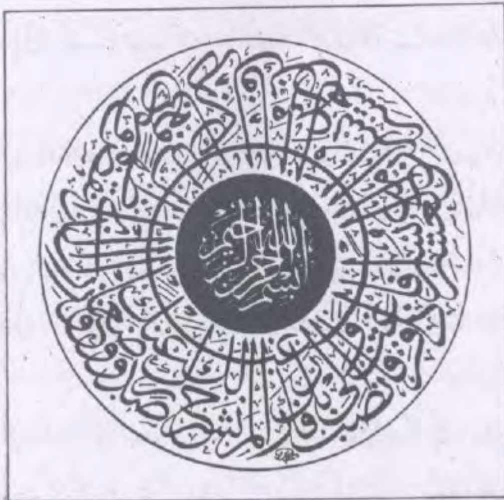
تقریباً ایک ماہ بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی خواہش پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئیں "یارسول اللہ ﷺ آپ پر ہمارے ماں باپ قربان جائیں ہم ایک اہم معاملے میں آپ کے پاس حاضر ہوئیں ہیں۔ وہ یہ کہ آپ کے چچازاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی زوجہ (فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا) کی رخصتی چاہتے ہیں۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو کچھ درہم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "ان سے کھجور گھی اور پنیر خرید لو۔" حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے دستر خوان بچھانے کے بعد کھجوروں کو گھی میں مسلنے کے بعد پنیر میں ملا کر حلوہ تیار کیا اور

مسجد میں موجود صحابہ کرام کو دعوت دی ۔حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ و جہہ الکریم فرماتے ہیں میں نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگ بہت زیادہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دسترخوان کو رومال سے ڈھانک دو اور دس دس افراد کو داخل کرتے جاؤ میں نے ایسا ہی کیا سب نے کھانا کھایا لیکن کھانے میں بالکل کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ اس دعوت طعام میں سات سو افراد نے شرکت کی ۔"

دعوت طعام سے فراغت کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور سیدنا علی کرم اللہ و جہہ الکریم کو اپنے پاس بلایا اور سیدنا علی کرم اللہ و جہہ الکریم کو دائیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بائیں طرف بٹھا کر سینے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ و جہہ الکریم سے فرمایا اے علی! میں نے کتنی اچھی زوجہ سے تیرا نکاح کیا پھر ان دونوں کے گھر تک ان کے ساتھ پیدل چلے ۔پھر گھر سے باہر نکل کر دروازے کا کواڑ پکڑ کر فرمایا۔

"اللہ تم دونوں کو اتفاق و اتحاد عطا فرمائے میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم دونوں کو اس کی حفاظت میں دیتا ہوں ۔"



حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقعہ پر

خطبۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیر محمد طفیل احمد ہجویری قادری

یہ خطبہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقعہ پر ارشاد فرمایا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین بیٹی کے نکاح کے موقعہ پر اس زمانہ کے اکثر لوگ بہت سی رسوم کی ادائیگی کے منتظر تھے۔ لیکن انہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ واقعہ سن کر حیرت ہوئی کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا۔ کہ تم جا کر حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ جب وہ سب حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ۔ اَلْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهٖ۔ اَلْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهٖ وَسَطْوَتِهٖ۔ اَلنَّافِذِ اَمْرُهٗ فِيْ سَمَائِهٖ وَاَرْضِهٖ الَّذِيْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ۔ وَمَيَّزَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ فَاَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالَتْ عَظْمَتُهٗ جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا۔ اَوْشَجَ بِهِ الْاَرْحَامَ۔ وَاَلْزَمَ بِهِ الْاَنَامَ۔ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔ فَاَمْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَجْرِيْ اِلٰى قَضَائِهٖ وَقَضَائُهٗ يَجْرِيْ اِلٰى قَدِيْرِهٖ۔ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ۔ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيُثْبِتُ۔ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ۔ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔ فَاشْهَدُوْا اَنِّيْ زَوَّجْتُهٗ عَلٰى اَرْبَعِمِائَةِ مِثْقَالٍ

فِضَّةٍ اِنْ رَضِیَ بِذٰلِكَ عَلِیٌّ۔

ترجمہ: "تعریف ہے اس خدا کی جو نعمتیں بخشنے والا، بڑی قدرت اور سلطنت والا ہے۔ جس کے عذاب اور سطوت سے ہر وقت ڈرنا چاہیے۔ اس کا حکم آسمان اور زمین میں نافذ ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا۔ پھر احکام بھیج کر ان میں بُرے بھلے کی تمیز کر دی۔ اور دین کی بدولت اُن کو عزت دی۔ اور اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ان کو کرامت بخشی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازدواجی رشتہ کو قرابت کا ذریعہ مقرر کیا ہے۔ جس سے رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور تمام لوگوں کو عقد ازدواج پر فطرتاً مائل بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ خدا وہ ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کر کے اس کے لئے نسب اور دامادی کے دو رشتے مقرر کئے ہیں۔ اور تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔ پس اوامر الٰہی کا تعلق قضاء الٰہی سے ہے۔ اور قضاء الٰہی تقدیر پر منتج ہوتی ہے۔ ہر قضاء کے لئے قدر ہے اور ہر قدر کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے۔ اور ہر کام کا وقت مقرر لکھا جا چکا ہے۔ جس کو خدا چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی ابن ابی طالب سے باندھ دوں۔ پس تم سب گواہ رہو کہ میں نے ۴۰۰ مثقال چاندی کے عوض ان کا عقد کر دیا ہے۔ بشرطیکہ علی رضی اللہ عنہ رضامند ہوں۔"

پھر آپ نے خرما کا ایک طباق منگوا کر حاضرین میں تقسیم کرایا۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ تو آپ نے مسکرا کر اُن سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ چار سو مثقال چاندی کے عوض فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں۔ تجھے منظور ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ مجھے منظور ہے۔ آپ نے فرمایا:

جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَاَعَزَّ جَدَّ كُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيْرًا طَيِّبًا۔

اللہ تعالیٰ تم دونوں کو جمع رکھے۔ تمہاری کوششیں بارآور ہوں۔ اور تمہاری اولاد کثیر اور نیک ہو۔

(مواہب لدنیہ جلد ا ص ۹۰)

سیّدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی رُخصتی

مفتی محمد زمان سعیدی رضوی

غزوۂ بدر کے بعد رحمت عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ جل شانہ کے حکم خاص (جس کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے الفاظ میں یوں فرمائی):

"اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ" سے اپنے پیاری نورِ نظر مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد مولائے کائنات اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خطبہ نکاح پڑھا۔ موذن رسول سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو خرید کر لانے کا حکم دیا اور فرمایا اے علی! بحکم رب العزۃ میں نے اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں راضی ہوں" آپ کرم اللہ وجہہ نے اپنی زرہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر کے مہر کی ادائیگی فرمائی پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے رقم ادا کرنے کے بعد زرہ بھی آپ کرم اللہ وجہہ کو واپس ہدیۃً پیش کر دی اور حاضرین مجلس عقد مبارک میں ایک طبق چھوہارے یا بقول بعض شہد کا شربت اور کھجوریں تقسیم کی گئیں۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ذخائر العقبیٰ، المواہب اللدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ مبارکہ منقول ہے (ترجمہ قارئین کی نذر ہے)۔

"اللہ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے باعث ہر تعریف وتحسین کے لائق ہے اور اپنی قدرتوں کی وجہ سے عبادت وریاضت کے لائق ہے، اُس کا اقتدار ہر جگہ قائم ہے اُس کا حکم زمین وآسمان پر نافذ ہے، اللہ جل شانہ نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا، اپنے احکام کے ذریعے انہیں آپس میں ممتاز کیا، انہیں اپنے دین کے ذریعے سے عزت بخشی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث عظمت وسربلندی سے بہرہ ور کیا، بے شک اللہ تعالیٰ نے شادی بیاہ کو ایک لازم امر قرار دیا ہے

، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وہی ذات پاک ہے جس نے انسان کو پانی (کی ایک بوند) سے پیدا کیا، پھر اُسے نسب اور سسرال کی قرابت والا بنایا اور تمہارا رب ہر چیز پر قادر ہے"۔ اللہ جل شانہ نے ہر کام کو اپنی قضاء و قدر کے تحت کر دیا ہے اور قضاء و قدر کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر وقت مقررہ کی ایک میعاد ہے اور ہر میعاد کے لیے ایک لکھت (حکم) ہے اور وہ اللہ جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب (لوح محفوظ) اس کے پاس ہے۔"

محب طبری نے الریاض النضرۃ اور ذخائر العقبیٰ میں ایک روایت نقل کی جس میں ہے کہ جب اِن مقدس ہستیوں کا عقد مبارک ہو رہا تھا تو چالیس ہزار فرشتے گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک تھے، اُس وقت شجرِ طوبیٰ سے فرمایا گیا: "ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو، پھر دلکش آنکھوں والی حوریں اُن موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں، جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیں گے۔"

(الریاض النضرۃ، ذخائر العقبیٰ)

جب اُس یوم سعید کی آمد ہوئی جس دن ملکۂ عفت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی رخصتی منظور تھی۔ سنن ابن ماجہ میں ہے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے عقد مبارک کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم (اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن) کو حکم دیا کہ ہم فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لیے جہیز تیار کریں اور ان کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے پاس پہنچا دیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک علیحدہ حجرہ تجویز کیا گیا پھر میدان بطحا کے کنارے سے نرم مٹی منگوا کر ہم نے اپنے ہاتھوں سے اُس حجرے میں بچھائی اور فرش تیار کیا، پھر ہم نے کھجور کی چھال اپنے ہاتھ سے کوٹ کر دو تکیے تیار کیے اور حجرہ کے ایک کونے میں کپڑے اور مشک لٹکانے کے لیے لکڑی گاڑ دی، اس کے بعد دعوت ولیمہ پر ہم نے لوگوں کو کھجوریں اور انگور کھلائے پس ہم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔ (سنن ابن ماجہ)

یہ کائنات کے سب سے خوبصورت جوڑے کی رخصتی کا دن تھا، عرش بریں کے فرشتے بھی ناز کر رہے تھے، بحر و بر کی ہر شئے خوشاں و فرحاں تھیں، رضوان جنت نے اللہ جل شانہ کے حکم سے بیت المعمور کے دروازے منبر کرامت پر خطبہ دیا، اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام ہوں

جب جان کائنات رحمت عالمیان رسول معظم ﷺ نے اپنی جگر پارہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بلایا اپنے سینۂ مبارک پر آپ رضی اللہ عنہا کا مقدس سر رکھا، جبین نور پر بوسہ دیا، اور جان کائنات نے اپنی جان، لختِ جگر کا ہاتھ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا: "اے علی! رسول خدا کی بیٹی تجھے مبارک ہو" اور "اے فاطمہ! تیرا شوہر بہت اچھا ہے، پھر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے درس حکمت اور تعلیم امت کے لیے میاں بیوی کے فرائض وحقوق بتائے اور بنفس نفیس دروازہ تک وداع کرنے تشریف لائے، رخصتی کے وقت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اشہب نامی اونٹنی پر سوار ہوئیں جس کی نکیل سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تھامی، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آگے آگے تھیں، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بقول بعض حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے ہمراہ گئیں، بعدازاں مؤذن رسول سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عشاء کی اذان دی، رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمانے کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گھر تشریف لائے ایک برتن میں پانی طلب کیا اور اس میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کر اُس پر جو کچھ اللہ جل شانہ نے چاہا پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور ان کے دونوں شانوں، بازوؤں اور سینہ پر پانی چھڑک دیا پھر سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو بلایا، پیکر شرم وحیا ملکۂ عفت وعصمت تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے اُن پر اپنے ہاتھ سے پانی چھڑک کر فرمایا:

"اے فاطمہ! میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل انسان سے تمہارا نکاح کیا ہے۔" (طبقات ابن سعد، طبرانی، مدارج النبوۃ)

ابن عساکر اور کنز العمال میں ہے آپ ﷺ نے سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سر اور سینہ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سر اور بازوؤں پر پانی چھڑکا اور فرمایا: "اے اللہ! یہ دونوں مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں تو بھی ان کو دوست رکھ اور ان کی نسل میں برکت عطا فرما اور اپنی طرف سے اِن کی حفاظت فرما۔" بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس پانی پر معوذتین (سورۃ الفلق، سورۃ الناس) کی تلاوت فرمائی تھی۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی لختِ جگر رضی اللہ عنہا کو جو چیزیں جہیز میں دیں تمام روایات کو یکجا کیا جائے تو اس کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) ایک بستر مصری کپڑے کا، جس میں اُون بھری ہوئی تھی، (۲) ایک نقشی تخت (۳) ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، (۴) ایک مشکیزہ، (۵) دو مٹی کے برتن پانی کے لیے (۶) ایک چکی، بعض روایات میں دو چکیوں کا ذکر ہوا

ہے(۷)ایک پیالہ(۸)دو چادریں(۹)دو بازو بند نقرئی(۱۰)ایک جائے نماز۔

(سیرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا)

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے رخصتی کے موقع پر ولیمہ کا ارادہ کیا چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ کرم اللہ وجہہ کو ایک دنبہ ہدیہ کیا بعض انصار رضی اللہ عنہم نے کچھ غلہ دیا، پھر آٹا، کھجور کا حلوہ، شوربا، جو اور پنیر کے ساتھ دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ اُس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔(مواہب اللدنیہ، زرقانی)

مبلغ اسلام الشیخ شعیب حریفیش المتوفی ۸۱۰ ہجری نے اپنے کتاب "الروض الفائق فی المواعظ والرقائق" کی اڑتالیسویں مجلس میں اس مقدس شادی کے دعوت ولیمہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھے ہوئے دراہم میں سے دس درہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیئے اور ارشاد فرمایا: "ان سے کھجور، گھی اور پنیر خرید لو" آپ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں" میں یہ چیزیں خرید کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور آستینیں مبارک چڑھا کر کھجوروں کو گھی میں مسلنے لگے اور پھر پنیر کے ساتھ اس طرح ملایا کہ وہ حلوہ بن گیا پھر ارشاد فرمایا: "اے علی! جسے چاہو بلا لاؤ" آپ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں مسجد گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: " آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کریں" سب لوگ اُٹھ کر چل دیئے، جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا کہ لوگ بہت زیادہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چمڑے کے دستر خوان کو ایک رومال سے ڈھانک دیا اور ارشاد فرمایا:" دس دس افراد کو داخل کرتے جاؤ۔" میں نے ایسا ہی کیا، سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانا کھایا لیکن کھانے میں بالکل کمی نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے سات سو افراد نے وہ کھانا تناول فرمایا۔(الروض الفائق)

طبقات الکبری میں ابن سعد لکھتے ہیں کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنے میکے سے رخصت ہو کر جس گھر تشریف لے گئیں وہ مسکن نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کسی قدر فاصلے پر تھا ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:" بیٹی میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے قریب منتقل کر دوں، خاتون جنت سیدہ النساء سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے قرب وجوار

میں) حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ (کے بہت سے مکانات ہیں آپ انہیں) حکم دیجئے کہ وہ کوئی مکان خالی کر دیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حارثہ نے اس سے پہلے بھی اپنے کافی مکانات مہاجرین کو ہدیہ کئے ہیں ،اب انہیں کہنا مناسب نہیں ،یہ بات کسی طرح حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے ۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شہزادی خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب مکان میں منتقل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا یہ گھر لے لیجیے ،میں اور میرا مال صرف اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے، خدا کی قسم !یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ مال جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے قبول فرمالیں مجھے اُس سے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ میرے پاس رہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے جذبہ ایثار کی تحسین فرمائی اور حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی ۔اور مکان ہدیہ میں قبول فرما کر سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے سپرد فرمایا۔ پھر سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکن مبارک کے قریبی مکان میں سکونت اختیار فرمائی ۔" (الطبقات الکبریٰ)

کائنات میں شادیاں تو بہت ہوئی ہیں ،ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی لیکن ایسی سادگی میں عظیم الشان نکاح و بیاہ صرف محبوبین خدا اور مقربین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے ۔

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام



﴿ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ﴾

□ یہ خطِ ثلث میں قرآنی آیت دائرہ کی شکل میں

فضائل سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہمیت پردہ

احمد سعید مجددی

یہ امر مسلمہ ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد امجاد نور علیٰ نور اور طیب و طاہر ہے مگر جگر پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی عفت، پاک دامنی، پارسائی، فضائل عملیہ اور شمائل شخصیہ کی وجہ سے سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

جب سیدۂ عالمین متولد ہوئیں تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاجزادی کا نام فاطمہ رکھا۔ علماء فرماتے ہیں لفظ فاطمہ فطم سے ماخوذ ہے اور **الفطم ای العتق عن النار**۔ فطم کا معنی ہے آزادی اور نجات تو فاطمہ کا معنی ہوا آزادی اور نجات دلانے والی یعنی امت کو عذاب دوزخ سے نجات دلانے والی۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت بنتی فاطمۃ لان اللہ تعالیٰ فطمھا و محبیھا عن النار۔

یعنی میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان سے محبت رکھنے والوں کو نار جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔

☆ ایک دوسری روایت میں ہے:

لان اللہ فطمھا و ذریتھا عن النار۔ (رواہ الدیلمی)

آپ کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اولاد کو عذاب جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان فاطمة قد احصنت فرجها فحرم الله ذريتها على النار۔ (مستدرک)

یعنی سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) پاک دامن ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد نار جہنم پر حرام کر دی ہے۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کے علاوہ متعدد فرمودات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سلطنت اسلام کی وہ مقدس شہزادی ہیں جو ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائشوں، رجس و نجس اور حیض و نفاس سے مبرا تھیں۔ بنابریں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عفت و عصمت کی تاجدار تھیں۔ اسی لئے محدث بریلوی قدس سرہ نے سیدہ خاتون جنت سے اپنی موذت و محبت کا اظہار یوں فرمایا ہے!

سیدہ، زاہدہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

قسام ازل نے دارین کی جملہ سعادتیں اور جمیع کرامتیں حضرت سیدہ فاطمہ کے دامن میں رکھ دیں کہ آپ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں...... حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نور نظر ہیں...... سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بانو ہیں...... اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اماں ہیں۔

نبی کے ہے دل کا ٹکڑا نبی سے سنتے ہیں
علی کے ہے گھر کی عزت علی سے سنتے ہیں
وہ جس نے معزز کیا گھرانے کو
حسین پال کے جس نے دیا زمانے کو

کون فاطمہ؟

وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے محمد نور کی بیٹی
ملا تھا اور بھی حصہ اسے عز و شرافت کا
اس کی گود سے دریا ابلتا تھا شہادت کا

☆ سیدہ عالمین رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ عورت کا پردہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہ تو کوئی غیر محرم اسے دیکھ سکے اور نہ ہی وہ کسی غیر محرم کو دیکھے۔

پردہ کے متعلق حضرت سیدہ فاطمہ ایسا کیوں نہ فرماتیں جب کہ انہوں نے معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ نبوت و رسالت میں پرورش پائی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر نگاہوں سے شرم و حیا کا درس لیا تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان سن رکھا تھا:

لعن اللّٰه الناظر والمنظور اليه۔ یعنی جو (عورت) آرائش وزیبائش کر کے لوگوں کو دعوت نظارہ دے۔

اس پر بھی اللہ کی لعنت جو اس بے حیا کو دیکھے اس پر بھی خدا کی لعنت!

عورت کو خالق کائنات نے خاص اجزائے ترکیبیہ سے تخلیق فرمایا ہے، اس کو جو مخصوص جوہر تفویض فرمائے گئے ہیں ان کا ظہور پوشیدہ رہ کر ہی ہوسکتا ہے جیسے وہ موتی سب سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے، جو صدف میں رہے۔

لفظ عورت کا معنی ہی پردہ ہے۔ جب تک یہ صنف نازک پردے میں رہے تو عورت کہلوانے کی حقدار ہے۔ جب رونق بازار اور شمع محفل بن جائے تو اس کے حیائے ایمان کی قبا تار تار ہو جاتی ہے...... اس کے تقدس کا تانا بانا بکھر کے رہ جاتا ہے...... ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے...... اور وہ قعر مذلت میں جا گرتی ہے۔

اے بنات قوم!

تم چراغ خانہ ہو، شمع محفل نہیں...... تم زینت دار ہو، رونق بازار نہیں۔

چادر اور چار دیواری تمہارا زیور ہے، کلب اور تھیٹر نہیں۔

اے مسلمان عورت!

☆ دور حاضر کی مکاریوں سے بچ جا...... یہ تیری دولت ایمان کو لوٹنے کے درپے ہیں۔

☆ یورپ کی دسیسہ کاریوں سے اجتناب کر...... یہ تیری متاع حیا کو پامال کرنے کا پروگرام لئے ہوتے ہیں۔

☆ زمانے کی بے باک اور گستاخ نگاہیں تجھ پر اٹھی ہوئی ہیں، ان کے چیلنج بن جا!!!

نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم

وہی ہے راہ تیرے عزم وشوق کی منزل جہاں ہیں عائشہ وفاطمہ کے نقش قدم

اے مسلمان خاتون!

☆ اگر تو نے دولت ایمان کو بچانا ہے تو زہرا بتول کے دامن میں آجا۔

☆ اگر تو نے ثروت تقدس کو محفوظ کرنا ہے تو محمد عربی ﷺ کی بیٹی کی تقلید کر۔

☆ اگر تو نے متاع حیا وغیرت کی پاسداری کرنی ہے تو کملی اوڑھنے والے محمد ﷺ کی

لختِ جگر کی غلام بن جا۔

☆ اگر تو نے سرمایہ عفت و عصمت کی حفاظت کرنی ہے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز بن جا اور سیدۂ عالمین کے اسوۂ کاملہ اور سیرت طیبہ کو اپنا لے تا کہ تیری آغوش سے:

کوئی امام حسین کا نام لیوا پیدا ہو — کوئی صلاح الدین ایوبی پیدا ہو
کوئی محمد بن قاسم پیدا ہو — کوئی امام شامل پیدا ہو
کوئی عبدالقادر جیلانی کا متوالا پیدا ہو — کوئی مجدد الف ثانی کا شیدا پیدا ہو
کوئی داتا ہجویری کا دیوانہ پیدا ہو — کوئی خواجہ اجمیری کا مستانہ پیدا ہو

جو دین اسلام کی ہچکولے کھاتی ہوئی کشتی کو سہارا دے...... جو اسلام کی ڈگمگاتی ناؤ کو ساحل آشنا کر دے...... جو دورِ حاضر میں اسلامی شجاعت، ایمانی غیرت، دینی حمیت اور ملی شہامت کا نشاں بن جائے...... اور دشمنانِ اسلام اور منافقین ملت کے لئے شمشیرِ بے نیام بن جائے۔

زمانہ منتظر تیری یلغار کا — تیری شوخیٔ فکر و کردار کا



مخدومہ کائنات، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی مختصر سیرت

محمد اویس ندیم بھٹی

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

نام ولقب:

نام فاطمہ رضی اللہ عنہا لقب سیدۃ النساء العالمین، البضعۃ النبویۃ (جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر مبارک اختر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی چار صاحبزادیوں میں سے ایک ہیں۔

پیدائش مبارک:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ پہلے سال نبوت کے ماہ جمادی الاخرہ کی بیس تاریخ کو پیدا ہوئیں، لیکن بعض راوی کہتے ہیں کہ وہ اس تاریخ سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

(ابن ہشام: سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، طبع محی الدین عبدالحمید: ۱/۲۰۶)

تربیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو خود عمر بھر اپنے بچوں پر شفقت فرماتے رہے، لڑکیوں سے شفقت اور محبت کرنے کے بارے میں بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بالخصوص بے حد الفت ومحبت رکھتے تھے۔ اپنی والدہ کے انتقال کی وجہ سے وہ اس

سایہ محبت والفت سے محروم ہوگئیں جو اُن کے لئے باعثِ تقویت تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو والد کی طرف متوجہ کر کے دل وجان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اکثر انہیں اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیتے اور ہمیشہ انہیں محبت اور شفقت سے یاد فرماتے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بچپن کا قصہ ہے کہ ایک دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں نماز ادا کرنے میں مصروف تھے۔ ابوجہل کے کہنے پر عقبہ بن ابی معیط نے ذبح کئے ہوئے اونٹ کی اوجھ لا کر دورانِ سجدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر رکھ دی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد تکلیف ہوئی۔ کسی نے گھر میں جا کر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوجھڑی کو ہٹایا۔ (البخاری: ۱/ ۶۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جو زندگی گزاری اس میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ایک عزیز یادگار کے طور پر نمایاں رہیں اور سب امہات المومنین بھی انہیں بڑی محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتی تھیں۔

نکاح:

جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا شادی کی عمر کو پہنچیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ رسمِ نکاح مسجد نبوی میں نہایت سادہ طریقے سے ادا ہوئی۔ نکاح کے بعد حاضرین میں شہد اور کھجوریں تقسیم کی گئیں۔ جہیز کے طور پر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو انتہائی سادہ ساز وسامان کا گھر کرایہ پر لے کر دیا گیا۔ (ابن حجر: ۸/ ۱۵۸)

جہیز کی باقی چیزوں میں ایک تخت خواب، دو مشکیں، ایک گرم چادر، تکیہ، پانی کی چھاگل، لوٹا وغیرہ شامل تھا۔ دعوتِ ولیمہ جو اسی سال حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رسمِ نکاح کے بہت دنوں بعد دی گئی وہ بھی سادہ اور پاکیزہ تھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/ ۱۳۹)

شادی کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ازدواجی زندگی مکمل خوشی اور سکون سے گزری۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنے شوہر کی ہر اطاعت و فرماں برداری کریں۔

(شرح الاسلام ص ۴۶۶)

حضرت رسولِ اکرم ﷺ کے گہرے قلبی تعلق کی وجہ سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر تواضع، سادگی، پاکیزگی اور اطمینان کا نمونہ بن گیا تھا۔ جس پر ہر طرف مسرت وسعادت چھائی ہوئی تھی۔

جنگِ احد میں شمولیت:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جنگِ اُحد میں غازیوں اور مجاہدوں کو پانی پلانے کے لئے شریک ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ زخمی ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی مرہم پٹی کی۔

(ابن ہشام، ابن کثیر)

حضور ﷺ کی محبت وشفقت:

رسول اللہ ﷺ اپنی صاجزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اپنے نواسوں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وقت گزارنے میں بڑی مسرت محسوس کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خاندان اس مسرت وسعادت سے محروم ہوگیا۔

وصال:

حضور ﷺ کے وصال کو ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بھی وفات پاگئیں۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تین یا چھ مہینے زندہ رہیں اور بقول الواقدی ان کا انتقال ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو منگل کی رات کو ہوا۔

وصیت:

وفات سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت کی کہ ان کے جسد مبارک کو اس طرح اٹھایا جائے کہ کوئی شخص یہ نہ جان سکے کہ یہ جنازہ عورت کا ہے یا مرد کا اور آپ کو رات کے وقت دفن کیا جائے۔ غسل وصیت کے مطابق حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمی ام رافع رضی اللہ عنہا نے دیا۔ نمازِ جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ (البدایۃ: ۶/ ۳۳۲)

اولاد:

سوانح نگاروں کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم اور بیٹیاں حضرت زینب اور حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہن۔

کردار:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شخصیت تعظیم و تکریم اور عزت و شرف کے اعتبار سے عورتوں میں افضل و اشرف مانی جاتی ہے۔ آپ دنیا میں مواہب الٰہیہ کا مظہر تھیں۔ آخرت میں بھی تاجِ سعادت پہنیں گی۔ آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتے کے ذریعے اطلاع پا کر سیدۃ النساء اہل الجنۃ کی خوشخبری دی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۹۰)

ایک اور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنتی عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔" (مشکوٰۃ)

سیرت و خصلت:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی رفتار و گفتار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی جلتی تھی۔ جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کسی ایسی مجلس میں آتیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت و شفقت اور پیار کی وجہ سے کھڑے ہو جاتے تھے اور انہیں اپنے پہلو میں جگہ دیا کرتے تھے۔ (المسابیح ص ۵۶۸)

شکل و صورت میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے بہت مشابہہ تھیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ اُحد میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ وہاں مجاہدین اسلام کو پانی پلاتی رہیں اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرتی رہیں۔ جب اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجروح ہوئے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھیں۔ (البخاری، غزوۃ احد)

اور انہوں نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے مبارک کے زخم کو صاف کر کے مرہم پٹی کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فتح مکہ کی مہم میں بھی شریک ہوئی تھیں۔ (مسلم: ۲/ ۱۵۸)

سیرتِ دخترِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مروّجہ جہیز

حضرت ابو البیان مولانا سعید احمد مجددی علیہ الرحمۃ

عصرِ حاضر میں مروّجہ جہیز ایک ایسی لعنت ہے جس نے ایک صحت مند معاشرے میں بے شمار برائیوں کو جنم دیا ہے۔ یہ ایک ناسور ہے جس کا زہر تمام تر معاشرے میں اس طرح سرایت کر چکا ہے کہ اپنے ناک کو بلند کرنے اور معاشرے میں جھوٹی انا کی خاطر مالدار لوگ اپنی بچیوں کے جہیز کی نمائش کر کے غریب عوام کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ یوں دانستہ و نادانستہ انداز میں معاشرے میں اک سرد جنگ کا آغاز ہو گیا، مفلوک الحال اور متوسط لوگ اپنی بچیوں کو اپنے گھر سے رخصت کرنے کے متعلق جب سوچتے ہیں تو جہیز کی مروجہ لعنت سے کانپ اُٹھتے ہیں اور ان کی نیندیں رت جگوں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ موجودہ دور کی ہوش ربا مہنگائی میں جب کہ گھر کا دال دلیہ چلانا مشکل ہے، ان حالات میں ایک بچی کو پیا گھر رخصت کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔

ایک طرف تو مالدار طبقے نے اپنی نمائش سے لوگوں کو احساس کمتری کا شکار کر دیا ہے تو دوسری طرف بیٹے والے جب اپنی بہو کی تلاش میں نکلتے ہیں تو ان کی تمام تر توجہ اس بات پر مرکوز ہوتی ہے کہ گھرانہ، کھاتا پیتا ہو، فیملی کا حجم چھوٹا ہو، اور سسرال والے امیر کبیر ہوں تاکہ ناز و نعم میں پلنے والی بہو اپنے ساتھ جہیز کی ایک طویل لسٹ ضرور لائے۔

پھر ستم بالائے ستم کہ عصر حاضر میں ایسے بھی ناہنجار موجود ہیں جو بیٹی کا رشتہ لیتے وقت سوال کرتے ہیں بتاؤ! جہیز میں کیا کیا ہو گا؟ کوٹھی، کار، بنگلہ، بنک بیلنس یا کاروبار میں پارٹنرشپ؟ یہی وہ مکروہ سوچ ہے جس نے معاشرے میں بے شمار جرائم و فسادات کو جنم دیا ہے۔ یہیں سے تمام تر اخلاقی قدروں کو پامال کرنے کی روایات جنم لیتی ہیں۔ رشوت، فراڈ اور ڈکیتی کی بنیاد یہی معاشرتی مجبوریاں ہیں جن سے مجبور ہو کر مجرم سب کچھ کر گزرتا ہے۔

مروجہ جہیز کی یہ مکروہ سوچ، اسلامی تصورات نکاح کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام نے

اس روئیے کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی ہے اور فرمایا گیا کہ سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس پر بہت کم خرچہ ہو۔

آئیے! ہم عصر نبوی کا مشاہدہ کریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب امہات المومنین کی شادیاں ہوئیں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چار صاحبزادیوں کی شادیاں کیں یا عرب کے دیگر کلمہ گو احباب کی بچیوں نے جب پیا گھر سدھارا تو ان کو کیا کیا جہیز دیا گیا۔ مشتے نمونہ از خروارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر اور نورِ نظر سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی رخصتی اور جہیز کا منظر نذرِ قارئین ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جہیز:

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود خطبہ نکاح پڑھا اور حق مہر ۴۰۰ مثقال چاندی مقرر ہوا۔

شہنشاہِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر اور ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ سب سے چھوٹی اور چہیتی نورِ نظر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، کاشانہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سعادتوں کو دوبالا کرنے کے لئے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بصد شان یکتائی روانہ ہوئیں تو محبوب رب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ انسانیت میں ایک ایسا زریں اور قابل فخر نمونہ پیش کیا جس پر عمل پیرا ہو کر فضول رسوم کے بوجھ کے نیچے سسکتی اور کراہتی ہوئی آج کی دنیا سکون کا سانس لے سکتی ہے۔ وہ نمونہ تھا سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیا جانے والا جہیز...... جس کی جھلک کتب تواریخ میں یوں مذکور ہے:

۱...... چمڑے پر قرآن پاک کی چند سورتیں
۲...... چار عدد مٹی کے گلاس
۳...... دو مٹی کے مٹکے
۴...... کھجور کی چٹائی
۵...... ایک مشکیزہ
۶...... سادہ سا پرانا بستر
۷...... کپڑوں کا ایک نیا جوڑا
۸...... ایک چارپائی
۹...... ایک چکی
۱۰...... ایک تانبے کا لوٹا

مختلف کتابوں کے حوالے سے یہ زیادہ سے زیادہ جہیز ہے۔ اس سے کم تو ہو سکتا ہے زیادہ نہیں، جو سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس بیٹی کو دیا...... جو جنت کی مالکہ ہے...... سید الانبیاء

کی شہزادی ہے...... حسنین کریمین کی ماں ہے۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا آسیا گرداں و لب قرآں سرا

مروّجہ جہیز اور ہماری ذمہ داریاں:

آیئے! ہم ذرا مروّجہ جہیز کی طرف بھی نگاہ ڈالیں کہ ہم کیا کچھ دیتے اور لیتے ہیں۔ جہیز کی موجودہ صورتِ حال نے ہمارے معاشرے کے لئے کیا کیا جہنم کدے آباد کر رکھے ہیں۔ آج کل کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم حج پر اس لئے نہیں جاتے کہ پہلے بچوں اور بچیوں کے فرض سے فارغ ہو جائیں۔ (یہ مسئلہ لوگوں کا من گھڑت ہے) جہیز کی رسمیں پوری کرنے کے لئے لوگ فرائض ترک کر دیتے ہیں اور اس جہیز کو فرض بنا رکھا ہے جو سراسر لعنت ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس انسان کی بیٹی بالغ ہو جائے اور وہ اپنے گھر میں اسے (بلاوجہ) بٹھائے رکھے اور نکاح نہ کرائے اس پر خدا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لعنت ہے۔

مگر افسوس کہ ہمارے معاشرے میں بیٹیاں بوڑھی ہو رہی ہیں، لیکن گھروں میں بٹھائی ہوئی ہیں کیوں؟...... جہیز کے مطالبات اور سامان کی تیاری کے لئے آج کے مسلمان کی زندگی کی ساری کمائی صرف ایک بیٹی کو بیاہنے پر صرف ہو جاتی ہے۔ وہ نہ نمازیں پڑھ سکتا ہے...... نہ حج کر سکتا ہے...... نہ دوسرے اہم فرائض ادا کر سکتا ہے...... بس بچیوں کی شادی کرنے کی فکر ہے۔

ایک طرف ساری زندگی کا سامان لٹا دیا...... دوسری طرف ایمان لٹا دیا۔ اے مسلمان ہوش کر...... تو فضول رسموں میں کھو کر اپنے دین و مذہب سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ چند روزہ زندگی اور فضول دنیاوی عزت کے لئے تو اپنا ایمان بھی ضائع کرتا ہے، اپنا سامان بھی ضائع کرتا ہے، اس طرح بے دریغ اپنی ہلاکت کا سامان مہیا کرتا ہے۔

ذمہ دار کون......؟

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہیز کی جتنی بھی رسمیں رائج ہیں ان کے زیادہ تر ذمہ دار سرمایہ دار لوگ ہیں۔ یہ صنعت کار اور کارخانہ دار لوگ جنہوں نے اپنی

دولت کی نمود و نمائش کے لئے اس معاشرے کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ یہ سرمایہ دار اپنی بچی کو جہیز دیتے وقت کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اس سے ہمارے غریب مسلمان بھائی پر کیا قیامت ٹوٹے گی...... معاشرے میں کیا کیا خرابیاں پیدا ہوں گی...... غریبوں کی بچیاں اپنے والدین سے کیسے کیسے مطالبے کریں گی...... اور اُن کے والدین جہیز کی خاطر کیا کیا گناہ اور جرم کریں گے...... اور اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اس لئے سرمایہ داروں کو خوفِ خدا سے کام لینا چاہیے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ اگر خدا نے انہیں دنیا کا کوئی ساز و سامان دیا ہے تو اس کی نمائش نہ کریں۔ جہیز اتنا نہ دیں کہ معاشرے میں جہیز ایک لعنت اور شادی ایک مصیبت بن جائے۔ ایسا جہیز نہ دیں جو مسلمان بچیوں کی آبرو کو لوٹنے والا ہو...... جو غریبوں کا دیوالیہ کرنے والا ہو...... یہ مسلمانوں کا ملک ہے، تم جس معاشرے میں رہتے ہو یہ مسلمانوں کا معاشرہ ہے، تو بتاؤ! تم غریبوں کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟ وہ مزدور اور غریب جن کے پاس سارا دن اور ساری رات محنت مزدوری کرنے کے بعد بھی پیٹ پالنے کا سامان نہیں بنتا، وہ جب گھر آتے ہیں تو بچیاں کہتی ہیں کہ ہمارا سر ننگا ہے بازار سے کوئی چادر ہی لے آتے۔

لمحۂ فکریہ:

اے اہل وطن کبھی غریبوں کی آبادیوں میں جاؤ تو سہی...... کبھی مسکینوں کی جھونپڑیوں کو دیکھو تو سہی۔ خزاں رسیدہ ڈیرے اور اندھیروں کے بسیرے...... مایوس نگاہیں اور دل دوز آہیں...... گداگروں کے غول اور اُجڑا سا ماحول...... بستی، ویران اور زندگی حیران۔

آہ بھرتی زندگی، آنسو بہاتی زندگی بھوک کی دلدل کی تہہ میں کلبلاتی زندگی

اے ائیر کنڈیشنڈ کوٹھیوں میں عیش و عشرت کرنے والو...... لمبی لمبی فراٹے بھرتی کاروں میں گھومنے والو...... غریبوں کا خون چوس چوس کر قوم کی متاعِ حیات کو لوٹنے والو...... خدا کا خوف کرو۔ تمہاری ملیں تو آٹے کے گودام بھر دیں اور تمہارے پڑوس میں غریب لوگ نانِ جویں کو ترسیں؟...... تمہاری ملیں تو ریشم کے ڈھیر بنیں اور تمہاری گلی میں غریب کی بچی کے سر پہ دوپٹہ بھی نہ ہو؟...... جواب دو......؟

کیا ملیں اسی لئے ریشم کے ڈھیر بُنتی ہیں کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں؟

چمن کو اس لئے مالی نے خوں سے سینچا تھا کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں؟

ان سرمایہ داروں نے اپنی بچیوں کو لاکھوں کروڑوں روپے کا جہیز دے کر غریب کی بچی کا سر ندامت سے جھکا دیا ہے۔ غریبوں کے اندر احساسِ محرومی پیدا کرنے کے ذمہ دار بھی یہی امراء اور صنعت کار ہیں۔ ملک عزیز میں کمیونزم اور سوشلزم کے عفریت کی راہ ہموار کرنے والے بھی یہی جاگیردار ہیں۔

حکومت پاکستان کو چاہیے کہ اس معاشرے کو ہلاکت سے بچانے کے لئے مروجہ جہیز پر پابندی لگا دے۔ کوئی کتنا بڑا سرمایہ دار کیوں نہ ہو مقررہ سامان سے زائد جہیز دینے والا مجرم قرار دیا جائے اور جیل کی کوٹھڑی میں بند کر دیا جائے تاکہ ظلم کی اندھیری رات چھٹ جائے اور معاشرے سے مایوسی کا تسلط ختم ہو جائے۔

تمام مسلمان اس بات پر غور کریں...... امیر حضرات کمیٹیاں بنائیں...... اور جہیز کی بہتات پر پابندیاں لگائیں...... برادری میں ایک دوسرے کو زیادہ جہیز دینے سے روکیں...... دولت کی نمائش پر ٹوکیں کہ یہ گناہ ہے اور اس سے معاشرے پر غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں...... غریبوں کی بچیوں کے ناجائز مطالبات میں اضافہ ہوتا ہے...... غریبوں اور مسکینوں کی کمر ٹوٹتی ہے...... ہمارے بھائیوں کی عزت اور ناموس خطرے میں پڑ جاتی ہے...... اس لئے لازم ہے کہ ہم مروجہ جہیز کے خلاف اعلانِ جہاد کریں۔ بیاہ شادی کی موجودہ رسمیں، ناچ گانے، رنگ رلیاں، ولیمہ کی فضول خرچیاں اور جہیز کی لعنتیں معاشرے کو تباہ کر چکی ہیں۔ خدارا غور کرو اور جہیز کا موجود نظام بدلو...... اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرو۔

آج لوگ کہتے ہیں کہ اگر جہیز کی رسم پوری نہ کی تو برادری میں ہماری ناک کٹ جائے گی...... عزت خاک میں مل جائے گی۔ میں پوچھتا ہوں اپنی بیٹی کو تھوڑا سا جہیز دینے پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت میں فرق نہیں آتا تو تم کیا شے ہو؟...... کیا تمہاری بیٹیوں کی عزت کملی والے آقا کو بیٹی سے زیادہ ہے؟...... جب تھوڑے سے جہیز سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عزت میں فرق نہیں آیا تو تمہاری بیٹیوں کی عزت میں کس طرح فرق آئے گا۔ فیا للعجب

اس معاشرے میں ایسے لاکھوں افراد روتے ہوئے دیکھنے میں آئے ہیں، جن کی

بچیاں بوڑھی ہوگئیں ہیں، کوئی ان سے نکاح کے لئے تیار نہیں ...... جب پوچھا جائے تو رو کر کہتے ہیں کہ جہیز کے مطالبات پورے نہیں ہوتے ...... گھر بھی بیچا ...... دوکان بھی بیچی ...... مگر پھر بھی ایک بچی کا جہیز تیار نہیں ہوا۔ اب قرض مانگتے ہیں کوئی دیتا نہیں ہے۔

ادھر بیٹی بوڑھی ہو رہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ساری عبرت ناک صورتِ حال کا ذمہ دار کون ہے؟ حکومت یا سرمایہ دار؟ کسی ایک کو تو یہ ذمہ داری قبول کرنا ہوگی ...... اور اگر نہیں تو پھر:

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں ۔۔۔ تو ہائے گل پکارے میں چلاؤں ہائے دل





ہر طرح کی تعریفیں صرف اس اللہ کے ہی شایانِ شان ہیں جو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔

اور نہایت مہربان، بے انتہا رحم والا ہے۔

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی تابناک زندگی

تحریر: الشیخ مومن بن حسن مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ | مترجم: شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاجزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت پیدا ہوئیں جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ یہ اظہارِ نبوت سے پانچ سال قبل کا واقعہ ہے۔ یہ سب سے چھوٹی صاجزادی ہیں۔ ان کی والدہ بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت عباس، علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کے پاس گئے تو وہ ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے کہ ہم سے کون بڑا ہے۔ حضرت عباس نے کہا "اے علی تم کعبہ کی تعمیر سے کئی سال پہلے پیدا ہوئے اور اے فاطمہ تو اس سال پیدا ہوئی جب کہ قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر شریف اس وقت ۳۵ برس تھی۔ اظہار نبوت سے پانچ سال قبل کا یہ واقعہ ہے۔" اسے علامہ دولابی نے روایت کیا۔۔۔۔۔۔۔۔

بخاری، مسلم اور ترمذی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا "کثیر تعداد میں مرد کامل ہوئے مگر عورتوں میں صرف مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم جو فرعون کی بیوی تھی، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کامل ہوئیں۔

"معالم العترۃ النبویہ" میں مرفوع روایت ہے کہ قتادہ نے انس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "عورتوں میں بہتر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا "کیا میں آپ کو یہ خوشخبری نہ دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ چار عورتیں جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ مریم بنت عمران، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، خدیجہ بنت خُویلد اور آسیہ بنت مزاحم"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن یہ کہا جائے گا "اے اہلِ محشر اپنی نگاہیں جُھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جائیں" آپ جب تشریف لے جائیں گی۔ان پر دو سبز چادریں ہوں گی بعض روایات میں سُرخ چادروں کا ذکر آتا ہے۔ مسند امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے مجھ سے پوچھا "تم کب سے حضور کی خدمت میں رہ رہے ہو" میں نے لمبی مدت کا ذکر کیا۔ جب سے میں خدمت میں رہتا تھا۔ وہ مجھ پر ناراض ہوئیں اور مجھے گالی دی۔ میں نے ان سے کہا "چھوڑیئے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کرتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ نہ ہوں گا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے مغفرت کی دعا نہ کریں گے" چنانچہ میں حاضر خدمت ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب وعشاء کی نماز ادا کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے آ کر کچھ پوشیدہ گفتگو کی اور چلا گیا میں بدستور آپ کے پیچھے چل رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے چلنے کی آواز سنی اور فرمایا "تم کون ہو؟" میں نے عرض کیا "حذیفہ بن یمان ہوں!"

فرمایا "کس لئے پیچھے آ رہے ہو؟"

میں نے اپنی والدہ کی گفتگو عرض کی فرمایا "اللہ تعالیٰ تم کو اور تمہاری والدہ کو بخشے" پھر فرمایا "میرے سامنے آ کر گفتگو کرنے والے شخص کو تم نے دیکھا تھا؟" میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ ضرور دیکھا تھا!

فرمایا "وہ فرشتہ تھا اس سے پہلے وہ کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا اس نے میرے رب سے اجازت حاصل کی تھی کہ مجھے سلام عرض کرے اور یہ خوشخبری دے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں"

نیز مسند امام احمد میں اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چلنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کی مثل تھا وہ تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مرحبا، یہ میری بیٹی ہے" پھر انہیں دائیں طرف بٹھایا اور ان سے خفیہ گفتگو فرمائی وہ رو پڑیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خفیہ گفتگو فرمائی تو وہ ہنس پڑیں میں نے آج کے دن کی مثل کبھی نہیں دیکھی جس میں خوشی غم کے بہت قریب ہو پھر میں نے سیدہ سے اس کا سبب دریافت کرنا چاہا تو انہوں نے فرمایا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کی بات

کبھی ظاہر نہ کروں گی حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات فرما گئے پھر میں نے دریافت کیا تو فرمایا "حضور نے مجھ سے راز کی بات کہی تھی کہ جبرائیل میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ قرآن کا دور کیا ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری موت قریب آ گئی ہے اور میرے اہلِ بیت سے تو سب سے پہلے مجھے ملے گی میں تیرے لئے بہتر آگے جانے والا ہوں" اس لئے میں رو پڑی تھی پھر فرمایا "اے فاطمہ تو اس سے راضی نہیں کہ تو اس امت کی عورتوں کی سردار ہو گی یا تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو گی" اس وقت مجھے ہنسی آئی تھی! بزار، طبرانی اور شیخ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنی عصمت کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ کے لئے حرام کر دیا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے "اللہ تعالیٰ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور اس کی اولاد کو دوزخ کے لئے حرام کر دیا ہے!"

دیلمی نے مرفوع روایت کی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ نام اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے ساتھ محبت کرنے والوں کو دوزخ سے دور کر دیا ہے!" طبرانی نے اپنے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھے عذاب نہ دے گا اور نہ ہی تیری اولاد کو عذاب دے گا"

اصبغ بن نباتہ نے ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہلے اور پچھلے سب لوگوں کو محشر میں جمع کرے گا پھر منادی عرش سے آواز دے گا خداوند قدوس فرماتا ہے کہ اپنے سروں کو نیچا کر لو اور آنکھیں بند کر لو کیونکہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گزرنا چاہتی ہیں" ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب میں ساتویں آسمان سے گزرا تو اس میں مریم (موسیٰ کی والدہ) فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے یاقوت کے محل دیکھے اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سرخ موتیوں سے جڑاؤ کے ستر محل دیکھے جن کے دروازے موتیوں کے تھے ان کی چار پائیاں ایک ہی لکڑی سے تھیں" ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جنت میں سب سے پہلے علی اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوں گے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ سے شادی رضی اللہ عنہا:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے دوسرے سال رمضان شریف میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اور اسی سال ان کی رخصتی ہوئی۔ شیخ ابو علی حسن بن احمد بن ابراہیم بن سنان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی انہوں نے کہا" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تھا آپ پر وحی نازل ہوئی جب فرشتہ چلا گیا تو مجھے فرمایا" انس کیا تو جانتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا پیغام لائے ہیں؟" میں نے عرض کیا" میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جبرائیل علیہ السلام کیا خبر لائے ہیں؟"

فرمایا" مجھے جبرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ فاطمہ کا علی سے نکاح کر دیجئے۔ جاؤ ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور اسی تعداد میں انصار کو بلا لاؤ" میں ان کو بلا کر لایا جب وہ سب بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا" سب تعریفیں اللہ کی ہیں جو اپنی نعمتوں کے باعث محمود ہے وہ اپنی قدرت کاملہ کی وجہ سے معبود ہے اس کا دبدبہ مسلم ہے۔ اس کے عذاب کے ڈر سے اس کی پناہ لی جاتی ہے۔ زمین و آسمان میں اس کا حکم جاری ہے اُس نے اپنی قدرت سے لوگوں کو پیدا کیا احکام کے ساتھ ان کو ممتاز کیا اور دین کے ساتھ ان کی تعظیم کی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باعث ان کو عزت دی" اللہ تعالیٰ نے دامادی کو لاحق ہونے والی نسبت ضروری امر، عادل حکم اور جامع خیر بنائی اس کے ساتھ ارحام کو مضبوط کیا اور لوگوں پر اس کو لازم کیا اور فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۝

اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

(فرقان: ۵۴)

اللہ تعالیٰ کا حکم قضاء تک جاری ہے اور قضاء اس کی قدر تک جاری ہے۔ ہر قضاء کے لئے قدر ہے۔ ہر قدر کے لئے وقت مقرر ہے ہر مقرر وقت لکھا ہوا ہے اللہ جو چاہے مٹائے اور جو چاہے اسے ثابت رکھے اس کے دستِ قدرت میں لوح محفوظ ہے" اس کے بعد فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا علی سے نکاح کر دوں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض علی کے ساتھ فاطمہ کا نکاح کر دیا ہے اگر علی سنت اور فرض پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے امور جمع رکھے گا اور ان کو برکتیں عطا فرمائے گا ان کی نسل کو پاکیزہ رکھے گا اور انہیں رحمت کی کنجیاں اور علم وحکمت کی کانیں بنائے گا اور وہ امت کے لئے امان ہوں گے میں یہ کلام کرتے ہوئے اپنے اور تمہارے لئے اپنے رب جلیل سے استغفار کرتا ہوں۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ضروری کام کے لئے گئے ہوئے تھے وہ مجلس میں موجود نہ تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوروں سے بھرا ہوا طشت ہمارے آگے رکھ دیا اور فرمایا "اسے کھاؤ" اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آگئے اور ان کو دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا "اے علی (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تیرے ساتھ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح کر دوں میں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض تیرے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا ہے" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں" یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے جب سجدہ سے سر اٹھایا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تم پر برکتیں نازل فرمائے اور تمہارا نصیبہ اور بخت اچھا کرے اور تم سے خوشبو منتشر ہو" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت خوشبو ظاہر فرمائی" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کی وفات کے بعد کبھی ضحک (ہنسا) نہیں فرمایا تھا!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد کی وفات کے بعد قبر شریف پر تشریف لے گئیں۔ اور کچھ توقف کے بعد قبر سے ایک مٹھی مٹی اُٹھائی اور اپنے چہرے پر رکھتے ہوئے فرمایا:

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَتَ اَحْمَدٍ اَنْ لَّا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: "جو شخص روضہ اطہر کی مٹی کو سونگھ لے اس پر یہ لازم ہے کہ ساری عمر عنبر و کستوری کو نہ سونگھے۔ مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹ پڑے اگر وہ دنوں پر گریں تو وہ راتیں ہو جائیں۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے:

اِغْبَرَّ آفَاقُ السَّمَاءِ وَكُوِّرَتْ شَمْسُ النَّهَارِ وَاَظْلَمَ الْعَصْرَانِ

ترجمہ : "آفاقِ آسمان غبار آلود ہو گئے، سورج متغیر ہو گیا اور دونوں عصر اندھیرے ہو گئے۔"

سرورِ کائنات ﷺ کی وفات کے بعد زمین افسوس میں غمناک ہے۔ مشرق و مغرب کو آپ کے فراق میں رونا آتا ہے اور مضر و یمان قبائل آپ پر روتے ہیں۔ حجر اسود، بیت اللہ اور ارکان آپ پر رو رہے ہیں۔

اے ختم الرُسل مبارک اصل والے قرآن کو نازل کرنے والا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں فرمائے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے منگل کی رات تین رمضان کو گیارہ ہجری میں انتقال فرمایا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس وقت آپ کی عمر شریف ۲۸ برس تھی۔ رات کو بقیع میں مدفون ہوئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعض نے کہا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں عباس، علی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم اُترے۔ علامہ دولابی نے "ذریہ طاہرہ" میں کہا کہ سرورِ کائنات ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف تین ماہ زندہ رہیں عروہ بن زبیر اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ چھ ماہ حیات رہیں۔ اسی طرح زہری نے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد گھر آ کر سخت گھبرائے پھر یہ کہا:

"میں دنیا میں بہت مصائب دیکھ رہا ہوں۔ ان مصائب میں مبتلاء موت تک علیل رہتا ہے۔ ہر دو ساتھیوں میں جدائی ہو جاتی ہے اور جدائی کے سامنے ہر شے ہیچ ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گم پانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ نہیں رہتا ہے!"

سیدنا جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر روز ان کی قبر شریف کی زیارت کرتے تھے ایک دن جب زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو قبر شریف پر گر کر رونا شروع کر دیا اور فرمانے لگے مجھے کیا ہو گیا ہے میں قبروں

سے اس حال میں گزرتا ہوں کہ اپنے محبوب کو سلام کہتا ہوں اور وہ مجھے جواب تک نہیں دیتا۔ اے قبر تجھے کیا ہو گیا ہے تو پکارنے والے کو جواب تک نہیں دیتی ہے کیا میرے بعد احباب کی محبت سے بیزار ہو گئے ہو؟

غائبانہ یہ آواز آئی جسے وہ سنتے تھے مگر کسی شخص کو نہ دیکھتے تھے۔

قَالَ الْحَبِيْبُ وَكَيْفَ لِيْ بِجَوَابِكُمْ وَاَنَا رَهِيْنُ جَنَادِلَ وَتُرَابِ
اَكَلَ التُّرَابُ مَحَاسِنِيْ فَنَسِيْتُكُمْ وَحَجَبْتُ عَنْ اَهْلِ وَاَتْرَابِيْ
فَعَلَيْكُمْ مِنِّيْ السَّلَامُ تَقَطَّعَتْ مِنِّيْ وَمِنْكُمْ خُلَّةُ الْاَحْبَابِ

ترجمہ: "محبوب نے کہا میں تم کو کیسے جواب دوں۔ میں تو پتھروں اور مٹی میں گھرا ہوا ہوں۔ مٹی میرے محاسن کو کھا گئی ہے اور میں تم کو بھول گیا ہوں اور گھر والوں اور ساتھیوں سے چھپ گیا ہوں! میری طرف سے تم کو سلام ہو میرے اور تمہارے درمیان احباب کی دوستی ختم ہو گئی!"

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد:

خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حسن و حسین اور محسن رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ محسن رضی اللہ عنہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیاں اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔

لیث بن سعد نے کہا تیسری بیٹی رقیہ تھی اور وہ بچپن میں بلوغ سے پہلے فوت ہو گئی تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے شادی نہ کی تھی اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ (بحوالہ: تنویر الازہار ترجمہ نور الابصار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

ولادت سے وصال تک

ملک محبوب الرسول قادری

بنت رسول اللہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت وسوانح صبح قیامت تک نسوانی زندگی میں مینارۂ نور ہے وہ مسلم خواتین کی آئیڈیل شخصیت ہیں۔ خاتونِ جنت ہیں، زہرا بتول ہیں آئیے ان کی سیرتِ طیبہ کے چند گوشوں سے آگاہی حاصل کریں۔

اسمِ گرامی:

مخدومہ کائنات، بنت رسول کا اسم گرامی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ہے کنیت اُم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور القاب بتول، زہرا، عذرا اور سیدہ ہیں۔

معنی ومفہوم:

فاطمہ کا مصدر "فطم" ہے اور "فطم" قطع ہونے کو کہتے ہیں۔ حضور رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے آپ کو دوزخ سے منقطع فرمادیا۔ بعض کا قول ہے کہ خدا نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو دوزخ سے آزاد فرمادیا۔

ولادت باسعادت:

سیدہ رضی اللہ عنہا کے سن ولادت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی جب کہ اکثر کا قول ہے کہ آپ کی ولادت بعثت نبوی

کے ایک سال بعد ۲۰ جمادی الاخر میں ہوئی۔

زہراء:

شیخ المحدثین عبدالرؤف مناوی (۹۵۲۔۱۰۳۸) فرماتے ہیں کہ زہراء کا معنی کلی ہے سیدہ کا تعلق ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے ہے جیسے کلی کا تعلق پھول سے ہوتا ہے اسی لئے آپ کو "زہرۃ المصطفیٰ" بھی کہا جاتا ہے۔

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پیارا کون؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہزادی کونین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس حد تک محبت تھی کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور جب واپس رونق افروز ہوتے تو مسجد میں دو نفل پڑھ کر سب سے پہلے سلطانہ فقر سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں جلوہ فرما ہوتے۔

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ جمیع بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی پھوپھی کے ہمراہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ آپ نے فرمایا...... فاطمہ رضی اللہ عنہا...... اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ دربار رسالت سجا تھا۔ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ پوچھا۔ آقا و مولا ہمیں بتائیے کہ آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا! فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ عرض کیا گیا ان کے بعد...... فرمایا زید بن حارثہ (منہ بولے بیٹے)...... عرض کیا گیا ان کے بعد...... فرمایا، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ نے چچا کو تو سب سے آخر میں ڈال دیا۔ فرمایا، کہ نہیں علی رضی اللہ عنہ آپ سے ہجرت میں سبقت لے گئے تھے۔ امام نسائی کی روایت ہے کہ رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ...... حور...... ہیں۔

سیدہ بتول رضی اللہ عنہا، جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

بخاری شریف (مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا) میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فاطمہ بضعتہ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرتا ہے وہ مجھے ناراض کرتا ہے۔

جن کے استقبال کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے:

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے، مرحبا کہتے، پیشانی پر بوسہ دیتے۔ اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے اور سیدہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہی معمول رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور پوچھا...... ہم دونوں میں سے آپ کو زیادہ پیارا کون ہے؟ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ مجھے فاطمہ سب سے زیادہ محبوب ہے اور اے علی! تم سب سے زیادہ عزیز ہو۔ امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ...... آپ کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہمیں پوری مخلوق میں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

جن سے محبت، محبت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور جن سے بغض، عداوتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ لزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور شہزادہ کونین امام حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن کا دشمن ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ جن کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس کائنات کی تین بزرگ خواتین جنت سے تشریف لائیں۔ روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے کہ ان میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ تھیں دوسری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بنت عمران تھیں اور تیسری فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تھیں۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات — خیر النساء حسین و حسن مصطفی علی

سیدہ بتول کا گریہ اور مُسکراہٹ:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وصالِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے میں اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ تمام ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا، میری بیٹی فاطمہ، مرحبا، پھر اپنے پاس بٹھایا۔ پھر کان میں سرگوشی فرمائی۔ اور پھر سب نے دیکھا کہ سیدہ فاطمہ زاروقطار رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ کا رنج ملاحظہ فرمایا تو فاطمہ کے کان میں دوبارہ کوئی بات ارشاد فرمائی جس سے سیدہ زہرا نے تبسم فرمایا ...... اب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدمت اقدس سے اُٹھتے ہی میں نے پوچھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں کیا ارشاد فرمایا تھا جس سے آپ رونے لگیں؟ تو مجھے جواب ملا کہ ...... میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش نہیں کر سکتی ...... وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک دن میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ...... میں آپ کو اس حق کی قسم دیتی ہوں جو میرا حق آپ پر ہے۔ مجھے بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا سرگوشی فرمائی تھی؟ تو اس وقت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ...... پہلی بار فرمایا کہ جبریل ہمیشہ ایک مرتبہ اور اب کی بار دو مرتبہ قرآن حکیم کا دور کر گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اے میری بیٹی میرا قرب وصال ہے۔ بس بیٹی! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا اور دوسری مرتبہ ترجمان رب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ! میرے بعد سب سے پہلے جنت میں تم ہی مجھ سے ملوگی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ دوسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا تم خوش نہیں ہو؟ کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ پہلی بات پر جدائیٔ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر پا کر رونے لگی اور پھر زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت کی بشارت کی نوید جانفزا سن کر میرے چہرے پر تبسم بکھر گیا۔ مسلم اور بخاری نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔"

مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی ہے کہ ...... جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راحت پہنچائی اس نے مجھے راحت پہنچائی۔

عقدِ مبارک:

پندرہ سال کی عمر میں آپ کا نکاح ہوا، سولہ، اٹھارہ اور اکیس سال عمر کے اقوال بھی روایات میں موجود ہیں۔

شیخ المحدثین امام عبدالرؤف المناوی اپنی کتاب "اتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب والفضائل" میں رقم طراز ہیں کہ...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

ان اللّٰہ امرنی ان ازوج فاطمه من علی۔ — مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے فاطمہ کی شادی دنیا اور آخرت کے سردار کے ساتھ کی ہے۔

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا جہیز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک چادر، مشک، کھجور بھرا چرمی تکیہ دیا۔" بخاری شریف میں مولا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کے موقع پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چادر، کھجور کی چھال بھرا ایک چرمی تکیہ، دو چکیاں، ایک مشک اور دو گھڑے بھیجے۔"

اور حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ہمارے پاس گھر میں مینڈھے کی صرف ایک کھال تھی جس کے ایک گوشے پر ہم آرام کرتے تھے اور دوسرے گوشے پر فاطمہ آٹا گوندھتی تھیں۔

طبرانی میں فاطمہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا گیا تو ان کے ہاں بچھی ہوئی ریت، کھجور کی چھال بھرے تکیے، گھڑے اور کوزہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی گستاخی کرنے والا کافر ہے:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا...... بضعۃ منی ...... میرے گوشت کا ٹکڑا...... چونکہ حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گوشت کا ٹکڑا فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کفر ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بے ادبی، گستاخی بھی کفر ہے۔ صاحب مواہب اللدنیہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے لہٰذا سیدہ سے بغض وعداوت رکھنا دین ودنیا میں نامرادی کا سبب ہے......

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا:

امام طبرانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا:...... تحقیق بے شک اللہ تعالیٰ نہ تم کو عذاب دے گا اور نہ ہی تمہاری اولاد میں سے کسی ایک کو عذاب دے گا...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب فرما گئے:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا　　تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

چمنستانِ زہرا رضی اللہ عنہا کی عظمتِ لازوال:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز میں اپنی والدہ سے اجازت لے کر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز مغرب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی۔ پھر عشاء پڑھی اور جب رات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو میں چپکے چپکے آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ راستے میں کوئی اجنبی ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکے۔ میں بھی پیچھے رک گیا۔ اجنبی سے بات کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چل پڑے میں بھی چل پڑا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی اور پوچھا ...... کون ہے؟ کیا حذیفہ ہو؟...... میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی میں حذیفہ ہی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری ماں کو بخش دے؟ پھر فرمایا کہ جس نے راستے میں میرے ساتھ ملاقات کی کیا تم نے اس اجنبی کو دیکھا میں نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اجنبی اللہ کا فرشتہ تھا۔ جو آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں اترا تھا۔

اب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے صرف میری زیارت کے لئے آیا تھا اور میرے سلام کرنے کو آیا تھا۔ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ...... تحقیق فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ تمام نوجوانان جنت کے سردار ہیں...... اسی لئے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ رحمۃ اللہ فرما گئے کہ:

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی　　　زہرا ہے کلی جس میں حسین و حسن پھول

سخاوت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر قرآن کی شہادت:

تفسیر کبیر، مدارک اور نیشاپوری میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں شہزادے حسن، حسین رضی اللہ عنہم علیل ہوئے۔ سیدہ زہرا، مولا علی اور کنیز فضہ سے منت مانی کہ خدائے علیم وخبیر شہزادوں کو کامل صحت عطا کرے تو ہم تین دن مسلسل رضائے رب کے لئے روزہ رکھیں گے۔ بچے صحت یاب ہو گئے اور تینوں تقدس ماب ہستیوں نے روزہ رکھ لیا۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ تین صاع آٹا ادھار لائے۔ جس کے تین حصے کئے گئے۔ ایک حصہ پکا کر پانچ روٹیاں تیار کی گئیں تو عین وقت افطار سائل نے صدا لگائی کہ مسکین ہوں کھانا کھلایا جائے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے پانچوں روٹیاں مسکین کے حوالے کر دیں اور تینوں مقبولان بارگاہ ہستیوں نے پانی سے افطاری کر لی۔ دوسرے روز اسی وقت یتیم سائل نے سوال کیا اور پانچوں روٹیاں لے گیا اور تیسرے دن افطاری کے وقت ایک قیدی نے صدا لگائی اور پانچوں روٹیاں اسے دے دی گئیں...... بس یہ امتحان کی آخری کڑی تھی جس میں یہ برگزیدہ شخصیات کامیاب ہوئیں۔ اور اس کی گواہی قرآن نے دی۔ جبریل دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ خدا کا سلام اور پیغام پہنچایا:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۝

(سورۃ الدھر: آیت ۸، ۹، ۱۰)

اور کھانے کھلاتے ہیں۔ اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہو۔"
(ترجمہ کنز الایمان)

یہ آیت مبارکہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور آپ کی کنیز فضہ کی شان میں نازل ہوئی۔ سبحان اللہ! اقبال نے اسی لئے عرض کیا کہ!

مزرع تسلیم را حاصل بتول　　مادراں را اسوہ کامل بتول

سخاوت اللہ کی بارگاہ میں اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ اس کی پسندیدگی کی سند قرآنی آیات کی صورت میں دی جارہی ہے۔ سیدہ کائنات کی زندگی مسلم خواتین کے لئے آئیڈیل ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسی میں ہماری نجات کا راز مضمر ہے۔

صداقتِ زہرا رضی اللہ عنہا پر اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی گواہی:

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ماراَئیت احدا قط اصدق من فاطمة۔

میں نے فاطمہ سے بڑھ کر سچ بولنے والا دیکھا ہی نہیں۔

سیدہ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں:

عالمی دعوت اسلامیہ کے مرکزی نائب امیر اور دورِ حاضر کے نامور محقق حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری اپنی مشہور زمانہ کتاب "شرح سلام رضا" میں رقم طراز ہیں کہ آپ (سیدہ) کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی معلوم ہے کہ انہوں نے مال کا جمع کرنا اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا آپ فرمایا کرتے تھے ہم پر زکوٰۃ کیسے لازم آئے گی ہم نے کبھی جمع ہونے ہی نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب ان کے ہاں گئیں تو سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ بچوں کی تربیت کے علاوہ چکی پینا، پانی لانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کا کام خود کیا کرتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہیں فاطمہ کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے محبوب ہیں میرے ہاں ان کا عالم یہ تھا:

فجرت بالرحی حتی اثرت بیدھا واستقت بالقربة حتی اثرت فی نحرھا و قمت البیت حتی اغرت

چکی پینے سے ان کے ہاتھوں پر نشان، مشکیزہ اُٹھانے سے سینے، گھر کی صفائی اور ہانڈی روٹی سے کپڑوں پر نشان پڑ جاتے اور وہ

ثيابها و اوقدت القدر حتى دكنت ثيابها و أصابها من ذلك ضر (ابوداؤد، کتاب الادب) بہت تکلیف اُٹھاتیں۔

جب شہزادہ حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا قمیص اُتار کر سائل کو دے دیا:

مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس پر ایک عورت اپنے چھوٹے بچے کو اس حال میں اٹھا کر لائی کہ اس کے جسم پر انتہائی خستہ حال پھٹا پرانا قمیص تھا اس نے سوال کیا کہ میرے لخت جگر کے لئے شہزادوں کا کوئی قمیص عطا ہو جائے۔ سیدہ اٹھیں۔ اپنے نور عین سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو سوتے سے جگایا۔ ان کا قمیص اُتارا اور سائلہ کو عطا کر کے مخدومہ کائنات، سلطانہ فقر سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے نور چشم کو ایک پرانا قمیص پہنا دیا۔

ردائے زہرا رضی اللہ عنہا سے صحابی کو غلہ اور بدو کو ایمان کی دولت مل گئی:

ایک مفلوک الحال بدو کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کے کاشانہ اقدس پر لائے کہ کھانے کو کچھ مل جائے...... حالات کچھ ایسے تھے کہ خود سیدہ کئی دنوں سے فاقہ سے تھیں۔ لیکن سائل کو دیکھ کر بے چین ہو گئیں۔ گھر میں پڑی اکلوتی چادر اٹھائی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ یہ چادر شمعون یہودی کو دے کر کہیں کہ یہ "ردائے زہرا" ہے اس کا جتنا غلہ بنتا ہے وہ بدو کو دے دو۔ یہ واقعہ جب شمعون یہودی نے سنا تو پکار اٹھا کہ جس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اتنی سخی ہے۔ کہ خود فاقے کے باوجود سوالی کو خالی دامن نہیں لوٹاتی۔ بخدا وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ کلمہ پڑھ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا بدو کو غلہ دیا۔ سیدہ کے گھر غلہ نذر کیا اور چادر مبارکہ واپس بھجوائی۔ اللہ اکبر...... مخدومہ کائنات کی سخاوت اور جذبہ ایثار کا اعجاز ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے تصدق بھوکوں کو غلہ اور یہودیوں کو ایمان کی دولت نصیب ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ

منگتا خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات نہ پوچھو

مزارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری سیدہ کا معمول بن گیا:

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہفتہ میں دو مرتبہ اور کم از کم ایک مرتبہ روضہ نبوی پر ضرور حاضر ہوتی تھیں اور مزار پر انوار پر جاروب کشی خود فرماتی تھیں۔ وصال مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نے آپ کو ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پاک کے بعد ساری زندگی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی تبسم نہیں فرمایا۔

وصیت زہرا علیہا السلام:

وقت وصال شہزادیٔ مصطفی نے زانوئے مرتضیٰ پر سر انور رکھا ہوا تھا اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے وصیت کی اجازت طلب کی۔ اور پھر ارشاد فرمایا۔ چار باتیں ہیں:

① اگر میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو یا آپ پر میں نے کوئی زیادتی کی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف فرما دیجئے۔

② میرے بچوں سے ہمیشہ شفقت فرمانا۔ ان کی دلداری کرنا ان سے پیار فرمانا اور ان کے سر پر دست محبت رکھنا۔

③ قبرستان میں میرا جنازہ رات کے وقت لے جانا اس لئے کہ میری زندگی میں کسی نامحرم نے میرے قد و قامت کو نہیں دیکھا۔ اب بعد از وصال بھی میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی دوسرا نہ دیکھے۔

④ مجھے بھول نہ جانا اور میری قبر پر تشریف لاتے رہنا اور دعائے خیر فرماتے رہنا۔

جب مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ آپ کی وصیت سماعت فرما چکے تو حیدر کرار کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے اور آپ بھرائی ہوئی آواز میں فرما رہے تھے کہ "اے شہزادیٔ رسول "حاشا للہ" آپ نے کبھی مجھے کوئی تکلیف دی اور نہ ہی مجھے رنج پہنچایا۔ آپ نے کبھی میری دل آزاری نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ میری دلداری کی ہے۔ آپ نے کبھی مجھے مصائب میں نہیں ڈالا بلکہ ہمیشہ میری غمگساری کی ہے۔ آپ نے کبھی مجھے جفا نہیں دی بلکہ ہمیشہ وفاداری کی ہے گویا زہرا رضی اللہ عنہا آپ کانٹا نہیں بلکہ ایک پھول ہیں۔ میں آپ کی وصیتوں کو دل و جان سے قبول کرتا

ہوں اور ان شاء اللہ ان پر پورا پورا عمل کروں گا۔" یہ خوبصورت باتیں اہل اسلام کے لئے ہر دور میں مشعل راہ رہی ہیں اور ہمارے موجودہ معاشرتی اور نظریاتی بگاڑ کا حل بھی انہی ارشادات عالیہ پر عمل میں مضمر ہے۔ یقیناً اولاد سے محبت شفقت پیار، دلداری اور اچھی تربیت نئے ماحول کو اصلاح احوال اور تزکیہ نفس کی دعوت دیتے ہیں سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا مولا علی رضی اللہ عنہ سے وقت وصال معافی طلب کر کے ہر دور کی خواتین کو اپنے خاوندوں کا تابع فرمان رہنے کی تلقین فرما رہی ہیں۔ جنازہ کو رات کے وقت اٹھانے کی وصیت اسلامی پردے کی معراج ہے جو موجودہ لچر ماحول کو شرم وحیا کی خیرات تقسیم کرتی نظر آتی ہے۔ قبر پر آتے جاتے رہنے کی وصیت اور دعائے خیر میں یاد رکھنے کی وصیت سے موجودہ دور کے نام نہاد جدید نظریات بھی دم توڑتے نظر آتے ہیں۔ مزارات پر حاضری کا نظریہ بنت رسول رضی اللہ عنہا کی آخری وصیت سے ثابت ہے تو اسے بدعت قرار دینا کھلی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کے مزار منور پر ہونے والی انوار و تجلیات کی بارش کو ہر لمحہ مزید برکات عطا فرمائیں کہ سیدہ نے ملت اسلامیہ کے لئے اپنی آخری وصیت میں وحدت امت کا فارمولا پیش کر دیا۔ اور باطل عقائد کی بیخ کنی فرمادی۔

وصال باکمال، مزار پُر انوار:

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کے روز وصال فرمایا آپ کا وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے چھ ماہ بعد ہوا۔

(مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۶۱، زرقانی جلد ۳ ص ۲۰۰)

آپ کو رات کے اندھیرے میں دفن کیا گیا جنت البقیع کو مخدومہ کونین، شہزادی عفت و عصمت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور امیر المومنین سیدنا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کی بیٹیوں کو سیدہ کائنات کے اسوہ مقدسہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پُل صراط سے گزر:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم حشر جب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کی سواری کی آمد ہوگی تو منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ "اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرلو اور گردنیں جھکا دو کہ فاطمہ بنت محمد کی سواری پل صراط سے گزرنے والی ہے۔"

اور پھر بجلی کوندنے کی دیر میں ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں سیدہ فاطمہ کی سواری پل صراط عبور کر جائے گی۔

فاطمہ علیہا السلام اَب بھی کربلا میں ہے:

برصغیر کے نامور ادیب و خطیب آغا شورش کاشمیری جیسا حساس شخص بھی سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی مزار پر انوار پر حاضر ہو کر نجدی مظالم پر چپ نہ رہ سکا اس نے اپنے سفرنامہ حجاز مقدس "شب جائے کہ من بودم" میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک پر حاضری کے موقع پر اپنے رقت آمیز جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا دل یوں ہوگیا جس طرح کنوئیں میں خالی ڈول تھرتھراتا ہے۔"

داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کے ایک کونے میں حضور کی پھوپھیاں عاتکہ رضی اللہ عنہا، صفیہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار ہیں آگے بڑھیں تو دائیں طرف نو امہات المومنین محوخواب ہیں ...... عائشہ رضی اللہ عنہا، سودہ رضی اللہ عنہا، زینب رضی اللہ عنہا، حفصہ رضی اللہ عنہا ام المساکین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ کی روش پر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، امام مالک رضی اللہ عنہ اور امام نافع رضی اللہ عنہ آسودہ خاک ہیں ان کے ایک طرف شہدا کے مزارات کا ٹکڑا ہے سامنے حضور کے فرزند ابراہیم کی لحد ہے ادھر ادھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، رقیہ بنت عثمان مظعون رضی اللہ عنہا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، مالک الانصاری رضی اللہ عنہ، اسماعیل بن جعفر صادق کے مدفنوں کی ڈھیریاں ہیں آخری ٹکڑے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے اس مزار سے ہٹ کر دیوار کے ساتھ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے یہی ایک قبر ہے جو

اس قبرستان میں درخت کے سائے تلے ہے باقی پورے قبرستان میں کوئی درخت پودا یا کیاری نہیں۔

امہات المومنین کے مزارات سے دس بارہ گز آگے ایک غیر کشیدہ مثلث بکوی میں جو زیادہ سے زیادہ ۵×۳ گز کی ہوگی چھ ڈھیریاں ہیں ان پر کوئی نشان نہیں قبروں کی شکل ہے سنگریزوں کا حاشیہ، سینہ پر کنکریاں، دائیں طرف بنت رسول رضی اللہ عنہا آرام فرما ہیں سامنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جسد مبارک کی داہنی طرف امام حسن رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، امام باقر رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ لیٹے ہیں یہ ساری جگہ مسجد نبوی میں واقع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے بھی چھوٹی ہے اس کربلا میں چچا نگران ہیں، بچے ماں کی گود میں ہیں اور جو کربلا میں رہ گئے تھے ان کی جدائی کا حزن ماں کی قبر سے محسوس ہو رہا ہے۔ شوہر نجف اشرف میں اور باپ وہ سامنے کے بیچ میں چند مکان حائل ہیں دنیا والوں نے مرنے کے بعد بھی دیوار کھینچ دی ہے گنبد خضریٰ کو اس رخ سے دیکھئے سوگوار معلوم ہو رہا اور اس ویرانی کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر جنبش سی ہے۔

گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

"فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرا جگر گوشہ ہے جس سے اس کو دکھ پہنچے گا مجھے بھی اذیت ہوگی۔"

(ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کیا کہو گے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے سوال کریں گے۔

"کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو تم نے میری اولاد اور میرے خاندان سے میرے بعد کیا سلوک کیا! ان میں بعض قیدی ہیں اور بعض خون میں نہائے ہوئے ہیں۔"

بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لحد کے سامنے، میں کوئی گھنٹہ بھر ساکت وصامت کھڑا رہا جیسے کوئی چیز گڑ گئی ہو اور اس میں زندگی کے آثار مطلقاً نہ رہے ہوں ملک عباس دیر تک دعائیں مانگتے رہے لیکن میں تھا کہ بے دست و پا کھڑا تھا جب محویت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہوش رہے نہ حواس جیسے کوئی آہ نارسا منجمد ہو چکی ہے یا آنسوؤں کی طغیانی رک گئی ہے تو عباس ملک نے مجھے گم سم پا کر کہا۔

آغا صاحب! فاتحہ پڑھئے!

میں پوری طرح ہل چکا تھا عباس نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا آغا صاحب؟ اور میں النقش کالحجر کی طرح تھا، انہوں نے جھنجھوڑا...... فاتحہ پڑھئے میں نے کہا ملک صاحب فاتحہ کس لئے؟ کیا انہیں ہمارے ہاتھوں کی احتیاج ہے، ہم کیا اور ہماری دعائے مغفرت کیا؟ ہم تو خود ان کے محتاج ہیں ہماری مغفرتیں ان کی بدولت ہوں گی...... ملک صاحب حیران رہ گئے...... میں نے قبر سے ٹکٹکی باندھ رکھی تھی میں کہہ رہا تھا۔

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تو اب بھی کربلا ہی میں ہے تیرے باپ کا کلمہ پڑھنے والوں نے تجھے اب تک ستایا ہے تیری کہانی زخموں کی کہانی ہے تو نے کعبۃ اللہ میں باپ کے زخم دھوئے تھے کربلا میں تیری اولاد نے زخم کھائے کوفہ میں تیرا شوہر امت کے زخم کھا کے واصل بحق ہوگیا تیرے ابا کی امت نے تیری اولاد کو ہمیشہ ستایا ہے آج چودہ صدیاں ہونے کو آئی ہیں تیری اولاد قبروں میں بھی ستائی جا رہی ہے پورا عرب تیری اولاد کی قتل گاہ ہے تیرے ابا نے کہا تھا۔

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری رحلت کے بعد جو مجھے سب سے پہلے ملے گا وہ تو ہوگی تو ان کے پاس چلی گئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھرانا اب بھی کربلا میں پڑا ہے جو لشکر و سپاہ اور تاج و کلاہ کی تلواروں سے بچ رہے تھے ان کی قبریں قتل کر دی گئی ہیں اپنی قبر کے قتل پر مجھے رونے دے تو اس قبر میں ہے اور میں تیرے سامنے زندہ ہوں مجھے اپنی زندگی ایک فعل عبث محسوس ہو رہی ہے تیرے مرقد کے ذرے تمام کائنات کے مروارید سے افضل ہیں ان میں مہر و ماہ سے بڑھ کر درخشانی ہے لیکن زمانہ نے آنکھیں پھیر لی ہیں اور اس کا شیشہ دل حمیت و غیرت سے خالی ہوگیا ہے۔

اہل عرب، حیا کرو:

آغا شورش کاشمیری مزید رقم طراز ہیں: آج صبح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر گم سم کھڑا سن رہا تھا ام المومنین کہہ رہی ہیں اے اہلِ عرب! حیا کرو میری نور چشم کے مرقد سے یہ سلوک کر رہے ہو؟ اس کے باپ نے تمہیں شرف بخشا اور خیر الامم بنایا تھا۔

جنت البقیع میں مزارات کی حالت حد درجہ ناگفتہ ہے۔ پہلو میں فلک بوس عمارات کھڑی کی جا رہی ہیں اور بہت سی قد آور عمارتیں کھڑی ہو چکی ہیں۔ جس پیمبر ﷺ نے عمر بھر پکا مکان نہ بنایا، اس کے نام لیوا بنگلوں اور محلوں میں رہ رہے ہیں، لیکن جنت البقیع ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں قبروں کو رسول اللہ ﷺ کی "ہدایت" پر یاران نجد نے عبرت کے نوشتے بنا رکھا ہے، گویا اسلاف کی قبروں پر "سنت نبوی" نافذ ہے۔

لیکن خود زندہ قبریں سنگ مرمر کے محلوں میں رہ رہی ہیں:

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس پر میرے اشک بار دل کی جو حالت ہوئی، عرض کرنا مشکل ہے، ایک ویرانہ میں ماں پڑی سوتی ہیں۔ ذرا ہٹ کر امام حسن، امام زین العابدین، امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ عنہم آرام کر رہے ہیں۔ ان کی جڑواں قبروں کے روبرو حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی قبر ہے۔

ذیل کے اشعار اسی حاضری کی یادگار ہیں:

اس سانحہ سے گنبد خضریٰ ہے پر ملال
لختِ دل رسول کی تربت ہے خستہ حال

دل میں کھٹک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا
اس جنت البقیع کی تعظیم کا خیال

طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا
اس ابتلا سے خاطر کونین ہے نڈھال

سوئے ہوئے ہیں، ماں کی لحد ہی کے آس پاس
پورِ خلیل، سبطِ پیمبر، علی کے لال

اڑتی ہے دھول مرقد آلِ رسول پر
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال

افتادگانِ خواب ہیں آلِ ابو تراب
اب تک وہی ہے گردشِ دوراں کی چال ڈھال

فرشی روا ہے؟ پیمبر کے دین میں
لیکن حرام شے ہے؟ مقابر کی دیکھ بھال

اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی
تیرا غضب کہاں ہے؟ خداوندِ ذوالجلال

توندیں بڑھی ہوئی ہیں غریبوں کے خون سے
محلوں کی آب و تاب ہے، حکام پر حلال

جس کی نگہ میں بنت نبی کی حیا نہ ہو
اس شخص کا نوشتۂ تقدیر ہے زوال

پھٹتی ہے پو، تو صبح بھی ہوتی ہے بالضرور
پھرتے ہیں روز و شب، تو پلٹتے ہیں ماہ و سال

کب تک رہے گی آلِ پیمبر لٹی پٹی
کب تک رہیں گے جعفر و باقر شکستہ حال

از بس کہ ہوں غلام غلامانِ اہلِ بیت — ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال
کیا یوں ہی خاک اڑے گی مزاراتِ اقدس پر — فیصل کی سلطنت سے ہے شورش میرا سوال

(مطبوعہ ہفت روزہ چٹان لاہور، بابت ۹ مارچ ۱۹۷۰ء)

ان کی محبت کے بغیر تو نماز بھی قبول نہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ...... اے اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے محبت تو اللہ نے قرآن میں فرض قرار دے دی ہے اور کیا یہ آپ کی شان کم ہے کہ جو آپ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی قبول نہیں۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کے روحانی تصرف کی روشن مثال:

شہاب نامہ کے درویش صفت مصنف جناب قدرت اللہ شہاب مرحوم حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی کو وسیلہ بنانے اس وسیلہ کی قبولیت اور گوہر مراد پانے کے متعلق اپنا ذاتی تجربہ یوں بیان کرتے ہیں۔

ایک بار میں کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا۔ وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی میں جمعہ کی نماز پڑھنے اس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ سے مولوی صاحب اردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے ان کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجیب وغریب داستانوں سے اٹا اٹ بھرا ہوا تھا کسی کہانی پر ہنسنے کو جی چاہتا تھا کسی پر حیرت ہوتی تھی لیکن انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے وہ سیدھی میرے دل میں اتر گئی یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کی باہمی محبت واحترام کا تھا باپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور بیٹی حضرت (سیدہ) بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تھے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) (حضرت سیدہ) بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی منت کرتے تھے کہ وہ ان کی درخواست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جائیں اور اسے منظور کروالائیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب

(حضرت سیدہ) بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش دلی سے اسے منظور فرما لیتے تھے اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد میں اسی بوسیدہ سی مسجد میں بیٹھ کر نوافل پڑھتا رہا کچھ نفل میں نے (سیدہ حضرت) بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مبارک کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھے پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی: "یا اللہ میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لئے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہو گا اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ (سیدہ) حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہ میری ایک درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادے مروجہ راستوں پر چلنے کی سکت نہیں رکھتا اگر سلسلہ اویسیہ واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب اور توفیق عطا فرمائی جائے۔"

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا چھ سات ہفتے گزر گئے اور میں اس واقعہ کو بھول بھال گیا پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھابی کا ایک عجیب خط موصول ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں انہوں نے لکھا تھا:

"The other night I had the good fortune to see "Fatimah" daughter of the Holy Prophet (Peace be upon him) in my dream. She talked to me most graciously and said "Tell your brother-in-law Qudrat Ullah Shahab that i have submitted his request to my exalted father who has very kindly accepted it."

"اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے (حضرت سیدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتادو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے

برگزیدہ والد گرامی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی تھی انہوں نے از راہ نوازش اسے منظور فرما لیا ہے۔"

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش و حواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہو گئی مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یوں میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہو، میرے روئیں روئیں پر ایک تیز و تند نشے کی طرح چھا جاتا تھا کیسا عظیم باپ ﷺ اور کیسی عظیم بیٹی رضی اللہ عنہا دو تین دن میں اپنے کمرے میں بند ہو کر دیوانوں کی طرح اس مصرعہ کی مجسم صورت بنا بیٹھا رہا۔

مجھ سے بہتر ذکر میرا ہے کہ اس محفل میں ہے

جناب قدرت اللہ شہاب نے اس کے بعد تصوف کے سلسلہ اویسیہ میں اپنی رہنمائی کا پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے ان کی دلی آرزو کی تکمیل اور سلسلہ اویسیہ کے حق ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم عہد حاضر کے نامور خطاط ہیں بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ وہ گمنامی پسند کرنے والے درویش اور حساس طبع شاعر بھی ہیں انہوں نے قدرت اللہ شہاب مرحوم کا واقعہ سنا تو ان کے دل میں چھپی ہوئی بارگاہ رسالت میں بار دیگر حاضری کی آرزو مچل اٹھی انہوں نے بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں ہدیہ ثواب پیش کرنا شروع کر دیا اور اپنی منظوم درخواست بھی پیش کر دی یہاں چند اشعار پیش خدمت ہیں:

باغِ جنت کی کلی زہرا بتولؓ سب سے بہتر اور بھلی زہرا بتولؓ
لے کر آیا ہوں حضورِ مصطفیٰ ﷺ سر بسر بے مائیگی زہرا بتولؓ
میری عرضِ حال پیش آنحضور کیجئے بہر علی زہرا بتولؓ
بار دیگر ہو کرم کی اِک نظر ہے یہی خواہش میری زہرا بتولؓ

اور پھر حضرت صوفی صاحب کی یہ خواہش اس شان سے پوری ہوئی کہ صوفی صاحب اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ حمید الدین معظمی دامت برکاتہم العالیہ کی رفاقت میں حاضری سے فیض یاب ہوئے۔

☆ ۱۹۹۲ء میں اخبارات کے لئے لکھا گیا مضمون جو کئی اقساط میں شائع ہوا۔

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی سخاوت

علامہ آصف شہزاد جماعتی

جگر گوشہء رسول صلی اللہ علیہ وسلم شہزادی ء شاہِ کونین، سیدۃ النساء اھل الجنۃ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سخاوت کا عظیم پیکر تھیں۔ کبھی بھی سائل آپ کے درِ دولت سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا۔ سخاوت میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ اپنے گھر کے معاشی حالات ناساز گار ہونے کے باوجود بھی آپ نے کبھی سخاوت و ایثار کے جذبے کو مدھم نہیں ہونے دیا۔ سائل کی ہر حاجت کو پورا فرماتی تھیں اور اس ضمن میں اپنی اور اہل خانہ کی ضرورت کو بھی آڑے نہ آنے دیتیں۔ بعض اوقات کئی کئی دن گھر میں چولہا نہ جلتا مگر آپ کے جذبہء سخاوت و ایثار کا ظہور ہوتا رہتا۔

بھوکے کو کھانا کھلانا:

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کی سخاوت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سارا دن حالت بھوک میں گزارنے کے بعد شام کے وقت ہم لوگوں کو کھانا میسر ہوا۔ والدہ ماجدہ نے پہلے ہمیں کھانا کھلایا بعد ازاں خود کھانے کے لیے بیٹھیں۔ ابھی پہلا لقمہ توڑ کر تناول فرمانا ہی چاہتی تھیں کہ دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی، کہ میں محتاج اور حاجت مند ہوں دو وقت کا بھوکا ہوں۔ اللہ کے نام پر مجھے کھانا کھلا دیجیے۔ اس بھوکے کی آواز سن کر آپ بے چین ہو گئیں۔ دست مبارک سے روٹی کا ٹکڑا رکھ دیا اور وہ پوری روٹی مجھے دے کر فرمایا کہ جاؤ اس بھوکے کو دے آؤ۔ میں نے پوچھا، اماں جان! آپ خود بھی تو بھوکی ہیں۔ ارشاد فرمایا، بیٹا تمہاری ماں تو صرف ایک وقت سے بھوکی ہے جب کہ یہ سائل دو وقت کا بھوکا ہے یہ سن کر میں اٹھا اور سائل

کو روٹی دے دی۔

سخاوتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نزولِ قرآن:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما علیل ہو گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے تشریف لائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اے ابو الحسن اگر آپ اپنے نور چشموں کے لیے صحت کی نذر مانتے تو بہتر تھا۔ پس حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ،سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی خادمہ فضہ رضی اللہ عنہا نے شہزادگان کی صحت و تندرستی پر تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی، صحت یاب ہونے پر سب نے روزے رکھے۔ گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے شمعون یہودی سے تین صاع گندم ادھار لی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پیسا اور پانچ روٹیاں پکائیں۔ افطاری کے وقت ایک سائل نے دروازے پر صدا دی کہ میں ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھانا کھلا دو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کی نعمتوں سے سیر کرے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سارا کھانا اٹھا کر اس کو عطا کر دیا اور سب نے پانی سے روزہ افطار کیا۔ دوسرے دن ایک یتیم اور تیسرے دن ایک قیدی سوالی آیا اور آپ نے تینوں دن کھانا ان مانگنے والوں کو عطا فرما دیا۔ صبح حضرت علی المرتضیٰ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ شہزادوں کے پھول چہرے کملائے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ بچوں کی یہ حالت کیوں ہے؟ پھر سرورِ انبیاء، جگر گوشۂ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے دیکھا کہ بتول اپنی شانِ بتولی کے ساتھ عبادت الٰہی میں مستغرق ہیں اور چہرے پر نقاہت کے آثار ظاہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی یہ ملاحظہ فرما رہے تھے کہ جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے کہ اللہ پاک نے ان کی شان میں سورۃ الدھر کی اٹھارہ آیات بینات نازل فرمائی ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ (الدھر:۸)

افضل ترین سخاوت:

ایک مرتبہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مالی حالت دریافت کی تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بنو سلیم کے تین ہزار لوگوں میں سب سے زیادہ مفلس اور حاجت مند میں ہوں۔ یہ سن کر جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس مسکین کی مدد کون کرے گا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس کی خوراک کا انتظام کرے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اس نومسلم کو لے کر چند گھروں میں گئے مگر کہیں سے خوراک کا بندوبست نہ ہوا۔ آخر کار سیدہ کائنات کے بیت اطہر پر پہنچے اور دروازہ پر دستک دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ جواب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدعا بیان فرمایا۔ سیدہ نے جب سنا تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرمایا آج ہم سب تیسرے فاقے سے ہیں۔ بچے بھوکے سو رہے ہیں مگر سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹانا۔ میری یہ چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ یہ فاطمہ بنت محمد ﷺ کی چادر ہے۔ اس کو رکھ لو اور اس کے عوض مسکین کے لیے خوراک دے دو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ساری حقیقت سے شمعون کو آگاہ کیا۔ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سخاوت سے حیران و ششدر رہ گیا۔ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بے اختیار بول اٹھا کہ اے سلمان خدا کی قسم! یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر توریت میں کیا گیا ہے۔ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ چادر احترام سے واپس کر دی اور غلہ بھی دے دیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چادر اور غلہ لے کر سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے اناج پیس کر روٹیاں بنا کر سائل کو عطا کر دیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کچھ اپنے بچوں کے لیے رکھ لیں۔ فرمایا یہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روٹیاں اور اس نومسلم صحابی کو لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے وہ روٹیاں مسکین کو دیں اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے بیت اطہر پر تشریف لائے۔ آپ کے سرِ انور پر دستِ شفقت رکھ کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اے اللہ فاطمہ تیری بندی ہے اس سے راضی رہنا۔ (سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، از الیاس عادل)

زکوٰۃ کا نصاب:

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اگرچہ خود فاقے سے رہتی تھیں۔لیکن اس تنگی وعسرت کے عالم میں بھی اپنے پڑوسیوں سے غافل نہ رہتی تھیں۔آپ کا معمول مبارک تھا کہ صبح وشام ہمسایوں کے گھروں سے معلوم کرواتیں کہ کوئی بھوکا تو نہیں؟ پھر اپنے گھر سے اپنا کھانا ان کو بھیجتیں۔ایک مرتبہ کسی نے آپ رضی اللہ عنہا سے زکوٰۃ کا نصاب پوچھا کہ اگر چالیس اونٹ ہوں تو زکوٰۃ کیا بنتی ہے۔آپ نے فرمایا تمہارے لیے چالیس میں سے ایک ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس ہوں تو چالیس کے چالیس راہِ خدا میں دے دوں۔(مجموعہ کرامتِ اولیاء) سبحان اللہ

فتویٰ اور تقویٰ کا یہی فرق ہے۔



نورِ چشم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا مقام و مرتبہ

سید محمد ریاست علی قادری بریلوی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چہیتی اور لاڈلی بیٹی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام اولادوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی، حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا کی زوجہ اور سرداران جنت حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ہونے کی وجہ سے تمام عورتوں سے افضل و برتر ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی آپ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آتش دوزخ سے آزاد فرما دیا۔ آپ کو بتول رضی اللہ عنہا اس لئے کہا گیا کہ فضیلت، دین اور حسب میں اپنے زمانے کی کل عورتوں سے وہ منقطع تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دوستوں کو آتش دوزخ سے نجات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس درجہ محبت فرماتے کہ چشم فلک نے کسی اور کو ایسی محبت کرتے نہ دیکھا ہوگا۔ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور جس وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر سایہ اپنی زندگی کے تمام دن گزارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے غیر معمولی محبت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی اولاد کو اتنا نہ چاہا جتنا فاطمہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو۔ شکل و سیرت اور خلق و اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ تھیں۔ یوں تو باپ کو بیٹی سے محبت ہوتی ہے لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر معمولی محبت کا سبب یہ بھی تھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد پسند تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

اور ان کا ادب واحترام کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس درجہ محبت اور پیار کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر رسیدہ ہونے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی مستعدی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش اس سے خدا خوش۔"

ایک اور موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے دل کا ٹکڑا ہے جو اُسے دکھ پہنچائے گا وہ مجھے تکلیف دے گا۔ جو اُسے خوش رکھے گا وہ مجھے راحت پہنچائے گا۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

"میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد کے علاوہ کوئی ہستی ان سے افضل نہیں دیکھی۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ایک طرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ماں کی جدائی کے غم میں مبتلا ہوگئیں۔ تو دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کی ساری ذمہ داری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر آن پڑی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ماں کے انتقال کے وقت ایک کمسن بچی تھیں انہیں ماں کی جدائی شاق تھی وہ ہر وقت پژمردہ نظر آتی تھیں۔ مستقل غم نے اُن کی صحت پر اور زیادہ اثر ڈالا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دوگونہ محبت کا مرکز ہوگیا تھا باپ کی حیثیت سے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر معمولی محبت کرتی ہی تھیں، لیکن ماں کی محبت بھی سمٹ کر باپ کی محبت میں تبدیل ہوگئی تھی۔ کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچایا کرتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف عبادت تھے اوجھڑی رکھ دی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ہوئی تو وہ بے اختیار دوڑی دوڑی آئیں اور اوجھڑی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سے ہٹایا۔ اور کافروں کے لئے بددعا کی۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض الوصال میں مبتلا ہوئے تو سب سے زیادہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی متاثر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ اتنی زیادہ غمگین رہنے لگیں کہ صرف چھ ماہ بعد ہی آپ رضی اللہ عنہا نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے انسانیت کے نکتہ کمال پر فائز تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا آئینہ تھیں۔ بے پناہ ذکاوت، ذہانت اور علم کی دولت سے مالا مال تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس شادی کی خوشی سب سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں ہی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں پروان چڑھے تھے دونوں کو تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی دونوں ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے پناہ محبت فرماتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔

"میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جو اپنی نعمتوں کے باعث ہر تعریف و تحسین کا حق دار ہے اور اپنی قدرتوں کے باعث عبادت و پرستش کے لائق ہے اس کی سلطانی ہر جگہ قائم ہے زمین و آسمان پر اس کا حکم چلتا ہے پھر اپنے احکام کے لئے انہیں آپس میں الگ الگ کر دیا اور اپنے دین کے ذریعے انہیں سربلندی عطا فرمائی۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انہیں عظمت و منزلت سے بہرہ ور کیا۔ بلاشبہ خدا نے شادی کو ایک لازمی چیز قرار دیا ہے۔۔۔۔"

رُخصتی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے پناہ دعاؤں کے بعد اپنی لخت جگر کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور اپنی بیٹی کو تسلی و تشفی دی اور فرمایا:

"میری بچی میں نے اپنی امانت بنا کر تجھے ایسے شخص کو سونپا ہے جس کا ایمان زیادہ قوی ہے اس کا علم دوسرے سب لوگوں سے زیادہ ہے اور وہ ہماری قوم میں اخلاق علوئے نفس کے اعتبار سے افضل ہے۔"

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے تربیت یافتہ اور پرورش کردہ تھے۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ خلق و اخلاق میں رسول اللہ کی پیروی نہ کرتے کوئی شبہ نہیں! وہ اپنے گھر میں اپنی رفیقۂ حیات کا گھریلو کام میں بھی ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب چکی پیستی اور آٹا گوندھتیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر جا کر لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور پانی بھر لاتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی صابرہ اور اللہ والی خاتون تھیں تمام زندگی مشقت اور کام کاج میں گزاری لیکن زبان سے کبھی شکوہ نہ کیا۔ چکی پیستے پیستے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے لیکن اُف تک نہ کیا آپ نے جنگ اُحد میں مسلمان زخمیوں کی مرہم پٹی میں حصہ لیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا، اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا (بعض مورخین نے حضرت محسن رضی اللہ عنہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں اور بعض آپ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے بے انتہا اور غیر معمولی محبت کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ یا اللہ! جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے تو بھی اسے محبوب رکھ۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا حسن بن علی رضی اللہ عنہ دوش مبارک پر سوار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں:

"یا اللہ میں اسے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد ماجد کی رحلت کے چھ ماہ بعد اس فانی دنیا سے کوچ کر کے عالم جاودانی کو سدھار یں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملے گی اور ایسا ہی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھائیس (۲۸) سال تھی۔ بقیع کے قبرستان میں آپ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا گیا۔

قال الحكماء: ما من شيء أحسن من عقل زانه علم ومن علم زانه حلم ومن حلم زانه صدق ومن صدق زانه عمل ومن عمل زانه رفق
لسان الفتى نصف ونصف فؤاده فلم يبق إلا صورة اللحم والدم ۔ لقد عمرنا حتى كأنا وإنا لنعمر حتى كل الناس بعدنا
كمال الرجل في أربع خصال التواضع عند الدولة والعفو عند القدرة والعطاء بغير منة والشكر عند النعمة صدق
لكل داء دواء يستطب به إلا الحماقة أعيت من يداويها ۔ كتبه بتوفيق من الله تعالى سيد إبراهيم الخطاط بمصر سنة ١٣٦

□ سید ابراہیم کے قلم سے خط اجازہ کا ایک نمونہ

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کے فضائل

ابوعبداللہ محمد ریاض قصوری

تمام تعریفیں اس وحدہ لاشریک کے لئے جو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے اور کروڑوں درود رحمت عالم نور مجسم ھادیٔ برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر جس کی خاطر یہ بزم کونین سجائی گئی اور بے شمار سلام ان نفوس قدسیہ پر جن کا ذکر اللہ رب العزت کی لاریب کتاب میں یوں ملتا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! کہ تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک ستھرا کردے۔

(الاحزاب: ۳۳)

لہٰذا کوئی بھی شخص شرافت، پاکیزگی، طہارت اور بزرگی میں اہل بیت سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا کیونکہ جو خصوصیات اہل بیت اطہار کو عطا فرمائی گئی ہیں کسی اور کے حصے میں نہیں آئیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اول من اشفع له يوم القيمة من أمتى اهل بيتى ثم الاقرب فالا قرب من قريش ثم الانصار ثم من آمن بى واتبعنى من اليمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع له اولا افضل

(کشف الغمہ: ۳۱۹)

روز قیامت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ نزدیک ہیں ان کی قریش میں سے۔ پھر انصار اور پھر یمن والوں میں سے جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی پھر باقی عرب اور پھر عجم والوں کی شفاعت کروں گا اور میں جن کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا

وہ سب سے افضل ہیں۔

اہل بیت کے فضائل کو تسلیم کرنا اور ان سے محبت ومودت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہی نہیں بلکہ ایمان کا حصہ ہے۔

حدیث مبارک ہے:

من مات علی حب آل محمد قد مات شہیداً

جو اہل بیت محمد کی محبت میں فوت ہوا وہ شہید ہو کر فوت ہوا۔

(تفسیر کبیر: ج ۲۷ ص ۱۴۷)

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ تمام کی تمام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھیں لیکن جو مقام ومرتبہ اور فضیلت سیدہ، طیبہ، طاہرہ حسنین کریمین کی اماں جان حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نصیب ہوئی کسی اور کو نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی پرورش اور تربیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نگرانی میں ہی ہوئی۔ آپ کی ولادت باسعادت میں سیرت نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن زیادہ قرین قیاس آپ کی ولادت باسعادت حضرت سیدہ خاتونِ جنت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے اعلان نبوت سے قریباً پانچ برس پہلے ہوئی۔ (طبقات ابن سعد۔ ج ۸ ص ۱۱)

آپ رضی اللہ عنہا چال ڈھال، عادت واطوار، لب ولہجہ اور گفتار میں بالکل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ما رأیت احداً اشبہ سمتا و دلاً وھدیاً برسول اللّٰہ فی قیامھا وقعودھا من فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ قالت وکانت اذا دخلت علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام الیھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دخل علیھا قامت من

میں نے کسی کو سیدھے راستے پر قائم ہونے کے لحاظ سے ہیت وحالت اور ہدایت کے لحاظ سے اُٹھتے بیٹھتے حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ فرماتی ہیں: جب بھی وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ پھر انہیں بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب

مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها

(سنن ترمذی: رقم: ۳۸۷۲۔ مشکوٰۃ: ص ۴۰۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھڑی ہو جاتیں پھر آپ کو چومتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

فاطمہ نام کی وجہ تسمیہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انما سمیت ابنتی فاطمة لان الله فطمها ومحبیها عن النار

(کنز العمال: ج ۴ ص ۲۱۹)

میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس وجہ سے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔

زہراء نام کی وجہ تسمیہ:۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زہراء اس لئے رکھا گیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھول اور کلی ہیں۔

بتول نام کی وجہ تسمیہ:۔

آپ رضی اللہ عنہا کا لقب بتول اس وجہ سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں سے فضل وشرف اور حسن وجمال کے اعتبار سے ممتاز کر دیا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقام ومرتبہ:

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

اذا كان يوم القيامة نادى منادیا من بطنان العرش یا اهل الجمع نكسوا رؤسكم وغضوا ابصاركم حتى تمر فاطمة بنت محمد على الصراط فتمر مع

جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے پردوں سے ایک منادی پکارے گا۔ اے محشر والو اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزر جائیں تو آپ رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے

سبعين جارية من الحور العين كمر البرق

جھرمٹ میں بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

(سیرت فاطمۃ۔علامہ مناوی:۷۳)

حضور ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیا ہے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان فاطمة بضعتة منى . من اغضبها اغضبنى

(السنن الکبریٰ للنسائی۔رقم:۸۳۶۷)

بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہیں جو اسے غضبناک کرتا ہے وہ مجھے غضبناک کرتا ہے۔

غزوہ اُحد میں خدمات:

غزوہ احد اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے۔کفار کی طرف سے ایک بہت زبردست حملہ تھا۔اس سخت تر اور مشکل ترین مرحلے میں مسلمان خواتین نے بھی بڑا اہم کردار ادا کیا۔اسی غزوہ میں جب رحمت عالم حضور ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوا اور آپ ﷺ کو زخم پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا زخموں کو صاف کرنے لگیں جب خون نہیں رکا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر لگائی تو خون رُک گیا۔

كانت فاطمة عليها السلام بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم تغسله وعلى بن ابى طالب يسكب الماء بالمجن فلما رات فاطمة ان الماء لا يزيد الدم الا كثرة اخذت قطعة من حصير و احرقتها و العقتها فاستمسك الدم وكسرت رباعيته يومئذ وجرح وجهه وكسرت البيضة

حضرت فاطمہ علیہا السلام بنت رسول ﷺ آپ ﷺ کے زخم کو دھوتی تھیں اور حضرت علی ابن ابی طالب ڈول میں پانی بھر کر لاتے تھے۔جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ پانی ڈالنے سے خون اور زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ ﷺ کے زخم پر لیپ کر دیا تو خون رک گیا اور اسی دن آپ ﷺ کا نچلا دانت ٹوٹ گیا تھا۔اس دن آپ ﷺ کا چہرہ

علی راسه (البخاری: رقم۔ ۴۰۷۵)

مبارک زخمی ہو گیا تھا اور آپ ﷺ کا خود (ہیلمٹ) آپ ﷺ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

رازدارانہ گفتگو:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کے آخری ایام کا ہے ،فرماتی ہیں ایک دفعہ حضور ﷺ نے مرحبا کہا اور اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگ پڑیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی جس پر آپ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لے گئے تو میں نے پوچھا جس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں کبھی بھی یہ راز افشاں نہیں کروں گی۔ اس واقعہ کے جلد بعد ہی آپ ﷺ کا وصال مبارک ہو گیا تو میں نے اپنا حق جتلاتے ہوئے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، پہلی مرتبہ جب آپ ﷺ نے سرگوشی فرمائی تو فرمایا: میری وفات قریب ہے جس پر میں رونے لگی۔ دوبارہ سرگوشی فرمائی تو فرمایا: اہل بیت میں سے پہلی شخصیت آپ رضی اللہ عنہا ہی ہو جو میرے پیچھے آئیں گی۔ یہ سن کر میں ہنس دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

قالت كنا ازواج النبی صلی الله علیه وسلم عنده فاقبلت فاطمة ما تخفیٰ مشیتها من مشیة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما رآها قال مرحبا یابنتی ثم اجلسها ثم سارّها فبکت بکاء شدیداً فلما رای حزنها سارها الثانیة فاذا هی تضحك فلما قام رسول الله صلی الله علیه وسلم سالتها عما سارك قالت ما کنت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم حضور ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کی چال ڈھال وضع اور ہیئت رسول اللہ ﷺ کی چال کی وضع ہیئت سے ذرا بھی مختلف نہیں تھی۔ بہر حال آپ ﷺ نے جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آتے دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا زور زور سے رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے حضرت

لافشی علی رسول اللّٰہ سرہ فلما توفی قلت عزمت علیك بمالی علیك من الحق لما اخبرتنی قالت اما الآن فنعم اما حین سارنی فی الامر الاول فانہ اخبرنی ان جبریل کان یعارضنی القرآن کل سنۃ مرۃ وانہ عارضنی بہ العام مرتین ولا اری الاجل الاقد اقترب فاتقی اللّٰہ واصبری فانی نعم السلف انا لك فبکت فلما رای جزعی سارنی الثانیۃ قال یا فاطمۃ الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اھل الجنۃ او نساء المومنین وفی روایۃ فسارنی فاخبرنی انہ یقبض فی وجعہ فبکت ثم سارنی فاخبرنی انی اول اھل بیتہ اتبعہ فضحکت

(مشکوۃ:۵۶۸)

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رنجیدہ دیکھا تو پھر سرگوشی فرمائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی کے بارے میں پوچھا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، میں یہ راز ظاہر کرنے والی نہیں ہوں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا (اس کے بعد ایک دن) میں نے اپنا حق جتاتے ہوئے اس سرگوشی کے بارے میں پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی سرگوشی مجھ سے فرمائی کہ جبریل علیہ السلام مجھ سے سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال انہوں نے مجھ سے دو بار دور کیا ہے اور اس کا مطلب یہ نکالا کہ میرا موت کا وقت قریب آ گیا ہے پس آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا بلا شبہ میں تمہارے لئے اچھا پیش رو ہوں تو میں رونے لگی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غمگین اور مضطرب پایا تو پھر سرگوشی فرمائی اور فرمایا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم جنت میں تمام عورتوں یا مومن عورتوں کی سردار ہوگی تو میں ہنسنے لگی، اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی سرگوشی فرمائی تو فرمایا: کہ آپ اس مرض

میں وصال فرما جائیں گے، میں رونے لگی،
پھر دوسری مرتبہ سرگوشی کی اور فرمایا: کہ اہل
بیت میں سب سے پہلے میں ہی آپ ﷺ
سے جا کر ملوں گی۔لہذا میں ہنسنے لگی۔

وصال شریف:

حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت ہی مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انہوں نے صبر وتحمل کے ساتھ پورے کیے۔آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک تقریباً اٹھائیس یا اُنتیس سال کی تھی۔حضور ﷺ کے وصال شریف کے چھ ماہ بعد آپ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں۔پھر تین رمضان المبارک گیارہ ہجری منگل کی شب وصال فرما گئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال شریف خصوصاً اس وقت کے اہل اسلام کے لئے ایک بڑا صدمہ تھا، تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے۔خصوصاً مدینہ شریف کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غم والم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہوگئی کیونکہ ان کے محبوب آقا ﷺ کی بلا واسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہوگئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔



النّجاةُ في الصّدق



حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا

4 باب



کمالات

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہل بیت علیہم السلام

باغِ جنت کے ہیں بہر مدح خوانِ اہلبیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلبیت

کس زبان سے ہو بیانِ عز و شانِ اہلبیت
مدح خوانِ مصطفےٰ ﷺ ہے مدح خوانِ اہلبیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیلؑ آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلبیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلبیت

حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلبیت

جمعے کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کرکے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلبیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلبیت

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلبیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت سے تڑپے بے زبانِ اہلبیت

فاطمہؓ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلبیت

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلام آخری اے بیوگانِ اہلبیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلبیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلبیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ لے
جانِ عالم ہو فدا اے کاروانِ اہلبیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دکانِ اہلبیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بُلا کر دشمنانِ اہلبیت

اہل بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعنۃُ اللہِ علیکم دشمنانِ اہلبیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

(حضرت مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

فضائل فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے اوپر سیاہ اُون سے بنی ہوئی چادر تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اُنہیں اس چادر میں داخل کرلیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اس چادر میں داخل کرلیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی داخل کرلیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے اُنہیں بھی اس چادر میں لے لیا۔ پھر فرمایا" بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک صاف کردے۔"

(صحیح مسلم، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

(۲) حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بلا کر چادر اُوڑھائی پھر دعا مانگی، اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں، ان سے گندگی دور رکھ اور انہیں خوب پاک وصاف بنادے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا، تم اپنی جگہ پر ہو اور تم خیر کی جانب ہو۔ (ترمذی، ابواب المناقب)

انہی احادیث کی بنا پر ان نفوسِ قدسیہ کو" پنجتن پاک" کہا جاتا ہے۔

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک نبی کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لئے نکلتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے، اے اہلِ بیت! نماز قائم کرو۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ

بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک

تَطْهِيْرًا۝ صاف کر دے۔

(مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

④ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ فرما دو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا اور فرمایا، اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ (صحیح مسلم)

⑤ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج آپ کے پاس جمع تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں ان کا چلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے سے مختلف نہیں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا، میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر انہیں بٹھایا اور ان کے ساتھ سرگوشی فرمائی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔ اُن کا غم دیکھ کر آپ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے پوچھا، آقا و مولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے کیا سرگوشی فرمائی تھی؟ کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو میں نے کہا، میں تمہیں اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے کہ مجھے وہ بات بتا دو۔ کہا، ہاں اب بتا دیتی ہوں۔ پہلی دفعہ جب آپ نے مجھ سے سرگوشی فرمائی تو بتایا کہ جبرائیل میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اس سال دو مرتبہ کیا ہے، میرے خیال میں میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے لٰہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لئے اچھا پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں روئی۔ آپ نے جب میری پریشانی ملاحظہ فرمائی تو دوبارہ سرگوشی کی اور ارشاد فرمایا!

"اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم ایمان والی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔" (صحیح مسلم)

⑥ آپ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی فرمائی کہ اسی مرض میں میرا وصال ہو جائے گا تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے سرگوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی، تو میں ہنس پڑی۔ (بخاری، مسلم)

(۷) اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات واطوار اور نشست و برخاست میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (المستدرک، فضائل الصحابۃ للنسائی)

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (المستدرک للحاکم، صحیح ابن حبان)

(۹) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (بخاری، مسلم)

(۱۰) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام دیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اُسے کوئی تکلیف پہنچے۔ خدا کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (بخاری، مسلم)

(۱۱) اُنہی سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ میں اُن کو اجازت نہیں دیتا، میں ان کو اجازت نہیں دیتا، پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور پھر ان کی بیٹی سے شادی کر لے۔ کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے۔ جو چیز اُسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اسے تکلیف دینے والا مجھے تکلیف دیتا ہے اور اسے مشقت میں ڈالنے والا مجھے مشقت میں ڈالتا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک)

(۱۳) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک، معجم الکبیر، مجمع الزوائد)

(۱۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ (معجم الکبیر، مجمع الزوائد)

(۱۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کی شادی کے موقع پر خاص دعا فرمائی، اے اللہ! میں اپنی اس بیٹی کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (صحیح ابن حبان، معجم الکبیر)

(۱۶) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شادی کی رات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر پانی چھڑکا اور فرمایا، اے اللہ! ان دونوں کے حق میں برکت دے اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔

(طبقات ابن سعد، اُسدُ الغابہ)

(۱۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلۂ نسب منقطع ہو جائے گا۔ ہر بیٹے کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے سوائے اولادِ فاطمہ کے کہ ان کا باپ بھی میں ہی ہوں اور ان کا نسب بھی میں ہی ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق، سنن الکبریٰ للبیہقی، معجم الکبیر للطبرانی)

(۱۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا، میں اُن سے لڑنے والا ہوں جو ان سے لڑیں اور اُن سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کریں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۱۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، عورت کے لئے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ کرام خاموش رہے۔ میں نے گھر آکر یہی سوال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کیا تو انہوں نے جواب دیا، عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے غیر مرد نہ دیکھے۔ میں نے اس جواب کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ (مسند بزار، مجمع الزوائد)

(۲۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بے شک فاطمہ نے اپنی عصمت و پارسائی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ حرام کر دی ہے۔ (المستدرک للحاکم، مسند بزار)

(۲۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔ (معجم الکبیر، مجمع الزوائد)

علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۲۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، آج رات ایک فرشتہ جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا، اُس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے کے لئے حاضر ہو اور یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، مسند احمد، فضائل الصحابہ للنسائی، المستدرک للحاکم)

(۲۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، سب سے پہلے جنت میں تم، فاطمہ، حسن اور حسین داخل ہو گئے رضی اللہ عنہم۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔

(المستدرک للحاکم، الصواعق المحرقۃ:۲۳۵)

(۲۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں، تم اور یہ دونوں (یعنی حسن و حسین) اور یہ سونے والا (سیدنا علی جو کہ اس وقت سو کر اٹھے ہی تھے) قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم (مسند احمد، مجمع الزوائد)

(۲۵) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آقا و مولیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں مرحبا کہتے، کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کرتے، اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔ (المستدرک، فضائل الصحابہ للنسائی)

(۲۶) حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا، لوگوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب زیادہ پیارا کون تھا؟ فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پوچھا، مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا، ان کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی، المستدرک، معجم الکبیر)

(۲۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو میرے اور فاطمہ میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فاطمہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ

عزیز ہو۔(معجم الاوسط، مجمع الزوائد)

(۲۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور فرمایا، اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ سے زیادہ کسی ہستی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا۔ اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے سوائے آپ کے والد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مجھے کوئی اور آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

(۲۹) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میرا جنازہ لے جاتے وقت اور تدفین کے وقت پردے کا پورا لحاظ رکھنا۔ انہوں نے کہا، میں نے حبش میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ان پر پردہ ڈال دیتے ہیں (اس طرح جسم کی ہیئت نمایاں نہیں ہوتی۔) پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر ان پر کپڑا ڈال کر سیدہ کو دکھایا۔ آپ نے پسند کیا پھر بعد وصال اسی طرح آپ کا جنازہ اٹھا۔(اُسد الغابہ، استیعاب)

(۳۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا غیب سے آواز دے گا، اے اہلِ محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گزر جائیں۔(المستدرک للحاکم، اسد الغابہ)

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام



هذا من فضل ربی

کائنات کی بے مثل خاتون

پشاور سے قدوۃ الاولیاء حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
المعروف مولوی جی صاحب کا ایک یادگار خطبہ

(پیشکش: مولانا سید محمد انور شاہ قادری بخاری)

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ -------- الآیۃ (آل عمران:۶۱)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علی
ال سیدنا و مولانا محمد و بارك وسلم۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔
الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب اللہ۔
الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی اللہ۔

میرے انتہائی واجب الاحترام، سادات کرام! اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے جدا نہ کرے۔ یہ دامن رحمت کبھی ہمارے ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ (آمین)

ساداتِ کرام کی بڑی شان ہے۔ آپ کا بڑا مقام ہے۔ آپ کی گھروں کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ

تمہارے گھروں میں جو آیات الٰہی اور حکمت کی تلاوت ہوتی ہے اسے یاد رکھو۔

(الاحزاب ۳۳:۳۴)

تو میرے بھائیو اپنے گھروں کو تلاوت قرآن سے زینت دو۔ قرآن تمہاری میراث ہے اسے حاصل کرو سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ۔ اس فقیر نے ساداتِ کرام کے لئے خاص طور پر درس قرآن کا اہتمام کیا ہے۔ خود بھی آؤ اپنے بچوں کو بھی ساتھ لاؤ اور اسے پڑھو۔ پھر دوسروں کو پڑھاؤ۔ یہ تمہارا فرض ہے۔

اس آیۃ کریمہ سے اوپر اللہ تعالیٰ نے پیارے محبوب ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر فرمایا ہے کہ:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات تم دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہو۔

(الاحزاب ۳۳:۳۲)

اس میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان و عظمت بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی کوئی عورت نہیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی کوئی عورت نہیں۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جیسی کوئی عورت نہیں۔ یہی حال تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ہے ہمارا عقیدہ ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جیسی کوئی عورت نہیں ہو سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پیارے محبوب ﷺ جیسا بھی کوئی نہیں۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح آپ ﷺ بھی بے مثل و بے نظیر ہیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰہ

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ شان کیسے ملی۔ یہ بلند رتبہ اور اعلیٰ مقام کیسے نصیب ہوا۔ حالانکہ وہ شکل وصورت میں دنیا کی عام عورتوں جیسی ہیں۔ عورتوں جیسے کام کرتی ہیں۔ عورتوں ہی کی طرح کسی کے گھر میں پیدا ہوئیں۔ ماں باپ کے زیرِ سایہ تربیت پائی مثلاً حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان کے گھر پیدا ہوئیں اور اسی کے گھر میں اس کی نشوونما ہوئی۔ جوان ہوئیں اسی طرح باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی حال ہے۔ مگر جب وہ پیارے محبوب ﷺ کے نکاح میں آئیں، پیارے

محبوب ﷺ کی زوجیت کا شرف انہیں حاصل ہوا۔ پیارے محبوب ﷺ کے وجود مسعود سے ان کا وجود لگا تو اب وہ عام نہیں رہیں۔ اُن کی شان بدل گئی، مقام بدل گیا، دنیا کی دیگر عورتوں سے اُن کے درجات بلند ہو گئے۔ اُب دنیا کی کوئی عورت ان کے ہم پلہ نہیں وہ ساری امت کے لئے محترم و مقدس ہو گئیں اور انہیں اُمت کی ماؤں کا درجہ حاصل ہو گیا۔ یہ بلند رتبہ، یہ ارفع و امتیازی شان، یہ اعلیٰ مقام اُنہیں نسبت رسول ﷺ کی بدولت حاصل ہوا۔ سبحان اللہ

نسبت رسول ﷺ کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے غور کریں اور توجہ فرمائیں۔ کہ اُن ہستیوں کا کیا درجہ، کیا رتبہ، کیا مقام اور کیا شان ہوگی جس کا وجود ہی اللہ تعالیٰ نے پیارے محبوب ﷺ کے نورانی وجود سے بنایا۔ جن کا گوشت، ہڈیاں اور پٹھے پیارے محبوب ﷺ کے مطہر و مبارک خون سے بنائے گئے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولادِ اطہار، آپ ﷺ کے بیٹے اور بیٹیاں۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہیں ہو گا کہ پیارے محبوب ﷺ کی ذریت جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر پیارے محبوب ﷺ کی اس ذریت اس عترت اس اولاد میں ایک ہستی ایسی بھی ہے جس کی خصوصیت و اہمیت کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار متوجہ فرمایا۔ جس سے آپ ﷺ بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ اسے اپنے وجود کا حصہ کہہ کر یاد فرمایا۔

فاطمة بضعة منی۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

اسے جنت کی حور کہا گیا، اسے تمام جنتی عورتوں کی سردار کہہ کر یاد فرمایا۔ اور رب العالمین جل جلالہ کی ان کے ساتھ محبت کا اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی نسل کو آگے چلانے کے لئے ان کا انتخاب فرمایا یہ رتبہ بلند درجے کو مل گیا۔

اس فقیر نے ابتداء میں آپ کے سامنے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیارے محبوب ﷺ جب مباہلے کے لئے نکلے تو اس آیت کریمہ میں وہ منظر بیان کیا گیا ہے۔ پیارے محبوب ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس موقع پر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا تا کہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ قرآن کریم میں ابناء نا آیا ہے۔ اور اپنی پیاری بیٹی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور ان کے شوہر امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو ساتھ لیا یعنی انہیں اپنا نفس اور اپنی جان قرار دیا۔ نص سے ثابت ہو گیا۔ تمام مفسرین نے شان نزول

میں انہیں ہستیوں کے نام لئے ہیں۔ میرے استاذ محترم علامہ مولانا حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور دوسرے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا حافظ گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے۔

"اس وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی موجود تھیں جو اُمت کی مائیں ہیں اور دنیا کی کوئی عورت ان جیسی نہیں۔ ان کو ساتھ نہ لے جانے میں اُن کی تنقیص نہیں البتہ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی امتیازی شان آشکارا کرنا مقصود تھی۔ نیز نساء جمع کا صیغہ ہے یعنی حکم الٰہی میں جمع کا صیغہ آیا ہے لیکن عملدرآمد واحد کے طور پر سامنے آرہا ہے۔ یہ نہایت ہی غور و فکر کا مقام ہے۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ منشائے الٰہی کے عین مطابق سب کچھ کیا۔ تو اس میں بھی...... رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انفرادیت اور محبوبیت کا اظہار ہو رہا ہے۔ مگر افسوس کہ اس طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔"

یہ تھا ہمارے اساتذۂ کرام کا عقیدہ۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے ولی اللہ استاد نصیب فرمائے تھے۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت اطہار سے محبت کرنے والے اور اُن کی شان و عظمت پر پڑے ہوئے پردے دور فرمانے والے۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ آمین

یہ فقیر اپنے سادات بھائیوں اور آپ کی وساطت سے خصوصاً سیدزادیوں سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنی اس عظیم جدہ محترمہ جگر گوشۂ رسول، سیدۃ النساء العالمین حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں اور ان کی پاک سیرت کو اپنانے کی کوشش کریں۔ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی اور حافظ و ناصر ہو۔

نوٹ: مفسر قرآن، شارح حدیث، قطب عالم، سرپرست اعلیٰ، جمعیت سادات حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تقریر اپنی خانقاہ معلی...... پشاور میں سادات کرام کے ماہانہ اجتماع کے دوران فرمائی تھی۔

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بضعۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت صاحبزادہ سید محمد سلیمان قمر قادری

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت پیر طریقت علامہ صاحبزادہ محمد سلیمان قمر القادری سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ قطبیہ ماہنی شریف (جھنگ) نے خصوصیت کے ساتھ ایک مختصر مضمون مرحمت فرمایا ہے جسے ہم ان کے شکریہ کے ساتھ "انوارِ رضا" کی اس اشاعتِ خاص کا حصہ بنا رہے ہیں۔ آج کل صاحبزادہ کی طبیعت ناساز ہے۔ اللہ کریم سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کے طفیل ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کی توضیحات خیر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ ....(ادارہ)

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے بے پناہ محبت تھی جس کا جدا گانہ انداز یہ ہے کہ سراپائے رحمت، سرچشمہ محبت میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بخاری شریف میں ہے کہ:

عن المسور بن مخرمة: ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه واله وسلم قال: فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے، پس جس نے اسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔

(بضعۃ) کا لفظ ویسے جسم یا جگر کے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔

یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔

① اگرچہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس تو یہ ہے کہ ان کے نعلین پاک سے لگنے والی دھول بھی حیات بخش ہے۔ مگر صرف بات سمجھانے کے لیے عرض ہے کہ جگر جسم کے اعضائے رئیسہ میں سے ہوتا ہے۔ جگر جسم کا وہ ٹکڑا ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی جسم زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب کہ جسم کے باقی اعضاء (آنکھ، ہاتھ، پاؤں، کان، زبان وغیرہ) کٹ بھی جائیں تو انسان زندہ رہ سکتا ہے مگر

جگر کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ میرے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کو (بضعة) یعنی اپنے جگر کا ٹکڑا فرمایا ہے۔

(۲) (بضعة) کے لفظ کے بارے میں اہل لغت نے لکھا ہے کہ (بضعة) جسم کے ایسے حصے کو کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی چیز کے تین برابر حصے کیے جائیں یعنی کسی چیز کو برابر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے تو تیسرے حصے کو الگ کر کے بقیہ دو حصوں کو (بضعة) کہتے ہیں یعنی آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کائنات والو! اگر یہ دیکھنا چاہو کہ مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کتنا پیار ہے تو میری ساری محبت کے دو حصے فقط میری فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لیے اور میری محبت کا تیسرا حصہ بقیہ ساری کائنات کے لیے ہے۔

اس محبت کے انداز کی صراحت ایک اور حدیث پاک سے بھی ظاہر ہوتی ہے:

سنن ابی داؤد اور مسند امام احمد بن حنبل میں روایت نقل ہے:

عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال: قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم اذا سفر كان آخر عهده بانسان عن اهله فاطمة و اول من يدخل عليها اذا قدم فاطمة

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب سے بعد میں جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر جس کے پاس سب سے پہلے تشریف لاتے وہ بھی سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہوتیں۔

حدیث یہ ثابت کرتی ہے کہ سفر پر روانگی کے وقت سب سے آخر میں جس سے ملاقات کی جائے اور سفر سے واپسی پر جس سے سب سے پہلے ملاقات کی جائے انسان کو وہ ہستی سب سے زیادہ محبوب اور پیاری ہوتی ہے اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا ہے۔

اب اس بات سے اندازہ لگائیں کہ سیدہ کونین سلام اللہ علیہا کی ذات اقدس کی تعظیم اور

احترام بلا شک وشبہ درحقیقت تعظیم وتکریم مصطفیٰ ﷺ ہی ہے۔

امام مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے:

عن المسور بن مخرمة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم انما فاطمة بضعة مني، يؤذيني ماآذاها۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا تو بس میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے۔

امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے کہ:

عن عبد الله بن الزبير رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: انما فاطمة بضعة مني، يؤذيني ما آذاها، وينصبني ما انصبها۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا جگر گوشہ ہے، اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے اور اسے مشقت میں ڈالنے والا مجھے مشقت میں ڈالتا ہے۔

ان احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر وہ چیز جو سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کو تکلیف دے وہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دیتی ہے اور جو شخص سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کو مشقت میں ڈالے وہ حضور سید العالمین ﷺ کو مشقت میں ڈالتا ہے اب خود اندازہ لگائیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مشقت میں ڈالنے والا کس درجے کا مومن کہلا سکتا ہے؟ ایمان تو سراسر خوشنودی مصطفیٰ ﷺ اور خوشنودی اہل بیت اطہار علیہم السلام میں ہے۔

اس سے اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

اب ذرا ناراضگی فاطمہ سلام اللہ علیہا اور رضائے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اندازہ بھی لگا لیجیے۔

امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے:

عن علي رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم لفاطمة: ان الله يغضب لغضبك، ويرضى لرضاك۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: بیشک اللہ تعالی تیری ناراضگی پر ناراض ہوتا ہے اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ذیشان کے تحت رضائے خدا رضائے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ہی نام ہے اور ناراضگی خدا ناراضگی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ہی نام ہے۔

دعوتِ فکر:

آئیے اپنی زندگیاں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کی بے پناہ محبت اور عقیدت میں گزارنے کی کوشش کریں اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ مالک کریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مجھ حقیر و پر تقصیر کے لیے یہ چند الفاظ باعث بخشش اور توشہ آخرت بنائے۔ ورنہ بندہ ناچیز کہاں اس قابل کہ اس پاک بارگاہ میں چند الفاظ بطور نذرانہ پیش کر سکے بقولِ شاعر:

حجابِ عصمت سے اِذن لے کر میں شانِ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھوں
قلم کے اوپر نقاب دے کر ادب سے لفظِ بتولؑ لکھوں

آمین بجاہ سید المرسلین۔

نعتِ حضرت ﷺ

مولانا کفایت اللہ کافیؔ شہید مراد آبادیؒ

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا ☆ پر رسول اللہ ﷺ کا دینِ حسن رہ جائے گا
ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا ☆ بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں ہو تم ☆ اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحب لولاک کے اُوپر درود ☆ آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک
نعتِ حضرت ﷺ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

*

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کے فضائل

علامہ مفتی غلام رسول جماعتی

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، لقب زہرا (رضی اللہ عنہا) ہے۔ آپ کی ولادت نبوت کے پہلے سال میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے ہوئی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ص: ۲۴۹ ج ۱۶،۲۱)

اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس برس تھی، آپ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وجہ سے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے عقیدت مندوں کو آتش دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس لئے رکھا ہے۔

لان اللہ تعالٰی فطمھا و محبیھا عن النار۔ — کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے عقیدت مندوں کو دوزخ سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

(ذخائر عقبیٰ ص ۲۶، تاریخ بغداد، ص ۳۳۱ ج ۱۲، صواعق محرقہ ص ۱۵۱)

اور آپ کا لقب "زہرا" رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ زہرا پھول کی خوبصورت کلی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ فاطمہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وصورت اور حسن و جمال سے مشابہ تھیں اس لئے آپ کو زہرا کہا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حسن واخلاق اور گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ مشابہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة بضعة منی۔ | کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

(کتاب النوادر، ص ۱۴۴، حلیۃ الاولیاء، ص ۴۰ ج ۲، مقتل الحسین للخوارزمی ص ۶۳، مناقب الاخیار لابن اثیر ص ۵۶، الکبائر للذہبی ص ۷۱، مجمع الزوائد ص ۲۰۲ ج ۹)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یافاطمة ان الله لیغضب لغضبك ویرضی لرضاك۔

اے "فاطمہ" تیری ناراضگی میں یقیناً اللہ کی ناراضگی ہے اور تیری خوشی میں اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے۔

(مستدرک حاکم، ص ۱۵۳ ج ۳، میزان الاعتدال، ص ۳۳۵ ج ۱، اسد الغابہ ص ۵۲۲ ج ۵، ذخائر العقبیٰ ص ۳۹، اصابہ ص ۳۷۸ ج ۴، تہذیب التہذیب، ص ۴۴۱ ج ۱۲، کفایۃ الطالب، ص ۳۶۴، مجمع الزوائد، ص ۲۰۳ ج ۹)

یعنی جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتا ہے اور جب راضی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتا ہے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے سلمان! جس کسی سے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہے اس سے میں ناراض ہوں اور جس سے میں ناراض ہوں اس سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہے اور جو شخص اس پر اور علی رضی اللہ عنہ پر اور ان کی اولاد پر ظلم کرے اس کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا کان یوم القیامة نادی مناد تحت الحجب یا اهل الجمع غضوا ابصارکم ونکسوا رؤسکم فهذه فاطمة بنت محمد صلی الله علیه وآله وسلم ترید ان تمر علی الصراط۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا پردہ میں سے کہ اے محشر والو! اپنی نظریں نیچے کرلو اور اپنے سروں کو جھکالو کیونکہ یہ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پل صراط سے گزرنے کا ارادہ فرما رہی ہیں۔

(مستدرک، ص ۱۵۳ ج ۳، میزان الاعتدال، ص ۳۸۲ ج ۲، لسان المیزان، ص ۳۳۷ ج ۳، اسد الغابہ ص ۳۲۳ ج ۵، کفایۃ الطالب، ص ۳۶۴)

چنانچہ دوسری روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہ ستر ہزار حوروں کے ساتھ پل صراط سے برق (بجلی) کی طرح گزر جائیں گی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر تمہاری بخشش کی دعا کراؤں۔ والدہ نے مجھے اجازت دی میں نے مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ اس کے بعد عشاء کی نماز بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ادا کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کے بعد فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو میں آپ کے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر فرمایا کیا تو حذیفہ ہے، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا تمہیں کیا کام ہے؟ میں نے عرض کیا حضور آپ میری ماں کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

غفر الله لك ولامك — کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حذیفہ تجھے معلوم ہے یہ میرے ساتھ باتیں کرنے والا کون تھا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا، اس فرشتہ نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ مجھے سلام کرے اور مجھے بشارت دے رہا ہے۔

بان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة وان الحسن والحسين سيد اشباب اهل الجنة — کہ بے شک سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا،

الاترضين ان تكونى سيدة نساء اهل الجنة او نساء العالمين — کیا تو "میری بیٹی" اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے یا تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

خير نساء امتى فاطمة بنت محمد — میری امت کی تمام عورتوں میں بہتر میری بیٹی ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بوجہ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے تمام عورتوں سے افضل و برتر ہیں۔

تاج الدین سبکی، علامہ سید آلوسی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی بھی فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے افضل و برتر ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی افضلیت سے یہ بھی ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نسب حضرت مریم علیہا السلام کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملتا ہے۔اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اوران کی اولاد کا نسب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے بالخصوص یہ ارشاد فرمایا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

یا الٰہی حشر میں ......

حضرت مولانا سید کفایت علی کافیؔ شہید مراد آبادیؒ

یا الٰہی حشر میں خیر الوریٰ کا ساتھ ہو ★ رحمت عالم جناب مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو
یا الٰہی ہے یہی دن رات میری التجا ★ روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب سوا نیزے پہ آوے آفتاب ★ اس سزا وارِ خطابِ والضحیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی حشر میں نیچے لواء حمد کے ★ سید سادات فخر انبیاء کا ساتھ ہو
یا الٰہی پل کے اوپر بھی بہ ہنگام گذر ★ دستگیر دو جہاں اس پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب عمل میزان میں تلنے لگیں ★ سید ثقلین ختم الانبیاء کا ساتھ ہو
یا الٰہی شغلِ نعت مصطفائی میں رہوں ★ جسم وجاں میں جب تلک میری وفا کا ساتھ ہو

بعد مرنے کے مجھے کافیؔ ہے یا رب یہ دعا
دفتر اشعار نعتِ مصطفیٰ ﷺ کا ساتھ ہو

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کے کمالات

عنایت عارف

"یاد رہے فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے تکلیف دے گا گویا اس نے مجھے تکلیف دی۔" (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سیدہ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ مؤرخین نے سن ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ سیدہ عالم بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً ایک سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو امہات المومنین میں جو فضیلت اور مقام حاصل ہے وہ کسی بیان کو محتاج نہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا وہ عالی مقام ہستی ہیں کہ ان کے شرف وتقدس پر کائناتِ ہستی جتنا فخر کرے کم ہے جنہیں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے حاصل کونین باپ کی محبت وشفقت اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جیسی فضیلت مآب والدہ کا آغوشِ تربیت نصیب ہو ان کی خوبیوں اور اوصاف کا کیا شمار ہوسکتا ہے۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے معصوم بچپن کے سامنے کوثر وزمزم کی پاکیزگی اور طہارت آب آب تھی۔ آفتابِ رسالت کی ضیاء باری نے آپ کی پاک واطہر زندگی کو بقعۂ نور بنا رکھا تھا۔ اور قلبِ مبارک انوار الٰہی کا مرکز ومخزن تھا۔ ان کے ہر انداز سے پیغمبرانہ عظمت ٹپکتی تھی۔ اور ہر ادا سے قدسی شان وشوکت نمایاں تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیغمبر آخر زمان سرکار دو عالم حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کا مقدس پرتو تھیں۔ وہی لب ولہجہ، وہی نشست وبرخاست کا انداز اور وہی چال ڈھال جس سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوں دور سے پہچانے جاتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی خصوصیت تھی۔ ایسی مبارک ہستی کو کھیل کود، لہو ولعب اور فضول باتوں

سے کیا سروکار ہو سکتا تھا۔ جس نے بچپن سے توحید باری کے روح پرور نغمات اور حق وصداقت کی طلسم شکن آواز کے سوا اور کچھ نہ سنا ہو۔ جس کی مبارک آنکھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے مناظر کے علاوہ اور کچھ نہ دیکھا ہو۔ جس کے شعور نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولی ہوں جہاں چاروں طرف قرآن کی صدا گونج رہی تھی۔ فرشتوں کی حمد وتحمید کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور اللہ کی راہ میں مر مٹنے کے والہانہ جذبات نے ان قدسی نفوس کی زندگیوں کو فقر واستغنا اور ایثار وقربانی اور زہد وعبادت کے مجسموں میں ڈھال دیا تھا۔ اس کا بچپن اور اس کی جوانی کن صفات ومحامد کا لازوال خزانہ ہوگی۔ اس کا ثبوت اس حقیقت سے مل سکتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے حضرت سیدۃ النساء کی پاک زندگی کے خدوخال چاند سورج بن کر دنیائے کردار کے اندھیرے میں نور پھیلا رہے ہیں۔

جب حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کے لگ بھگ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی کردی۔ بعض روایات میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس مقصد کے لئے درخواست کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو خدا کا حکم ہوگا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی درخواست دہرائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ جو خدا کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شادی کے لئے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرضی معلوم فرمائی۔ وہ خاموش رہیں اور اس طرح رضامندی کا اظہار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مہر میں دینے کے لئے ان کے پاس کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ اس زرہ کا کیا ہوا جو انہیں جنگِ بدر میں ہاتھ آئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ تو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس وہ زرہ ہی کافی ہے چنانچہ یہ زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار سو اسی درہم میں خرید لی۔ اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کل اثاثہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک پرانی یمنی چادر تھی۔ اللہ اللہ! شہنشاہ کونین، سرور عالم اور فخر موجودات کی سب سے پیاری اور عزیز ترین لختِ جگر کی شادی ہو رہی تھی۔ یہ وہ دربار تھا جس کی دربانی دنیا کے شہنشاہوں کے مقدر میں نہ تھی جہاں قیصر وکسریٰ کی قسمتوں کے فیصلے ہوتے تھے۔ جہاں سے پوری دنیا کی عظمت وشوکت کو للکارا جاتا تھا اور جہاں کا ایک اشارہ دنیا کی بساط الٹ دینے کے

لئے کافی ہوتا ہے۔ یہ وہ گھرانا تھا جس کی رفعتیں عرشِ اعظم کو چومتی تھیں اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اس گھرانے کی وہ بیٹی تھیں جن پر خود اللہ سلام بھیجتا تھا۔ اس گھر سے کبھی کوئی حاجت مند خالی ہاتھ جاتا ہوا نہ دیکھا گیا اور کبھی کوئی دل شکستہ مایوس حالت میں واپس نہیں ہوا تھا۔ دنیا کے اس عظیم ترین اور مقدس ترین گھر کی سب سے محبوب بیٹی جس ساز و سامان کے ساتھ رخصت ہوئی وہ بھی سن لیجئے۔ اقلیم دین و دنیا کے شہنشاہِ اعظم نے اپنی سب سے پیاری اور لاڈلی نور نظر کو بان کی ایک چار پائی، چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے تھے۔ ایک چھاگل، دو ایک گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں عنایت فرما کر رخصت کیا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان کس طرح جیتے ہیں۔ اس وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی رہتے تھے شادی کے بعد سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے کوئی گھر دلوا دیں کیونکہ ان کے پاس کئی مکانات تھے اور پہلے بھی چند مکانات آنحضرت کی نذر کر چکے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اب ان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حارثہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو فوراً بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ خدا کی قسم میرا جو مکان آپ قبول فرما لیتے ہیں مجھے اس سے بے حد خوشی ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اپنا ایک مکان خالی کر دیا جب سیدہ عالم رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تشریف لے گئیں تو رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی۔ پھر اندر تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی منگوا کر اپنے دونوں ہاتھ اس میں ڈالے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر یہ پانی چھڑک کر فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پوری زندگی صبر و توکل کی تصویر بن کر شیرِ خدا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بسر کی۔ جب آپ کی عمر ۲۹ برس کی تھی تو سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ وصال سے ایک روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدۃ النساء کو بلا بھیجا وہ تشریف لائیں تو ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رونے لگیں۔ پھر بلا کر دوبارہ کان میں کچھ کہا تو وہ ہنس پڑیں۔ ازواجِ مطہرات نے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں راز داری سے کیا کہا تھا مگر انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔ بعد میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اسی بیماری میں انتقال فرما

جائیں گے تو میں رو پڑی۔ پھر فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔ وصال سے قبل سرورِ کائنات پر بار بار غشی طاری ہو رہی تھی۔ اور آپ سخت بے چینی میں تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بے تاب ہو کر بول اٹھیں۔ "ہائے میرے باپ کی بے چینی۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہ ہوگا۔" جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرما گئے تو خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا لیکن صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ تاریخوں میں لکھا ہے کہ اس کے بعد جب تک زندہ رہیں کبھی کسی نے ہونٹوں پر تبسم نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ہی حضور کی پیشین گوئی پوری ہونے کی ساعت آ پہنچی۔ رمضان ۱۱ھ کی تیسری تاریخ کو منگل کے دن خواتین اسلام کی قافلہ سالار اپنے خالق سے جا ملیں۔ اس وقت عمر انتیس اور تیس برس کے درمیان تھی۔ چونکہ سن ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے وفات کے وقت ان کی صحیح عمر پر بھی اتفاق رائے نہیں ہے۔ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا جنازہ اٹھاتے وقت یہ خاص اہتمام کیا گیا کہ جنازے کے چاروں طرف پردہ لگایا گیا اور یہ دستور آج تک جاری ہے۔ اس اہتمام کی ابتدا حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ اس سے پہلے مرد اور عورت سب کا جنازہ کھلا ہوا جاتا تھا۔ چونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا عصمت وعفت اور شرم وحیا کا ایک زندہ جاوید پیکر تھیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ فرمایا کہ کھلا جنازہ لے جانے سے عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جس کو میں سخت ناپسند کرتی ہوں۔ یہ سن کر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے یہ تجویز پیش کی جسے سن کر آپ بے حد خوش ہوئیں اور فرمایا کہ یہ بہترین طریقہ ہے۔ چنانچہ خاتونِ جنت کے وصال کے بعد ان کی اس خواہش کا پورا احترام کیا گیا۔ پھر یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے رائج ہو گیا۔ آپ کو دارِ عقیل میں دفن کیا گیا جہاں آج تک امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدت کے پھول نچھاور کرتی ہے۔ آپ کے ہاں پانچ اولادیں ہوئیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید نینوا، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ ان میں سے محسن رضی اللہ عنہ نے بچپن میں ہی انتقال کیا اور باقی ہستیوں کے دردناک ذکر سے تاریخ کی آنکھیں آج بھی اشکبار ہیں۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تاریخِ اسلام اور مسلمان خواتین میں جو شرف اور

مرتبہ حاصل ہے اسے ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں تاہم میں اپنی بہنوں کی راہنمائی کے لئے خاتون جنت کی چند نمایاں صفات تحریر کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بنات طاہرات میں یہ شرف و امتیاز صرف سیدہ عالم کو حاصل ہے کہ ان سے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل باقی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد سے بے پناہ محبت تھی بالخصوص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو، لب ولہجہ، رفتار وگفتار اور اٹھنے بیٹھنے کا انداز بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھا۔ آپ سے کم وبیش اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ جنہیں بڑے بڑے جلیل القدر اور بزرگ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ تاریخ میں وہ ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے ایک بار حضور نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا، مجھ کو ناراض کرے گا۔" صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل کی بیٹی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ دربارِ رسالت میں اطلاع ہوئی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:

"آل ہشام، علی ابن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی ہے لیکن میں اجازت نہ دوں گا! کبھی نہ دوں گا، کبھی نہ دوں گا البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا لیکن خدا کی قسم ایک پیغمبر اور ایک دشمن خدا کی بیٹیاں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بصیرت افروز خطبہ کے بعد یہ بات دب کر رہ گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ کی حیاتِ طیبہ میں کبھی دوسری شادی کا خیال تک نہ کیا۔

حضرت سیدہ عالی مقام رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کا شرف و مرتبہ ترمذی کی ایک حدیث سے ظاہر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا شمار دنیائے انسانیت کی برگزیدہ اور مقدس ترین خواتین میں فرمایا ہے۔

"تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم علیہا السلام، خدیجہ رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور

آسیہ رضی اللہ عنہا کافی ہیں۔"

جہاں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو قیامت تک کے لئے بلند سیرت و کردار کا نمونہ قرار دیا گیا ہے وہاں بیٹی کو بھی وہی شرف بخشا گیا ہے پوری انسانی تاریخ میں ایسی ماں بیٹی کی مثال ڈھونڈھے سے نہیں مل سکتی۔ان کے بعد یہ بلند ترین مقام کسی عورت کو ابد تک نصیب نہیں ہو سکتا۔آپ کی خانگی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"فاطمہ کے ہاتھ میں چکی پیتے پیتے نشان پڑ گئے تھے اور پانی کی مشک ڈھوتے ڈھوتے ان کی گردن داغدار ہو گئی تھی۔اور گھر میں جھاڑو دینے سے ان کے کپڑے غبار آلود ہو جاتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے تو میں نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا اچھا ہو جو تم اپنے بابا سے جا کر ایک خادم کا سوال کرو۔فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور کے پاس آئیں تو وہاں بہت سے لوگوں کو باتیں کرتے دیکھا تو واپس آ گئیں۔پھر دوسرے دن آ کر حضور نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ فاطمہ خاموش رہیں۔میں نے کہا کہ میں عرض کرتا ہوں بات یہ ہے کہ چکی پیتے پیتے ان کے ہاتھ اور مشکیزہ اٹھاتے رہنے کی وجہ سے ان کی گردن پر داغ پڑ گئے ہیں جب آپ کے پاس کچھ خدام آئے تو میں نے ان سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر ایک خادم کا سوال کریں تا کہ یہ اس مشقت سے بچ جائیں جس میں گرفتار ہیں یہ سن کر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔فاطمہ رضی اللہ عنہا! تقویٰ اللہ اختیار کر اور اپنے رب کا فرض ادا کر۔اپنے گھر والوں کا کام کیا کر اور جب تو سونے لگے تو تینتیس بار تسبیح (سبحان اللہ) اور تینتیس بار تحمید (الحمد للہ) اور چونتیس بار تکبیر (اللہ اکبر) پڑھ کر سو کی تعداد پوری کر لیا کر۔یہ ورد تیرے لئے ایک خادم سے زیادہ بہتر ہو گا۔فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے راضی ہوں۔غرض حضور نے انہیں کوئی خادم نہیں دیا۔(ابوداؤد، ترمذی)

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب خاتونِ جنت فخر النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھوں کے چھالے دکھائے تو حضور نے ارشاد فرمایا:

"جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔"

کون نہیں جانتا کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اس فقید المثال عظمت کے مالک باپ کی لختِ جگر تھیں جن کے قدموں میں دنیا بھر کے خزانے بچھے رہتے تھے اور اسلام کی اس مایہ ناز

فرزند کی اہلیہ تھیں جن کی شمشیر جوہردار نے صفحۂ ہستی پر انمٹ نقوش ثبت کر کے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ دنیا اس گھرانے کے تقدس کی قسم کھاتی تھی لیکن اس کے باوجود دختر خیر الانام کی زندگی اس حالت میں گزری کہ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر روٹی نصیب نہ ہوئی۔ وہاں سامان آرائش وزیبائش کا نشان تک نہ تھا۔ قیمتی اور خوبصورت ملبوسات کا کیا ذکر وہاں کبھی تن ڈھانپنے کے لئے پورا لباس میسر نہ آیا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محبوب نورِ نظر سے ملنے تشریف لائے تو دیکھا کہ اس قدر چھوٹی چادر اوڑھ رکھی ہے کہ سر ڈھانپتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔ اس ناداری اور افلاس کی یہ وجہ نہ تھی کہ دنیا کی دولت انہیں مل نہ سکتی تھی بلکہ یہ خاندانِ نبوت کا وہ امتیاز تھا جس نے فقر و استغناء کا آخری تصور قائم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ جو اللہ کے لئے جیتے اور مرتے ہیں، دنیا کی زیبائش و آرائش اور اثاثہ و دولت ان کے لئے خاکِ پا سے بھی کم تر حیثیت رکھتی ہے۔ وہ دنیا کو دینے کے عادی ہوتے ہیں لینا نہیں جانتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز پسند نہ فرماتے تھے کہ ان کے گھرانے میں فقر و توکل کے سوا کسی اور چیز کا ذکر کیا جائے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو سونے کا ایک ہار لا کر دیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا:

"فاطمہ! کیا لوگوں سے یہ کہلوانا چاہتی ہو کہ پیغمبر کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اتار کر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش آمدید کی خاطر گھر کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول سیدہ کے کاشانہ مبارک میں تشریف لائے تو یہ صورت دیکھ کر واپس ہو گئے۔ جب خاتونِ جنت کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے پردے اتار کر پھینک دیئے۔ اور کنگن نکال ڈالے بچے روتے ہوئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

یہ میرے اہلِ بیت ہیں، میں نہیں چاہتا کہ وہ ان باتوں سے آلودہ ہوں، اس کے بدلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور دعوتِ اسلام سے قبل ہی یہ تسلیم کرتے تھے کہ راستی اور صداقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بہت بڑا وصف ہے۔ پرتو سیرت و کردار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اس خصوصیت میں دنیا بھر کی عورتوں سے ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو راست گفتار اور صاف گو نہیں دیکھا البتہ ان کے والد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔"

عصمت وعفت اور شرم وحیا میں سیدہ کا درجہ بہت زیادہ بلند تھا۔ کیوں نہ ہوتا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کا ایک حصہ تھیں۔ اور اس سرچشمۂ حیاء کا ایک دھارا تھیں جس سے پوری انسانیت سیراب ہوتی آرہی ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو شاہِ کونین سے بے پناہ محبت تھی اور وہ بچپن ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد گرویدہ تھیں۔ ایک دفعہ مکہ میں جب وہ بچی تھیں تو انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں اور ایک شخص عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی ہے اور لوگ ارد گرد جمع ہو کر تمسخر اڑا رہے ہیں کمسن ہونے کے باوجود یہ سنتے ہی محبت نے ایسا جوش مارا کہ آپ بھاگ کر اس جگہ پہنچیں۔ فوراً آپ کی گردن سے اوجھڑی ہٹا کر دور پھینکی اور عقبہ کو بددعائیں دیتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ اور باپ ہوتے ہوئے بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے جب کبھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور واپسی پر بھی جن کو سب سے پہلے باریابی کا شرف نصیب ہوتا وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوتی تھیں۔ اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ جب خاتونِ جنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے جاتیں تو آپ فرطِ محبت سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اللہ اکبر! دربارِ رسالت میں جن کا یہ رتبہ ہو ان کی رفعت وعظمت کا کون حریف ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا باہم انتہائی خوشگوار زندگی بسر کریں۔ بہ تقاضائے بشری اگر ان دونوں میں کبھی شکر رنجی ہو جاتی تو فوراً صلح کرا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان دونوں کی صلح کرانے کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ جب

آپ اندر گئے تھے تو آپ کی حالت اور تھی اب اس قدر مسرور اور خوش باہر تشریف لائے ہیں۔ فرمایا: میں نے ان دو ہستیوں میں صلح کرا دی ہے جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس قسم کے بے شمار واقعات اور مناقب سے احادیث و سیر کی کتب بھری پڑی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سیدۃ النساء میں وہ کون سی صفات تھیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ الفاظ نکلے۔

اِنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

آج کی مسلمان خواتین اگر خود اپنا جائزہ لینا پسند کریں کہ وہ کس حد تک اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر کاربند ہیں۔ وہ کیا ہیں اور انہیں کیا ہونا چاہیے تو سیدۃ النساء خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ سے بہتر معیار ان کے لئے کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ اس صاف و شفاف آئینے میں بخوبی اپنے خدوخال دیکھ سکتی ہیں اور یہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسلام ایک مسلمان خاتون سے کن باتوں کا تقاضا کرتا ہے۔ ہماری بہنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تقلید کر سکتی ہیں۔ اسی میں ان کی بھلائی اور بہتری ہے۔ یہی وہ صحیح منبع ہے جہاں سے انہیں بے داغ نسوانی کردار، بے مثال وقار اور حوروں کو شرما دینے والی ملکوتی صفات کا آبِ حیات مل سکتا ہے۔ دوسروں کی تقلید اور تتبع مسلمان عورت کے لئے سراسر باعث توہین ہے کیونکہ تاریخ عالم میں وہ ہمیشہ خود دوسروں کے لئے باعثِ تقلید بنتی رہی ہے آج دوسروں کی گدائی انہیں زیب نہیں دیتی۔ سیرت و کردار کے معاملے میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مسلمان عورتوں میں ایک مشعل نور ہیں۔ جو قیامت تک روشن رہے گی۔ وہ انسان کامل اور تاجدار انبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ دل ہیں اور ان کی تربیت آغوشِ نبوت میں ہوئی۔ ان کی عظیم المرتبت والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ ہستی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کی برگزیدہ ترین خواتین میں شمار فرمایا۔ بیٹی ہونے کے لحاظ سے کوئی بھی دوسری عورت ان کی عظمت و رفعت کی مثیل نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک عالی نسب درویش خلیفہ اور خیبر شکن مجاہد اعظم شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں اور بیوی کی حیثیت سے ایک روشن قندیل ہیں جس کی نورانی کرنیں ساری دنیا

کو منور کر رہی ہیں۔ وہ جگر گوشہ رسول شہید کربلا، محسن اسلام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور ان کی مبارک زندگی دنیا بھر کی ماؤں کے لئے اُسوہ کامل ہے۔ ان کے آغوشِ امومت نے دنیا کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایسا متقی اور عاشق اسلام فرزند بخشا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ایسی پیکرِ شجاعت اور مجسم تسلیم ورضا ہستی بخشی۔ جن کے پاک اور مقدس خون نے ہمیشہ کے لئے ظلم و استبداد کی قوت کو شرمسار اور منفعل کر دیا۔ اسی آغوش نے قدسی حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی ہوئی غیرت وعفت صبر واستقامت اور شجاعت و دلیری حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صورت میں عطا کی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پاک زندگی میں ہماری عورتوں کے لئے بے شمار اسباق پوشیدہ ہیں۔ ان کی سیرت کے بہت سے دوسرے اہم گوشوں کے علاوہ سیدہ کی شادی کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کا سوال پیدا ہوتے ہی حضرت سیدۃ النساء کے جذبات اور احساسات کا پورا خیال رکھتے ہوئے کسی قسم کا فیصلہ کرنے سے قبل اپنی محبوب بیٹی سے بھی رائے طلب کی۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی گھرانے میں رہے وہیں ان کا بچپن گزرا اور وہیں جوان ہوئے لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کی مرضی معلوم کئے بغیر کوئی فیصلہ صادر فرمانا مناسب خیال نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری لختِ جگر کے لئے جو رشتہ منتخب فرمایا اور انتخاب کا جو معیار سامنے رکھا وہ ہم سب کو دعوتِ فکر دیتا ہے کیا اس وقت حدود عرب میں بڑے بڑے رؤسا اور دولت مندوں کی کمی تھی؟ خود مسلمانوں کے اندر بھی اس وقت ایسے لوگ موجود تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دل کھول کر دنیا کی نعمتیں عطا کی تھیں۔ وہ اعلیٰ سماجی حیثیت کے مالک بھی تھے لیکن شاہِ دوجہاں نے کسی بھی ایسی بات کو قابل غور خیال نہ فرمایا۔ بلکہ اپنی نورِ نظر کی رضا و مرضی کے ساتھ ایک ایسی ہستی کو منتخب کیا جن کے پاس شادی کے مصارف ادا کرنے کے لئے بھی ایک زرہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ نہ وہ دولت مند تھے، نہ ان کی کوئی ملکیت اور جائیداد تھی بلکہ رہائش تک کے لئے مکان نہ تھا اور پھر گزارے کا بھی کوئی معقول بندوبست نہ تھا لیکن تقویٰ و طہارت کی لافانی دولت سے ان کا خزانہ دل معمور تھا۔ وہ نیک و پارسا اور پاکباز تھے۔ ان کے پاس بلند کردار اور اعلیٰ سیرت کے ہیرے اور جواہرات ان گنت صورت میں موجود تھے۔ وہ علم وفضل کی جوئے بیکراں تھے۔ مانے ہوئے بہادر اور شجاع تھے۔ فقر واستغناء کا پیکر تھے۔ قربانی و ایثار کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ نیکی اور شرافت کے لحاظ سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وہ

دولت ہے جو ایک سچے مسلمان کو دنیاوی سامانِ آسائش و آرام سے محروم ہوتے ہوئے بھی باعثِ رشک بنا دیتی ہے۔ آج جو لوگ دولت اور جھوٹی حیثیت کے طلسم میں اسیر ہو کر اپنی بہنوں اور بیٹوں کو کئی قسم کی دنیوی مصلحتوں پر قربان کر دیتے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ کیا وہ سنتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کر رہے ہیں۔ یا مکروہ تجارت کر کے عذابِ الٰہی کے مستحق بن رہے ہیں۔ ہماری بہنیں یہ بھی پڑھ چکی ہیں کہ شہنشاہِ کونین کی سب سے پیاری بیٹی کو رخصت ہوتے وقت کیا کچھ جہیز میں ملا۔ اور اپنے عالی مرتبہ خاوند کی جانب سے انہیں کیا دیا گیا؟ حالانکہ اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تو دنیا بھر کی دولت اپنی بیٹی کے قدموں میں جمع کر دیتے اور اس کے لئے ان کا ایک اشارہ کافی تھا۔ مگر ایسا نہ ہوا بلکہ حضور نے اپنی امت کے لئے سادگی کی ایک درخشاں مثال قائم فرمائی۔ اس کے بعد سیدۂ عالم نے نہایت خلوص، دلسوزی، محنت و استقلال اور صبر و توکل کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر میں زندگی بسر کی۔ ایسی زندگی جو ہر قسم کی دنیوی شان و شوکت سے خالی تھی۔ جہاں کئی کئی روز چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ فقر و فاقہ اور بے سرو سامانی کا عالم ہوتا تھا۔ روزمرہ کی زندگی کے لئے بنیادی ضروریات بھی پوری نہ ہوتی تھیں اور گھر کے سخت کام انہیں اپنے ہاتھوں سے کرنا پڑتے تھے۔ اس کے باوجود اس پیکرِ صدق و صفا کی یہ حالت تھی کہ سیدۂ کونین کے مبارک ہاتھ رات رات بھر چکی پیسنے میں مصروف رہتے اور ہونٹوں پر قرآن کی تلاوت جاری رہتی۔ چکی کے ترنم میں بسی ہوئی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پاک آواز کا قرآنی سوز و گداز ملائکہ کو بھی مبہوت و بے خود کر دیتا ہوگا اور اس وقت اس پاک آواز کے زیر و بم کے ساتھ اللہ کی ان گنت رحمتیں کاشانہ بتول رضی اللہ عنہا پر نازل ہوتی ہوں گی۔ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی سخت پابندی، زہد و تقویٰ، عبادت، راست گفتار، شرم و حیا کی انتہا، عشقِ رسول اور اپنے شوہر کی اطاعت وہ جوہر تھے جن سے سیرتِ زہرا رضی اللہ عنہا کا فلک بوس محل آج تک جگمگا رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی بزرگ ہستی نے ان کی سچائی، راست گفتاری اور صدق و صفا کی قسم کھائی ہے۔

خدا کرے کہ ہمارے گھرانے سیرتِ زہرا رضی اللہ عنہا کے نور سے ایک بار پھر منور ہو جائیں تاکہ اسلام کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو برقرار رکھنے والے قافلہ سالار مل جائیں اور ہماری قوم کا مطلعِ تاریک ایک بار پھر دنیا میں نور پھیلانے والے چاند ستاروں سے مزین ہو جائے۔ (شرف النساء)

نسب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت

علامہ سید محمد یونس کاظمی قادری

عن ابن عباس توفی ابن الصفیة بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنھا فبکت علیه فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم تبکین یا عمة من توفی له و فی الاسلام کان له بیت فی الجنة یسکنه فلما خرجت لقیھا رجل فقال لھا اِن قرابة محمد لن تغنی عنك من اللہ شیئا فبکت. فسمع رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم صوتھا فضرع من ذالك فخرج وکان صلی اللہ علیه وسلم مکر مالھا یبرھا ویحبھا فقال لھا یاعمة تبکین وقد قلت لك ماقلت؟ قال لیس ذالك ابکانی واخبرته بما قال الرجل فغضب صلی اللہ علیه وسلم وقال یا بلال ہجر بالصلوٰۃ ففعل ثم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہوگیا تو آپ اُس پر رونے لگیں، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا پھوپھی جان آپ روتی ہیں حالانکہ جس کا بیٹا اسلام میں فوت ہو جائے اُس کی سکونت کے لئے جنت میں گھر ہے۔ پھر جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں تو انہیں ایک شخص نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت تجھے اللہ سے کچھ بھی نہ بچا سکے گی تو آپ رونے لگیں۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے رونے کی آواز سنی تو آپ باہر تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پھوپھی کی تکریم وتوقیر فرمایا کرتے تھے اور اُن سے محبت فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھوپھی جان آپ روتی ہیں حالانکہ میں نے آپ سے کہا جو کہا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میں اس لئے نہیں روتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ بات بتائی جو اُس شخص نے

قام صلى الله عليه وسلم فحمد الله واثنى عليه وقال! ما بال اقوام يزعمون ان قرابتى لا تنفع إن كل سبب و نسب ينقطع يوم القيامة الا سببى ونسبى وان رحمى موصولة فى الدنيا والآخرة۔

کہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر غضبناک ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دے کر لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤ جب لوگ آگئے تو آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو کہتے ہیں کہ میری قرابت فائدہ نہیں دے گی۔" قیامت کے دن سب لوگوں کے سبب اور نسب کٹ جائیں گے مگر میرا سبب اور نسب منقطع نہیں ہو گا اور بے شک دنیا و آخرت میں میرا رحم ملا ہوا ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲ ۸۲ ۴، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۴، جامع الصغیر لسیوطی ج ۲ ص ۹۳، معجم ہیثمی ج ۹ ص ۱۷۳، کنز العمال ج ۱ ص ۹۸، فیض القدیر مناوی ج ۵ ص ۲۰...... ذخائر العقبیٰ للمحب طبری ص ۸۔ الشرف المؤبد لآل محمد للنبہانی ص ۳۵، الصواعق المحرقہ ص ۱۳۸)

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ۔ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کے اوصافِ حمیدہ

مولانا مرید احمد چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

مخدومہ کائنات جناب، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے سن ولادت کے متعلق مؤرخین میں گو اختلاف پایا جاتا ہے مگر درست یہی ہے کہ نبوت کے پہلے سال آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال کا آغاز ہو چکا تھا اور آپ کی کل عمر مبارکہ تقریباً چوبیس سال بنتی ہے اور وصال سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (البتول، شہید ابن شہید از علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے گفتار و کردار میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی کی مشابہت نہیں دیکھی آپ صورۃً بھی اور معناً بھی سرورکائنات کی سچی تصویر تھیں جب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ زہرا میں تشریف لایا کرتے تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی تھیں اور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دے کر بیٹھ جانے کا حکم فرماتے اور جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا حجرۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا کرتیں تو سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کر بیٹی کو استقبال کرتے پیشانی کو چومتے اور بیٹھ جانے کا ارشاد فرماتے۔ (المستدرک ۱/۱۵۶، ترمذی مترجم ۲/۷۲۰)

☆ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بیٹی کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔

☆ اور فرمایا! کہ میری بیٹی دونوں جہان کی عورتوں کی سردار ہے اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا! کہ میری بیٹی جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔

(بخاری ۲/۵۳۲، المستدرک مشکوٰۃ، مسلم)

☆ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ سب سے زیادہ محبت کس سے فرماتے ہیں تو فرمایا! سب سے زیادہ محبت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور سب سے پیارے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (جامع الصغیر ۲/۷۴)

اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ہمیں سب اہلبیت میں سے محبت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہے۔

(نزہۃ المجالس

اسے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے ساتھ محبت کی معراج کا نام دیا جاسکتا ہے آپ کو اپنی بیٹی کی ذات سے ہی نہیں بلکہ نام سے بھی محبت ہے۔ آپ یہی چاہتے تھے کہ میری بیٹی کی ہمناموں کو بھی انعام واکرام سے نوازا جائے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ! فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے ہمیں غضبناک کیا جس نے انہیں ایذا دی اس نے ہمیں ایذا دی۔

(مسلم ۲/۲۹۱، ترمذی ۱/۲۷۱، بخاری ۱/۵۳۲)

☆ یہی نہیں بلکہ ارشاد فرمایا! کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے سے خدا راضی ہو جاتا ہے۔ (المستدرک ۲/۱۵۶)

تاجدارِ عرب و عجم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا دل ہے اور میری روح ہے جو اس کو ایذا دیتا ہے وہ ہمیں ایذا دیتا ہے اور جو ہمیں ایذا دیتا ہے وہ خدا کو ایذا دیتا ہے۔

(نور الابصار ۴۶)

قارئین محتشم! ہم پوچھتے ہیں کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو زہر دینے والے پر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی ناراض نہ ہوئیں ہوں گی کربلا کے تپتے ہوئے ریگستان میں جناب امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کے ٹکڑے کرنے والوں پہ غضبناک نہ ہوئی ہوں گی اپنی بیٹی جناب زینب رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں زنجیریں دیکھ کر آپ کو ایذا نہ ہوئی ہوگی؟

جواب یہی بنتا ہے کہ واقعی اذیت ہوئی تو پھر سن لیں کہ نص حدیث سے ثابت ہے کہ جو فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا دیتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا ہے اور جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا ہے وہ اللہ کو اذیت دیتا ہے اور پھر قرآن مجید میں آتا ہے کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

قرآن فرماتا ہے!

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝ (احزاب:۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، اللہ کی لعنت ہے ان پر دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے یہ بھی شہزادے اور وہ بھی شہزادے، ان یزید علیہ لعنت کے حامیوں کو شرم آنی چاہیے کہ جس پر نص قرآن اور حدیث سے لعنت ثابت ہے اس کی صفائی پیش نہ کرتے پھریں۔

☆ جنابِ سیدۃ العالمین رضی اللہ عنہا کی شان کون بیان کر سکتا ہے کہ جن کا لقب زہرا بھی ہے اور زاہر بھی، زہرا کلی کو بھی کہتے ہیں اور ضیاء کو بھی، محبوبِ رب اکبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے آپ اس کلی کو سونگھا کرتے تھے۔ (نورالابصار ۱۵)

☆ آپ کا لقب بتول ہے اور بتول اس کو کہتے ہیں جس نے عورتوں کے کسی مرض کو نہ دیکھا ہو، جو حیض ونفاس کی آلودگیوں سے منزہ اور پاک ہو، طیبہ اور طاہرہ ہو۔ (نورالابصار ۱۱۰)

☆ آپ کی سواری جب میدانِ محشر سے گزرے گی تو منادی کر دی جائے گی اے اہلِ محشر! اپنی نگاہوں کو نیچے کرلیں کیونکہ سرورِ کائنات کی صاجزادی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی سواری گزرنے والی ہے۔ (اسد الغابہ ۲/۵۳۳)

☆ آپ کی سواری ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پل صراط سے اس طرح گزر جائے گی جیسے کوئی بجلی کوندتی ہے۔ (خصائص کبریٰ ۲/۲۲۵)

☆ آپ اپنے ابا حضور کے بعد سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گی۔ (خصائص کبریٰ)

☆ آپ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

☆ آپ کے شوہر کے مسکرانے سے جنت ایسے روشن ہو جائے گی جیسے آفتاب طلوع ہو جاتا ہے۔

☆ آپ کی اولاد پر اللہ کریم نے جہنم حرام فرمادی ہے۔

☆ آپ کے محب داروں کو جنت کے ٹکٹ عطا کئے جائیں گے آپ کی شادی کے وقت رضوان (فرشتہ) نے طوبیٰ جنتی درخت کو ہلایا، تو محبان اہل بیت کی تعداد کے برابر پتے گرے جو

قیامت کے دن جنت کے ٹکٹ بن جائیں گے۔ (صواعق محرقہ ۱۷۱)

☆ آپ جنت میں اپنے شوہر اور اولاد کے ساتھ اسی مقام اور محل میں قیام فرمائیں گی جہاں آپ کے ابا حضور ہوں گے۔ (مسند احمد ۲/۲۶)

☆ آپ نور سے پیدا ہوئیں اور پیدا بھی نور ہی کئے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

(اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ آپ کا اسم گرامی فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کو کہتے ہیں جو نجات دینے والی ہو اور جہنم سے اپنے غلاموں کو آزاد کرانے والی ہو۔ (صواعق محرقہ ۱۸۸)

☆ آپ کے پردے کا احترام کرتے ہوئے ملک الموت ان کی روح قبض کرنے پر حاضر نہ ہو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے ان کی روح قبض فرمائی۔

(روح البیان ۵/ ۲۲۷)

☆ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی ردائے مبارکہ فروخت کر کے سائل کا سوال پورا کر دیا جو چکی بھی پیس رہی ہوتیں اور زبان پر تلاوت بھی جاری ہوتی حوران بہشت و ملائکہ جن کے حکم کے منتظر رہتے مگر آپ نے اپنی رضا کو رضائے شوہر میں گم رکھا۔

☆ آپ رضی اللہ عنہا جب نماز پڑھتیں تو چشمانِ مبارک سے آنسو جاری ہو جاتے اور جبریل آپ رضی اللہ عنہا کے آنسوؤں کو موتیوں کی طرح چن کر عرش بریں پہ بکھیر دیتے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پہ چل کر ہی ایک عورت حقیقی معنوں میں عورت بن سکتی ہے اور آپ کے نقش قدم پر چل کر ہی مسلمان عورت اپنا صحیح مقام حاصل کر سکتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی سیرت پاک سے سبق حاصل کر کے ہی مسلمان مائیں مجاہد پیدا کر سکتی ہیں اس لئے کہ بیٹوں کی سیرت ماں کی سیرت سے بنتی ہے، ماں بے پردہ ہو تو اولاد بے حیاء ہوتی ہے ماں کا کردار بلند ہو تو اولاد کا کردار بلند ہوتا ہے، ماں عبادت گزار ہو تو بیٹے ولی پیدا ہوتے ہیں ماں سینما بین ہو تو بیٹے ایکٹر پیدا ہوتے ہیں، ماں نیک ہو تو اولاد نیک پیدا کرتی ہے، ماں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا ہو تو حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ و طاہرہ کو جب تک اسلام کی بیٹی منزل نشان نہیں بنائے گی

منزل سے دور ہوتی جائے گی، عورتوں کی رہبر و راہنما ہے تو صرف اور صرف شہزادی اسلام ملکہ سلطنت عفت و عصمت جناب سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا ہیں، آپ رضی اللہ عنہا کی تعریف کا حق نہ کوئی ادا کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی ادا کر سکتا ہے۔

(ق) قرآن وچ پڑھ لے شان سوہنا زہرا بیٹی جو پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میاں
زوجہ علی رضی اللہ عنہ تے ماں حسنین رضی اللہ عنہ والی سردار جنت دی پاک بتول رضی اللہ عنہا میاں
جھاڑو پھیرن او تھے آحوراں جنتی ہووے برکتاں دا خاص نزول میاں
منصورؔ شاہ کل جہان دیاں عورتاں تائیں ہے سیرت انہاں دی سکول میاں

بچوں کا دعائیہ ترانہ

شاعر مشرق علامہ اقبالؔ

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری ☆ زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے ☆ ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے
ہو میرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت
زندگی ہو مری پروانے کی صورت یا رب ☆ علم کی شمع سے ہو مجھ کو محبت یا رب
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا ☆ درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا
میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو
نیک جو راہ ہو اس راہ پہ چلانا مجھ کو
☆☆☆

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کا زہد و تقویٰ

پروفیسر محمد اعجاز احمد جنجوعہ

حضرت سیدہ بتول، بنت رسول، فاطمۃ الزہراء، طیبہ طاہرہ، جگر پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نور دیدہ خدیجۃ الکبریٰ، زوجہ سید الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ، مادرِ امام حسن مجتبیٰ و امام حسین شہیدِ کربلا و سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں، آپ کا وجودِ اطہر و خمیر پاک خونِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنا اور گندھا ہے، آپ کی طینت پاکیزہ ہے، ریاض نجابت کی شاداب کلی ہیں جسے آبِ تطہیر نے سینچا ہے، آغوش رسالت نے پالا اور نگاہِ ولایت نے فیض دیا ہے، آپ اُس عالی شان گھرانے کی رکن رکین ہیں جو کائنات ہستی کا افضل اور اعلیٰ گھرانا ہے جس کی شان میں آیت تطہیر بھی اُتری ہے اور آیتِ تخییر بھی اور یہ آیات اُس مقدس مآب ماحول اور فضا کی پوری تصویر کشی کر رہی ہے کہ اس حریم پاک میں آنکھ کھولنے والے، پروان چڑھنے والے اور زندگی بسر کرنے والے کتنے اوصافِ حمیدہ اور فضائل و کمالات کے جامع ہو سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ شرف انسانی کے تمام عمدہ خصائل حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے دامن اطہر میں جمع ہو گئے تھے، اُن میں زُہد و تقویٰ، تسلیم و رضا، فقر و استغناء، عبادت و ریاضت، تعلق باللہ اور انقطاع الی اللہ بہت امتیازی اوصاف ہیں، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لقب "بتول" ہی پر غور فرمائیں یہ لقب شریف آپ کے کمال زُہد و تقویٰ، دنیا سے بے رغبتی اور توجہ الی اللہ کا آئینہ دار ہے، کیوں کہ بتول اُس عفت مآب پاکیزہ صفات خاتون کو کہتے ہیں جو لذاتِ دنیا اور خواہشاتِ نفس سے کنارہ کش ہو جائے۔ نبوت کے گھرانے بالخصوص حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے اُس زہد و تقویٰ، علائق دنیا سے بے اعتنائی، خواہشات نفس سے کنارہ کشی اور پاکدامنی کو خراج عقیدت پیش

کرتے ہوئے شبلی نعمانی نے ان الفاظ میں عکاسی کی ہے:

یوں کی ہے بسر اہل بیت مُطہر نے زندگی　　یہ ماجرائے دختر خیر الانام تھا

شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی زُہد و اتقاء اور طہارت نفسی کی باکمال زندگی کو خواتین عالم کے لئے نصابِ زندگی بنانے کی تلقین کی انہوں نے فرمایا:

بتولے باش و پنہاں شو از یں عصر　　کہ در آغوش شبیرے بگیری

یعنی زُہد و اتقاء اختیار کرتے ہوئے جہانِ مادیت کی رعنائیوں اور دل کشیوں سے الگ ہو جا جیسے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا اندازِ زندگی تھا اور زمانے کی نظر سے اوجھل ہو جا پھر تیری آغوش میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ جیسی پاکیزہ صفات اولاد تربیت پائے گی، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نظر میں سید المتقین اور امام الزاہدین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی پاکیزہ زندگی اور روشن تعلیمات تھیں، پھر آپ کی مبارک زندگی میں زہد و تقویٰ کا کمال کیوں جلوہ گر نہ ہوتا، آپ نے بارہا مشاہدہ فرمایا تھا کہ کاشانۂ نبوت میں کائنات کے خزانے بٹتے اور شام کا سورج اُفق سے اوجھل نہیں ہوتا تھا کہ سب مال و دولت، سیم و زر، دستِ اقدس سے نکل کر مستحقین تک پہنچ جاتا اور گھر میں کھانے کے لئے صرف دو چیزوں پانی اور کھجور کے سوا کچھ نہ بچتا تھا، حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے عابد شب زندہ دار سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی دعائے نیم شبی اور آہِ سحر گاہی کے ساتھ دنیا کی اداؤں سے خطاب کا منظر بھی دیکھا جس میں آپ نے فرمایا: "اے دنیا! تو مجھے فریب نہیں دے سکتی، جا کسی اور کو دھوکہ دے، جا تجھے میں نے تین طلاقوں سے خود پر حرام کرلیا ہے" حضرت سیدہ کائنات، طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی معمول کی زندگی انتہائی سادہ تھی جس میں زہد و تقویٰ کے جلوے پوری آب تاب کے ساتھ نظر آتے تھے، آپ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج اپنے دست اقدس سے کرتی تھیں، چکی پیستی تھیں جس کی مشقت سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے، مشک میں پانی بھر کر لاتیں جس کے نشانات گلے کے ساتھ ہویدا ہو جاتے، گھر میں جھاڑو دیتی تھیں، کھانا خود تیار کرتیں، ایک بار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک ہاتھوں کے چھالے دکھائے اور خادمہ کا تقاضا کیا تو سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جان پدر، بدر کے یتیموں کو اس کی زیادہ ضرورت ہے ایک روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفتِ تقویٰ کو جلا

دینے والے کلمات: "سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر" کا ورد عطا فرمایا جس کو "تسبیح فاطمہ" کہتے ہیں۔ ابوداؤد شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے معاشی حالات کا کامل نقشہ کھینچتی ہے جس سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے زُہد، قناعت اور تسلیم و رضا اور اس حالت پر صبر کا علم بھی ہوتا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ حضرات حسنین کریمین علیہما السلام رو رہے ہیں، پوچھا کیوں رو رہے ہیں؟ جواب دیا: "یہ بھوک سے رو رہے ہیں" یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم گھر سے نکل آئے تو اتفاق سے بازار میں انہیں ایک دینار پڑا مل گیا تو وہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور بتایا کہ اس طرح سے ملا ہے۔ تو انہوں (سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: جائیے یہودی سے آٹا خرید لائے، چنانچہ آپ نے یہودی سے آٹا خریدا، اس یہودی نے پوچھا کیا آپ اس شخص کے داماد ہیں جو اللہ کا رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ فرمایا: "ہاں" تو یہودی نے کہا: اپنے دینار اپنے پاس رکھئے، سو آٹا لے کر گھر پہنچے اور ماجرا سنایا، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اب قصاب کے پاس جا کر ایک درہم کا گوشت خرید لائیے، آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لے گئے اور دینار گروی رکھ کر قصاب سے گوشت لے آئے۔ پھر سیدہ رضی اللہ عنہا نے آٹا گوندھا، کھانا تیار کیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بلا بھیجا، پس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کھانے کا سارا قصہ اس طرح ہے اگر آپ اسے حلال سمجھتے ہیں تو ہم کھا لیتے ہیں اور آپ بھی ہمارے ساتھ تناول فرمائیں، حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کا نام لے کر کھاؤ" ابھی کھا ہی رہے تھے کہ ایک لڑکے نے آ کر اللہ تعالیٰ اور دین کی قسم کھائی اور کہا میرا دینار بازار میں گر گیا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ، قصاب سے کہوں کہ حضور سرکارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینار منگوایا ہے اور کہا ہے کہ تیرا دینار مجھ پر ہے میں دوں گا۔ چنانچہ قصاب نے وہ دینار واپس کر دیا اور حضور سرکارِ رسال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کو دے دیا۔ (سنن ابی داؤد: کتاب اللقطہ: باب التعریف باللقطہ رقم الحدیث ۱۷۱۶)

ایسی ہی ایک روایت کنز العمال میں زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے ایک دفعہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو سونے کا ہار لا کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

معلوم ہوا تو فرمایا: "فاطمہ! کیا تم کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی آگ کا ہار پہنتی ہے؟ (اتنا فرمانا تھا کہ) آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً اُس ہار کو بیچ دیا۔ روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اونٹ کے چمڑے کا لباس زیب تن کیا ہوا ہے، جس میں پیوند لگے ہوئے ہیں، وہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام الٰہی جاری ہے تو آپ ﷺ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: "فاطمہ! دنیا کی تکلیف پر صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی خوشی کا انتظار کر، اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔"

نبی کی آنکھوں کا نور زہرا ۔۔۔ نبی کے دل کا قرار زہرا
ہیں جن پہ نازاں رسول اکرم ۔۔۔ علی کے گھر کی بہار زہرا

سلطانِ ما ﷺ

سلطان المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

در جاں چو کرد منزل جانانِ ما محمد ﷺ ☆ صد در کشاد در دل از جانِ ما محمد ﷺ

جب ہمارے حبیب محمد ﷺ نے ہمارے دل میں گھر کر لیا، تو اپنے محبوب محمد ﷺ کی برکت سے ہمارے دل میں (روحانیت کے) سیکڑوں دروازے کھل گئے

از درد زخمِ عصیاں مارا چہ غم چو سازد ☆ از مرہم شفاعت درمانِ ما محمد ﷺ

جب کہ محمد ﷺ شفاعت سے ہمارا علاج کر رہے ہیں، تو ہمیں زخمِ معصیت کی تکلیف کا کیا غم؟

مستغرق گناہیم، ہر چند عذر خواہیم ☆ پژمردہ چو گیاہیم، بارانِ ما محمد ﷺ

ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہم کتنی ہی معافی مانگ لیں، گھاس کی طرح ہم کملائے ہوئے ہیں ہماری شادابی و شگفتگی کا سامان، (بارانِ رحمت) محمد ﷺ ہیں

ما طالب خدائیم بر دینِ مصطفائیم ☆ بر در گہش گدائیم، سلطانِ ما محمد ﷺ

ہم اللہ کے چاہنے والے ہیں، ہم دین مصطفیٰ سے وابستہ ہیں، محمد ﷺ ہمارے بادشاہ ہیں اور ہم ان کے دربار عالی کے "سوالی فقیر" ہیں

در باغ وبوستانم دیگر مجو معینے ☆ باغم بس است قرآں بستانِ ما محمد ﷺ

میرے باغ، باغیچہ میں کوئی اور معین ومددگار نہ تلاش کیجئے، ہمارا باغیچہ تو صرف قرآن ہے اور ہماری دلچسپی کی چیز تو صرف پیغمبر علیہ السلام کا اسوۂ مبارکہ ہے

○

شانِ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

صاجنرادہ محمد محب اللہ نوری

خاتونِ جنت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی، سب سے پیاری، لاڈلی اور چہیتی صاحب زادی ہیں، جن کو آتے دیکھ کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے انہیں کے ہاں جاتے اور انہیں پیار دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاحب زادیاں ہیں، حافظ ابن عبد البر کی تحقیق کے مطابق عمر کے اعتبار سے ان کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
۲۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا
۳۔ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا
۴۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

چاروں صاحب زادیاں ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں۔

(کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب/صفۃ الصفوۃ)

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی، جب قریش مکہ، کعبہ شریف کی تعمیر نو کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیوار کعبہ میں حجر اسود کو نصب کیا گویا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دیوار کعبہ میں حجر اسود نصب کر کے کعبہ اور حجر اسود کو مشرف فرمایا)، عین ان ہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سعادت مند صاحب زادی عطا فرمائی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ برس تھی۔ (الاصابہ)

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت بعثت نبوی کے بعد ہوئی، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۴۱ سال تھی۔ (کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب)

سیدہ کائنات کا اسم گرامی فاطمہ، کنیت ام ابیہا اور القاب سیدۃ نساء اہل الجنۃ، زہراء، بتول، راضیہ اور زاکیہ وغیرہ ہیں، جن کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے:

فاطمہ "فطم" سے مشتق ہے اور فطم کا معنی ہے چھڑانا، روکنا آپ کو فاطمہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ اپنے جملہ (اہل ایمان) عقیدت مندوں کو جہنم سے روک لیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "میری بیٹی فاطمہ (حسن صورت و سیرت اور طہارت و پاکیزگی کے اعتبار سے روحانی کمال والی ایسی) انسانی حور ہے، جو حیض و نفاس کے عوارض سے پاک ہے، اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا"۔
(منتخب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال)

آپ کی کنیت "ام ابیہا" ہے۔ (الاصابہ)

یعنی اپنے باپ کی (محبت کرنے میں) ماں (جیسی) چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان سے اور ان کو آپ سے بہت زیادہ پیار تھا، اس لیے ان کی یہ کنیت رکھی گئی۔

آپ کا لقب سیدۃ نساء العالمین اور سیدۃ نساء اہل الجنۃ ہے۔ یعنی تمام جہان کی عورتوں اور جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

آپ کے حسن و جمال اور شگفتگی و تازگی کی وجہ سے آپ کو زہراء کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (مدارج النبوۃ)

امام عبدالوہاب شعرانی تحریر کرتے ہیں:

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نسوانی عارضہ (ماہانہ خون) سے محفوظ رکھا تھا۔ جب ان کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی، تو آپ نفاس سے پاک ہوتیں، چناں چہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی اسی لیے آپ کا نام زہراء رکھا گیا"۔ (کشف الغمۃ)

آپ کا ایک مشہور لقب بتول بھی ہے۔ لغت میں "بتل" کا معنی ہے، قطع کرنا چوں کہ حضرت خاتون جنت، فضل و شرف، دین اور حسن و جمال کے اعتبار سے اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے جدا اور منفرد شان کی حامل تھیں، اس لیے آپ کو بتول کہا جاتا ہے۔

"بتول" کہلانے کی یہ وجہ بھی آپ کے شایان شان ہے کہ دنیا و مافیہا سے کٹ کر فقط یاد

الٰہی اور محبت خداوندی میں مستغرق ہوگئی تھیں۔(مدارج النبوۃ)

گویا آپ کی سیرت طیبہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی مصداق تھی:

"اور اپنے رب کے نام کاذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔"(المزمل)

اپنے رب کریم سے ہر حال میں راضی رہنے والی تھیں۔

پاکیزہ اور صالحہ، آپ کی تمام حیات طیبہ نہایت پاکیزگی اور تقویٰ وطہارت سے عبارت تھی:

حضور ﷺ کو آپ سے بہت محبت تھی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے، (سر اور پیشانی) چومتے اور اپنی مسند پر بٹھاتے، یوں ہی جب حضور ﷺ آپ کے ہاں تشریف لاتے، تو سیدہ کھڑے ہو کر آپ ﷺ کا استقبال کرتیں، بوسے دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔"(جامع ترمذی، ماجاء فی فضل فاطمۃ)

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب آقا حضور ﷺ سفر کے لیے روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ملتے۔(مدارج النبوۃ)

یوں ہی سفر سے واپسی پر آقا ﷺ اپنے گھر جانے سے پہلے انہیں ملتے۔

ایک مرتبہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا: "حضور ﷺ کو سب سے زیادہ کس سے محبت تھی؟ فرمایا: فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے، پھر پوچھا گیا، مردوں میں کس سے زیادہ محبت تھی؟ فرمایا: "فاطمہ کے شوہر علی سے۔"(جامع ترمذی)

حضرت مجاہد سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: "فاطمہ میرا پارہ گوشت ہے، یہ میرا دل ہے، یہ میری روح ہے، جس نے اسے اذیت دی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔"(نورالابصار)

آپ سیرت وصورت اور اخلاق وشمائل میں اپنے والد گرامی کا صحیح نمونہ تھیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی اور کو حضور ﷺ کے سیرت و اخلاق اور طریقہ کے زیادہ مشابہ نہیں پایا ان کی نشست و برخاست حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق تھی۔"(جامع ترمذی)

آپ رضی اللہ عنہا نہایت صابرہ شاکرہ تھیں جب آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا، تو گھر کے سارے کام کاج اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں۔

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرت ابن اعبد سے اپنی گھریلو زندگی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: "فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی اور تمام گھرانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور میری رفیقۂ حیات تھیں، چکی پیتے پیتے ان کے ہاتھوں پر چھالے بن گئے تھے، پانی کا مشکیزہ اٹھاتے اٹھاتے سینے پر نشان پڑ گئے تھے، گھر کی صفائی کرتے کرتے اور چولہا جلاتے جلاتے کپڑے گرد و غبار اور دھوئیں سے آلودہ ہو جاتے، جس کی وجہ سے انہیں سخت مشقت اور تکلیف پہنچتی۔" (ابو داؤد)

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کہا: قسم بخدا! کنوئیں سے ڈول کھینچتے کھینچتے میرے سینے میں درد اٹھنے لگا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے ہیں، جا کر گھر کے کام کاج کے لیے کوئی قیدی مانگ لائیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: چکی پیتے پیتے میرے بھی ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: بیٹی کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: سلام کرنے حاضر ہوئی ہوں۔ شرم و حیا کے باعث مزید کچھ نہ کہہ پائیں۔ گھر آئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا بنا؟۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں تو کچھ عرض نہیں کر سکی اس کے بعد حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکلات گوش گزار کیں اور حرفِ مطلب زبان پر لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں تمہیں نوکر نہیں دے سکتا، جب کہ اہل صفہ بھوک میں مبتلا ہیں، میں انہیں کیا کھلاؤں؟ ان غلاموں کو فروخت کیا جائے گا اور اس رقم سے اہل صفہ کی کفالت کروں گا۔"

(صفۃ الصفوۃ)

میاں بیوی گھر واپس ہوئے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے گھر تشریف لائے، دیکھا کہ دونوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی ہے، جس کی حالت یہ ہے کہ اگر سر ڈھانپیں تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں اور اگر پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا رہ جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتا دیکھ کر استقبال کے لیے کھڑے ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ پھر فرمایا: جو کچھ تم مانگنے آئے تھے، اس سے بہتر چیز تمہیں نہ عطا کر دوں؟ عرض کی، کیوں نہیں فرمایا: جبریل علیہ السلام نے ذکر الٰہی کے کچھ

کلمات کی تعلیم دی ہے، تم ایسا کرو کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ الحمد للہ، دس مرتبہ اللہ اکبر کا ورد کیا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ اور الحمد للہ تینتیس تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

دوسری روایت میں فرمایا: یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: واللہ! جب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وظیفہ سکھایا ہے، کبھی اس کا ناغہ نہیں کیا۔ (صفۃ الصفوۃ)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت اپنے بابا جان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے پیار تھا اور امت کے لیے راتوں کو رویا کرتے، اسی طرح سیدہ بھی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت کے لیے گریہ وزاری کرتیں۔ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بیان کرتے ہیں:

امی جان سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) ساری ساری رات نوافل میں گزار دیتیں اور بڑی کثرت سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دعا کرتی رہتیں۔ میں نے عرض کی، امی جان! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے لیے دعا نہیں کرتیں فرمایا: پیارے بیٹے! پہلے دوسروں کا حق ہے، اس سے فراغت پاؤں، تو پھر اپنی باری آئے۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فہم وفراست اور حکمت وبصیرت سے نوازا تھا حضرت انس فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا، عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے؟

ہم، منشائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کوئی جواب نہ دے پائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھر آ کر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے اس سوال کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے فوراً کہا، آپ نے یہ جواب کیوں نہ دیا: "عورت کے لیے بہتر یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس عورت کو دیکھے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں واپس آئے اور سوال کا جواب عرض کیا، تو آپ نے فرمایا: تمہیں یہ کس نے بتایا ہے؟۔ عرض کی، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے، فرمایا: وہ میرے جسم کا حصہ ہے۔ (حلیۃ الاولیاء)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پیکر شرم وحیا تھیں۔ وہ ملت اسلامیہ کی تمام بیٹیوں کو عفت و پاک دامنی

کا مجسمہ دیکھنا چاہتی تھیں۔ آپ عورتوں کی بہتری اسی میں سمجھتی تھیں کہ وہ حجاب میں رہیں۔ اپنا حال یہ تھا کہ کبھی سر سے آنچل بھی نہیں سرکنے دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میدان محشر میں بھی خصوصی عزت و شرف سے نوازے گا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز محشر عرش کے پردے کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا: "اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو، نگاہیں نیچی کر لو، حتیٰ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) پل صراط سے گزر جائیں۔" چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے جلو میں تیز براق کی طرح گزر جائیں گی۔ (صواعق محرقہ)

یارب دلِ مسلم کو زندہ تمنا دے

شاعر مشرق علامہ اقبال

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے ☆ جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے ☆ پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے ☆ دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو، پھر سوئے حرم لے چل ☆ اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دلِ ویراں میں، پھر شورشِ محشر کر ☆ اس محملِ خالی کو پھر شاہد لیلا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو ☆ وہ داغ محبت دے، جو چاند کو شرما دے
رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر ☆ خود داریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے
بے لوث محبت ہو، بیباک صداقت ہو ☆ سینوں میں اجالا کر، دل صورتِ مینا دے
احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا ☆ امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

*

حضرت سیدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضری

زینبیہ کا سفر نامہ

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

اگلا دن اتوار تھا اور دمشق میں ہمارا تیسرا دن---سب سے پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی، سیدہ فاطمہ الزہراء اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی صاحبزادی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ہمشیر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے مزار پُر انوار کی حاضری کے لیے زینبیہ روانہ ہوئے---زینبیہ دمشق سے بارہ کلومیٹر کے فاصلہ پر سیدہ زینب سے منسوب بستی ہے، جو رونق اور سہولیات کے اعتبار سے شہر ہی معلوم ہوتا ہے---آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے اب تو دمشق کا حصہ بن چکا ہے---ایرانی اور پاک و ہند کے زائرین اکثر اسی علاقہ میں قیام کرتے ہیں---یہاں اردو بولنے اور سمجھنے والے بھی بکثرت مل جاتے ہیں---زائرین کی سہولت کے لیے تین، چار منزلہ بڑی بڑی عمارتیں بنی ہوئیں ہیں---ہوٹلوں کی نسبت ان میں رہائش سستی رہتی ہے---ایجنٹ حضرات زیادہ تر زینبیہ ہی میں قافلے ٹھہراتے ہیں، البتہ دمشق آنے جانے کے لیے ٹیکسی وغیرہ کا اضافی کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے---یوں اندرون شہر ہوٹلوں کے کرایوں اور ان رہائش گاہوں اور کنوینس کے اخراجات تقریباً برابر رہتے ہیں---شام کی پہلی دو حاضریوں میں ہم نے ہوٹل میں، جب کہ بعد میں دو بار زینبیہ میں قیام کیا---

روضہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا روضہ خاصی کشادہ جگہ میں واقع ہے---اسے انتہائی خوب صورتی اور ذوقِ نظر کے ساتھ ڈیزائن کیا گیا ہے---روضہ مبارکہ کا ہال کم و بیش سو فٹ لمبا اور سو فٹ چوڑا ہو گا، جس کے عین وسط میں ضریح مبارک ہے، جس پر سونے کے ورقوں سے بڑی مہارت اور عرق ریزی سے نقاشی کی گئی ہے---اس کے بالائی حصے آیاتِ قرآنی اور عربی اشعار سے مزین

ہیں--- گنبد اور دیواروں پر شیشہ سے انتہائی دیدہ زیب کاشی کاری کی گئی ہے--- چھت پر اعلیٰ ترین اور نہایت قیمتی فانوس آویزاں ہیں، جن کی روشنی سے پوری عمارت نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی دکھائی دیتی ہے--- ضریح مبارک کے اردگرد کربلا معلی میں واقع حضرت امام حسین اور حضرت عباس علم دار رضی اللہ عنہما کے مزاروں کی طرح خوب صورت سنہری جالی ہے--- جو زمین سے تقریباً نو فٹ اونچی ہے--- جالی کے ساتھ لوگوں نے رنگ برنگ دھاگے باندھ رکھے ہیں--- جالی کی ایک طرف مردوں کے لیے اور دوسری جانب خواتین کے لیے مختص ہے--- مزار مبارک کے تقدس کے پیش نظر زائرین و زائرات کے لیے الگ الگ انتظام لائق صد تحسین ہے--- سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے مزار کی طرح یہاں بھی مین گیٹ پر "عبایا" لٹکے ہوئے ہیں--- مغربی وضع قطع کی حامل ماڈرن خواتین حاضری کے لیے احاطہ مزار میں داخل ہوتی ہیں تو عبایا پہن کر باپردہ مؤدب انداز میں حاضری دیتی ہیں، جاتے ہوئے عبایا واپس کر دیتی ہیں--- مرکزی دروازہ سے اندر داخل ہوں تو وسیع و عریض صحن میں زائرین کا ہجوم نظر آتا ہے--- صحن میں ایک بلند و بالا خوب صورت منار ہے، جس میں بڑی عمدہ نقاشی کی گئی ہے--- ان بیلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی تحریر ہیں--- مزار مبارک کے وسیع و عریض ہال پر گنبد ہے جسے سونے کی اینٹوں سے مزین کیا گیا ہے--- الغرض پوری عمارت حسن و جمال میں اپنی مثال آپ ہے، جس کی منظر کشی سے الفاظ عاجز، زبان صامت اور قلم جامد ہے---

ہم نہایت ادب و احترام اور عجز و انکسار سے روضہ مبارکہ میں داخل ہوئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں--- آپ کے حالات بہت کم ملتے ہیں--- تاہم آپ کی تابناک سوانح کے چند گوشے پیش کیے جاتے ہیں:

ولادت:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت شعبان المعظم ۵ ہجری میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کے ہاں ہوئی --- سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بچی کا نام تجویز کریں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نام تجویز فرمائیں گے --- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سفر پر تھے، جب واپس تشریف لائے تو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نام پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر سبقت نہیں لے جانا چاہتا --- اتنے میں حضرت سیدنا جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور سلام پیش کرنے کے بعد عرض کی:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس بچی کا نام زینب رکھ دیں" ---

پھر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے مستقبل میں اس صاحبزادی کو پیش آنے والے مصائب سے آپ کو آگاہ کیا، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آب دیدہ ہو گئے --- [۱]

تربیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے آپ کی تربیت فرمائی اور علم، حکمت، دین، اخلاق، آداب، شجاعت اور قوت ایمان وایقان سے بہرہ یاب کیا --- [۲]

پانچ سال کی تھیں کہ جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے، چند ماہ گزرے تھے کہ والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں --- گھریلو ذمہ داریاں ان کے سر آ گئیں، صغرسنی کے باوجود اپنے بھائیوں حضرت سیدنا امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما اور بہنوں حضرت سیدہ ام کلثوم اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تربیت و خدمت میں بھرپور حصہ لیا --- [۳]

اوصافِ حسنہ:

آپ بڑی عبادت گزار تھیں، بہت روزے رکھتیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ قیام کرتیں --- رات کا اکثر حصہ تلاوت قرآن میں بسر کرتیں اور یہ معمول میدان کربلا میں بھی قائم رہا --- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں جاتے ہوئے آخری وصیت یہ کی تھی:

"بہن! اپنی رات کی عبادت اور نوافل کے بعد دعائے خیر میں مجھے مت بھولنا"---[۴]

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا لوگوں کو ایمان باللہ، رجوع الی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت پر یقین رکھنے کی تلقین کرتیں---آپ کی زبان ہمیشہ ذکرالٰہی سے تر رہتی---

آپ کے جود و کرم کو دیکھ کر اہل جود آپ کو ام ہاشم کے لقب سے یاد کرتے (کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد اعلیٰ حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ غریب پروری کرتے اور لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے)---

عزم اور بلند ہمتی کے پیش نظر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ام العزائم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے---آپ کے والد گرامی اور بہن، بھائی آپ کی اصابت رائے کے پیش نظر آپ سے مشاورت کرتے، اس لیے آپ صاحب شوریٰ بھی تھیں---

آپ کا گھر ضعیفوں، عاجزوں اور محتاجوں کے لیے جائے پناہ تھا، اس لیے آپ کو ام العواجز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے---[۵]

حافظ ابن اثیر لکھتے ہیں:

"آپ نہایت عقل مند، دانا، زیرک، متقی، عبادت گزار، بہادر اور فصیح اللسان خاتون تھیں"---[۶]

روایت حدیث:

آپ اپنے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت سیدہ ام سلمہ اور حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہما سے احادیث روایت کرتیں، جب کہ حضرت سیدنا ابن عباس، سیدنا علی بن حسین، سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار اور سیدہ فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہم نے آپ سے احادیث روایت کیں---[۷]

حافظ ابن عساکر لکھتے ہیں:

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ، حضرت اسماء بنت عمیس اور ذکوان یا طہمان نامی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سے احادیث روایت کیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کرنے والوں میں محمد بن عمرو، عطا بن سائب اور آپ کی بھتیجی فاطمہ بنت سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں---[۸]

ایک بار آپ کے بھائی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کردہ مسائل پر باہمی مذاکرہ کر رہے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی وہاں آ گئیں---انہوں نے حدیث مبارکہ:

((اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ......الخ))---[۹]

پر ایسی علمی گفتگو فرمائی کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بے ساختہ پکار اُٹھے:

"تمہارا تعلق واقعی شجرہ نبوت اور معدنِ رسالت سے ہے۔"---[۱۰]

نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا---[۱۱]

آپ کے خاوند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے صاحب جود و کرم تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو قطبِ اسخیاء کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا---سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ان سے نکاح عہد فاروقی کے اواخر میں ہوا---تقریب نکاح میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ذر غفاری، حضرت انس بن مالک اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم ایسے اکابر صحابہ نے شمولیت کی---[۱۲]

اولاد امجاد:

اولاد امجاد میں علی، عون الاکبر، عباس اور محمد چار صاحبزادے اور ام کلثوم (رضی اللہ عنہم) نامی ایک صاحبزادی تھیں---[۱۳]

جرأت وشجاعت

آپ بڑی بہادر اور دلیر تھیں---یہ جرأت وشجاعت آپ کو وراثت میں ملی تھی---کربلا کے نازک موقع پر آپ نے قدم قدم پر اپنے عزیز بھائی امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مدد کی---میدانِ کربلا کے دل دوز مناظر ان کی نگاہوں کے سامنے پیش آئے، آپ نے تمام

صدموں کو صبر و استقلال سے برداشت کیا---

اسیرانِ کربلا کے ساتھ آپ کو بھی دمشق لے جایا گیا، راستے میں کوفہ والوں کے آہ و بکا اور نالہ و شیون کی صدا پر جس جرأت اور فصاحت و بلاغت سے اظہار حقیقت فرمایا، وہ آپ ہی کا حصہ ہے--- آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

"اے بے وفا، دغاباز اور بزدل کوفیو! اب روتے ہو اور ماتم کرتے ہو، خدا کرے تم ہمیشہ روتے رہو--- تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو مضبوط دھاگے کو کاتنے کے بعد اس کے ٹکڑے کر دے--- تم نے قسموں کو دھوکہ اور فریب کا ذریعہ بنا رکھا ہے--- تم جھوٹے مداح، ظالم و کینہ پرور، لونڈیوں کی طرح چاپلوس اور خوشامدی ہو--- تم غلاظت کی ڈھیری پر اُگے ہوئے گھاس کی مانند ہو:

وَ اللّٰهِ فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَّ اضْحَكُوْا قَلِيْلًا — اللہ کی قسم! تم بہت زیادہ روؤ اور کم ہنسو گے۔

تم نے ہمیشہ کے لیے شرمندگی اٹھائی، بے وفائی کا یہ داغ تمہارے ماتھوں سے کبھی نہ دھل سکے گا---

اے کوفیو! تم نے خلاصہ خانوادۂ نبوت، دین و شریعت کے منار اور نوجوانانِ جنت کے سردار کو قتل کیا--- نامرادو! تم نے اپنے لیے کیسا راستہ منتخب کیا، تم پر اللہ کا غضب اور عذاب ہو--- جانتے ہو تم نے کس جگر رسول کو پارہ پارہ کیا، کس کا خون بہایا؟--- تم برے کام کے مرتکب ہوئے ہو، جس کی پاداش میں آسمان ٹوٹ پڑیں، زمین پھٹ جائے، پہاڑ پاش پاش ہو جائیں--- کیا تم یہ چاہتے ہو کہ آسمان تم پر خون کے آنسو روئے؟---

یقیناً اخروی عذاب سخت رسوا کرنے والا ہے اور وہاں تمہارا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا۔"---[۱۴]

آپ کے خطاب میں بعینہٖ اپنے والد ماجد باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ کی خطابت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے--- اسی طرح یزید کے روبرو اس کے دربار میں آپ نے جس بے باکی سے گفتگو فرمائی، وہ آپ کی ذہانت و فطانت اور جرأت و شجاعت کی بین دلیل ہے---

بلاشبہ آپ صورت و سیرت میں لختِ جگرِ مصطفیٰ، سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی حقیقی تصویر تھیں---

رحمها الله تعالیٰ رحمة واسعة

یزید نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور دیگر اسیران اہل بیت کو مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا--- سانحہ کربلا کے بعد آپ کی سوانح حیات کے حوالے سے طبری، ابن سعد، علامہ ابن اثیر، حافظ ابن کثیر و دیگر مورخین کی کتابوں سے تفصیل نہیں ملی، البتہ "المسجد النبوی الشریف و مزارات اہل البیت" (مطبوعہ مصر) کے مؤلفین اسماعیل احمد اسماعیل اور جبر سراج رقم طراز ہیں:

"سانحہ کربلا کے بعد اہل بیت کرام کا قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بقیہ زندگی اپنے نانا جان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بسر کرنا چاہتی تھیں، مگر بنو امیہ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی، کیوں کہ انھیں خطرہ تھا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کربلا کا بدلہ لینے کے لیے محبین اہل بیت ان کی قیادت میں مجتمع نہ ہو جائیں--- اس لیے گورنر مدینہ نے پیغام بھیجا کہ آپ مدینہ منورہ کے علاوہ جہاں چاہیں قیام کر سکتی ہیں، چنانچہ شعبان ۶۱ھ میں مصر تشریف لے آئیں--- گورنر مصر مسلمہ بن مخلد انصاری اور اہل مصر نے والہانہ استقبال کیا--- تقریباً ایک سال مصر میں قیام کے بعد ۶۲ھ میں وصال فرمایا۔"---[۱۵]

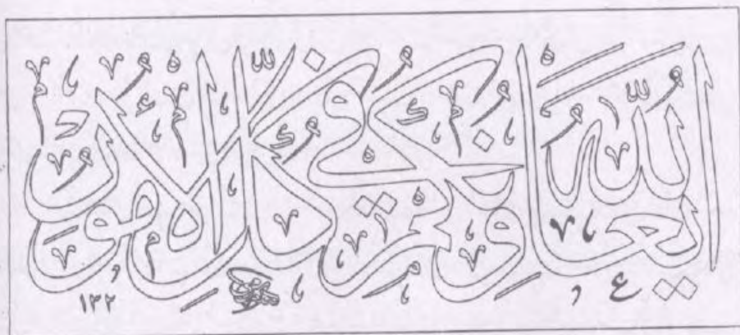
شام میں آپ کا مزار کیسے بنا؟--- **اللہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال**---
ایرانی زائرین شام میں آپ کے روضہ کو اصل قرار دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مصر کی بہ نسبت یہاں روضہ کی عمارت کی تزئین و آرائش کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے اور اس کا شمار دنیا کی خوب صورت ترین عمارات میں ہوتا ہے---

چونکہ اللہ کے مقبول بندوں کو جہاں سے بھی سلام کیا جائے ان کی روح متوجہ ہوتی ہے، سو ہم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے منسوب اس مزار کے پاس فاتحہ پڑھی اور دعا خیر کی--- اس موقع پر سانحہ کربلا کے دل دوز مناظر اور سیدہ کے صبر و استقامت اور بلند حوصلہ کا تصور آتے ہی زائرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور اس عظیم خاتون کی عظمت و عقیدت مزید اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے---

۱۹۹۸ء کی حاضری میں ہمارے قافلہ میں الحاج مرزا امداد حسین بھی شامل تھے، سیدہ کے مزار پر ان کی حاضری اور مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنا پھڑکنا کبھی نہیں بھولے گا---

حوالہ جات:

ا۔۔۔۔۔المسجد النبوی ومزارات اہل البیت، صفحہ ۹۳۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۔۔۔۔۔ مصدر سابق۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۔۔۔۔۔ مرجع سابق، صفحہ ۹۸۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۔۔۔۔۔ مصدر سابق، صفحہ ۹۹۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۔۔۔۔۔ مرجع سابق۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۔۔۔۔۔ اسد الغابہ، جلد ۵، صفحہ ۴۶۹۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۔۔۔۔۔ المسجد النبوی ومزارات اہل البیت، صفحہ ۱۰۰۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۔۔۔۔۔ تاریخ دمشق، جلد ۷۳، صفحہ ۱۳۰۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۔۔۔۔۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرألدینہ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۔۔۔۔۔ المسجد النبوی ومزارات اہل البیت، صفحہ ۱-۱۰۰۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۔۔۔۔۔ اسد الغابہ، جلد ۵، صفحہ ۴۶۹۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۔۔۔۔۔ المسجد النبوی ومزارات اہل البیت، صفحہ ۸-۹۷۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۔۔۔۔۔ اسد الغابہ، جلد ۵، صفحہ ۴۶۹ / طبقات کبریٰ لابن سعد، جلد ۸، صفحہ ۳۶۵۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۔۔۔۔۔ نور الابصار، صفحہ ۱۸۴ / جلاء العیون، صفحہ ۳۲۴، بالفاظ متقاربہ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۔۔۔۔۔ المسجد النبوی ومزارات اہل البیت، صفحہ ۱۰۸



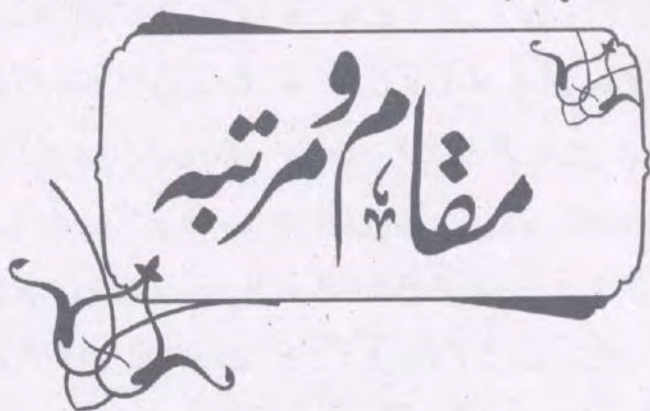
اللّٰہ یُعِینُکُم فِی کُلِّ الأمُورِ



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیٰ ابیہا وعلیہا

باب 5



انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

خدا کا کیوں نہ عاشق ہو جو عاشق ہو محمدﷺ کا

امیر مینائی

خدا جانے کب آنا ہو چمن میں اس سرِ قد کا ☆ بجا رکھا ہے کیوں غنچوں نے ڈنکا آمد آمد کا

کہو عشاقِ احمدﷺ سے کہ آئیں اس کے سننے کو ☆ قصیدہ اک نیا پڑھتا ہوں میں نعتِ محمدﷺ کا

بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمدﷺ کا ☆ اثر میم مشدد میں ہے ذو القرنین کی سد کا

فلک پر ہوں نہ کیونکر دیدۂ شمس و قمر روشن ☆ لگایا کرتے ہیں آنکھوں میں سرمہ خاکِ مرقد کا

فلک طاؤس کی صورت جواب تک رقص کرتا ہے ☆ کبھی دیکھا تھا جلوہ ابروٴ گیسوئے احمدﷺ کا

جدا رکھا مجھے اس روضۂ پرنور سے اب تک ☆ برا ہو طالعِ بد کا برا ہو طالعِ بد کا

جو اپنے دوست کا ہو دوست اس کا دوست ہوتا ہے ☆ خدا کا کیوں نہ عاشق ہو جو عاشق ہو محمدﷺ کا

ظہور آخر ہے اول انبیاء سے نور احمدﷺ کا ☆ بجا ہے گر لقب ہو اول و آخر محمدﷺ کا

الٰہی! آئے وہ جھونکا ہوائے شوق بے حد کا ☆ اڑا لے جائے دکھلانے مجھے روضہ محمدﷺ کا

فروعِ دیں جو شش گانہ ہیں شائع اہل ایماں میں ☆ مسدس آپﷺ کے فکرِ مضامینِ مجدد کا

قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے ☆ انہیں دو نقطۂ زیریں کا طالب لفظ تھا ید کا

شب معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا ☆ خدا مشتاق، شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

لگایا غوطہ اس بحرِ حقیقت میں شناور نے ☆ گریباں جزر کا جس میں نہ دامن تھا کہیں مد کا

نہ دولت کی تمنا ہے نہ حشمت کی ہوس مجھ کو ☆ الٰہی! عشق احمدﷺ کا، الٰہی! عشق احمدﷺ کا

زیارت کو چلوں یارب، پڑے یہ غل مدینے میں

غلام آیا محمدﷺ کا، غلام آیا محمدﷺ کا

○❖○

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

امام عبدالرؤف المناوی

مترجم: علامہ علی اکبر الازہری

شیخ المحدثین امام عبدالرؤف المناوی (۹۵۲ھ ۔ ۱۰۳۱ھ) کی شہرۂ آفاق علم افروز کتاب ---"اتحاف السائل بمالفاطمۃ من المناقب والفضائل"---گذشتہ چار صدیوں میں برابر مقبول رہی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں آپ کے تلمیذ رشید علامہ علی اکبر الازہری نے غالباً ۱۹۹۸ء میں کیا تھا۔ اس زمانہ میں جامعہ اسلامیہ لاہور اسلامیہ پارک کی فصیح روڈ پر کرائے کے ایک گھر میں واقع تھا اور ہم عالمی دعوت اسلامیہ کے پلیٹ فارم سے ابلاغ دین کی جدوجہد میں مصروفِ عمل تھے۔ اس کتاب کے اُردو ترجمہ کو" فضائل، مناقب، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا" کے نام سے ہم نے عالمی دعوت اسلامیہ کے اسٹیج سے شائع کیا تھا۔ اس وقت "انوارِ رضا" کی اس خصوصی اشاعت میں امام مناوی قدس سرہ کی اس کتاب کا تیسرا باب "سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل---احادیث مبارکہ کی روشنی میں" شامل اشاعت کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں تاکہ ہمارے قارئین کرام کے دلوں میں عظمت خاتونِ جنت اُجاگر ہو اور صبح قیامت تک خواتین کے لئے اسوۂ کامل کے لئے وہ تعلق دلوں میں پیدا ہوا ہو جو اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود ہے---------------------(ادارہ)

آپ کا مقام ومرتبہ:

(۱) حضرت مسعود بن عرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة بضعة منّی فمن أغضبها فقد أغضبنی
فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری جگر گوشہ ہے جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

(البخاری، مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا)

آپ کو گالی دینے والے کا حکم:

شیخ سہیلی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ یقیناً اس شخص نے کفر کیا جس نے خاتونِ جنت کو گالی دی۔

اس کی تائید میں یہ واقعہ بیان کیا کہ ابولبابہ اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھتے ہوئے قسم اُٹھائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی مجھے نہ کھولے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے کھولنا چاہا مگر انہوں نے اپنی قسم کے پیشِ نظر معذرت چاہی اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا حصہ ہے لیکن یہ محلِ نظر ہے۔ (جمع الجوامع ۱:۲۹۷)

بعض اسلاف کا قول ہے کہ جس شئے سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایذا پہنچتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور کوئی شئے آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے بڑھ کر آپ کو تکلیف میں مبتلا نہیں کرتی۔ یہ بات بالتحقیق مسلمہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دینے والے کے لیے دنیا میں بھی سخت سزا ہے اور آخرت میں بھی شدید عذاب۔

(۲) مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے اسے خوش کیا، اس نے مجھے خوش کیا۔"

ان الانساب تنقطع یوم القیامة غیر نسبی
میرے نسب کے علاوہ تمام خاندانی رشتے قیامت کے دن ختم ہو جائیں گے۔

(مسند احمد، المستدرک الحاکم ۳:۱۵۸)

سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاخ ہیں:

(۳) مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کو

اپنی شاخ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما فاطمة شجنة منی یبطنی ما یبطها و یقبضنی ما یقبضها
(الطبرانی، المستدرک ۱: ۱۵۴)

بلاشبہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے لیے شاخ کی طرح ہے جو اسے آرام دیتا ہے وہ مجھے آرام دیتا ہے اور جو اسے تنگ کرتا ہے وہ مجھے تنگ کرتا ہے۔

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تکلیف نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف ہے:

(۴) حضرت ابی حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"یقیناً فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے یعنی میرا جگر گوشہ ہے پس جس نے اسے تکلیف دی۔ اس نے مجھے تکلیف دی۔" (المستدرک ۱: ۱۵۹)

(۵) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

"بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے اس پر شدت کی اس نے مجھ پر شدت کی۔" (ایضاً)

نمونۂ عفت کاملہ:

(۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نسوانی پاکیزگی کے اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ اللہ ربّ العزت آپ رضی اللہ عنہا کی اس پاکیزگی کی بدولت آپ کو اور آپ کی اولاد کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔"

طبرانی نے اسے کبیر میں روایت کیا اور کہا کہ اس کی سند میں ضعیف ہے جبکہ حاکم نے اسی قسم کی حدیث مستدرک میں روایت کی ہے اور اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

(المستدرک ۱: ۱۵۲)

اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی اولاد پر آگ کو حرام قرار دیا:

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ:

ان فاطمة احصنت فرجها	بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکیزگی کے
فحرمها الله و فيئها على النار	باعث اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی اولاد
(مسند ابویعلی، الطبرانی، المستدرک ۱: ۱۵۲)	پر آگ حرام کر دی۔

طبرانی اس کی سند کو ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن مسند بزار میں اس قسم کی ایک حدیث منقول ہے۔ جس سے تقویت پا کر یہ حسن ہو گئی ہے۔ البتہ حاکم نے اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

یہاں آگ سے مراد جہنم کی آگ ہے۔ جو آپ کے بیٹوں کے حق میں مطلقاً حرام ہے۔

پس حدیث پاک صرف آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد پر ہی محمول ہے۔ ابوکریب رحمۃ اللہ علیہ اور جناب علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی اس کی یہی تشریح ہوتی ہے۔

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب زید بن موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ نے مامون کے خلاف خروج کیا تو اس نے آپ پر غلبہ پانے کے بعد آپ کو آپ کے بھائی علی رضا رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

زید! تجھ تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نہیں پہنچا کہ جب خون بہائے جائیں گے۔ راستے کاٹے جائیں گے اور حرام مال حاصل کیا جائے گا۔"

انہوں نے کہا، تیری ہمت بند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

"فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی پاکبازی کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کی اولاد پر آگ حرام کر دی ہے اور یہ فقط ان کے بطن مبارک سے پیدا ہونے کی صورت میں ہے۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب نے محمد بن یزید سے روایت کیا ہے کہ:

"میں بغداد میں تھا کہ انہوں نے کہا کہ علی بن علی بن رضا سے کوئی تیری ملاقات کرا سکتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔

چنانچہ ہم آپ رضی اللہ عنہ سے ملے اور سلام کر کے آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ حدیث پاک "ان فاطمه أحصنت فرجها۔۔۔الخ" عام ہے یا خاص؟

انہوں نے فرمایا کہ یہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص ہے۔

⑧ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب نہیں دے گا۔" (الطبرانی جمع الجوامع ۱:۰۰ ۱۷)

آپ کے مشاعر کی رعایت:

(۹) حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا۔

اس پر رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کے دین کو فساد لاحق نہ ہو جائے اور میں نہ کبھی حلال کو حرام کرتا ہوں اور نہ ہی حرام کو حلال۔ لیکن خدا کی قسم، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی اکٹھی ایک مرد کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

(احمد، بخاری و مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ)

دار قطنی کے مطابق اس حدیث میں عمرو بن زید ثوبانی نامی راوی وضع حدیث میں مشہور ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی عظمتِ مقام:

(۱۰) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان فاطمة و علیاً والحسن والحسین فی عظیرة القدس فی جبة بیضاء سقفها عرش الرحمن

جنت میں فاطمہ، علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ایک سفید رقبہ میں ہوں گے جسے عرشِ الٰہی نے ڈھانپ رکھا ہوگا۔

ابن عساکر نے اسے انتہائی ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ بلکہ اس کے موضوع ہونے کا بھی قول کیا گیا ہے۔ (البتہ بخاری اور ابو داؤد نے اسے معناً روایت کیا ہے)۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دشمن الٰہی کی بیٹی کا اجتماع حرام ہے:

(۱۱) حضرت مسعود بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو برسر

منبر فرماتے ہوئے سنا کہ:

"بنی ہاشم بن مغیرہ مجھ سے، اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کرنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ پس آگاہ ہو جائیں کہ انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے، اجازت نہیں ہے، اجازت نہیں ہے۔ الا یہ کہ علی رضی اللہ عنہ پہلے میری بیٹی کو طلاق دیں اور پھر ان کی بیٹی سے شادی کریں۔ میں نہ کسی حرام شے کو حلال کرتا ہوں اور نہ ہی کسی حلال شے کو حرام کرتا ہوں مگر اللہ کی قسم، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی ایک نکاح میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔"

(البخاری، کتاب النکاح)

روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی مذکور ہے کہ:

"فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے بے چین کیا اور قلق میں ڈالا اس نے مجھے بے چین کیا۔ جس نے اسے تکلیف دی، اس نے مجھے ایذا رسانی دی۔"

آپ کی رضا جوئی:

(۱۲) حضرت سرید بن عقلہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب ابو جہل کی بیٹی کے لیے پیغام نکاح بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں بات کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کے حسب کے بارے میں سوال کرتا ہے؟

عرض کیا کہ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اس بات کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟

فرمایا: نہیں، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرا ٹکڑا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس سے پریشان و غمزدہ ہو گی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں وہ کام نہیں کروں گا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں۔

کسی کے لیے جائز نہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دے:

(۱۳) اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے (دیگر نکاح کے لیے) پیغام بھیجا۔ یہ خبر جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے یہ معاملہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا۔ جس پر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کو ایذا دے۔ (الطبرانی)

(۱۴) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بنت ابی جہل کو پیغامِ نکاح بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اس سے شادی کرنا چاہتے ہو تو پھر ہماری بیٹی کو واپس بھیج دو۔ اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی دونوں اکٹھی ایک شخص کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ (الطبرانی)

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا اللہ کی رضا اور آپ کا غضب اللہ کا غضب ہے:

(۱۵) امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے فرمایا:

ان اللّٰه يرضى لرضاك ويغضب لغضبك

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری رضا سے راضی اور تیری ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے۔

(الطبرانی باسناد حسن)

قیامت میں مومنات کی سردار:

(۱۶) حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا:

يا فاطمة، اما ترضين أن تاتي يوم القيامة سيدة نساء المؤمنين
(الدیلمی، جمع الجوامع ۱: ۹۷۴)

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تو نہیں چاہتی کہ روزِ قیامت تجھے مومن عورتوں کے سردار کے طور پر لایا جائے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں آپ کی قبولیت:

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

يا فاطمة اشترى من اللّٰه و اويشق تمرة

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اللہ سے خرید، خواہ کھجور کی گٹھلی کے بدلے ہی سہی۔

دنیا کی پریشانیوں پر صبر:

(۱۸) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمة ! اصبری علی صدارة الدنیا	اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! دنیا کی پریشانیوں پر صبر کر۔

(اسے ابن لال نے مکارم میں ذکر کیا ہے)۔

آپ کے لئے شوہر کے چناؤ میں حسنِ انتخاب:

(۱۹) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمة انی ما ألیت ان انکحتك خیر اهلی	اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میں نے تیری شادی بہترین شوہر سے کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔

آپ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کی اتباع کرنا:

(۲۰) جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:
میں چاہتا ہوں کہ تو صبح و شام یہ وظیفہ پڑھے۔

یا حی یاقیوم برحمتك استغیث أسهل لی شأنی کله لا تکلنی الی نفسی مرادة عین (الخطیب، جمع الجوامع ۱:۹۷۵)	اے زندہ، اے قائم، میں تیری رحمت سے استغاثہ کرتی ہوں کہ تو میرے ہر معاملے کو درست فرمادے اور مجھے لمحہ بھر کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ فرما۔

سیدہ اور احساسِ مشغولیت:

(۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمة بنت محمد! اشتری نفسك من النار فانی لا املك لك من الله شیئًا
اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت محمد! اپنے نفس کو آگ سے بچالے کہ میں تیرے لیے بارگاہِ الٰہی سے کوئی چیز نہیں رکھتا۔

(البیہقی، جمع الجوامع ۱:۹۷۵)

آپ کے زوجِ محترم کی تعریف:

(۴۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شادی کی صبح تیار ہو کے پہنچیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے فرمایا:

یا فاطمةُ زوجك سید فی الدنیا ، مانه فی الاخرة لمن الصالحین
اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تیرا شوہر دنیا میں سردار اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

(مجمع الجوامع ۱:۹۷۵)

آپ رضی اللہ عنہا کی اپنے رب سے تعلق اور مناجات میں رغبت:

(۴۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تجھے میری یہ وصیت سننے سے کوئی امر مانع نہ ہو کہ تو کہتی رہا کر کہ:

یا حی یاقیوم برحمتك استغیث. فلا تکلنی الی نفسی طرفة عین واصلح لو شان کله
اے حی اے قیوم، میری تیری رحمت کے ساتھ تجھ سے مدد چاہتی ہوں، مجھے لمحہ بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے تمام اُمور کو درست فرما۔

(بیہقی، ابن عدی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آپ سے حسن معاملہ:

(۴۴) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے ہاں تشریف فرما تھے کہ خادمہ نے جناب علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کے آنے کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "کھڑے ہو کر میرے اہل بیت کا استقبال کرو۔" جب علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا

اپنے دونوں شہزادوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ آ چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں بچوں کو گود میں لے لیا اور ایک ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر چوما۔ (مسند احمد وغیرہ)

حسنین کریمین کا اکرام:

(۲۵) حضرت زینب بنت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے ایک پہلو میں، جناب حسین رضی اللہ عنہ کو دوسرے پہلو میں اور سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کو دامن شفقت میں بٹھا کر فرمایا:

رحمة الله وبركاة عليكم اهل بيت انه حميد مجيد

اے میرے اہل بیت! تم پر اللہ جو کہ حمید اور مجید ہے کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

(الطرانی)

مفسرین کرام کے ہاں اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اہل بیت میں کون کون شامل ہیں۔ اس سلسلہ میں چند مشہور آراء کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) اہل بیت سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ یہ قول سعید بن جبیر کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ عکرمہ، ابن سائب اور مقاتل بھی اسی مذہب پر ہیں۔

(۲) حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت ہیں اس قول کے قائلین میں امام فخر الدین رازی زمخشری، قرطبی، شوکانی، طبری، سیوطی، ابن حجر، عسقلانی، حاکم ذہبی اور احمد بن حنبل شامل ہیں۔

(۳) مفسرین کی ایک جماعت کے مطابق یہ آیت مبارکہ: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سب کو شامل ہیں۔

(۴) جبکہ ایک فریق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قبیلہ یعنی آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس کو اہل بیت میں شمار کرتا ہے۔ (عبد اللطیف عاشور)

اولادِ فاطمہ کا مقام ومرتبہ:

(۲۶) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

کل بنی آدم ینتمون الی عصبۃ الا ولد فاطمۃ فانا ولیھم وانا عصبتھم	تمام بنی آدم اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں، سوائے اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

(الطبرانی، ابو یعلی، جمع الجوامع ۱: ۶۲۲)

محبانِ اہل بیت:

(۲۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
میں، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ اور وہ شخص جو ہم سے محبت رکھتا ہوگا، قیامت کے دن اکٹھے ہوں گے ہم اکٹھے کھائیں گے اور اکٹھے پئیں گے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو الگ الگ کر دیا جائے گا۔ لوگوں میں سے ایک اس شخص کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ تیرے اعمال کے عرض و حساب کا کیا بنا؟ تو وہ جواب دے گا کہ جس طرح آسانی والوں کے ساتھ کیا گیا۔ میں اسی وقت جنت میں داخل ہو گیا تھا۔
(اسے طبرانی نے روایت کیا ہے جبکہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول الحال ہے)۔

اپنی ذات کے بارے میں جواب دہی:

(۲۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ اصطفی للّٰہ خیرًا فانی لااغنی عنك من اللّٰہ شیئا یوم القیامۃ (مسند بزار)	اے فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے لیے نیک اعمال کر، کیونکہ میں قیامت کے دن اللہ کی پناہ میں تیرے کسی معاملے کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔

تمام خواتین کی سردار:

(۲۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا فاطمۃ اما ترضین ان تکونی	اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا تو اس بات پر راضی نہیں

سیدة نساء العالمین وسیدة نساء المؤمنین
(المستدرک ۳:۱۵۶)

کہ تو تمام خواتین، خصوصاً مومن عورتوں کی سردار ہو۔

قیامت میں آپ کی آمد پر تمام کا نظریں جھکا لینا:

(۳۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد پر قیامت کے دن ایک آواز دینے والا اعلان کر رہا ہوگا:

یا اهل الجمع، غضوا بصارکم عن فاطمة بنت محمد حتی تمر
(المستدرک ۳:۱۵۳)

اے اہل اجتماع! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر، ان کے گذر جانے تک نگاہیں جھکا لو۔

رب ذوالجلال کی بارگاہ میں آپ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ:

(۳۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ روز قیامت عرشِ معلیٰ کے زیریں حصہ سے ایک منادی ندا کرے گا:

ایها الناس غضوا ابصارکم حتی تجوز فاطمة الی الجنة

اے لوگو! نگاہیں نیچی کر لو، تاکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی طرف تشریف لے جائیں۔

اسے ابوبکر شافعی روایت کرتے ہیں۔

ستر ہزار حوروں کے جلوس کے ساتھ:

(۳۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیامت میں عرش کے زیریں حصہ سے ایک منادی اعلان کرے گا:

یا اهل الجمع تکسرا رؤوسکم و غضوا ابصارکم هتر ثمر فاطمة بنت محمد علی الصراط، فتمر

اے حاضرین حشر، اپنے سر اور نگاہیں جھکاؤ تاکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گذر جائیں۔ آپ ستر ہزار حوروں کے جلو

مع سبعين الف جارية من الحور العير كمر البرق — میں برق رفتاری سے گذر جائیں گی۔

پل صراط سے آپ رضی اللہ عنہا کیسے گذریں گی:

(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً روایت کرتی ہیں کہ قیامت میں ایک منادی ندا کرے گا۔

معشر الخلائق طأطئوا رئوسكم حتى تجوز فاطمة بنت محمد فتمر عليها ربطتان خضر لوان — اے لوگو! اپنے سروں کو نیچے کرلو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جائیں۔ پس آپ گذریں گی اور آپ پر دو سبز چادریں سایہ فگن ہوں گی۔

اسے طبرانی، حاکم اور ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

سب سے پہلے جنت میں:

(۳۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا، مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا:

ان اول من يدخل الجنة انا وفاطمة — کہ سب سے پہلے میں اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت میں داخل ہوں گے۔

(اسے ابن سعد نے روایت کیا ہے)۔

جنتی خواتین میں سب سے افضل:

(۳۵) حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے:

افضل نساء اهل الجنة خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد و مريم بنت عمران و آسية بنت مزاحم — جنتی خواتین میں افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، فاطمہ رضی اللہ عنہا، مریم علیہا السلام اور آسیہ علیہا السلام ہیں۔

اسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ صرف خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر افضل ہونے پر یہ روایت قاطع اور صریح ہے:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مابین محبت وشفقت کا تعلق:

(۳۶) حضرت ابو ثعلبہ حسینی روایت کرتے ہیں:

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد جاتے۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پرسش فرماتے اور پھر اپنی ازوج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں آتے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفر سے واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو رکعت نفل پڑھے اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی طرف آئے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خیمہ کے دروازے پر مل گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے اور آنکھوں کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا۔ چنانچہ سیدہ رونے لگیں۔

فقال لاتبکی. فان اللّٰہ عزوجل بعث اباك بامر لا یبقی علی ظهر الارض جنت ولا مدر ولا حجر ولا هجر ولاشعر الادخل اللّٰہ به عزًا وذلًا

(الطبرانی، ابونعیم)

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مت رو کیونکہ اللہ رب العزت نے تیرے والد کو ایک ایسے امر کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ سطح زمین پر کوئی سرسبز وادی، شہر، پتھریلی جگہ، کوئی بستی حتیٰ کہ کوئی بال تک ایسا نہ رہ جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ اس کو عزت و وقار سے داخل نہ فرما دے گا۔

(۳۷) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انوا سافرا خر عهده ایتان فاطمة. و اوّل فلن یدخل علیه الراقدم فاطمه

(مسند احمد، البیہقی)

حیاتِ ظاہری کے آخری حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر جاتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر جاتے اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے آپ ہی کو ملاقات کا شرف بخشتے۔

میزان میں سیدہ کی حیثیت:

(۳۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اذا میزان العلم وعلی کفتاہ والحسن و الحسین خیر طه والائمة من امتی عموده وفاطمة علامته توزن فیه اعمال المحبین و المبغضین لنا

(مسند فردوس للدیلمی، حدیث ۱۰۷)

میں علم کا میزان ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت اس کے پلڑوں کی ہے اور اس کے دھاگے حسنین کریمین ہیں جبکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کی ڈنڈی ہیں اور میری اُمت کے امام اس کے ستون ہیں۔ اس میں ہم سے محبت کرنے والے اور ہم سے بغض رکھنے والوں کے اعمال تولے جاتے ہیں۔

اسم مبارک جنت کے دروازے پر:

(۳۹) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لیلة عرج بی الی السماء رأیت مکتوبا علی باب الجنة بالذی لااله الاالله محمد رسول الله علی حبیب الله. الحسن و الحسین صفوة الله فاطمة أمة الله

شب معراج میں نے جنت کے دروازے پر سونے کے ساتھ یہ کلمات کندہ دیکھے کہ اللہ کے سوا کوئی محبوب نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ علی (رضی اللہ عنہ) اللہ کے محبوب ہیں حسنین (رضی اللہ عنہما) اس کے دوست اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس کی باندی ہیں۔

(اسے دیلمی نے روایت کیا ہے۔ بعض محدثین نے اس کے موضوع ہونے کا قول کیا ہے۔)

کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے:

(۴۰) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

عرض کیا کہ وہ کون سے کلمات تھے جو حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے رب کی طرف سے توبہ کے لیے سکھائے گئے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ:

سال بحق محمد و علی و فاطمة والحسن والحسین

انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے واسطے سے اپنے رب کی بارگاہ میں گذارش کی تھی۔

سیدۃ النساء:

(۴۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: بیٹی تیری آنکھیں کیسی ہیں؟ کیا تو خواتین عالم کی سردار بننے پر راضی نہیں؟ انہوں نے عرض کیا:

فاین مریم بنت عمران قال: تلك سیدة نساء عالمها وانت سیدة نساء عالمك واللّٰه لقد زوجك سیدا فی الدنیا والاخرة

مریم بنت عمران کا کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے عالم کی عورتوں کی سردار ہے اور تو اپنے عالم کی۔ ربِ ذوالجلال کی قسم تیرا شوہر دنیا و آخرت میں سردار ہے۔

(اسے حاکم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کیا ہے)۔

(۴۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

"مریم اپنی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اپنی خواتین میں سے۔" (ترمذی)

(۴۳) حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مریم (علیہا السلام) اپنے جہان میں خواتین میں سب سے بہتر ہے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اپنے جہان میں ہیں"۔

اسے حارث بن اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔

جنتی خواتین کی سردار:

(۴۴) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة الا ماكان من مريم بنت عمران
(المستدرک ۳: ۱۵۴)

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) مریم بنت عمران کے علاوہ باقی تمام خواتین جنت کی سردار ہیں۔!

جنت کی سردار خواتین:

(۴۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سيدات اهل الجنة بعد مريم بنت عمران فاطمة و خديجة ثم بنت مزاحم

حضرت مریم علیہا السلام کے بعد جنتی خواتین کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے بعد بنت مزاحم (آسیہ) کا درجہ ہے۔

(اسے طبرانی نے کبیر اور اوسط میں رواۃ صحیح کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

مومن خواتین کی سردار:

(۴۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کی بارگاہ میں حاضر تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ رضی اللہ عنہا بالکل اپنے والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح چلتی تھیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا، اپنے دائیں جانب بٹھایا اور پھر ان کے کان میں کچھ کہا کہ آپ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ بعد ازاں پھر آپ رضی اللہ عنہا کے کان میں کچھ کہا تو آپ ہنسنے لگ گئیں۔ میں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگیں میں یہ راز فاش نہیں کر سکتی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے تو میں نے دوبارہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ:

نسألك بمالي عليك من الحق لما اخبرتني بما سارك

میرا جو حق تم پر بنتا ہے اس کی بنا پر پوچھتی ہوں کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کہا تھا؟

انہوں نے کہا کہ ہاں اب بتائے دیتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جبرئیل امین

علیہ السلام میرے ساتھ ہر سال قرآن پاک کا دور ایک مرتبہ کیا کرتے تھے مگر اس سال اس نے یہ دور دو مرتبہ کیا۔ اس بات سے میں سمجھ گیا ہوں کہ میں جلد ہی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہوں۔ پس (میرے بعد) اللہ تعالیٰ کی شریعت پابندی اور صبر کرنا۔ میں تجھ سے پہلے جانے والا ہوں۔

یہ سننا تھا کہ میں رو پڑی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اما ترضین أن تکونی سیدۃ نساء المؤمنین فضحکت

کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تو مومن خواتین کی سردار بنے۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔

(بخاری ومسلم)

جنتی خواتین کی سردار:

(۴۷) حضرت اُم المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے کچھ کہا تو وہ رو پڑیں پھر ان سے کچھ فرمایا تو وہ ہنس دیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگیں،

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے آگاہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وصال قریب ہے تو میں رو دی پھر مجھے فرمایا کہ مریم علیہا السلام کے علاوہ باقی جنتی عورتوں کی سردار میں ہوں گی تو میں ہنس دی۔

اہل بیت میں سب سے پہلے وصال:

(۴۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جبرئیل امین ہر سال میرے ساتھ ایک دورہ قرآن کرتے تھے، مگر اس سال انہوں نے دو بار دورہ کیا ہے۔ جسے میں اپنی موت کے قرب کی علامت محسوس کرتا ہوں اور تو اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے آکر ملے گی۔ اور میں تیرے لیے سب سے بہتر سلف ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہ سن کر میں رو دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا:

الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء ہذہ الامۃ او نساء المومنین. فضحکت

کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو اس امت کی عورتوں یا مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ پس یہ سن کر میں ہنس دی۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت:

(۴۹) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو وغیرہ میں مشابہت رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے، پیار فرماتے، خوش آمدید کہتے اور ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتے۔

اس طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا کھڑے ہو کر استقبال کرتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعائیں لیتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ اقدس تھام کر بیٹھنے کے لیے اپنی نشست پیش کرتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ موت میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ رو پڑیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے گمان کیا کہ وہ سب عورتوں سے زیادہ افضل ہیں کہ ابھی رو رہی تھیں اور ابھی ہنس رہی تھیں۔

وصال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس بابت دریافت کیا تو کہنے لگیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میرا وصال ہونے والا ہے تو میں رو دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھے عالم برزخ میں ملوگی تو میں خوش ہوگئی۔"

(ابن حبان)

اس روایت میں اور سابقہ روایات میں کسی قسم کی منافاۃ نہیں پائی جاتی۔ ممکن ہے یہ واقعہ آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک سے زیادہ مرتبہ پیش آیا ہوں۔ رہ گیا آپ رضی اللہ عنہا کا "رونا" اور "معاً ہنسا" تو وہ الگ الگ وجوہات کی بناء پر تھا جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر ہے جو کہ اس بات پر دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا "رونا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے خبر کی وجہ سے تھا نہ کہ کسی اور بناء پر۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہا کا "ہنسا" ملاقات کی اطلاع پر تھا۔

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی قابلِ رشک زندگی

شازیہ سلطان

بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا شمار تاریخ اسلام کی نامور ہستیوں میں ہوتا ہے جو زہد و تقویٰ، سخاوت اور صبر و استقامت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان سے بہت پیار تھا اور اس لئے جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ روایات ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے جب کہ واپسی پر سب سے پہلے مسجد میں دو نفل پڑھ کر بیٹی کے گھر رونق افروز ہوتے۔

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ ابن عمیر اپنی پھوپھی کے ہمراہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ کون پیارا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہو جاتے اور مرحبا کہتے۔ ایک مرتبہ شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرے اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب ہیں اور اے علی رضی اللہ عنہ! تم سب سے زیادہ عزیز ہو......"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی قابل رشک تھی۔ وقت وصال شہزادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حیدرِ کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وصیت کی اجازت طلب کی اور پھر ارشاد فرمایا "چار باتیں ہیں اگر میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو یا آپ پر میں نے کوئی زیادتی کی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف فرما دیجئے۔ (۱) میرے بچوں پر بہت شفقت فرمائیے۔

(۳) قبرستان میں میرا جنازہ رات کے وقت لے جائیے اس لئے کہ میری زندگی میں کسی نامحرم نے میرے قد و قامت کو نہیں دیکھا۔ (۴) میرے لئے دعائے خیر فرماتے رہئے۔

جب شیر خدا رضی اللہ عنہ وصیت سماعت فرمارہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

"اے شہزادی رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھے کبھی تکلیف دی نہ رنج پہنچایا بلکہ ہمیشہ میری دلداری کی۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عبادات الٰہی سے بے انتہا شغف تھا آپ رضی اللہ عنہا دائم الصوم تھیں۔ آپ پر ہر وقت خوفِ الٰہی طاری رہتا اور زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ اپنی والدہ کو گھر کے کام کاج کے دوران صبح وشام اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہا خشوع وخضوع کے ساتھ حمد وثنا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا زہد وتقویٰ، سخاوت اور شرم وحیاء کی پیکر تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا پردہ کی بے حد پابند تھیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال فرمایا کہ عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا عورت کی سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ وہ کسی غیر مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اسے دیکھے۔ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے ۶ ماہ بعد رمضان المبارک منگل کی شب وصال فرمایا۔ طبقات ابن سعد اور دیگر کتب کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا "فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے حسن معاشرت کیسا تھا؟" آپ رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا "فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کا ایک خوشبو دار پھول تھیں جس کے مرجھانے کے باوجود اس کی خوشبو سے میرا دماغ معطر ہے۔ انہوں نے زندگی میں کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سخاوت کے قصے مشہور ہیں۔ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ اس حال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در پر آئی کہ بچے کے جسم پر پھٹی ہوئی قمیص تھی۔ اس نے سوال کیا کہ میرے لختِ جگر کو شہزادوں کی قمیص عطا ہو جائے آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے نور العین سیدنا

امام حسین رضی اللہ عنہ کو سوتے میں جگایا اور ان کی قمیص اتار کر سائلہ کو عطا کر دی اور نورِ چشم کو ایک پرانی قمیص پہنا دی۔

اس طرح ایک بار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مفلوک الحال بدو کو آپ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ پر لائے کہ کھانے کو کچھ مل جائے حالات کچھ ایسے تھے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کئی دنوں سے فاقہ سے تھیں لیکن سائل کو دیکھ کر نہ رہ سکیں گھر پر پڑی اکلوتی چادر اٹھائی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دے کر کہا کہ چادر شمعون یہودی کے پاس بیچ کر اس کا غلہ لے لو اور بدو کو دے دو۔ شمعون اس بات سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ کلمہ پڑھ کر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر مسلمان ہوگیا۔



ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين

□ سید ابراہیم کے خط میں خط ثلث و نسخ میں قرآنی آیات

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی تابناک سیرت

مفتی محمد شفیع رضا

نبی اکرم شفیع معظم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی خاندانِ رسالت کا سب سے حسین پھول اہل بیت نبوت میں سے ایک نہایت درخشندہ و پاکیزہ ستارہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت کے بارے میں محققین میں اختلاف ہے۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ کی ولادت اظہارِ نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی، جب کہ امام ذہبی سیر اعلام النبلا میں بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سال قبل ولادت لکھتے ہیں۔ گلشن سعادت میں یہ غنچہ دلبر آراستہ ہوا تو دبستان عصمت ریاحین سے مہک کر نسیم جمال و شمیم کمال تمام عالم میں پھیلانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام مبارک فاطمہ کنیت اُم محمد اور لقب مبارک راضیہ، مرضیہ، میمونہ، زکیہ، بتول اور زہرا عنایت فرمائے، حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تربیت اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے پایاں شفقت و رافت کے سبب بچپن میں ہی کمالات ولایت شرافت ونجابت، تقویٰ وطہارت سے مزین تھیں۔ آپ کے فضائل ومناقب ایک بحرِ ذخار کی مانند ہیں جن کا احاطہ کرنا محال ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور رسول اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ وہ مجھ کو سلام پیش کرے، وہ فرشتہ اس سے پہلے زمین پہ نہیں آیا تھا پس اس نے مجھے خوشخبری دی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔" (مستدرک للحاکم)

مشہور روایت کے مطابق فاتح خیبر حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا نکاح غزوہ بدر کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ،

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ترغیب اور مشورہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا، جسے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر فوراً قبول فرمالیا، نکاح کے اخراجات کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی زرہ فروخت فرمائی جو کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے چار سو درہم میں خریدی اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تحفۃً واپس فرمادی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ایثار پر بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی بعد ازاں مسجد نبوی شریف میں مجلس نکاح منعقد ہوئی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کردیا، آپ کی شادی سادگی کا بہترین نمونہ تھی نیز آپ کا جہیز بھی نہایت قلیل اور سادہ تھا، جس میں ایک مصری کپڑے کا بستر ایک چمڑے کا تکیہ، جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، ایک پلنگ، دو مٹی کے برتن، دو چکیاں، ایک پیالہ دو چادریں، ایک جائے نماز اور ایک بازو بند پر شامل تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جنت کی خوشبو آتی تھی۔"

مستدرک میں امام حاکم سے مروی ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جب مجھے جنت کی خوشبو کا شوق ہوتا میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گردن کو سونگھ لیتا۔" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے جنت میں جائیں گی، چنانچہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ" بے شک جنت میں سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم داخل ہوں گے۔" میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے محبت کرنے والے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" وہ تمہارے پیچھے جنت میں آئیں گے حدیث صحیح الاسناد ہے۔" (مستدرک الحاکم)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتی تھیں، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو بھی گفتگو میں اور باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ نہیں پایا، اور جب وہ آتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں مرحبا کہتے اور ان کے لئے کھڑے ہوجاتے، پھر ان کا ہاتھ پکڑتے انہیں چومتے اور انہیں ساتھ بٹھالیتے۔ (مستدرک الحاکم)

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑے ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرتیں اور آپ کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں اور پھر آپ کو بٹھاتیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ میں سے آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے آپ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور جس وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اس کے بعد کہیں اور تشریف لے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا حصہ ہے جس نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ (بخاری، مسلم)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک لقب بتول ہے جس کا لفظی مطلب منقطع ہونا ہے۔ امام ابن اثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا سے منقطع تھیں، چنانچہ دن کو فرائض ونوافل کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بچوں کی پرورش گھر کا کام کاج جس میں چکی پیسنا تک شامل تھا کرتیں، نماز عشا کے بعد پروردگار کی عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جاتیں، اکثر ساری ساری رات عبادت میں گزر جاتی، لمبے لمبے قیام اور سجدوں سے راتوں کو آباد رکھتیں، اور اکثر صبح کے وقت عرض کرتیں یاالٰہی تو نے چھوٹی چھوٹی راتیں بنائی ہیں، کاش اتنی لمبی رات ہوتی کہ تیری بندی فاطمہ جی بھر کر تیری عبادت کر لیتی، حضرت زبیر بن بکار اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہم السلام کو اپنے ساتھ بٹھا کر سب پر اپنی چادر ڈال دی اور فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اے اللہ ان سے ہر طرح کی ناپاکی کو دور فرمادے اور انہیں خوب پاک اور ستھرا فرمادے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ "جنتی خواتین میں سے سب سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اطہار میں حضرت امام حسن، امام حسین حضرت محسن، حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم شامل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی خوشی سے خوش اور ناراضگی سے ناراض ہوتے تھے، امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت امام حسن وسیدنا امام حسین علیہم السلام کو دیکھا تو فرمایا "جو تم سے دشمنی رکھے میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں اور جو تم سے محبت رکھے میں اسے محبوب رکھتا ہوں"، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ کے ہوتے ہوئے آپ کے زوج حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی دوسری خاتون سے نکاح نہیں کر سکتے تھے ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قریش نے ابوجہل کی

ایک بیٹی جو مسلمان ہوگئی تھی اس سے نکاح کا مشورہ دیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی رضامندی ظاہر کردی۔ یہ بات جب حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا:" خدا کی قسم!اللہ کے نبی کی بیٹی اور نبی کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتی،اور بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے،جو چیز اسے راحت دیتی ہے وہ مجھے راحت دیتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے،تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمان نبوی ﷺ سن کر فوراً اس نکاح کا ارادہ ترک کردیا اور خاتونِ جنت کی حیات میں دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں اپنی اور ان کے وصال کی خبر دے دی تھی،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری مرض کے دنوں میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب بلایا اور ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی،جسے سن کر آپ رونے لگیں اور پھر دوبارہ ان کے کان میں کوئی بات کی جس کو سن کر آپ مسکرادیں،سرکار ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ سے اس بارے میں پوچھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ نے مجھے فرمایا میرا اس مرض میں وصال ہوجائے گا تو میں سن کر رونے لگی،جب آپ نے مجھے غمگین دیکھا تو قریب کرکے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو اور تم اپنے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھے ملوگی،تو فرماتی ہیں اس بات میں مسکرادی۔(بخاری،ابونعیم)

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں اس بات کو برا سمجھتی ہوں کہ مردہ عورت کے جسم پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے جس سے عورت کے خدوخال ظاہر ہوتے ہیں،اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی میں نے ملک حبشہ میں اس طرح دیکھا ہے،پھر انہوں نے کھجور کی سبز شاخیں منگوا کر انہیں خم دے کر ان پر چادر ڈال دی،حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر کہا کہ یہ کتنا اچھا طریقہ ہے جس سے عورت کا جسم خوب چھپ جاتا ہے اور مرد سے امتیاز بھی ہوجاتا ہے۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مبارک زندگی تمام خواتین اسلام کے لئے بہترین نمونہ ہے،جس کی اتباع میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

اور اُمور خانہ داری

مفتی اسد الرحمن قریشی

مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ میں خواتین اسلام کے لئے بڑا درس موجود ہے۔آج جب کہ امت کی بیٹیاں تہذیب کفر کی نقل میں اپنی ناموس وعزت سے بے خبر ہو رہی ہیں انہیں آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ ایک آئیڈیل خاتونِ اسلام کی زندگی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکیں۔ایک مسلمان خاتون کے لئے سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں اس کی زندگی کے تمام مراحل بچپن، جوانی، شادی، شوہر، خانہ داری، عبادت، پرورش اولاد، خدمت اور اعزا اقرباء سے محبت، غرض ہر مرحلہ حیات کے لئے قابل تقلید نمونہ موجود ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر مکرم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ایسی خدمت کی کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ہر مصیبت اور تکلیف میں آپ نے اُن کا ساتھ دیا۔سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا فاطمہ! آپ کی نظر میں کیسی تھیں؟ آپ نے فرمایا" خدا کی قسم وہ جنت کا پھول تھیں ان کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد بھی میرا دماغ ان کی خوشبو سے معطر ہے۔" تاریخ شاہد ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی کبھی کسی بھی بات پر رنجش نہیں ہوئی، دونوں نے مطمئن اور خوشگوار زندگی گزاری۔سیدہ رضی اللہ عنہا نے کبھی بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ایسا سوال نہیں کیا کہ آپ جس کے پورا کرنے سے عاجز رہے ہوں۔

تسبیح فاطمہ سلام اللہ علیہا اور گھریلو کام:

سیدہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام خود سر انجام دیتی تھیں۔کوئی خادمہ اور کنیز نہ تھی۔حضرت علی المرتضیٰ کرم

اللہ وجہہ چاہتے تھے کوئی کنیز مل جائے۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کنیز کے لئے عرض کیا گیا، آپ ﷺ نے تسبیح عطا فرمائی جو آج اہل علم کے ہاں "تسبیح فاطمہ رضی اللہ عنہا" کے نام سے معروف ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے تمام حیات اس تسبیح کو وردِ زبان بنائے رکھا پھر خدا کے اذن سے فرشتے گھر کے اُمور کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

بیٹی کی حیثیت سے باپ کی حفاظت:

آپ رضی اللہ عنہا کے بچپن کا واقعہ ہے، ایک مرتبہ حضور ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے۔ کفار کو شرارت سوجھی انہوں نے اونٹ کی اوجھڑی لا کر سجدہ کی حالت میں حضور ﷺ کی گردن مبارک پر ڈال دی۔ اس شریر گروہ کا سرغنہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ کسی نے سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کو آ کر بتایا شریروں نے یہ حرکت کی ہے۔ آپ بے چین ہو گئیں اور دوڑتی ہوئی کعبہ پہنچیں اور حضور ﷺ کی گردن سے اوجھڑی ہٹائی۔ کفار ارد گرد کھڑے ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی بیٹی نے ایک نگاہ چشم ان پر ڈالی اور فرمایا "شریرو، احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا۔" اللہ کی قدرت، چند سال بعد یہ سب جنگ بدر میں ذلت کے ساتھ مارے گئے۔

بھوکے پیٹ صبر و استقامت:

آپ رضی اللہ عنہا رفتار و گفتار، عادات اور فضائل اخلاق میں رسول کریم ﷺ کا بہترین نمونہ تھیں۔ جلیل القدر والد شہنشاہ عرب بلکہ شہنشاہِ دو جہاں تھے لیکن داماد اور بیٹی پر کئی کئی وقت کے فاقے گزر جاتے تھے۔ ایک دن دونوں میاں بیوی آٹھ پہر سے بھوکے تھے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو کہیں سے مزدوری میں ایک درہم مل گیا۔ رات ہو چکی تھی ایک درہم کے جو خرید کر گھر پہنچے، سیدہ رضی اللہ عنہا نے ہنسی خوشی اپنے خاوند نامدار کا استقبال کیا۔ جو کا آٹا پیسا، روٹی پکائی اور شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کر دی۔ جب آپ تناول فرما چکے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے خود کھانا کھایا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر ﷺ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ "فاطمہ دنیا کی بہترین عورت ہے۔"

راز کی پاسداری:

وصالِ نبوی ﷺ سے کچھ دن پہلے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خبر گیری کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے نہایت شفقت سے انہیں اپنے پاس بٹھالیا اور ان کے کان میں کوئی بات آہستہ سے کہی جسے سن کر وہ رونے لگیں، پھر حضور ﷺ نے کوئی اور بات ان کے کان میں کہی جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ جب چلنے لگیں تو جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا "اے فاطمہ تیرے رونے اور ہنسنے میں کیا بھید تھا۔" سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "جو بات حضور ﷺ نے اخفا رکھی ہے وہ میں ظاہر نہ کروں گی۔ رسول کریم ﷺ کی رحلت کے بعد ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس دن کے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ تب آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "پہلی دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا: "پہلے جبرائیل امین علیہ السلام سال میں ہمیشہ ایک بار قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، اس سال خلاف معمول دو بار کیا ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔" اس پر میں نے گریہ فرمایا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تھا: "تم اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی اور تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔" اس بات سے مجھے خوشی ہوئی اور میں مسکرانے لگی۔

(بخاری و مسلم)

گھر کی سجاوٹ اور شریعت کی پاسداری:

ایک دفعہ حضور ﷺ سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ دروازے پر ایک رنگین پردہ لٹکایا ہوا ہے اور آپ کے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ یہ دیکھ کر واپس لوٹ گئے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بہت دل گیر ہوئیں اتنے میں حضور ﷺ کے غلام رافع رضی اللہ عنہ پہنچ گئے۔ رونے کا سبب پوچھا سیدہ رضی اللہ عنہا نے ماجرا سنایا تو بولے حضور ﷺ نے پردے اور کنگن کو ناپسند فرمایا ہے۔ آپ نے دونوں چیزوں کو فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا اور کہلا بھیجا میں نے انہیں راہِ خدا میں دے دیا۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اپنی صاحبزادی کے حق میں دعائے خیر و برکت مانگی اور ان اشیاء کو بیچ کر قیمت اصحابِ صُفہ کے اخراجات میں

صرف کردی ۔ (طبقات ابن سعد)

سیدہ کی حیاتِ مبارکہ قابلِ تقلید:

جس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک بہترین کامل نمونہ ہیں اسی طرح عورتوں میں سیدہ کائنات کا مقام و مرتبہ مثالی ہے ۔ آپ کا بچپن عام بچوں کی طرح نہ تھا، بچپن ہی سے بہت عبادت گزار تھیں اور والدین کی خدمت کو اپنا فرض عین جان کر بجالاتی تھیں ۔ تنگی و مصائب فقر و فاقہ میں سیدہ رضی اللہ عنہا نے رحمت عالم ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا ۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کی تربیت چونکہ اللہ کے محبوب ﷺ نے خود فرمائی ۔ اسی لئے آپ مکمل شرم و حیاء عفت و عصمت پاکیزگی و سادگی کا پیکر تھیں ۔ مذہب نے عورت کی کیا حیثیت قرار دی تھی، محافظانِ دین و ملت نے نسوانی حقوق کا معیار مقرر کرنے میں کس قدر عدل پروری سے کام لیا تھا، تدبیر منزل کی کیا صورتیں تجویز کی تھیں، اولاد کی نشو ونما میں "ماں" کو کیا مخصوص درجہ دیا تھا اور گھر میں رہ کر عورت کے کیا امور و مشاغل قرار دیئے تھے، ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت میں جمع فرما دیا ہے ۔ عصرِ حاضر میں عورت کی آزادی نے وہ بھیانک صورتیں اختیار کرلی ہیں جس کے تصور سے انسانیت لرزہ براندام ہے ۔ ایک وقت وہ تھا کہ عورت شوہر کے گھر کی ملکہ اور زینت سمجھی جاتی تھی اور آج وہ شمعِ محفل ہے ۔

پردہ کو خیرباد کہہ دینے اور حیا کو رخصت کرنے کے جو بدنتائج ہمیں نظر آتے ہیں اس سے نسوانی آزادی کے حامی بھی نفرت کرتے جارہے ہیں لیکن اب یہ بڑھتا ہوا سیلاب اس وقت تک نہیں رک سکتا جب تک کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرتِ طیبہ نہ اپنائی جائے ۔ آج ہماری نام نہاد تنظیموں نے معاشرہ میں عورت کو شانہ بشانہ چلنے کا سبق دے کر اس سے وہ عزت چھین لی جو آقا نامدار ﷺ نے عورت کو عطا فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہر مسلمان بہن کو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی حیات کی چند جھلکیاں

مولانا محمد علی حسین البکری رحمۃ اللہ علیہ

تمام حمد وثنا اسی خالق جلیل واکبر کی ہیں جس نے آفتابِ مو المتاب مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام عالموں کو منور فرما کر ہم غلامانِ بارگاہ کو اس کے سایۂ رحمت میں پروردہ فرمایا اور درود نامسدود اسی ذات اطہر پر نازل ہو کہ ذاتِ اقدس کو عین رحمت تمام جہانوں کے لئے مبعوث فرمایا اور حضور کی آل اطہار پر کہ جن کو سفینۂ نجات گردانا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ واخیار پر کہ جن کو اس ذات اعظم کی صحبت کا شرف بے غایت بخشا اور تمام اُن کے نیک متبعین ومحبین پہ بھی جو کہ تاقیامِ قیامت ان کے طریق مستحکم پر قائم رہیں آمین وسلم تسلیمًا کثیرًا۔

امابعد یہ چند کلماتِ عقیدت سماعت مختصر سیرت ومناقب لختِ جگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف المخلوقین سیدۃ النساء العالمین حضرت سیدتنا ومولاتنا فاطمۃ الزہراء البتول رضی اللہ عنہا وارضاہا میں باصرار بعض محبین باخلاص وتمکین نہایت عجلت میں قلم بند کئے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے کرم خاص سے شرفِ قبولیت بخشے اور اس حقیر سراپا تقصیر عبد ضعیف محمد علی حسین صدیقی اور اولاد وذریت حقیر کے لئے ذریعۂ نجات وحصول عز وافتخار دارین کا بنائے اور حضرت سیدہ مطہرہ اور ان کی ذریت طاہرہ کی محبت وغلامی کا تاج ہم سب کے سروں پر دارین میں بر قرار رکھے۔ آمین۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت میں متعدد روایات ہیں۔ صحیح تر یہی ہے کہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ حضرت سیدتنا اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سب سے

اخیر اولاد ہیں۔نام مبارک آپ کا فاطمہ رضی اللہ عنہا رکھا گیا۔جس کے لئے ارشاد عالی نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ سے منقطع فرمایا ہے۔فطم مصدر ہے جس کے معنی منع اور قطع کے ہیں۔اسی لئے جب بچہ شیر خوار کا دودھ بند کیا جاتا ہے تو اس کو فطام کہتے ہیں یعنی دودھ ماں کا اس سے بند اور قطع کر دیا گیا اور چھڑا دیا گیا۔

بعض الفاظ شریفہ میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ کو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو دوزخ سے اللہ تعالیٰ نے چھڑا دیا ہے۔اسی لئے نام مبارک آپ کا فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوا۔

لقب شریف آپ کا زہرا اور بتول ہے۔زہرا کا سبب تسمیہ یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مطہرہ کو حق تعالیٰ نے مثل دیگر مستورات کے ایام معمولی حیض و نفاس سے پاک فرمایا تھا۔اور بتول کا سبب تسمیہ یہ ہے کہ بتول کے معنی ہیں منقطع کے۔یعنی آپ اپنی فضیلت دین اور نسب اور افضلیت میں بے مثل ہیں۔آپ کا عورتوں میں کوئی ہمسر نہیں اس لئے اپنی رفعت مقامی میں تمام عورتوں سے منقطع رہیں۔کسی کو آپ کے مقام کی دسترس ہی نہیں۔

کنیت شریفہ آپ کی اُم محمد تھی۔بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ کی ولادت بعد بعثت شریفۂ نبویہ کے ایک سال بعد ہوئی مگر یہ روایت بالکل بے اصل اور غیر صحیح ہے۔کسی طرح اس کا ثبوت درست نہیں۔صحیح قول وہی ہے جو اوپر لکھا گیا۔

اللّٰھم ادم دیم الرضوان علیھا الخ۔

فضائل و خصائل:

امامین بخاری و مسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن (مرض وفات شریف میں) خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں کہ ان کی چال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روش مبارک سے چھپی ہوئی نہ تھی۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک اُن پر پڑی تو فرمایا مرحبا ہو میری بیٹی کے لئے۔پھر اپنے بازو اُن کو بٹھایا اور کان میں کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ زار زار رونے لگیں۔جب ان کا یہ غم ملاحظہ فرمایا تو پھر دوبارہ ان سے سرگوشی فرمائی پس وہ ہنسنے لگیں۔

جب وہ خدمت اقدس سے اٹھیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا آپ

سے سرگوشی فرمائی۔ فرمایا کہ میں حضور ﷺ کا راز افشا نہیں کر سکتی۔ پھر جب حضور انور ﷺ نے وفات پائی تو میں نے ان سے کہا کہ میں اس حق کی قسم آپ کو دیتی ہوں جو کہ میرا آپ پر ہے یعنی بوجہ ام المومنین ہونے کے مجھے بتائیے کہ حضور ﷺ نے آپ سے کیا سرگوشی فرمائی تھی۔

انہوں نے فرمایا کہ ہاں اب البتہ بتاؤں گی۔ پہلی بار سرگوشی میں مجھ سے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن کا دور ایک بار کیا کرتے تھے۔ اس بار انہوں نے مجھ سے دو بار دورِ قرآن کیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ میری قریب وفات کی علامت ہے۔ پس بیٹی تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا۔ پس تحقیق میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ جب میرا یہ حال ملاحظہ فرمایا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تم تمام جنت کی بیبیوں کی سردار ہو۔

نیز امامین بخاری و مسلم حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے بدن کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس نے ان کو غصہ کیا اس نے مجھ کو غصہ دیا۔ اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔

امام ترمذی جمیع بن عمیر سے راوی ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے میں نے پوچھا کہ حضور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ کون پیارا تھا فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پھر کسی نے ان سے پوچھا کہ مردوں میں۔ فرمایا اُن کے شوہر۔ جہاں تک میرا علم ہے وہ بڑے نمازی بڑے روزہ دار تھے۔ یعنی حضور کے اقرباء میں سب سے زیادہ پیاری حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا اور پھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔

یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد میں یا بعض دیگر آئندہ روایات میں جو محبوبیت وارد ہے وہ اقرباء کے اندر مخصوص ہے۔

امام احمد و امام ترمذی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنی والدہ سے اجازت لی کہ مجھے اجازت دو کہ میں حضور کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے دعائے مغفرت طلب کروں۔ چنانچہ میں حاضر بارگاہِ نبوی ہوا اور مغرب و عشاء کی نماز حضور کے ساتھ ادا کی۔ جب بعد نماز عشاء کے حضور ﷺ مسجد شریف سے برآمد ہوئے تو میں پیچھے ہولیا۔ راہ میں کسی نے حضور ﷺ کو روکا میں بھی پیچھے رک گیا پھر آگے بڑھے میں

بھی پیچھے ہولیا تو حضور ﷺ نے میری آواز سنی اور فرمایا۔

کون ہے؟ کیا حذیفہ ہو؟ میں نے عرض کیا بے شک حضور ﷺ میں حذیفہ ہوں۔ فرمایا۔ کیا تمہاری حاجت ہے اللہ تم کو بھی بخشے اور تمہاری ماں کو بھی بخشے؟ پھر فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا اس کو جس نے مجھے راہ میں روکا تھا۔ میں نے عرض کیا بے شک دیکھا میں نے یارسول اللہ۔ فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ تھا جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس نے اپنے رب سے میری زیارت کی اجازت لی اور میرے سلام کو آیا اور مجھے بشارت دی کہ تحقیق فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنت کی بیبیوں کی سردار ہیں اور تحقیق حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ تمام نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کے پیارے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضور انور ﷺ کے درِ اقدس پر بیٹھا تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ ہمارے لئے حضور سے حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ اجازت چاہتے ہیں۔ مجھ سے فرمایا جانتے ہو کیوں آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ فرمایا لیکن میں جانتا ہوں۔ آنے دو۔

پس دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور ﷺ سے دریافت کریں کہ حضور ﷺ کو اپنے اقرباء میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا فاطمہ بیٹی محمد (ﷺ) کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد دیگر اقرباء غیر اہل میں ہے۔ فرمایا کہ ان میں سے زیادہ محبوب مجھ کو وہ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور میں نے انعام کیا ہے (یعنی حضرت زید بن حارثہ جو کہ متبنیٰ صاحبزادے حضور ﷺ کے تھے) انہوں نے عرض کیا اُن کے بعد کون زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ نے اپنے چچا کو سب کے آخیر میں ڈالا۔ فرمایا کہ اے چچا علی تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے ہیں۔

اس حدیث شریف سے بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی جو کہ حبّ رسول اللہ ﷺ پکارے جاتے تھے کوئی افضلیت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ پر ثابت نہیں ہوتی۔ افضلیت شئے دیگر ہے اور محبت کے درجات بہت ہیں۔ نیز حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدتنا فاطمہ اور حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا

امام حسین رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن کا دشمن ہوں۔

حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی جانب میں عرض کیا کہ ہم دونوں میں کون حضور کو زیادہ محبوب ہے میں یا فاطمہ۔ فرمایا کہ فاطمہ مجھ کو زیادہ محبوب ہیں اور تم مجھ کو زیادہ عزیز ہو۔

امام دار قطنی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے حضرت جناب سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تمام خلقت میں آپ کے والد اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہم کو کوئی پیارا نہیں اور ان کے بعد آپ سے زیادہ ہم کو کوئی محبوب نہیں۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس رونق افروز ہوتے تو مسجد شریف میں دوگانہ تحیۃ المسجد ادا فرما کر سب سے اول حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ میں تشریف لے جاتے اور ان کو محبت سے پیار فرماتے۔ اس کے بعد پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے یہاں تشریف لے جاتے۔ اسی طرح جب سفر پر تیاری فرماتے تو سب سے آخر چلتے ہوئے بھی حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ میں تشریف لے جاتے اور ان سے رخصت ہو کر سفر پر روانہ ہو جاتے تھے۔

حافظ ابن عبد البر اپنی سند سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اے بیٹی کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بیمار ہوں اور میری بیماری یوں اور زیادہ ہو رہی ہے کہ میرے پاس کچھ کھانے کو بھی نہیں۔ فرمایا! اے بیٹی کیا تم اس سے خوش نہیں ہوتیں کہ تم سردار تمام جہانوں کی بیبیوں کی ہو۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے باپ پس کہاں ہیں مریم بنت عمران۔ فرمایا وہ اپنے عالم کی بیبیوں کی سردار ہیں اور تم اپنے عالم کی بیبیوں کی سردار ہو یعنی تمہارا عالم تمام عالموں سے بہتر ہے۔ اس لئے تمہارے لئے عام مطلق سرداری تمام جہانوں کی بیبیوں پر متحقق ہوئی جس پر آیت کریمہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ شاہد عدل ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ تمام اولین و آخرین میں اللہ تعالیٰ کے حضور بزرگ ترین ہوں۔ اور بلاشبہ سیدہ مطہرہ حضور کا جزو ہیں اور جگر پارہ ہیں۔ اسی لئے آپ اس رفعت میں

یکہ و مفرد ٹھہریں۔

شیخین وغیر ہمار وایت کرتے ہیں متعدد صحابہ کرام سے کہ فرمایا حضور رسول اللہ ﷺ نے کہ مردوں میں بہت باکمال ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں کمال اتم کو نہ پہنچیں مگر مریم بیٹی عمران کی اور آسیہ بیٹی مزاحم کی فرعون کی بیوی اور خدیجہ بیٹی خویلد کی اور فاطمہ بیٹی محمد ﷺ کی۔ امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور انور ﷺ نے کہ میری بیٹی حور ہے۔ بہ شکل آدمی نہ ان کو حیض آتا ہے نہ ان کے ایام نفاس مقرر ہیں جو زچگی میں ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے زمین پر چار خط کھینچے پھر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیا ہیں۔ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا کہ جنت کی تمام بیبیوں میں خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ اور مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران اور آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم افضل ترین ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ چھ ماہ تک حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ پر سے گزرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ اے گھر والو نماز کو اٹھو۔ اے اہلِ بیت محمد نہیں ہے بجز اس کے کہ ارادہ فرمالیا ہے اللہ نے کہ ہر آلائش دور فرمادے تم سے ہر ناپاکی اور پاک کردے تم کو خوب پاک کردینا حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تحقیق اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے تمہارے غضب سے اور راضی ہوتا ہے تمہاری رضامندی سے۔ نیز حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ سنا میں نے حضور رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے کہ جب دن قیامت کا ہوگا تو حجابِ عظمت کے پیچھے سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے محشر والو اپنی آنکھیں بند کرلو یہاں تک کہ گزر جائیں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ۔ پس ان کی سواری مبارک گزرے گی۔ ان کے بدن مبارک پر دو سبز حلّے ہوں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ دو سرخ حلّے ہوں گے۔

سبحان اللہ کیا عظمت شان ختم نبوت ﷺ کو انتساب ذات اطہر کا یہ عز و شرف ہے کہ اس مجمع اولین و آخرین میں کسی کے لئے بھی یہ منادی نہ ہوگی۔

یہی شان امتیاز خاص حضرت بتول علی ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔

حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ رفتار میں اور گفتار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا اور جب وہ حاضر خدمت ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے قیام فرماتے اور مرحبا کہتے اور ان کو بوسہ دیتے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی معمول رکھتی تھیں۔

امام طبرانی بہ سند ثقات روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نہ تم کو عذاب دے گا نہ تمہاری اولاد میں سے کسی ایک کو۔ کیوں نہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل طاہر آپ ہی کی ذات کریمہ میں منحصر ہے۔ اس نسبت مطہرہ کی عزت و رفعت شان کی کیا نہایت ہے کہ خود سلامتی تمام محبین مخصلین کے لئے قرار پائی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک ہی میدان میں جمع فرمائے گا تو عرش مجید کے اندر سے ایک آواز گونجے گی کہ جلیل جل جلالہ فرماتا ہے کہ اے محشر والو سب اپنے سر نیچے کرلو اور سب اپنی آنکھیں بند کرلو پس تحقیق فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر سے گزرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ یہ آپ کی حیا کا وہ مقام اکمل ہے کہ جس کے رتبہ کو حق تعالیٰ محشر میں تمام اولین و آخرین پر ظاہر فرمائے گا جو کہ مکتب ہے حیاء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ صحاح میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت شریفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور کا وصف فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء پردہ میں بیٹھنے والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ تھی۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ عورتوں کے لئے کیا چیز سب سے بہتر ہے۔ سب چپ ہو گئے۔ میں نے واپس آکر حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورتوں کے لئے کیا چیز سب سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ کہ مرد اُن کو نہ دیکھیں میں نے ان کا یہ جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا تو سن کر فرمایا۔ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے بدن کا ایک ٹکڑا ہیں۔

یہ حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کا معدن پاک اصلی تھا۔ حتیٰ کہ بعد وفات کے بھی آپ کو اس کا اہتمام رہا۔ جس کی تفصیل آئندہ آپ کی وفات شریف کے بیان میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہی سند ہے جو کہ آپ کے فاتحہ و نیاز شریف میں مستورات یہ اہتمام رکھتی ہیں کہ اس جگہ

میں کوئی ناپاک عورت یا مرد داخل نہ ہو۔ اس پر اعتراض کرنا عین جہالت و نادانی بے ادبی سے خالی نہیں۔

جس ذاتِ مقدسہ کے گزرنے کے لئے تمام اولین و آخرین کو سر نیچے کرنے اور آنکھیں بند کرنے کا فرمان رب جلیل کے حضور سے صادر ہو اس کے لئے جتنا اہتمام پردہ کا کیا جاوے عین مقتضاء ادب ہے۔ ادب ہی پر مدار اصلاحِ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی کی سخت مہلک مصیبت سے بچائے اور حقیقی طہارت اور پابندی نماز ہمیں نصیب ہو۔ آمین۔

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی کتخدائی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے ماہ رمضان المبارک ۲ ہجری میں ہوئی۔

آپ سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا پیام دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کمسن ہیں۔ پھر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پیام دیا ان کو بھی وہی جواب عطا ہوا۔ پھر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے پیام دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ہی لئے اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیاہ تمہارے ساتھ کردوں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ مہر تمہارے پاس کیا ہے۔ عرض کیا۔ حضور کچھ نہیں۔ فرمایا وہ زرہ کہاں ہے جو تم کو بدر میں غنیمت سے ملی تھی۔ عرض کیا کہ موجود ہے۔

چنانچہ وہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کر کے چار سو مثقال چاندی کا تکملہ کر کے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اس میں سے ایک تہائی کا عطر و خوشبو خرید اجاوے۔ بقیہ میں ان کا جہیز حسب ذیل تیار کرایا گیا۔ کچھ ملبوس مبارک اور ایک گدا چمڑے کا جس میں کھجور کی لیف بھری تھی اور بالوں کی ایک بساط اور ایک دنبہ کی کھال دباغت شدہ اور ایک قالین اور دو پانی کی کنالیاں اور ایک چارپائی کھجور کے بان سے بنی ہوئی اور ایک مشکیزہ دودھ دہی کا ایک پیالہ لکڑی کا ایک چکی۔ یہ ہے مسلمانو حضرت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کا جہیز کہ جن سے افضل و بہتر کوئی بی بی اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا فرمائی۔

نکاح کے دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ جاؤ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف اور سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص اور زبیر رضی اللہ عنہ اور چند اکابر مہاجرین اور انہیں کی تعداد میں اکابر انصار فلاں فلاں بلا لاؤ۔ جب سب جمع ہو گئے تو خطبہ نکاح پڑھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تحقیق اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے کر دوں لہٰذا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی رضی اللہ عنہ سے بیاہ دیا چار سو مثقال چاندی مہر پر اگر علی رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہوں سنت قائمہ اور فریضہ واجبہ پر اللہ ان کو آپس میں خوب ملا دے اور دونوں میں برکت دے اور ان دونوں کی نسل کو پاکیزہ فرما دے اور ان دونوں کی نسل کو رحمت کی کنجیاں اور حکمت کے معدن اور اُمت کے لئے اماں بنا دے۔ یہ کہا میں نے اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اپنے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی۔ اس کے بعد ایک طبق میں کھجوریں حاضر کی گئی تھیں وہ صحابہ کرام کے روبرو رکھا گیا ہے اور حکم نبوی ہوا کہ اس کو لوٹ لو۔

اسی اثناء میں حضرت علی شیر خدا حاضر ہوئے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کسی کام کے لئے گئے ہوئے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملاحظہ فرما کر تبسم فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ اللہ نے مجھ کو صحیح فرمایا کہ میں تم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا بیاہ دوں۔ لہٰذا میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر کر دیا اگر تم راضی ہو۔

انہوں نے عرض کیا کہ میں راضی ہوا اور میں نے قبول کیا یا رسول اللہ یہ کہہ کر حضرت شیر خدا سر بسجود ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر اس نعمت بے غایت پر ادا کیا۔

جب انہوں نے سر سجدہ سے اٹھایا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا۔ اللہ تم دونوں کا بخت بلند فرمائے اور تم سے بکثرت اچھے بندے بندیاں نکالے۔

یہ روایت بیان کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم ان دونوں سے بکثرت اچھی اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔

ماہ ذی الحجہ سنہ مذکورہ میں رخصتی کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے دولت خانہ کو رخصت فرمایا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا ہونا بھی ثبوت ہے۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو فرمان نبوی آیا کہ جب تک ہم نہ آئیں کچھ نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور مکان کے ایک گوشہ میں بٹھادی گئیں۔ میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ پس تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا۔ میرا بھائی یہاں ہے حضرت اُم ایمن نے عرض کیا یارسول اللہ کیسا حضور کا بھائی۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی صاحبزادی بیاہ دی ہیں۔ فرمایا ہاں۔ پھر مکان کی کوٹھڑی میں تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ پانی لاؤ۔ وہ بوجہ کمالِ شرم کے اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئیں بہکتے ہوئے پیروں سے جاکر لکڑی کے پیالہ میں پانی لائیں اور پیش کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں کلی فرما کر ڈال دی اور فرمایا آگے آؤ۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آگئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پانی حضرت سیدہ کے سر مبارک اور سینہ مبارک پر چھڑکا اور فرمایا۔ اے اللہ میں اس کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اس کی ذریت کو بھی راندے ہوئے شیطان سے۔ پھر فرمایا۔ پشت کرو۔ وہ پشت کر کے کھڑی ہو گئیں۔ بقیہ پانی ان کے دونوں شانوں کے درمیان چھڑکا اور پھر دوبارہ عرض کیا۔ اے اللہ میں اس کو اور اس کی ذریت کو بھی تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ راندے ہوئے شیطان سے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے۔ پانی میرے پاس لاؤ۔ میں سمجھ گیا کہ مجھ کو بھی یہی حکم ہے۔ میں بھی وہی پیالہ بھر کر لے کر حاضر ہوا۔ میرے ساتھ بھی یہ عمل فرمایا۔ اور وہی دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اور اپنے گھر والوں پر داخل ہو۔ اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ۔ بعض روایت میں اس کے برعکس ہے کہ اوّل حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پھر حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہ عمل فرمایا پھر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں نے اپنے قرابت داروں میں سب سے زیادہ جو مجھ کو پیارا ہے اس کے ساتھ تمہارا بیاہ کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی قسم میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو کہ سردار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ایک روایت میں ہے کہ بعد نماز عشاء کے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہوئے اور ایک پانی کے برتن میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال کر حکم دیا کہ اے علی رضی اللہ عنہ اس کو پیو اور اس میں سے وضو کرو۔ پھر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسی طرح پینے اور وضو کرنے کا اسی پانی سے حکم دیا اور دعا

فرمائی۔ پھر دروازہ بند کر کے تشریف لے جانے لگے تو حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو فرمایا کیوں روتی ہو۔ میں نے تم کو ایسے کے ساتھ بیاہا ہے جو کہ اُن میں اسلام لانے میں قدیم اور اخلاق میں اُن میں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نہایت برگزیدہ ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں حاضر تھے۔ اس سے بہتر شادی میں نے نہیں دیکھی۔ تمام گھر ہم نے خوشبو سے بھر دیا تھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے واسطے منقے اور کھجور مہیا فرمائے تھے۔ ولیمہ کی دعوت کے لئے ایک اونٹ ذبح کرایا گیا اور اس کے گوشت پر ثرید بنایا گیا یعنی اس کے شوربے میں روٹی توڑی گئی اور عام دعوت مدینہ طیبہ والوں کو دی گئی اور اس طرح یہ مبارک تقریب سرانجام پائی۔

حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی حیات شریفہ میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ پر ان کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام تھا۔

ایک بار خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت چاہی کہ وہ ابوجہل کی لڑکی علی رضی اللہ عنہ کو بیاہیں پس میں ہرگز اجازت نہیں دیتا پھر ہرگز اجازت نہیں دیتا پھر ہرگز اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ علی رضی اللہ عنہ ایسا چاہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اس لئے کہ وہ میرا ایک ٹکڑا ہیں جو چیز ان کو تکلیف میں ڈالے وہ مجھے تکلیف دے گی اور جس شئے سے ان کو اذیت ہو وہ مجھے اذیت دے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور عدو اللہ کی لڑکی ایک ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور واضح ہے کہ اذیت جناب اقدس مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام صریح ہے اور بالقصد ایسا کرنا کفر صریح ہے۔

آپ سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں اور بروایتے تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن کے اسمائے گرامی بالترتیب حسب ذیل ہیں:

☆ حضرت امام ابومحمد الحسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ
☆ حضرت امام ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ
☆ حضرت محسن رضی اللہ عنہ
☆ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
☆ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

☆ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت محسن رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا صغیر سنی میں رحلت فرمائے دار البقاء ہوئے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے چچا زاد برادر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کو منسوب ہوئیں جن کی نسل مبارک بکثرت موجود ہے۔

حضرت اُم کلثوم کی نسبت امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان سے ایک صاجزادے زید بن عمر رضی اللہ عنہ اور ایک صاجزادی حضرت رقیہ ہوئے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اُن کی نسبت یکے بعد دیگرے اپنے تینوں چچا زاد برادروں سے ہوئی۔ پہلے حضرت عون پھر حضرت محمد پھر حضرت عبداللہ، اولاد حضرت جعفر بن ابی طالب سے۔ حضرت عبداللہ کے حبالۂ نکاح میں ان کی اور ان کے صاجزادے حضرت زید بن عمر کی ایک ہی وقت میں وفات ہوئی۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی وراثت کا مستحق نہ ٹھہرا۔

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت طاہرہ تمام عالم میں منتشر ہے اور رہے گی۔ یہی ہر دو وہ شہزادے ہیں کہ ان کا حکم حضور کی جناب اطہر میں صلبی اولاد کا حکم ہے۔

شمائل و زہد و تقویٰ:

امام ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا انہوں نے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشابہ تر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ رفتار میں گفتار میں، روش میں، نشست و برخاست میں اور ہر انداز میں۔ اس روایت میں تمام حلیہ شریفہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا جمع ہے کہ جس پر مزید نہیں ہو سکتا۔

امام احمد حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک روز ان کو نماز صبح کی حاضری میں دیر ہو گئی۔ جب حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ آج تم نے کہاں دیر کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے درِ دولت سے گزر رہا تھا کہ میں نے صاجزادے کے رونے کی آواز سنی اور خود حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا چکی پیسنے میں مشغول تھیں۔ مجھ سے ضبط نہ ہوا میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ آپ اجازت دیں تو میں چکی پیسنے کی خدمت انجام دوں اور چاہیں تو میں صاجزادے کو بلاؤں۔

فرمایا کہ نہیں میں اپنے فرزند پر تم سے زیادہ شفقت رکھتی ہوں۔اسی گفتگو نے مجھ کو دیر کرادی۔نیز امام احمد بہ سند جید اور دیگر ائمہ حدیث بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں کہ ایک بار بہت غلام ولونڈیاں غنیمت کی بارگاہِ نبوی ﷺ میں لائی گئیں۔میں نے آ کر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضور کی جناب میں آج بکثرت لونڈی غلام آئے ہیں۔آپ کے ہاتھوں میں چکی پیتے پیتے گڑھے پڑ گئے ہیں۔لہٰذا آپ جا کر خدمت اقدس میں عرض کیجئے کہ ایک لونڈی اور ایک غلام آپ کو مرحمت فرمائیں کہ لونڈی آپ سے یہ بوجھ اٹھا سکے اور غلام میرا بیرونی بوجھ ہلکا کر سکے۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے۔آپ خود عرض کیجئے۔میں نے کہا آپ کو مجھ سے زیادہ جرأت ہے۔اللہ کی قسم کہ میں نہ عرض کروں گا۔آخر باصرار حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا حاضر خدمت ہوئیں۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے جا کر عرض کیا فرمایا۔اے بیٹی اللہ کی قسم میں اصحابِ صفہ کو جو کہ بھوک سے پتھر باندھتے ہیں چھوڑ کر تم کو نہیں دوں گا۔

دوسری روایت ہے کہ جب حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا دولت خانہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لائیں حضرت ام المومنین نے آپ کا استقبال وخیر مقدم کیا۔حضور انور ﷺ مسجد شریف میں غنیمت کی تقسیم میں مصروف تھے۔

سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا انتظار کر کے واپس ہونے لگیں تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں آج اس وقت کس ضرورت سے آپ تشریف لائی ہیں۔بہت اصرار کے بعد اصل مقصد حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا۔اور فرمایا کہ مجھے کہتے ہوئے حیا آتی ہے۔آپ حضور (ﷺ) سے عرض کر دیں۔

چنانچہ جب حضور انور ﷺ رونق افروز ہوئے تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی حاضری اور سارا ماجرا عرض کیا۔سن کر سکوت فرمایا۔بعد نماز عشاء کے حضور انور ﷺ ان کے دولت خانہ پر رونق افروز ہوئے تو دونوں حضرات سونے کے لئے لیٹ چکے تھے۔ایک ہی گدا اور ایک ہی چادر تھی کہ جس میں لیٹے ہوئے تھے۔

جب حضور اشرف الخلق ﷺ داخل دولت خانہ ہوئے تو دونوں حضرات نے تعظیماً برخواست ہونا چاہا تھا کہ حکم عالی ہوا کہ اپنی اپنی جگہ رہو۔پھر تشریف لا کر چارپائی پر دونوں حضرات

کے سینہ ہائے مبارکہ کے درمیان جلوس فرمایا۔ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اب تک میں اس نشست عالی کی ٹھنڈک اور خنکی اپنے سینے میں پاتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اے جانِ پدر عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے تمہارا آنا بیان کیا اور جو تمہارا معروضہ تھا وہ بھی بیان کیا جو مجھے معلوم ہوا۔ لہٰذا کیا میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتا دوں جو کہ لونڈی اور غلام سے تمہارے لئے بہتر ہو ہم دونوں نے عرض کیا کہ ضرور حضور فرمائیں تو ارشاد فرمایا کہ جب شب میں اسی طرح اپنے بستر پر لیٹ جایا کرو تو تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ تینتیس (۳۳) بار الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لئے لونڈی غلام سے بہتر ہے۔ ایک روایت میں آیۃ الکرسی شریف کا بھی اضافہ وارد ہوا ہے۔

سبحان اللہ کیا تعلیم پاک ہے۔ ترک الدنیا کی اور دنیا کی تمام رفاہیت ولذائذ وعیش کو ہیچ اور محض فانی سمجھانے کا ایک عجیب عالی شان نسخہ ہے۔ ہر دو (۲) حضرات کے ذاتی مراتب عالیہ کے لئے جو کچھ اسرار اس تعلیم مقدس میں ہیں وہ تو ہیں۔ آئندہ کے اپنے غلامان امت کی تہذیب اخلاق کے کیسے کیسے عظیم الشان راز اس میں ہیں۔ کہ مرفہ الحال اشخاص کو اقتداء کی مہمیز کا کام دے اور غیر مستطیع وتنگ حالوں کے لئے دلی تسلی اور سُرورِ قلبی کا ذریعہ ہو۔ اور بوجہ تنگ دستی کے کسی کا دل نہ ٹوٹے۔ اور سب کو اسوۂ حسنہ نصیب ہو۔ اور دنیا کی ناپائیداری کا بہترین سبق لے کر اس کی طرف سے منہ موڑ کر صلاحِ آخرت میں ہر ایک کوشاں رہے۔ **جزی اللّٰہ عنا سیدنا محمدًا** ﷺ **بما ھو اھلہ۔** حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کا معمول شریف تھا کہ ہفتہ میں ایک بار ضرور اور اکثر دو بار بھی حضرت سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے احد شریف کو تشریف لے جایا کرتیں اور حضرت کے مزار انور کی جاروب کشی بہ نفس نفیس کیا کرتیں۔

جس روز کہ حادثۂ اعظم وفاتِ نبوی ﷺ سے تمام مدینۂ طیبہ رنج وغم سے سیاہ ہو گیا تھا۔ جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دفن سے فارغ ہوئے تو آپ کے درِ دولت پر ادائے تعزیت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خادم خاص بارگاہِ رسالت ﷺ کو مخاطب کر کے نہایت درد بھری آواز سے فرمایا کہ اے انس کیا تمہارے دلوں کو اس سے قرار آگیا کہ تم نے حضور رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی میں چھپا دیا۔

یہ کلمات ایسے پُراثر تھے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو سن کر زاروقطار رو پڑے اور سب پر ازسرِنو ماتم تازہ ہوا۔ سب کے جانے کے بعد آپ قبر اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئیں اور کھڑے ہو کر دیر تک گریہ فرماتی رہیں۔ پھر ایک مشت خاکِ پاک اٹھا کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور چہرۂ انور سے ملی پھر یہ شعر پڑھے:۔

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ　　اَنْ لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا　　صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

یعنی جس نے حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربتِ پاک سونگھ لی وہ اگر تمام عمر بہترین خوشبوئیں نہ سونگھے تو اس کو کچھ پرواہ نہیں۔ اس وقت مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں کہ اگر روز روشن پر ٹوٹتیں تو وہ بھی اندھیری راتیں ہو جاتے۔

اس کے سوا بھی آپ کے اشعار مرثیہ جناب اقدس نبوی میں ہیں جن کا ہر ہر حرف نہایت دردناک ہے۔ آپ کو وفاتِ نبوی کے بعد کبھی ہنسی نہ آئی اور نہ کبھی ہنستے یا تبسم فرماتے ہوئے دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ رحلت فرمائیں۔

اللّٰھم ادّم ادیم الرضوان علیھا الخ۔

وصال اور روضہ اقدس:

حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ مطہرہ سے سرگوشی مذکور ہوا ہے اس میں بعض روایات میں یہ کلمات بھی موجود ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کو یہ بھی فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تم سب سے اول مجھ سے آملوگی۔ چنانچہ یہی کلام حق پورا ہوا۔ اور تقریباً چھ ماہ بعد وفات شریف نبوی کے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس عالم سے پردہ فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شریف کا صدمہ آپ کو ایسا لگا کہ وہ رحلت تک آپ کا رفیق رہا۔ جب کہ وقت رحلت قریب ہوا تو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے جو کہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب ذوالجناحین رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اور ان کی اولاد کی والدہ ہیں اور ان کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے عقد فرمالیا تھا اور یہی ہر وقت حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت

میں حاضر باش اور سب سے مقرب تھیں۔ فرمایا کہ یہاں جو عورتوں پر ایک چادر ڈال کر ان کے جنازے نکالتے ہیں یہ مجھ کو سخت قبیح معلوم ہوتا ہے۔ عورت کا تمام بدن اور طول و قامت اس کی سب مردوں کے روبرو رہتی ہے۔ مجھے اس کی سخت تشویش ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ملک حبشہ میں ایک چیز دیکھی ہے وہ میں آپ کے سامنے بنا کر پیش کروں۔ فرمایا ضرور۔

چنانچہ انہوں نے کھجور کی چند تازہ ٹہنیاں منگا کر ان کو موڑ کر قبہ کی مثل بنایا اور اس کے اوپر سے پھر چادر ڈالی۔ یہ صفت دیکھ کر سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور فرمایا۔

یہ نہایت خوب اور بہت جمیل شئے ہے کہ اس سے مرد عورت کی تمیز بھی ہو سکتی ہے اور عورت کا بدن بھی بالکل مستور رہتا ہے۔ اس کے اندر آپ نے لیٹ کر بھی دیکھا اور فرمایا کہ میرے انتقال کے بعد میری نعش پر یہی رکھنا اور جب میں وفات پالوں تو تم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھ کو غسل دینا۔ تم غسل دینا۔ وہ پانی دینے میں تمہاری مدد کریں گے۔ اور کسی کو داخل نہ ہونے دینا۔

جب وفات فرمائی تو حضرت امیر المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہ ان کا دولت خانہ بالکل متصل تھا حاضر ہوئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو روکا۔ انہوں نے جا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ خثعمیہ (قبیلہ کی نسبت ہے۔ جس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تھیں) ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کی تجہیز سے روکتی ہیں اور نہیں آنے دیتیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور در دولت پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو کہ ان کی اہلیہ تھیں آواز دے کر بلایا اور فرمایا کہ تم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور کی صاحبزادی پر داخل ہونے سے کیوں روکتی ہو۔ اور یہ ہودج تم نے کیا بنایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے مجھ کو منع فرما دیا ہے کہ کسی کو بھی داخل نہ ہونے دوں۔ اور یہ ہودج میں نے ان کی حیات شریفہ میں بنا کر ان کو دکھایا تھا جس کو پسند فرما کر انہوں نے حکم دیا ہے کہ ان کی نعش شریف یوں ہی تیار کی جاوے۔

فرمایا کہ جو حکم انہوں نے تم کو دیا ہے وہی بجا لاؤ۔ یہ کہہ کر واپس ہوئے۔

حسب وصیت حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا اور حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ ان کی پانی

وغیرہ سے مدد فرماتے رہے۔

یہ حادثۂ جانکاہ تیسری ماہ رمضان المبارک ۱۱ ہجری شب سہ شنبہ کو ہوا۔ اور آپ نے اس دارفانیہ سے دارالبقاء کی جانب رحلت فرمائی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

غسل وتکفین سے فراغت کے بعد ہی آپ کی وصیت تھی کہ اسی وقت شب ہی میں دفن عمل میں آجاوے کہ آپ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ اس صورت کے ساتھ بھی آپ کی نعش شریف مردوں کے سامنے نکالی جاوے جوکہ آپ کے مراتب حیاء کا تقاضا تھا اور جس کا آپ کو اپنے انتقال کے بعد بھی لحاظ رہا۔

چنانچہ شب میں ہی حاضرین نے جو سب گھر والے تھے یعنی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب۔ ان کے صاجزادے حضرت فضل بن عباس سادات حسنین رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امامت فرمائی اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی اور بقیع شریف حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مکان میں حضرت سیدہ مطہرہ کو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے قبر اطہر میں اتارا۔ یہی تینوں حضرات کرام سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے مرقد انور میں اُترے۔

صبح کو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شب ہی میں دفن کی اطلاع ہو کر نہایت ملال ہوا اور تعزیت کرنے حاضر ہوئے۔ اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے گلہ کیا۔ بالخصوص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گلہ کیا۔

جواب میں آپ نے فرمایا کہ یا خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے پوشیدگی مقصود نہ تھی۔ بلکہ حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی وصیت یوں ہی تھی اس لئے آپ کو اطلاع نہ دی گئی اور بناء اس پوشیدگی کی وہی کمالِ مقامِ حیاء حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کا تھا جوکہ حضور اکمل المخلوقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو مکتسب تھا۔

اس کے ماسوا جو گمراہ اور فاسد الخیال لوگوں کی تاویلات فاسدہ ہیں کہ معاذ اللہ حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کچھ تاثر تھا وغیرہ وغیرہ سب بالکل بے اصل و بے

بنیاد ہیں۔ ہرگز کسی عاقل کے لئے موجب التفات نہیں۔ روایۃً اور درایۃً واقعات پر غور کرنے سے صراحۃً واضح ہو جاتا ہے کہ ذرہ بھر تاثر درمیان میں نہ تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جو آپ کی عظمت و منزلت محفوظ تھی وہ آپ کے طرزِ عمل سے ظاہر و باہر ہے۔ امام دارقطنی کی روایت بھی اس پر بہترین تائید ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس کا جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ہیں دوامأسیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہنا روشن دلیل ہے۔ اگر کوئی ذرہ تکدر درمیان میں ہوتا تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ان کی اہلیہ محترمہ سے کیونکر ایسے تعلقات رکھتیں کے جس سے مزید ممکن ہی نہیں۔ حتیٰ کہ تمام اعزہ اقربا کے ہوتے ہوئے انہیں کو یہ اقربیت حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے قلب مبارک میں حاصل تھی کہ غسل کے لئے وہی منتخب ہوئیں۔ اور کسی کو آنے کی بھی ممانعت ہوئی۔

حقیقت وہی ہے جو بیان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محرومی و گمراہی سے بچاوے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ذاتِ مبارکہ کہ بحکم رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم حضور کے جانشیں ہوں اور حضور میں سب سے زیادہ عزت و منزلت اور افضلیت رکھتے ہوں ان سے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا جو کہ کمال اتباع واقتداء میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح تصویر اکمل تھیں متاثر رہیں۔ حالانکہ وہ عامۂ مومنین کے لئے بھی تین دن سے زیادہ حرام ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اخلاص اور تعظیم اہلِ بیت نبوت بالخصوص حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا اظہر من الشمس ہے۔

اوپر روایت امام دارقطنی اور صحیحین کی روایات کثیرہ اس پر بہترین شہود عدل ہیں۔ اس لئے کسی مسلمان کو ذرہ برابر ان بے سروپا روایات ضلال و فساد کی جانب ہرگز توجہ نہ کرنا چاہیے کہ اس میں ایمان کا خطرہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ بَلَآءِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (آمین)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے قبل وفات شریف غسل فرما کر کفن زیب تن فرما لیا تھا اور فرما دیا تھا کہ نہ آپ کو غسل دیا جائے نہ آپ کے جسد اطہر کو کوئی کھولے اور اسی طرح دفن کر دیا جائے۔ یہ روایت غیر مثبت ہے اور صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح یہ روایت کہ دولت خانہ ہی میں دفن فرمائی گئیں یہ بھی صحیح نہیں اور بالکل بے اصل و ناقابلِ اعتماد ہے۔

حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف وقت وفاتِ شریف کے ۲۹ اور بروایتے تیس سال تھی۔ شادی کتخدائی کے وقت سن شریف آپ کا بروایتے پندرہ سال پانچ ماہ اور صحیح روایت کی رو سے اٹھارہ سال پانچ ماہ کا تھا۔

اس کے ماسوا دیگر روایات حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے سن مبارک کے متعلق ناقابل التفات ہیں۔ معتمد روایت یہی ہے جو لکھی گئی۔ جس کے لئے ایک پُرلطف روایت بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہشام بن عبدالملک خلیفہ اموی کے دربار میں تشریف لے گئے۔ وہاں کلبی جو کہ مفسر مورخ مشہور ہیں وہ بھی حاضر تھے۔

خلیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اے ابو محمد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف کتنے سال کی ہوئی۔ انہوں نے فرمایا۔ تیس سال کی۔ خلیفہ نے کلبی سے دریافت کیا انہوں نے جواب دیا ۳۵ سال کی۔ خلیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحسن رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابو محمد آپ سنتے ہیں کہ کلبی نے کیا کہا اور یہ ان تاریخی اُمور میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ اے امیر المومنین میری والدہ کی عمر مجھ سے دریافت کیجئے اور کلبی کی ماں کی عمر کلبی سے پوچھئے۔ یعنی میں اپنی والدہ ماجدہ کے حالات سے زیادہ واقف ہوں۔ کسی دوسرے کو میری والدہ کے متعلق میری جیسی معلومات کیوں کر ہو سکتی ہیں۔

دونوں یہ جواب مسکت سن کر خاموش ہو گئے۔

جب مورخین نے اوّل و آخر کے کسور شمار کر لئے انہوں نے تیس سال لکھے۔ جنہوں نے طرفین کے کسور حذف کر دیئے انہوں نے اُنتیس سال لکھے۔ لہٰذا ان ہر دو روایتوں میں کوئی تناقص نہیں۔

مزار مقدس حضرت سیدہ مطہرہ کا بقیع شریف میں معروف و مشہور و مرجع انام ہے۔

اللّٰهم ادم ادیم الرضوان علیها وامدنا بالاسرار التی ادعتها۔

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی زندگی کے چند تابناک گوشے

امام حاکم نیشاپوری (۴۰۵ء)

یہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں جو محمد بن عبداللہ، اولاد آدم کے سردار اور تمام انبیاء اور مرسلین کے خاتم کی صاجزادی ہیں۔ ان کی زندگی کی تاریخ، ان کی جدوجہد، ان کا صبر، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت، ان کی آپ کے لئے غمگساری و دلجوئی، ان کا خاوند، ان کی اولاد یہ ساری چیزیں اس امت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پر حق ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً اس کی طرف رجوع کریں تاکہ اس ذی عظمت تاریخ کو یاد رکھیں اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس معطر سیرت کے مطالعہ کے صدقے ہم اپنے نفوس کو جلا بخشیں اور انہیں پاک کریں۔ وہ بتول (دنیا سے اعراض کر کے اللہ سے لو لگانے والی) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھول ہے۔ وہ رسول کریم اور نبی عظیم کی زوجہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کی بیٹی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بقید حیات رہنے والی اولاد میں سے آخری بیٹی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت تک موجود ہیں اور تمام اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنے والی، مومنین کی عورتوں کی سردار، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ ان کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف تھے۔ وہ دن خاص دن تھا جس دن سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگنے کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ان کے باپ نے کہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا تھا۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا۔ ابھی وہ چھوٹی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رشتہ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی بہت سارے پہلوؤں کے لحاظ سے بہت مشکل تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جسمانی ساخت کے لحاظ سے بہت نازک تھیں کیونکہ شعب میں محاصرہ کے دوران انہیں بہت بھوک و پیاس اور محرومی برداشت کرنا پڑی جب وہ لوگ محاصرہ سے نکلے اور مکہ معظمہ واپس لوٹے تو بھی برابر مشقتوں اور مشکلات کا سامنا رہا۔ آئے دن قریش کی اذیتوں کا سامنا کرنے میں اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمہ وقت ساتھ دیا، ننگے پاؤں مدینہ منورہ پہنچیں اور اپنے والد ماجد جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگیں جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے اور دنیا کی کسی چیز کی انہیں پرواہ تک نہیں تھی۔ بس صرف اور صرف مسلمانوں کے حال واحوال کا اہتمام فرماتے اور اپنے اہل بیت کا خیال رکھتے، پھر اس کے بعد وہ اپنے عالم متقی اور مجاہد خاوند کے پاس آ گئیں جو ایک عاجزانہ اور تواضع والی زندگی پر قانع تھے اور کوئی چیز نہیں رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس پر مشقت زندگی میں بڑی خوشی اور اطمینان کے ساتھ ان کی شریک حیات ہو گئیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ امام علی رضی اللہ عنہ جس قدر ممکن ہوتا ان کی بہ نفس نفیس مدد فرماتے تھے کیونکہ یہ ان کے مقدور میں نہ تھا کہ وہ کوئی مزدور یا ملازم رکھیں، جو ان کی خدمت کرے وہ چکی پینے کے نشانات جب ان کے نرم و نازک ہاتھوں میں دیکھتے تو ان پر بڑا اثر ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ابن عبد سے فرمایا کیا میں تمہیں اپنے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہ بتاؤں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب گھر والوں سے بڑھ کر محبوب تھیں۔ وہ میرے پاس تھیں چکی پیستی تھیں۔ یہاں تک کہ پیتے پیتے ان کے مبارک ہاتھوں میں نشان پڑ گئے۔ مشک بھر کر لاتی تھیں۔ جس کے نشانات ان کے سینہ مبارک پر بھی نمایاں ہو گئے۔ گھر میں جھاڑو دیتی تھیں۔ یہاں تک ان کے کپڑے میلے ہو جاتے، چولھا جلاتیں حتیٰ کہ کپڑے سیاہی مائل ہو جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ روٹیاں پکانے کی وجہ سے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور اس سے ان کی صحت کو نقصان پہنچا۔

اور آپ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

لقد مجلت یدای من الرحی اطحن مرۃ واعجن مرۃ۔

میرے دونوں ہاتھوں کا چمڑا سخت ہو گیا تھا کیونکہ میں کبھی چکی پیستی تھی اور کبھی آٹا گوندھتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابو امامہ کی روایت سے حدیث آئی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصبری یافاطمہ ان خیر النساء التی نفعت اھلھا۔

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا صبر کیجئے بے شک سب عورتوں میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو نفع دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب بیٹی نے ہمیشہ تنگ دستی اور عسرت میں زندگی گزاری، کیونکہ آپ کے خاوند کے پاس سوائے شجاعت، علم، ایمان، لگا تار جہاد کی دولت کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی اور کچھ نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس قدر چکی پیستی تھیں کہ ہاتھ مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ مشک بھر کے لاتیں یہاں تک کہ اس کے اٹھانے کے اثر سے آپ کا سینہ مبارک سیاہ ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے جھاڑو لگاتیں یہاں تک کہ کپڑے گرد آلود ہو جاتے۔ یہ تھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کی زندگی اور امت کے، شہ سوار اور عالم و فاضل ان کے خاوند کی زندگی، ایسی زندگی اور اس کی پریشانیوں اور گھریلو مشکلات سے اٹھا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند درجات کے لحاظ سے انہیں اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچا دیا بلاشبہ ان کا مقام یہ ہے کہ وہ تمام امت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ بہتر سے بہتر انداز جس کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے بارے میں بیان کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ ان کی زندگی سنجیدہ اور مضبوط ارادے والی زندگی تھی۔ یہ وہ زندگی تھی جو اصل، خلق، حسب ونسب کے لحاظ سے معزز و مکرم والدین کی طرف سے سراپا شفقت و رعایت (توجہ، نگران) کا نمونہ تھی۔ وہ تمام لوگوں کے ساتھ نیکی اور احسان کیا کرتے تھے اپنی اولاد کے ساتھ ان کا احساس کس قدر ہوگا۔ جب وہ خدا کی مخلوق کے ساتھ مہربانی کرتے تھے تو بھلا اپنی اولاد کے ساتھ ان کی مہربانی و شفقت کس قدر ہوگی، اس معزز گھرانہ کے باسی بھی معزز، ماحول بھی اعلیٰ وارفع تو پھر ان کے کیا کہنے، اپنے والدین کریمین کے دولت کدہ میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا نے وہ کچھ سیکھا جو ان کے علاوہ شہر مکہ کی کسی بچی کو نصیب نہیں ہوا۔

اپنے والدین کے گھرانہ میں انہوں نے قرآنی آیات سیکھیں اور وہ عادات سیکھیں جن کے سہارنے کی ان کے آس پاس بسنے والے لوگوں کی طاقت نہ تھی خواہ وہ عابد ہوں یا غیر عابد کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہم ان کے بارے میں یہ سنتے کہ وہ غزوہ احد میں اپنے باپ ﷺ کے زخموں پر پٹی کرتی ہیں اور گھر کا بنانا سنوارنا اکیلے اپنے ذمے لے لیتی ہیں اور کافی عرصہ تک کوئی عورت اس میں آپ کی مدد نہیں کرتی۔ اس سیدہ فاضلہ رضی اللہ عنہا کی جو اس پاک گھرانے میں پرورش اور نشوونما ہوئی وہ علم و فضل اور علوم قرآنی کے ساتھ مکمل رابطہ اور قرآن کریم کے مقاصد اور مضامین کے عین مطابق تھی اور جس قدر واقعات وحالات کا ہم مطالعہ کرتے ہیں وہ سارے کے سارے چادر والوں میں سے بہتر اور جناب رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کے ٹکڑے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر دال ہیں۔ ان کی پرورش ایسی پرورش تھی جو متانت گوشہ نشینی، وقار، قناعت پر مبنی تھی۔

چنانچہ انہوں نے اس اعزاز اور اس شرف جس کی گرد راہ تک بھی نہیں پہنچا جا سکتا کی کفالت پر یقین کامل کر لیا۔ وہ اپنے فاقوں کے درمیان محض اپنائیت اور بلندی نسبی پر قناعت کا جذبہ لے کر جوان ہوئیں یوں لگتا تھا کہ گویا کہ تمام اولاد آدم وحوا علیہما السلام میں سے اس لحاظ سے وہ الگ تھلگ ہیں۔ آپ اپنے والد گرامی ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت پر بے حد نازاں تھیں دینداری پر یقین آپ کی فطرت میں شامل تھا۔ بڑے اونچے ارادہ کی مالکہ تھیں۔ کسی بھی معاملہ کے جائزہ لینے میں ذرہ بھر بھی لاپرواہی نہیں برتتی تھیں کچھ طرز ہائے عمل جو ان کے بارے مروی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مضبوط ارادہ، پختہ عزم والی اور شریف النفس تھیں۔ اپنے والد ماجد ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت پر انہیں جو فخر حاصل تھا اس کی ایک کڑی یہ تھی کہ اپنی اولاد کے اپنے والد ماجد کے ہم شکل ہونے پر وہ بہت نازاں تھیں اور وہ جب بھی ان کی ناز برداریاں اُٹھاتیں اور ان کے ساتھ کھیل کود کرتیں تو اس کا ذکر ضرور کرتیں۔ اگر کہا جاتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے نواسے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم شکل ہیں تو اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز انہیں اچھی نہ لگتی۔ دیندارانہ طبیعت انہوں نے اپنے معزز والدین سے ورثہ میں پائی تھی اور ان کے لئے یہی کچھ کافی رہا جو انہوں نے خاتم الانبیاء ﷺ سے ورثہ میں پایا اور آپ کی قربت اور تربیت سے سیکھا، مگر جو کچھ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور اپنے نانا خویلد سے ورثہ میں پایا اس نے اس میں اضافہ کر دیا۔ خویلد وہ شخصیت ہیں جو قوم تبع سے تعلق

رکھنے والے یمن کے بادشاہ کے سامنے ڈٹ گئے تھے جس نے کعبہ شریف کی بے حرمتی کا ارادہ کیا تھا اور ایسے ہی وہ ورقہ بن نوفل جو اپنی توحید پرستی اور عبادت گزاری کے لئے مشہور تھے۔ حضرت خدیجہ ان کی چچازاد تھیں۔ انہوں نے اپنا سارا وقت تورات وانجیل اور ان دونوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو خوشخبریاں تھیں ان کی چھان بین میں صرف کر دیا۔ وہ وہی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت نبوت کی خوشخبری سنائی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ان کے ہاں تشریف لے گئے تھے اور جو کچھ آپ نے پہلی دفعہ غار حرا میں وحی آنے پر دیکھا تھا وہ ان سے بیان کیا۔

جس چیز کو وہ احکام دین سے سمجھتی تھیں ان میں وہ گناہ سے بچنے میں بہت احتیاط سے کام لیتی تھیں اور یہی چیز ان کی دینداری کی گہرائی اور صداقت ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ اپنی رفتار وگفتار اور کلام میں وہ اپنے والد ماجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لوگوں سے بڑھ کر مشابہت رکھتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں ان کی تعریف بیان کی ہے۔

مارأیت افضل من فاطمة غیر ابیها	میں نے سوائے ان کے والد ماجد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اور کوئی بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے افضل نہیں دیکھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرض وفات کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جب آپ کے پہلو میں بیک وقت روتے اور ہنستے ہوئے دیکھا تو انہیں اس بات سے بڑا تعجب ہوا کہ وہ بھی دیگر عورتوں کی مانند ہیں۔ بعد ازاں انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہنسی اس لئے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ ان کے گھر والوں میں سے پہلی وہ ہوں گی جو ان سے ملاقات کریں گی۔ آپ ایسے مضبوط ارادہ کی مالکہ تھیں جو کبھی کمزور نہیں پڑتا۔

عورت کے صاحب ارادہ ہونے کی نشانی بعض دفعہ یہ ہوتی ہے کہ وہ خاموش رہتی ہے اور زیادہ کلام نہیں کرتی۔ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی بھی یہی عادت تھی کہ جب تک ان سے کچھ پوچھا نہ جاتا وہ نہیں بولتی تھیں۔ وہ جب تک کوئی بات نہ جانتی ہوتیں اس کے بیان کرنے کی جلدی نہ کرتیں چہ جائیکہ وہ بات جسے جانتی بھی نہ ہوتیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی باتیں فقط وہی ہوتیں جو وہ اپنے والد ماجد سے مسجد اور گھر میں سنا کرتیں۔ اس سے زیادہ بالکل نہ ہوتیں۔ ہم اس بات کو نہیں

بھولیں گے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی بہت کمسنی میں وفات ہوگئی۔ جب ان سے اس طرح کی متانت، اس طرح کے یقین، ایسی خودداری اور ایسے ارادہ کا ظہور ہوا، جب کہ وہ ابھی اوائل عمر میں ہی تھیں تو بلاشبہ یہ حقیقت ان کے اندر ایک مخفی قوت پر دال ہے جب بھی مفسرین ان کی اولاد کے اخلاق وعادات اور جو کچھ انہوں نے اس ذی مرتبت میراث سے حاصل کیا اس کو بیان کرنے بیٹھتے ہیں تو اسے ہی اصل بناتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا:

لم یکن احد اشبه برسول الله صلی الله علیه وسلم من الحسن بن علی وفاطمة۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

مارایت احدا اشبه سمتنا ودلا وهدیا برسول الله صلی الله علیه وسلم منها فی قیامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله۔

میں نے اٹھنے، بیٹھنے میں ہیت، حسن سیرت طریقہ اور حسن معاملہ کے لحاظ سے فاطمہ بنت رسول اللہ سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

انہوں نے ان کے بارے میں یہ فرمایا کہ:

کانت اذا دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه وکان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبله واجلسه فی مجلسها۔

جب آپ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں، آپ رضی اللہ عنہا ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ میں بٹھاتے اور جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ احتراماً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتیں۔ آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بٹھاتیں۔

آپ دعوت الی اللہ کے سائے میں پلی بڑھیں اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں، ہمہ وقت آپ ﷺ کے پہلو بہ پہلو رہیں، ہمیشہ آپ ﷺ کی ڈھارس بندھواتی تھیں، آپ ﷺ کے حالات و اخبار کا پوری طرح پتہ رکھتی تھیں اور قریش جس رکاوٹ و روگردانی کا مظاہر کرتے ہوئے آپ ﷺ کے مقابلہ میں آتے تھے آپ رضی اللہ عنہا اس کے آگے ڈٹ جاتی تھیں۔ ان کی اور ان کی طرف سے جس رکاوٹ روگردانی اور ایذا رد ہی کا آپ ﷺ کو سامنا تھا اس سے آپ رضی اللہ عنہا بہت غم زدہ ہوتیں، آپ رضی اللہ عنہا کو بڑا دکھ ہوتا اور یہ بات آپ رضی اللہ عنہا کے دل کو اپنے والد معظم ﷺ پر رحمت و شفقت سے بھر دیتی وہ آپ ﷺ کی پشت پناہی کرنے، آپ ﷺ کے ساتھ مصائب پر صابر رہنے اور آپ ﷺ کا دفاع کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان متذکرہ بالا مشکلات کا جوں جوں اثر بڑھتا گیا۔ ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئیں۔ جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو ان کا بوجھ دگنا ہو گیا اور روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام اُم ابیھا رکھا گیا۔ مسلمانوں میں سے وہ کون ہے جو عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ ان کے طرزِ عمل سے ناواقف ہو۔ جب کہ وہ سرکش کافر مذبوحہ جانوروں کی اوجھڑی آپ کے سرِ مبارک پر رکھنے کی جرأت کرتا ہے اور آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں سربسجود ہوتے ہیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جلدی کرتی ہیں اور عقبہ کو برا بھلا کہتی ہیں اور اس کی درشتی اور تکبر کو للکارتے ہوئے آپ کے سرِ مبارک سے اس کو ہٹاتی ہیں لطف یہ کہ ہر شخص جو اس کے ساتھ تھا وہ نبی کریم ﷺ سے مکر کرنے اور تکلیف دینے میں اسی کی تائید کرتا تھا۔ یہ عظیم و جلیل خاتون جس کی ذات سے اسلامی دعوت کی تاریخ کے بہت بڑے حصے کی نمائندگی ہوتی ہے، انہوں نے دورِ رسالت کے سارے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کے ہر ہر حصے کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحات گزارے اور ان ذمہ داریوں کے بوجھ کو جن کو جناب نبی کریم ﷺ اٹھا رہے تھے اور اس کی جن سختیوں پر صبر کر رہے تھے اس کو محسوس کیا اور جس دن جناب نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکار رہے تھے، اے اولادِ ہاشم، اے عبد مناف کے بیٹو! میں خاص طور پر تمہاری طرف اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ آپ کے کلمات کو قریب سے سن رہی تھیں اور ان کو سمجھ بھی رہی تھیں، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اس دن بھی آپ کے قُرب و جوار میں تھیں جس دن آپ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے

تھے۔اللہ کا دشمن عقبہ بن ابی معیط آپ کے انتظار میں تھا جونہی آپ ﷺ نے سجدہ کیا وہ خبیث اٹھا اور جناب نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک کو اپنے ناپاک قدموں سے روندا۔

وہ اس وقت بھی آپ کے ساتھ تھیں جب آپ ﷺ اپنے زخموں کی وجہ سے تکلیف محسوس کررہے تھے۔ہر مشکل وآزمائش جو آپ ﷺ پر آئی اس میں یہ معزز خاتون رضی اللہ عنہا آپ کے شانہ بشانہ رہیں،اور ہر تکلیف جو آپ کے معزز باپ ﷺ کو پہنچی اس پر وہ روتی تھیں وہ معزز باپ ﷺ جو ہمیشہ مصائب پر صابر رہ کر طالب ثواب رہا،انہیں اطمینان دلاتا تھا ان کا غم دور کرتا تھا اور انہیں یہ خوشخبری سناتا تھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ان سارے حالات نے آپ کو دکھ میں مبتلا کیا،تکلیف دی اور ان کے دل میں غموں کو گہرا کردیا خصوصاً جب کہ بغیر کسی گناہ اور جرم کے انہوں نے اس قوم کی اس قدر دشمنی دیکھی،جناب رسول کریم ﷺ کا سارے کا سارا خاندان قریش کی اس سنگدلی اور ظلم کا نشانہ بنا ہوا تھا۔اور اس کی سختی برداشت کررہا تھا۔

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس چھوٹی بچی کے بارے میں بہت خائف تھیں،خصوصاً جب کہ ان پر بیماری نے قابو پالیا،مرض بڑھ گیا اور انہوں نے اپنی موت کو قریب محسوس کیا۔جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو جناب رسول اللہ ﷺ بہت غمناک ہوئے۔انہوں نے اپنی عظیم بیوی کو الوداع کہا،جس نے ہمیشہ آپ ﷺ کی مدد کی تھی آپ کی حوصلہ افزائی کی تھی اور غمخواری کی تھی اور وہ بلاشک آپ کی رفیقۂ حیات ہونے کے ناطے سے سرچشمہ مہربانی رحمت اور شفقت تھیں،واقعی طور پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس دعوت کی ذمہ داریوں کے اٹھانے میں آپ کے ساتھ ایک موثر اور حقیقی شرکت کی اور آپ کے دکھوں اور غموں سے انہیں بہت بڑا حصہ ملا۔ جنگ احد کے دن یہ مشہور ہوگیا تھا کہ معاذ اللہ حضرت محمد ﷺ شہید کردیئے گئے ہیں۔مدینہ میں یہ خبر سیدہ فاطمہ اور مومنین کی عورتوں کو پہنچی۔اس خبر سے سارا مدینہ کانپ اٹھا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیا ہوا اور حقیقت معلوم کرنے کے لئے دوڑ پڑیں،جب انہوں نے اپنے والد گرامی ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ خون ان کے چہرہ مبارک سے بہہ رہا ہے تو آپ کی مدد کرنے میں جلدی کی اور اپنے ہاتھوں سے خون روکنے کی کوشش کی مگر یہ روک نہ سکیں اور ان کے خاوند حضرت علی بن ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال کے ساتھ آپ ﷺ کے چہرے مبارک پر پانی انڈیل رہے تھے مگر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اس طرح اس سے زیادہ خون

بہتا ہے تو انہوں نے جلدی سے ایک پرانی چٹائی کا ٹکڑا لیا، اسے جلایا یہاں تک کہ وہ راکھ بن گیا پھر اسے زخم کے ساتھ چمٹا دیا، اس سے خون بالکل تھم گیا۔

حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی کچھ اور خوبیاں:

حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت محبت کیا کرتے، ان کی عزت واکرام کرتے، انہیں دیکھ کر خوش ہوتے وہ سب لوگوں سے بڑھ کر انہیں محبوب تھیں، سب سے زیادہ بڑھ کر آپ کے دل سے قریب تھیں، سب سے زیادہ آپ کے ساتھ لگے رہنے والی تھیں، آپ سب سے جلدی ان کو سمجھنے والے اور آپ کے مطالب واغراض کو سب سے جلدی قبول کرنے اور ان کی حاجات پر لبیک کہنے والے تھے۔ ترمذی نے روایت کی ہے۔

ان عائشة رضی الله عنها سئلت ای الناس کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت فاطمة قیل من الرجال قالت زوجها ان کان ماعلمت صواما قواما۔

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ لوگوں میں سے کون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا تھا۔ فرمایا فاطمہ، کہا گیا مردوں میں سے، فرمایا ان کا خاوند جیسا کہ میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:

کان احب النساء الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فاطمة ومن الرجال علی۔

سب عورتوں سے فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ترین تھیں، اور مردوں میں سے علی رضی اللہ عنہ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا لب ولہجہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ سچی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کلام میں سچا کوئی نہیں دیکھا سوائے ان کے والد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔"

آپ کی سیادت وفضیلت میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسبك من نساء العالمين اربع مريم بنت عمران و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد وآسية امراة فرعون۔

تیرے لئے دونوں جہانوں کی عورتوں میں سے چار کافی ہیں، مریم عمران کی بیٹی خدیجہ خویلد کی بیٹی، فاطمہ حضرت محمد ﷺ کی دختر نیک اختر اور آسیہ فرعون کی بیوی۔

بخاری و مسلم نے اور دیگر محدثین نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا، اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہو۔ یا فرمایا کہ اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، عبداللہ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی آپ ﷺ نے فرمایا:

افضل نساء اهل الجنة خديجة و فاطمة۔

"اہل جنت کی عورتوں کی سردار خدیجہ و فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔"

جناب نبی کریم ﷺ ان کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتے تھے، نہ ہی ان کی ملاقات میں دیر کیا کرتے اور اپنے آپ سے ان کی دوری کو زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر اوقات ان کے ہاں تشریف لے جاتے، ان کے پاس بیٹھتے اور زیادہ دیر بیٹھے رہتے، ان کے معاملات اور کاموں میں ان کے ساتھ شریک ہوتے، ان کی اولاد کو ان سے لے کر خود اٹھاتے، ان کے چھپے بھید اور ان کے دل کی باتیں ان سے معلوم کرتے اور اس چیز کے بارے میں ان سے پوچھتے جو ممکن ہے ان کو دکھ دے سکتی ہو یا انہیں تکلیف دے رہی ہو۔

اُمامہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ میں جناب نبی کریم ﷺ کے دولت خانہ میں حاضر ہوا۔ مجھے بتایا کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف رکھتے ہیں۔ میں وہاں آپ کے پاس حاضر ہوا جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اس وقت آپ اپنی چادر مبارک اوڑھے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی اس چادر اور اپنے سینہ کے درمیان کوئی چیز اٹھائے ہوئے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا چیز ہے؟ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا، یہ دونوں میرے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ اے اللہ ان دونوں سے محبت کر اور جو ان دونوں سے محبت کرے تو بھی اس سے

محبت کر۔ جب جناب نبی کریم ﷺ سفر میں جانے کا ارادہ فرماتے تو مدینہ منورہ سے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک آخری دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات نہ کر لیتے۔ اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد میں جاتے دو رکعت نماز پڑھتے پھر اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے پھر ان کے یہاں سے اپنی ازواج امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے بعض اوقات آپ کی بعض ازواج اس پر کچھ اظہار ناراضگی بھی کرتیں، مگر آپ ﷺ ان سے فرماتے:

ان فاطمة الزهراء احب بيتي الی۔ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے اپنے سب گھر والوں سے زیادہ پیاری ہیں۔

ان کے مناقب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہی محفوظ رکھی اور آپ ﷺ کی نسل کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل کی صورت میں باقی رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے حضور ﷺ کے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو چھوڑ کر وہی اکیلی اس پاک نسل اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے برگزیدہ اولاد کی ماں ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہی۔ حضرت قاسم، عبداللہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہم ابھی چھوٹے بچے ہی تھے کہ وفات پا گئے۔ وہ بچپن کے گھیرے سے نکلے ہی نہیں اور نہ ہی سن بلوغت کو پہنچے، آپ کی بیٹیوں میں سے سوائے زہرا بتول رضی اللہ عنہا کے کوئی بھی زندہ نہ رہی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے دو معزز نواسے اور دو چمکتے ہوئے روشن ستارے حسن وحسین رضی اللہ عنہما عطا فرمائے جیسا کہ آپ کو بہادر، مجاہد، طویل عمر پانے والی فرمانبردار، پاکباز بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا عطا کی۔ جن کی طرف بڑے مشہور و معروف طرزہائے عمل منسوب ہیں ان کی لائق ستائش خوبیوں کا ایک سلسلہ ہے۔

حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے سارے کے سارے اہل بیت بڑے معزز و مکرم ممتاز اور نادر الوجود شخصیات تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر ان کا نام اکثر آیا کرتا تھا۔

ہمیشہ کی زندگی پانے والوں کی صف میں شامل ہونے والی سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا پر اللہ تعالیٰ کا سلام، صالحین اور پاکبازوں میں ان پر اللہ کا سلام، تا روز قیامت ملا اعلیٰ کی جماعت میں شامل ہونے والی پر اللہ کا سلام اور نبیوں اور صدیقوں کی رفاقت میں جنت الفردوس میں بسنے والی پر اللہ کا سلام۔ آمین

سیّدۃ نساء العلمین رضی اللہ عنہا کی فضیلت

حضرت علامہ پیر سید ظفر علی شاہ مہروی

اقول مستعینًا باللہ العلی العظیم و متوسلًا بحبیبہ
الرؤف الرحیم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار خصوصیات سے نوازا، ان میں سے آپ کی اہل بیت کی عظمت وطہارت بھی ہے۔

فرمان ربانی ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اے اہل بیت جزایں نیست کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر طرح نجاست دور فرمائے اور تمہیں خوب پاکیزہ کر دے۔

اہل بیت کون؟

یہاں اہل بیت سے کون مراد ہیں اس کا تعین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ آیت پانچ افراد کے بارے میں نازل ہوئی۔ میں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین (رضی اللہ عنہم)۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی بحوالہ تفسیر در منثور سیوطی)

امام ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی سنن میں مختلف سندوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی جب کہ گھر میں حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چادر

سے عزت بخشی جو رسول اللہ ﷺ پر تھی، پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دور فرما یا دے اور انہیں پاکیزہ کر دے۔ (یہ روایت امام ترمذی اور حاکم کے نزدیک صحیح ہے)

(سنن ترمذی، ج ۱۲، ص ۶۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام طبرانی نے ابو حمراء سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر چھ ماہ تک تشریف لاتے رہے اور یہ آیت تلاوت کرتے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

(سورۃ الاحزاب: ۳۳)

اے اہل بیت جز ایں نیست کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر طرح نجاست دور فرمائے اور تمہیں خوب پاکیزہ کر دے۔

(مجمع الزوائد، کتاب المناقب، ج ۹، ص ۱۴۰، دار الفکر بیروت)

صحیح مسلم میں ہے:

عن عائشة قالت خرج النبي صلى الله عليه وسلم غداة وعليه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن على فأدخله ثم جاء الحسين فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء على فادخله ثم قال. اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

(مسلم باب فضائل الحسن والحسین)

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دن سیاہ اون سے بنی ہوئی نقش و نگار والی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں اس چادر میں لے لیا۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ چادر میں ہو گئے۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں بھی چادر میں کر لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی (چادر میں) کر لیا پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔"

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

احادیث کی روشنی میں فضیلت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یافاطمة الاترضین ان تکونی سیدۃ نساء المؤمنین او سیدۃ نساء ھذہ الامة۔

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔

(مسلم، بخاری، کنزالاعمال برہامش، مسنداحمد، ۵/۹۷)

جنت کی تمام عورتوں کی سردار:

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ثم قال اما رأیت العارض الذی عرض لی قبیل قالت بلی قال ھو ملک من الملائکة لم یھبط الارض قبل ھذہ اللیلة فاستاذن ربھا ان یسلم علی ویبشرنی ان الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنة وان فاطمة سیدۃ نساء اھل الجنة رضی اللہ عنہا۔

(مسنداحمد بن حنبل، ص ۳۹۱/ ۵۔ منتخب کنزالاعمال برہامش مسنداحمد بن حنبل، ۹۲/ ۵۔ بروایت سیدنا علی وحضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہما)

پھر فرمایا میرے سامنے آ کر گفتگو کرنے والے شخص کو تم نے دیکھا میں نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور دیکھا تھا۔ فرمایا وہ فرشتہ تھا اس سے پہلے وہ کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے رب تعالیٰ سے اجازت حاصل کی کہ مجھے سلام عرض کرے اور یہ خوشخبری دے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔"

سیدۃ نساء العالمین:

محمد بن معمر سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مروی طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ:

ثم قال لی یافاطمة اما ترضین انك تكونی سیدة نساء هذه الامة وسیدة نساء العالمین فضحکت۔

پھر آپ نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کیا اس پر راضی نہیں کہ اس امت کی اور تمام جہان کی عورتوں کی تو سردار ہو، تو میں ہنس پڑی۔

(خصائص نسائی)

امام ابونعیم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ:

ثم قال یا فاطمة اما ترضین ان تكونی سیدة نساء العالمین اونساء هذه الامة۔

پھر آپ نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تو کیا اس پر خوش نہیں کہ اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔

(حلیۃ الاولیاء، ص ۴/ ۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

فائدہ:

ان تمام روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں۔ جب تمام عورتوں پر سیادت ثابت ہوگئی تو پتہ چلا کہ آپ سب سے افضل ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں:

وروی ابن عبدالبر قال لها یابنیة الاترضین انك سیدة نساء العالمین قالت یا ابت فأین مریم قال تلك سیدة نساء عالمها۔

(الشرف المؤبد لال محمد ص ۵۴)

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو، انہوں نے عرض کی ابا جان! پھر حضرت مریم علیہا السلام کا کیا مقام ہے؟ فرمایا وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں۔

(یہ روایت "حلیۃ الاولیاء" ص ۴۲، ج ۲ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی

مروی ہے)۔

وروی الطبرانی باسناد صحیح علی شرط الشیخین قالت عائشة رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا مارأیت احداً قط افضل من فاطمة غیر ابیھا۔

(الشرف المؤبد ص ۵۳)

اور امام طبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ شیخین کی شرائط پر روایت کیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے افضل سوائے اُن کے والد کے کسی کو نہیں دیکھا۔

فائدہ:

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدہ فاطمہ "سلام اللّٰہ تعالٰی علی ابیھا وعلیھا" حضرت مریم علیہا السلام سمیت تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ جب کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے واضح ہوا کہ سیدہ اپنے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا تمام سے افضل ہیں۔

اب تک فضیلت سیدہ نساء العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبوت کے لئے احادیث پیش کی گئیں۔ اب ہم اقوال علماء امت وسلف صالحین دریں بارہ پیش کرتے ہیں۔

اقوال علماء:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طہارت نفس، شرف نسب میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے برابر کوئی نہیں ہوسکتا۔ (شرح مشکوٰۃ، ج ۶، ص ۴۰۰ از مفتی احمد یار خاں نعیمی، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، لاہور)

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وصرح بافضلیتھا علی سائر النساء حتی السیدۃ مریم کثیر من العلماء المحققین منھم التقی السبکی والجلال السیوطی والبدر الزرکشی والتقی المقریزی وعبارۃ السبکی حین سئل عن

بہت سے محققین جن میں علامہ تقی الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ بدر الدین زرکشی اور تقی الدین مقریزی (رحمہم اللہ) شامل ہیں، تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جہان کی تمام عورتوں حتیٰ کہ سیدہ مریم علیہا السلام سے بھی افضل ہیں۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس

ذلك الذی نختاره ونديين الله به ان فاطمة بنت محمد افضل وسئل عن مثل ذلك ابن ابی داؤد فقال ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: فاطمة بضعة منی ولا أعدل ببضعة رسول الله احدًا و عبارة المناوی فی شرح قوله: "فضل عائشة علی النساء كفضل الثريد علی سائر الطعام" قال جمع من السلف والخلف لا نعدل ببضعة المصطفٰی صلی الله عليه وسلم احدًا۔

وقال الحافظ ابن حجر يدل لتفضيل بناته علی زوجاته خبر ابی يعلی عن عمر مرفوعًا تزوج حفصة خير من عثمان وتزوج عثمان خيرًا من حفصة۔

(الشرف المؤبد ص ۵۴)

بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہمارا مختار جس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔ایسا ہی سوال علامہ ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہیں میں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارہ جسم کے برابر قرار نہیں دے سکتا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسی ثرید کو دوسرے کھانوں پر۔علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: سلف وخلف کی ایک جماعت نے فرمایا! ہم کسی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر کے برابر قرار نہیں دیتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات پر آپ کی صاجزادیوں کی فضیلت پر ابی یعلیٰ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ مرفوع روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) کو حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سے بہتر شوہر مل گیا اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے بہتر بیوی مل گئی۔

اہل جنت کی عورتوں کی سردار:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم ازواج مطہرات، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بیٹھی تھیں کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ کا چلنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا:

"مرحبا یا بنتی" میری بیٹی کو خوش آمدید! آپ نے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان کے ساتھ کوئی خفیہ اور آہستہ بات فرمائی جس سے وہ سخت رو پڑیں جب آپ نے ان کا حزن و غم دیکھا تو پھر دوسری مرتبہ ان کے کان میں کوئی بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر چلے گئے تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے ساتھ کیا خفیہ بات کی وہ فرمانے لگیں۔

ما کنت لافشی رسول اللہ سرہ۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز افشاء نہیں کروں گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے انہیں کہا کہ میرا جو حق تم پر ہے میں اس کی قسم دیتی ہوں تم مجھے ضرور بتاؤ۔ آپ فرمانے لگیں۔ اچھا اب آپ کو بتاتی ہوں۔

جب پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے سرگوشی فرمائی تو بتایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال میرے ساتھ دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اجل قریب ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا بے شک میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں تو میں رو پڑی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا غم دیکھا تو دوسری مرتبہ مجھ سے سرگوشی فرمائی اور فرمایا:

یافاطمۃ الاترضین ان تکونی سیدۃ نساء اھل الجنۃ اونساء العالمین۔ "اے فاطمہ! تو اس سے راضی نہیں کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہو۔"

(بخاری، مسلم، حلیۃ الاولیاء، ص ۴۰/۲)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح دربارہ ایں حدیث:

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

بدانکہ ایں حدیث دلالت دارد بر فضل فاطمہ بر تمامہ نساء مومنات حتی از مریم وخدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہا ہمچنین گفتہ است سیوطی و در بعضے احادیث مریم بنت عمران را از عموم نساء کہ زہرا رضی اللہ عنہا را برایشاں تفضل دادہ استثناء کردہ است و درحدیث دیگر آمدہ کہ مثل فاطمہ دریں امت مثل مریم است درقوم خود یعنی فاضل تر از غیر خود و تواند کہ اختلاف ایں اخبار بجہت تدرج اطلاع آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر فضیلت فاطمہ بوحی و اعلام پروردگار تا آخر عموم فضل وے برتمام نساء عالم ثابت، واللہ اعلم۔

جاننا چاہیے کہ یہ حدیث سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تمام مومنہ عورتوں پر بمع حضرت مریم وحضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہن فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ بعض حدیثوں میں حضرت مریم بنت عمران کو ان تمام عورتوں کے عموم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے جن پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت دی گئی ہے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مثال اس امت میں اس طرح ہے جس طرح سیدہ مریم علیہا السلام اپنی قوم میں تھیں یعنی سب عورتوں سے زیادہ فضیلت والی تھیں اور ممکن ہے کہ یہ اختلاف احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذریعہ وحی و اعلام پروردگار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر تدریجی اطلاع کی وجہ سے تھا یہاں تک کہ ان کی فضیلت کا عموم تمام جہان کی عورتوں پر ثابت ہوگیا۔ (واللہ اعلم)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

سوال:

حضرت سیدہ فاطمہ "علی ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام" کی فضیلت تم نے جہان کی عورتوں پر ثابت ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ سیدہ مریم علیہا السلام کی فضیلت منصوص قطعی ہے۔ فرمان خداوندی ہے:

وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ آل عمران: ۴۲)

اور سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔ اس نص قطعی کے مقابلہ میں کسی کے قول یا حدیث کا کیا اعتبار ہوگا؟

جواب:

اس آیت سے مراد تمام جہان کی عورتیں نہیں بلکہ صرف سیدہ مریم علیہا السلام کے اپنے زمانے کی عورتیں ہیں۔ بہت سے مفسرین نے اس کی تفسیر اسی طرح کی ہے اور کئی احادیث میں بھی اسی طرح آیا ہے، ملاحظہ ہو۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واصطفاك واختارك علی نساء العالمین عالمی زمانك بولادة عیسیٰ الخ۔

تمہیں تمہارے زمانہ کی تمام عورتوں سے چن لیا۔ ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سبب۔

(تفسیر ابن عباس برحاشیہ بیضاوی مطبوعہ مطبع عامرہ مصر، ص ۴۴۳)

صاحب تفسیر خازن کا فرمان:

امام علاء الدین علی بن محمد ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں:

علی نساء العالمین ای عالمی زمانها۔

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف بتفسیر خازن، ص ۴۹۳)

صاحب جلالین فرماتے ہیں:

وَاصْطَفٰكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ای اہل زمانک۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝
اى عالمى زمانهم۔ عن على قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول خير نسائها مريم بنت عمران و خير نسائها خديجة (متفق عليه)۔

اور تمہیں تمام جہان کی عورتوں یعنی ان کی عورتوں سے چُن لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اس کی عورتوں میں بہتر حضرت مریم بنت عمران اور ان کی عورتوں میں سے بہتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(تفسیر مظہری، ص ۴۷، ج ۲، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

تفسیر روح المعانی میں امام السید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

والمراد من نساء العالمين قيل جميع النساء فى سائر الاعصار واستدل به على افضليتها على فاطمة و خديجة و عائشة رضى الله عنهن وايد ذلك بما اخرجه ابن عساكر فى احد الطرق عن ابن عباس انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم سيدة نساء اهل الجنة مريم بنت عمران۔ ثم فاطمة ثم خديجه، ثم آسية امرأة فرعون۔

وبما اخرجه ابن ابى شيبه عن مكحول و قريب منه ما أخرجه الشيخان عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير نساء ركبن الابل نساء قريش احناه على ولد فى صغره وارعاه على بعل فى ذات يده ولو علمت ان مريم ابنته عمران ركبت بعيرًا مافضلت عليها احدًا وبما أخرجه ابن جرير عن فاطمة انها قالت قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم انت سيدة نساء اهل الجنة الا مريم البتول۔

وقيل المراد نساء عالمها فلا يلزم منه افضليتها على فاطمة رضى الله عنها ويويده ما اخرجه ابن عساكر من طريق مقاتل عن

الضحاك عن ابن عباس عن ابی أنه قال اربع نسوة سادات عالمهن مریم بنت عمران وآسية بنت مزاحم و خديجة بنت خويلد و فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم و افضلهن عالمًا فاطمة۔

وما رواه الحارث بن اسامة فى مسنده بسند صحيح لكنه مرسل "مريم خير نساء عالمها"

والى هذا ذهب ابو جعفر رضى الله عنه وهو المشهور عن ائمة اهل البيت والذى اميل اليه ان فاطمة البتول افضل النساء المتقدمات والمتاخرات من حيث انها بعضة رسول الله صلى الله عليه وسلم بل ومن حيثيات اخر ايضًا ولا ينكر على ذلك الاخبار السابقة لجواز ان يرادبها افضلية غيرها من بعض الجهات و بحيثية من الحيثيات وبه يجمع بين الاثار وهذه سائغ على القول بنبوة مريم ايضًا اذا البضيعة من روح الوجود وسيد كل موجود لاراها تقابل بشئى "واين الثريا من يد المتناول ومن هنا يعلم افضليتها على عائشة رضى الله عنها الذاهب الى خلافها الكثير محتجين بقوله خذوا ثلثى دينكم عن الحميرا" وقوله عليه الصلوة والسلام فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على الطعام"

وبان عائشة يوم القيامة فى الجنة مع زوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم وفاطمة يومئذ فيها مع زوجها على كرم الله تعالى وجه وفرق عظيم بين مقام النبى صلى الله عليه وسلم و مقام على كرم الله تعالىٰ وجه وانت تعلم مافى الاستدلال وانه ليس بنص على افضيلة الحميرا على الزهرا۔

اما اولًا فلان قصارى مافى الحديث الاول على تقدير ثبوته اجبات انها عالمة الى حيث اخذ منها ثلثا الدين، وهذا لا يدل على نفى العلم المماثل لعلمها عن بضعته عليه الصلوة والسلام ولعلمه لم يقل

انها لاتبقى بعده زمنا معتدا به يمكن اخذ الدين منها فيه بعلم يقل فيها ولو علم لربما قال خذوا كل دينكم عن الزہرا وعدم ہذا القول فی حق من دل العقل والنقل على علمه لايدل على مفضوليته والالكانت عائشة افضل من ابيها لانه لم يروعنه فی الدين الاقليل لقلة لبثه وكثرة غائلته بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم على ان قوله عليه الصلوة والسلام انى تركت فيكم الثقلين كتاب الله وعترتى لايفترقان حتى يردا على الحوض يقوم مقام ذلك الخبر و زيادة كمالا يخفى كيف لاو فاطمة رضى الله عنها تلك العترة۔

واما ثانيا فلان الحديث الثانی معارض بما يدل على افضلية غيرها فقد اخرج ابن جرير عن عمار بن سعد انه قال قال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم فضلت خديجة على نساء امتى كما فضلت مريم على نساء العالمين، بل ہذا الحديث اظہر فی الافضلية واكمل فی المدح، عند من انجاب عن عين بصيرته عين التعصب والتعسف لان ذلک الخبر وان كان ظاہراً فی لا افضيلة لكنه قيل ولو على بعد ان ال فی النساء فيه للعهد والمراد بها الازواج الطاہرات الموجودات حين الاخبار ولم يقل مثل ذلک فی ہذا الحديث۔

واما ثالثًا فلان الدليل الثالث يستدعی ان يكون سائر زوجات النبی صلى الله عليه وسلم افضل من سائر الانبياء والمرسلين عليهم الصلوة والسلام لان مقامهم بلا ريب ليس كمقام صاحب المقام المحمود صلى الله عليه وسلم فلو كانت الشركة فی المنزل مستدعيته للافضليته لزم ذلک قطعًا ولا قائل به وبعد ہذا كله الذی يدور فی خلدی ان افضل النساء فاطمة ثم امهاتہم عائشة بل لو قال قائل ان سائر بنات النبی صلى الله عليه وسلم افضل من عائشة لاارئ عليه بأسًا وعندی بين مريم وفاطمة توقف نظرًا لافضلية المطلقة واما

بالنظر الی الحیثیته فقد علمت ماامیل الیه۔

فقد سئل الامام السبکی عن هذه المسئلة فقال الذی نختاره و ندین اللّٰه تعالی به ان فاطمة بنت محمد صلی اللّٰه علیه وسلم افضل ثم امها ثم عائشة و وافقه فی ذلک البلقینی وقد صحح ابن العمادان خدیجة ایضًا افضل من عائشة لما ثبت انه علیه الصلواة والسلام قال لعائشة حین قالت قد رزقك اللّٰه تعالیٰ خیرا منها فقال لها لا واللّٰه مارزقنی اللّٰه تعالیٰ خیرًا منها آمنت بی حین کذبنی الناس واعطتنی مالها حین حرمنی الناس واید هذا بان عائشة اقراء ها السلام النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من جبریل۔ و خدیجة اقراء ها السلام جبریل من ربها وبعضهم لمار ای تعارض الادلة فی هذه المسئلة واشکل مافی هذا الباب حدیث الثرید ولعل کثرة الاخبار الناطقة یخلافه تهون تاویل و تاویل واحد لکثیر اهون من تاویل کثیر لواحد واللّٰه تعالیٰ هو الهادی الی سواء السبیل۔ (تفسیر روح المعانی مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیری مصر)

نساء العالمین سے مراد کہا گیا ہے کہ سارے زمانوں کی تمام عورتیں ہیں اور اس سے ان کی (حضرت مریم) سیدہ فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن پر افضلیت کا استدلال کیا گیا اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کرتی ہے جس کو ابن عساکر نے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں، پھر حضرت فاطمہ پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت آسیہ فرعون کی بیوی ہے۔ نیز ابن ابی شیبہ نے مکحول سے روایت کیا اور اس کے قریب قریب شیخین کی یہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہترین عورتیں جو اونٹ پر سوار ہوئیں قریش کی عورتیں ہیں جو اپنے بچے پر اس کے بچپن میں زیادہ شفقت کرنے والی ہیں اور اپنے خاوند پر اس کے ذات ید میں رعایت کرنے والی ہیں اگر میں نہ جانتا کہ حضرت مریم بنت عمران اونٹ پر سوار ہوئی ہیں تو میں ان پر کسی کو فضیلت نہ دیتا اور اس کی تائید سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو علامہ ابن جریر نے اخراج کیا۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے سوائے مریم بتول کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد، ان کے (مریم) کے زمانے کی عورتیں ہیں۔ پس اس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ان کی فضیلت لازم نہ آئے گی اور اس کی تائید ابن عساکر کی یہ روایت کرتی ہے جس کو مقاتل نے ضحاک سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتیں اپنے اپنے عالم (زمانہ) کی سردار ہیں، حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ بنتِ مزاحم، حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالم کے اعتبار سے ان سب سے افضل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

اور اس کی تائید حضرت حارث بن اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت بھی کرتی ہے۔ جو انہوں نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ روایت کی لیکن وہ مرسل ہے (حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں سے بہتر ہے۔)

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ بھی اس طرف گئے ہیں اور ائمہ اہل بیت سے بھی یہی مشورہ ہے۔

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:

(امام آلوسی لکھتے ہیں) میرا میلان یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا تمام پہلی اور پچھلی عورتوں سے اس حیثیت سے افضل ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جگر پارہ ہیں بلکہ اور حیثیات سے بھی۔ سابقہ روایات اس سے متصادم نہیں واسطے جواز اس کے کہ اس سے بعض جہات سے اور حیثیات میں سے ایک حیثیت کے ساتھ ان کے غیر کی ان پر افضلیت مراد لی جائے اور اسی سے (آثار مختلف) کے درمیان تطبیق بھی ہوگی اور یہ حضرت مریم علیہا السلام کی نبوت کے قول پر نیز سائغ خوشگوار ہے۔ اس لئے کہ روح وجود اور سردار ہر موجود، کا جگر پارہ ہونے کا تقابل میرے علم میں کسی شئے کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ کہکشاں پر کس ہاتھ کی رسائی ہے۔

اور یہیں سے ان کی (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر افضلیت معلوم ہوگئی جس کے خلاف بہت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان سے حجت پکڑتے ہوئے گئے ہیں۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"اپنے دین کی دوتہائی حمیرا (سیدہ عائشہ) سے حاصل کرو۔"

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے نیز یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روز قیامت جنت میں اپنے خاوند رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوں گی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس دن جنت میں اپنے خاوند حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ہوں گی اور نبی کریم ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقام کے درمیان فرق عظیم ہے۔

اس استدلال میں جو کمزوری ہے اس کا تمہیں علم ہے اور حضرت حمیرا (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی حضرت زہرا پر فضیلت کی نص بھی نہیں ہے۔

اولاً:

بایں وجہ کہ حدیث اول میں جو کچھ ہے بر تقدیر ثبوت اس کی غایت یہ ہے کہ وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) عالمہ ہیں اس حیثیت تک کہ ان سے دین کی دوتہائی حاصل کی جائے اور یہ ان کے علم کے مماثل جگر پارہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا اور حضور ﷺ کو یہ علم تھا کہ وہ (سیدہ فاطمہ) ان کے بعد معتد بہ زمانہ باقی نہ رہیں گی جس میں ان سے دین حاصل کرنا ممکن ہو اسی وجہ سے ان کے بارہ میں نہیں فرمایا اور اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آپ کے بعد طویل زمانہ باقی رہنا آپ کے علم میں ہوتا تو آپ یہ فرماتے:

خذوا کل دینکم عن الزھرا۔ "اپنا سارا دین سیدہ زہرا سے حاصل کرو۔"

اور اس قول کا اس شخص کے حق میں نہ ہونا۔جن کا علم عقل ونقل سے ثابت ہے اس کی مفضولیت پر دلالت نہیں کرتا اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں گی اس لئے کہ دین کے بارے میں ان کی مرویات۔بہت کم ہیں بوجہ اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کا قیام بہت کم تھا اور مصائب زیادہ تھے۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کا فرمان، میں تم میں ثقلین چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔" اس خبر کے قائم مقام اور زیادہ ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے کس طرح نہ ہو حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس عترت کی سردار ہیں۔

ثانیاً:

دوسری حدیث ان روایات کے معارض ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ان کے ماسوا کی افضلیت پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ ابن جریر، حضرت عمار بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح فضیلت دی گئی ہے جس طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جہان کی عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

بلکہ یہ حدیث افضلیت میں زیادہ ظاہر اور مدح میں زیادہ کامل ہے۔ اس شخص کے نزدیک جس کی بصیرت آنکھ سے تعصب اور تعسف کا سورج کھل گیا۔ اس لئے کہ حدیث اگرچہ افضلیت میں ظاہر ہے لیکن کہا گیا ہے اگر چہ بہت دور ہے کہ "ال" "النسا" میں عہد کا ہے اور مراد اس سے ازواج مطہرات جو اس خبر کے وقت موجود تھیں اور اس کی مثل اس حدیث میں نہیں فرمایا۔

ثالثاً:

اس لئے کہ تیسری دلیل چاہتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی ازواج تمام انبیاء مرسلین علیہم السلام سے افضل ہوں اس لئے کہ ان کا مقام بلاشک صاحب مقام محمود کے مقام جیسا نہیں۔ اگر منزل میں شرکت افضلیت کو چاہتی تو قطعاً یہ لازم آتا حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔ اس ساری تحقیق کے بعد میرے دل میں جو گھوم رہا ہے وہ یہ ہے کہ سب عورتوں سے افضل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر ان کی ماں (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلکہ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی صاجزادیاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اور میرے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان افضلیت مطلقہ کی نظر سے توقف ہے اور اس حیثیت کی نظر سے تم نے میرا میلان معلوم کرلیا۔

امام بکی رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا جو ہمارا مختار اور دین ہے یہ ہے کہ حضرت فاطمہ دختر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں پھر ان کی والدہ پھر حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس بارے میں امام بلقینی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے موافق ہیں۔

ابن عماد نے تصحیح کی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں بایں وجہ کہ یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر عطا فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بہتر عطا نہیں فرمایا وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میری تکذیب کی۔ اور مجھے اپنا مال دیا جب لوگوں نے روک لیا یہ بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کا سلام پہنچایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے رب عزوجل کا سلام پڑھ کر سنایا۔ اور بعض نے جب دلائل کا تعارض دیکھا تو اس بارے میں توقف کیا۔ اور ابوجعفر استروشنی حنفیوں میں سے توقف کی طرف مائل ہیں۔ ابن جماعہ کہتے ہیں کہ یہی مذہب زیادہ سلامتی والا ہے اور اس باب میں سب سے زیادہ مشکل حدیث ثرید ہے اور اس کے برخلاف اخبار کی کثرت کی وجہ سے اس کی تاویل آسان ہے۔ ایک کی تاویل کرنا کثیر کے لئے، کثیر کی ایک کے لئے تاویل کرنے سے زیادہ آسان ہے اور اللہ تعالیٰ سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

وکل اولادہ توفی قبلہ الا فاطمۃ فانھا تاخرت بعدہ بستۃ اشھر فرفع اللّٰہ لھا بصبرھا و احتسابھا من الدرجات ما فضلت بہ علی نساء العالمین. و فاطمۃ افضل بناتہ علی الاطلاق وقیل انھا افضل نساء العالمین. وفاطمۃ افضل بناتہ علی الاطلاق وقیل انھا افضل نساء العالمین وقیل بل امھا و

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد سوائے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آپ سے پہلے فوت ہو گئیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے بعد چھ ماہ رہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے صبر اور احتساب کے سبب آپ کے درجات بلند فرما دیئے جن کی وجہ سے آپ تمام جہان کی عورتوں پر برتری لے گئیں۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادیوں میں مطلقاً افضل ہیں اور کہا گیا کہ آپ (سیدہ فاطمہ) تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں۔

قیل بل عائشة وقیل بالوقف فی ذلك۔

(زاد المعاد ص ۱۰۴ مطبوعہ بیروت)

کچھ لوگوں نے کہا بلکہ آپ کی اماں (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا) افضل ہیں اور کچھ نے کہا بلکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور کچھ نے اس بارے میں توقف کا قول کیا۔

یومِ قیامت تمام عورتوں کی سردار:

حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرة قال جاء نبی اللّٰه فجلس فقال ان فاطمة وجعة فقال القوم لو عدناها؟ فقام حتی انتهی الی الباب والباب علیها مصفق قال فنادی شدی علیك ثیابك فان القوم جاؤ ایعودونك فقالت یا نبی اللّٰه ما علی الاعبائة قال فاخذ رداء فرمی بها الیها من وراء الباب. فقال شدی بهذا راسك. فدخل ودخل القوم فقعد ساعة فخرجوا افقال القوم تا اللّٰه بنت نبینا فی هذا لحال؟ فقال فالتفت فقال، اما انها سیدة النساء یوم القیامة۔

(حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہیں۔ حاضرین نے کہا کہ ہم ان کی عیادت کر لیتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے حتیٰ کہ دروازے تک پہنچے تو دروازہ بند تھا۔ آپ نے ندا فرمائی اپنے کپڑے سنبھال لو۔ لوگ تمہاری عیادت کے لئے آئے ہیں سیدہ نے عرض کی یا نبی اللہ میرے اوپر تو صرف ایک ہی عبا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر لی اور دروازے کے باہر سے اندر پھینک دی اور فرمایا اس کے ساتھ اپنا سر باندھ لو۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور لوگ بھی اندر گئے آپ کہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا یہ حال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ تو تھوڑی دیر بیٹھے اور باہر چلے گئے لوگوں نے

قیامت کے دن تمام عورتوں کی سردار ہوں گی۔"

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعن ابن العما دان خديجة انما فضلت على فاطمة باعتبار الامومة لاالسيادة العميمة۔ وقد سئل ابن داؤد اى افضل هى ام امها، قال فاطمة بضعة النبى صلى الله عليه وسلم فلا نعدل بها احدًا يعنى من هذه الحيثية لابالكلية۔

وسئل السبكى فقال الذى مختاره و ندين به ان فاطمة بنت محمد افضل ثم امها خديجة ثم عائشة۔ وقد صحح ابن العماد اليضًا ان خديجة افضل من عائشة بما ثبت انه قال لعائشة حين قالت قدرزقک الله خيرًا انها فقال عليه الصلوة والسلام لها۔ لاوالله مارزقتنى الله خيرًا منها آمنت بى حين كذبنى الناس واعطتنى مالها حين حرمنى الناس ويؤيده ان عائشة اقرأها النبى صلى الله عليه وسلم السلام من جبريل وخديجة اقرأها السلام جبريل من ربها۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۴۷)

ابن عماد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدہ خدیجہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ماں ہونے کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے عام سیادت نہیں۔

ابن داؤد سے پوچھا گیا کہ یہ (سیدہ فاطمہ) افضل ہیں یا ان کی ماں تو انہوں نے کہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں ہم ان کے برابر کسی ایک کو نہیں مانتے۔"

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اس جملہ یعنی (من هذه الحيثية لابالكلية) کا اضافہ کیا ہے۔

فائدہ:

فقیر مؤلف ظفر علی مہروی غفر اللہ لہ کہتا ہے کہ جناب علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا فضیلت کو "من هذه الحيثية" کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں قائل کی مرضی کے خلاف ہے بلکہ میرے پیش کردہ دلائل جن سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کلی ثابت ہوتی ہے اس کی تائید نہیں کرتے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا (اس بارے میں) تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین (جس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں) یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں پھر ان کی والدہ محترمہ پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ابن عماد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصحیح کی ہے کہ سیدہ خدیجہ، سیدہ عائشہ سے افضل ہیں بایں وجہ کہ یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس وقت انہوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا) سے بہتر عطا کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، نہیں اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر نہیں عطا فرمایا وہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور مجھے اپنا مال دیا جب لوگوں نے مجھ سے روکا۔

اس کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبریل علیہ السلام کا سلام پہنچایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت جبریل علیہ السلام نے رب تعالیٰ کا سلام پہنچایا۔

مجدد گولڑوی (سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ) کے استاد حدیث خاتم المحدثین علامہ احمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال فی الفتح قال ابن التين ان اريد بالتفضيل كثرة الثواب عند الله فذلك امر لا يطلع عليه فان عمل القلوب افضل من عمل الجوارح وان اريد كثرة العلم فعائشة لا محالة وان اريد شرف الاصل ففاطمة لامحالة

فتح الباری میں ہے: "ابن تین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر تفضیل سے مراد عند اللہ کثرت ثواب ہے تو یہ ایسا امر ہے جس پر اطلاع نہیں ہو سکتی پس بے شک دلوں کا عمل جوارح کے عمل سے افضل ہے۔"

اگر اس سے مراد علم کی کثرت ہے تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور اگر اس سے

وھی فضیلة لایشارك فیھا غیر اخواتھا وان ارید شرف السیادة فقد ثبت النص لفاطمة وحدھا قلت امتازت فاطمة عن اخواتھا بانھن فتن فی حیوٰة المصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم واماما امتازت به عائشة من فضل العلم فان الخدیجة مایقابله وھی انھا اول من اجاب الی الاسلام ودعا الیه واعان علی ثبوته بالنفس والمال والتوجه التام فله اجر من جاء بعدھا۔

مراد اصل کی شرافت ہے تو لامحالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا اور کوئی اس میں شریک نہیں ہے۔

اور اگر اس سے مراد شرف سیادت ہے تو نص صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے لئے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی بہنوں سے اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں وفات پاگئیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی فضیلت کا جہاں تک تعلق ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے وہ فضائل ہیں جو ان کے مقابل ہیں اور وہ یہ ہیں کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور اس کی طرف دعوت دی اور اسلام کے ثبوت کے لئے اپنے جان و مال اور توجہ تام کے ساتھ اعانت کی۔ تو یہ انہیں بعد میں آنے والوں کا ثواب حاصل ہوگا۔

اجماع امت برافضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

وقد انعقد الاجماع علی افضلیة فاطمة وبقی الخلاف بین خدیجة وعائشة انتھی کلام الفتح۔ (حاشیہ بخاری از مولانا احمد علی سہارنپوری، ص ۵۳۲، ج۱)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت پر تو اجماع منعقد ہے اور حضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان خلاف باقی ہے۔ (فتح الباری کا حوالہ ختم ہوا)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بدانکہ ایں حدیث دلالت دارد بر فضل فاطمہ بر تمامہ نساء مومنات حتیٰ از مریم و آسیہ و خدیجہ و عائشہ (رضی اللہ عنہن) ہمچنیں گفتہ است سیوطی۔ احادیث مریم بنت عمران از عموم نساء کہ زہرا رضی اللہ عنہا بر ایشاں تفضل دادہ استثناء کردہ است۔ در حدیث دیگر آمد کہ مثل فاطمہ دریں امت مثل مریم است در خود یعنی فاضل تر از غیر خود و تواند کہ اختلاف ایں اخبار بجہت تدرج اطلاع آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر فضیلت فاطمہ بوحی و اعلام پروردگار تا آخر عموم فضل دے بر تمامہ نساء عالم ثابت شد واللہ علم و بعضی علماء عائشہ را فضل نہن بر فاطمہ از جہت آنکہ عائشہ با پیغمبر در بہشت باشد و فاطمہ با علی ولا بدمقام و مکان پیغمبر اعلیٰ و اشرف از مقام علی است ولیکن در احادیث وارد شدہ است کہ آنحضرت بافاطمہ خطاب کرد کہ من وتو و علی وحسین در یک مکان و یک مقام خواہم بود و نیز میگویند عائشہ مجتہدہ بود در زمان خلفای اربعہ فتوی میداد و اجتہاد میکرد و سیوطی در فتاوی میگوید دریں جا سہ مذہب است۔

(۱) اصح مذہب آنکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل است از عائشہ رضی اللہ عنہا

(۲) و بعضے بہ مساوات رفتہ اند

بعض علماء سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر اس وجہ سے فضیلت دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور یقیناً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکان و مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے لیکن احادیث میں واقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خطاب فرمایا کہ میں، تو حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ایک مکان اور ایک مقام میں ہوں گے۔ (یعنی جنت میں)۔

نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں خلفاء اربعہ کے زمانے میں فتویٰ دیتی تھیں اور اجتہاد کرتی تھیں۔

(نوٹ) اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی "تفسیر روح المعانی" کے حوالہ سے گزر چکا ہے ملاحظہ فرمائیں)۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ میں کہتے ہیں اس جگہ تین مذہب ہیں:

(۱) زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

(۲) بعض علماء مساوات کی طرف گئے ہیں۔

(۳) وبعضے در توقف مانده
او شروشی از حنفیہ و بعضے شافعیہ بتوقف مائل
تراند وچوں مالک را ازاں پرسیدند گفت
بضعۃ من النبی فاطمہ گوشت پارہ پیغمبر او لا افضل
علی بضعۃ من رسول اللہ ﷺ احداً: فضیلت نمی
نہم من بر جگر پارہ پیغمبر ہیچ کس را۔
امام سبکی فرمودہ است کہ آنچہ مختار ما و دین ما
است آنست کہ فاطمہ افضل است بعد از وے
مادرش خدیجہ و بعد ازاں عائشہ رضی اللہ عنہا۔
(اشعۃ اللمعات، جلد چہارم، ص ۶۹۴)

(۳) اور کچھ علماء نے توقف کیا ہے۔
ائمہ حنفیہ میں سے اوشروشی اور کچھ شافعی توقف
کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ حضرت امام
مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس بارے میں
انہوں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ
"بضعۃ من النبی"۔ حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے گوشت کا ٹکڑا ہے۔
لا افضل علی بضعۃ من رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم احدًا۔
"اور میں رسول اللہ ﷺ کے جگر پارہ پر کسی
ایک کو فضیلت نہیں دیتا۔"
امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وہ جو ہمارا
مختار اور دین ہے یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا،
افضل ہیں، ان کے بعد ان کی والدہ حضرت
خدیجہ رضی اللہ عنہا، ان کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔"

مکتوب شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت الشیخ الجامع مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی جو غوث زماں مجدد دین وملت پیر سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ آپ نے ایک تحریر دے کر حکم فرمایا تھا کہ حضرت شیخ الجامعہ اس کا جواب تحریر فرمادیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے مکتوب میں کئی سوالات کے جوابات تحریر فرمائے وہ مکتوب گرامی آپ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ عبدالحی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی مطبوعہ کتاب "تحقیق الحق الظریف الجید فی عدم نکاح الشریفۃ السیدہ بغیر الشریف السید" میں موجود ہے۔

سوال نمبر ۲:

کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں سے کس کو فضیلت ہے؟
کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب:

اگر چہ کتب فقہ میں مثلاً درمختار و شامی میں بھی موجود ہے کہ حضرت صدیقہ من وجہ افضل ہیں اور شامی نے "بدء الامالی" کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

وللصدیقة الرجحات فاعلم　　علی الزهراء فی بعض الخلال

مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشعۃ اللمعات" میں لکھا ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس میں تین مذہب ہیں:

(۱) اصح مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔
(۲) مساوات۔
(۳) توقف۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں اور یہ اصح ہے یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے مساوی ہیں۔

پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تفضیل کا مذہب دراصل کسی کا مذہب ہی نہیں بلکہ یہ احتمال جزئیات فقہ سے متاخرین نے استنباطاً ذکر کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اسی لئے صاحب درمختار نے اس قول کی قیل سے تعبیر کر کے ضعیف ظاہر کیا ہے۔

الغرض احادیث اس بارہ میں دو طرح وارد ہیں ایک میں وارد ہے کہ:

فضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام او کما قال صلی الله علیه وسلم۔

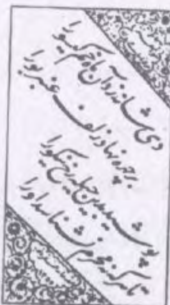
اور دوسری میں وارد ہے:

فاطمه سیدة نساء الجنت او کما قال صلی الله علیه وسلم۔

پس بعض علماء نے توقف کیا بعض نے مساوات کا قول کیا ہے۔ بعض نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کو سیادۃ دینی پر محمول کیا اور فضل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فضل مطلق پر محمول کر کے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو افضل قرار دیا۔ والعلم عند اللہ۔

میرے پیش کردہ دلائل سے اور علماء کرام کی تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ سیدہ بتول بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام عورتوں بشمول امہات المومنین و سیدہ مریم رضی اللہ عنہا پر فضیلت کلی عطا فرمائی ہے اور یہی مذہب جمہور علماء امت کا ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

اللہ تعالیٰ خشک علماء کو حق تسلیم کرنے اور اس کے مطابق درستگی عقائد کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔



حامد القادری کے خط میں مولانا جامی کے فارسی اشعار



﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورۂ زمر آیت ۹)

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی عظمت و شان

پیر قمر الشکور احمد

ارشادِ ربُّ العزّت ہے۔

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ ؕ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ ؕ

(الکوثر: ۱ تا ۳)

بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے، پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیہ تشکر ہے) بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام و نشان ہوگا۔

اس سورۂ مبارک کا شانِ نزول جُملہ مفسرینِ قرآنِ حکیم نے یہی بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں صاجزادے یکے بعد دیگرے (جناب قاسم و جناب عبداللہ رضی اللہ عنہما) انتقال فرما گئے تو قریش مکّہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ان میں ابولہب بھی شامل تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ابتر ہو گئے۔ (جس کی نسل ختم ہو جائے) تب مشرکین مکّہ کی ان خرافات کے جواب میں سورۂ کوثر کا نزول ہوا۔ جس سے جنابِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل مبارک کی حفاظت کی ذمہ داری خود پروردگارِ عالم نے لی۔ متعدد احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی آدم اور ہر نبی کی نسل کو ان کے بیٹوں میں رکھا مگر میری نسل کو میری بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں رکھا اور میری نسل مبارک کو بجائے میرے، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صلب میں رکھا۔

طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کہ ذریت کو اُس کے صُلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے صُلب میں رکھا ہے۔ (الصواعق المحرقہ)

پارہ ہائے صُحف، غُنچہ ہائے قُدس　　اہلِ بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے　　اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر　　اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

(امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اِسمِ گرامی کے بارے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا اِرشادِ گرامی ہے کہ میں نے اپنی پیاری بیٹی کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اِس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اور اُن کی اولاد کو دوزخ سے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم سیدِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہے اللہ تعالیٰ نے اِس کی اولاد پر دوزخ کو حرام فرما دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے القاب سیدہ، زہرا، بتول، طاہرہ، ذکیہ، راضیہ، مرضیہ، عابدہ، زاہدہ ہیں۔ لقب زہرا کی "ز" کو اگر فتح یعنی زبر سے پڑھا جائے تو معنی کلی اور شگوفہ ہے اور اگر ضمہ پیش سے پڑھا جائے (زُہرا) تو معنی روشنی، چمک۔ بتول دنیا سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے آپ سلام اللہ علیہا کا لقب ہے۔ سورہ مُزمّل کی آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝　　اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اس کے ہو رہیں۔ (المزمل:۸)

چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کی توجہ دنیا اور اس کے عیش و عشرت کی طرف نہیں تھی بلکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہی ہے اور مشغولِ عبادتِ حق ہمیشہ رہی ہیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہا کو "بتول" کہتے ہیں۔ طاہرہ پاکیزہ، نسوانی عوارض سے پاک چونکہ آپ سلام اللہ کی پرورش آغوش رحمۃ للعالمین

ﷺ کی نظرِ رحمت اور فیضانِ صحبت میں ہوئی باطن کا تزکیہ اور ظاہری پاکیزگی وطہارت بھی حاصل تھی اس لئے طاہرہ اور ذکیہ لقب ہوئے اور چونکہ آپ رضی اللہ عنہا ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی تھیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہا کو راضیہ ومرضیہ کہتے ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ظہورِ پرنور (ولادت) کے بارے میں متعدد اقوال ہیں حضرت شاہ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں جس قول کو صحیح ترقرار دیتے ہیں وہ ۲۰ جمادی الآخر اظہارِ نبوت کا پہلا سال جب کہ کریم آقا ﷺ کی ظاہری عمر مبارک اکتالیس (۴۱) سال تھی۔ اِس طرح آپ کو اِس دنیا میں آتے ہی وحیِ الٰہی کے انوار وتجلیات دیکھنے کا موقع ملا اور یوں آپ کا مرتبہ ساری اولاد سے بلند ٹھہرا، ہجرتِ مدینہ کے بعد بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے عقد کے خواہش مند تھے اور حضور ﷺ سے اِس نسبت کو قائم کر کے برکات سمیٹنے کی آرزو رکھتے تھے۔ مگر آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا کہ میں اَمرِ الٰہی کا انتظار کر رہا ہوں ، پھر وہ سعید ساعت آگئی۔ جب قدرت کاملہ نے اِس امر کے بجالانے کا حکم ارشاد فرمایا: حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں موجود تھا جب آقا ﷺ پر آثارِ وحی نمودار ہوئے، جب فرشتہ چلا گیا تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اے انس کیا تو جانتا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا پیغام لائے، عرض کیا:

فداك ابی و اُمی — میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔

جبرائیلِ امین علیہ السلام کیا خبر لائے ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے کر دیجئے۔ (نورالابصار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی حضور ﷺ مسجد میں ہی تھے کہ اتنے میں حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو آقا ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ جبرائیلِ امین علیہ السلام بتا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو تمہاری زوجیت میں دے دیا ہے اور اِن کے نکاح پر چالیس (۴۰) ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا ہے اور شجرۂ طوبیٰ (بہشتِ بریں کا ایک خوشبودار درخت) کو حکم دیا کہ اِن پر سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا) سفید مروارید، سبز زبرجد، زُمرد اور سُرخ یاقوت اور قیمتی موتی نچھاور کرے تو اُس نے موتی اور یاقوت نچھاور کئے تو حورعین نے موتی اور یاقوت کو تھالیوں میں جمع کرنے میں جلدی کی، جنہیں وہ آپس میں قیامت تک بانٹتے

رہیں گے اور ایک دوسری روایت جو خود حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بے شک اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے طوبیٰ کے درخت کو حکم دیا کہ وہ موتی یاقوت اور مرجان ان فرشتوں اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں پر نچھاور کرے جو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح میں شامل ہیں اور اس (جوڑے کے نکاح) سے سارے آسمان والے بہت خوش ہوئے اور ان دونوں (علی و فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہما) سے دو بچے ہوں گے جو دنیا میں بھی سردار ہوں گے اور جوانان جنت کے بھی سردار ہوں گے اور جنت کی ہر چیز کو اسی لئے سجایا گیا ہے پس یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلوں اور پچھلوں کے سردار ہیں۔

جناب ابو بکر الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس خوشی کا سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ مجھے میرے پروردگار کی طرف سے اپنے چچا کے بیٹے اور اپنی بیٹی سے متعلق بشارت ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کا نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا ہے اور خازنِ جنت رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے شجرِ طوبیٰ کو ہلایا تو وہ میرے اہلِ بیت علیہم السلام کے محبوں کی تعداد کے برابر رقعوں (پتوں) سے برآور ہوا جو (بخشش) کی دستاویزوں کی صورت میں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کئے اور ہر فرشتے کو ایک ایک رقعہ دیا جب لوگوں پر قیامت قائم ہوگی تو وہ فرشتے میدان حشر میں جمع ہونے والی مخلوق میں آوازیں دیتے ہوئے پھیل جائیں گے اور اہلِ بیت کے نیازمندوں میں دوزخ سے رہائی کے حکم نامے تقسیم کریں گے تو اہلِ بیت علیہم السلام کا کوئی ایسا محب باقی نہ رہے گا جسے وہ دستاویز نہ ملے پس میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا، اور میری بیٹی میری اُمت کے مردوں اور عورتوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے والے بن جائیں گے اِن روایات سے جناب سیدہ کے مرتبہ ومقام کا پتہ چلتا ہے اور ہر کلمہ گو مسلمان کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا لازمی ہے کہ قیامت کے روز آپ سلام اللہ علیہا کی دعا وسفارش کے باعث کئی گنہگاروں کی بگڑی سنور جائے گی۔ شاہ نصیر الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں۔

زہرا کو عطا ہوئی جو شانِ اعلیٰ — سمجھے گا اُسے کوئی مقدر والا
اُمید سفارش اُن سے رکھتا ہے نصیرؔ — زہراؑ کا کہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ ٹالا

درج بالا اِن احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرتِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح آسمانوں پر پہلے ہوا ہے اور زمین پر منعقد کرنے کا حکم بعد میں دیا گیا۔ باوجود اِس اَمر کے کہ حکم پروردگار آچکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیاری صاجزادی کے پاس تشریف لائے (چونکہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال تقریباً پانچ (۵) سال قبل ہو چکا تھا) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود جنابِ سیدہ سے فرمایا: کہ بیٹی مجھے پروردگارِ عالم کی طرف سے یہ حکم آیا ہے کیا تم اِس پر راضی ہو؟ جناب سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا نے خاموشی کے ذریعے جب اپنی رضامندی ظاہر کی تو پھر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نکاح کا انعقاد فرمایا۔

جس میں جلیل القدر صحابہ کرام انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم شریک ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کے باعث معبود ہے وہ اپنی قدرت کاملہ کی وجہ سے معبود ہے، اُس کا دبدبہ مسلم ہے، اُس کے عذاب کے ڈر سے اُس کی پناہ لی جاتی ہے، زمین و آسمان میں اُس کا حکم جاری ہے، اُس نے اپنی قدرت سے لوگوں کو پیدا کیا ہے، احکام کے ساتھ اُن کو ممتاز کیا اور دین کے ساتھ اُن کی تعظیم کی اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث اُن کو عزت دی اللہ تعالیٰ نے دامادی کو لاحق ہونے والی نسبت ضروری اَمر، عادل حکم اور جامع خیر بنائی اِس کے ساتھ ارحام کو مضبوط کیا اور لوگوں پر اس کو لازم کیا اور فرمایا:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۝

اور وہی ہے جس نے پانی (کی مانند ایک نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال (کی قرابت) والا بنایا، اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔ (الفرقان: ۵۴)

اللہ تعالیٰ کا حکم قضاء تک جاری ہے اور قضا اُس کی قدرت تک جاری ہے، ہر قضا کے لئے قدر ہے اور ہر قدر کے لئے وقت مقرر ہے، ہر مقرر وقت لکھا ہوا ہے اللہ جو چاہے مٹائے اور جو چاہے اسے ثابت رکھے، اُس کے دستِ قدرت میں لوح و قلم ہے اس کے بعد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اگر علی رضی اللہ عنہ سنت اور فرض پر قائم رہے اللہ تعالیٰ اِن دونوں کے امور جمع رکھے گا۔ اِن کو برکتیں عطا فرمائے گا اِن کی نسل کو پاکیزہ

رکھے گا۔اور انہیں رحمت کی کنجیاں اور علم و حکمت کی صفیں بنائے گا اور وہ اُمت کے لئے امان ہوں گے پھر حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے بحکم ِپروردگار عالم چار سو مثقال چاندی کے عوض فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا ہے، کیا تمہیں قبول ہے؟ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے جب سجدہ سے سر اُٹھایا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر برکتیں نازل فرمائے اور تمہارا نصیب اور بخت اچھا کرے اور تم سے خوشبو منتشر ہو۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہت سی خوشبو ظاہر فرمائی۔(نورالابصار)

نکاح کے چند دن بعد رخصتی عمل میں آئی جس کے بارے میں ایک قول ۱۹ ذی الحجہ ۲ ہجری کا ہے۔ چند معزز خواتین بنو ہاشم اور معزز مرد حضرات نے کاشانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دلہن سلام اللہ علیہا کو مولودِ کعبہ رضی اللہ عنہ کے گھر انتہائی عزت و احترام کے ساتھ پہنچایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ہمارا انتظار کرنا، کچھ دیر بعد آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، درمیان میں جلوہ افروز ہوئے پانی دم کر کے دونوں ہستیوں پر چھڑکا اور نسل مبارک میں برکت کی دعا فرمائی۔جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی زرہ فروخت کرنے کا حکم دیا جو پانچ سو درہم میں حضرت حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے خرید کر پھر آپ رضی اللہ عنہ کو تحفۃً واپس کر دی گویا حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خودداری پر کوئی حرف نہ آئے، اُسی رقم سے حق مہر ادا کیا۔

جہیزِ جنابِ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

سُلطانِ سلاطین جہاں، رحمتِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کو جو جہیز عطا فرمایا: اُس میں انتہائی بنیادی ضرورت کی اشیاء تھیں جس سے دنیاوی بے رغبتی کا اندازہ ہوتا ہے،ایک چادر،ایک چکی ،ایک بستر،ایک چٹائی کھجور کے پتوں کی،ایک جوڑا کپڑوں کا،ایک انتہائی اعلیٰ کپڑے کی قمیص،چاندی کے بازو بند،دوعدد،دوعدد گلاس،چار موٹے کپڑے کے تکیے چار عدد،ایک تانبے کا لوٹا،دو مٹی کے گھڑے،چار پائی اس سامان کے ساتھ چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھی چھوٹی قرآنِ حکیم کی چند سورتیں بھی تھیں۔جہیز کے حوالے سے ہوسکتا ہے کسی فہرست میں کچھ کم یا زیادہ کی روایات ہوں لیکن بنیادی نکتہ یہ ہے کہ وُہ انتہائی ضرورت کا سامان تھا۔(بشکریہ روزنامہ ۹۲ لاہور)

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کے چند دیگر خصائص

انتخاب: پیر سید مرید کاظم شاہ بخاری

ولادت:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف ہے کچھ حضرات اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے بتاتے ہیں اور کچھ نے اعلان نبوت کے ایک سال بعد لکھا ہے۔

فاطمہ علیہا السلام نام کی وجہ تسمیہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما سمیت ابنتی فاطمة لان اللّٰه فطمها ومحبیها عن النار۔

(کنز العمال، ص: ۱۲۹/۶، صواعق محرقہ، ص ۱۵۱)

میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس وجہ سے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان فاطمة حصنت فرجها فحرم اللّٰه ذریتها علی النار۔

(المستدرک للحاکم، ص ۱۵۲/۳)

بے شک فاطمہ پاک دامن ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشت کا ٹکڑا ہیں۔ ان کی ایذا آپ کی ایذا ہے اور

ان کا غضب حضور ﷺ کا غضب ہے۔

عن ابی حنظلة مرسلًا انه علیه الصلوة والسلام قال انما فاطمة بضعة منی ای قطعة لحم فمن اذا ها فقد اذانی۔

ابی حنظلہ سے مرسلاً روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا حصہ ہے تو جس نے اسے اذیت دی اُس نے مجھے ایذا پہنچائی۔

(مستدرک الحاکم)

زہرا نام کی وجہ تسمیہ:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زہرا اس وجہ سے رکھا گیا کہ آپ حضرت محمد ﷺ کا پھول ہیں۔
زہرا، بمعنی کلی، آپ رضی اللہ عنہا جنت کی کلی تھیں حتیٰ کہ آپ کو کبھی حیض نہیں آیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی تھی جسے حضور نبی کریم ﷺ سونگھا کرتے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہا کا لقب زہرا تھا۔

آپ کے لقب بتول کی وجہ:

آپ رضی اللہ عنہا کا لقب بتول اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عورتوں میں حسن و جمال، فضل اور شرف کے اعتبار سے ممتاز کر دیا تھا۔ یا بایں وجہ کہ آپ (تمام مخلوق سے) منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھیں۔

دیگر اسمائے گرامی:

مبارکہ، زکیہ صدیقہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ، زہراء، طاہرہ۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اللہ عزوجل کے ہاں عظیم مرتبہ:

سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مرفوع روایت ہے کہ:

'اذا کان یوم القیامة نادی مناد من وراء الحجاب یا اهل الجمع

جب قیامت کا دن ہوگا تو پردوں کے پیچھے سے ایک منادی پکارے گا۔ اے محشر والو!

غضوا ابصاركم عن فاطمة بنت محمد صلى الله عليه وسلم حتى تمر۔

اپنی آنکھیں بند کرلو تا کہ سیدہ فاطمہ بنت محمد ﷺ (پل صراط سے) گزر جائیں۔

یوم قیامت اعلان نگاہوں کو جھکالو:

عن ابی ایوب الانصاری مرفوعًا اذ كان يوم القيامة نادى مناد من بطنان العرش، يا اهل الجمع نكسوا رؤسكم وغضوا ابصاركم حتى تمر فاطمة بنت محمد على الصراط فتمر مع سبعين الف جارية من الحور العين كمر البرق۔

(رواہ ابو بکر الشافعی سیرت فاطمہ علامہ مناوی، ص ۷۳)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے پردوں سے ایک منادی پکارے گا، اے محشر والو! اپنے سر جھکالو اور اپنی آنکھیں بند کرلو تا کہ حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گزر جائے تو آپ ستر ہزار روحوں کے جھرمٹ میں بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

عن عبدالله بن الزبير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما فاطمة بضعة منى يوذينى ما اذا ويغضبنى مايغضبها۔

(باسانيد صحيحه)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جو اس کو ناراض کرے اس نے مجھے ناراض کیا۔

ان کی رضا خدا کی رضا اور ان کا غضب خدا کا غضب:

عن على رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لفاطمة ان الله يرضى برضاك

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ تیری رضا کی وجہ سے راضی ہوتا

ویغضب لغضبك۔

(باسناد حسن) (الطبرانی ص ۱۰۸، مطبوعہ مطبع الزہرا موصل)

ہے اور تیرے غضب کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے۔"

سیدہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گی:

عن علی قال اخبرنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اول من یدخل الجنة انا و فاطمة۔

(ابن سعد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا کہ سب سے پہلے جنت میں مَیں اور فاطمہ داخل ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں آپ کا مرتبہ:

عن ثوبان کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سافر آخر عهده اتیان فاطمة و اول من یدخل علیه اذا قدم فاطمة۔

(احمد، البیہقی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے اور جب واپس آتے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سب سے پہلے قدم رنجہ فرماتے۔

جنت کے دروازہ پر سیدہ رضی اللہ عنہا کا نام:

عن ابن عباس عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لیلة عرج بی الی السماء رأیت مکتوبا علی باب الجنة بالذهب لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی حبیب اللّٰه الحسن والحسین صفوة اللّٰه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات جنت کے دروازہ پر سونے کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا علی (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ حسن (رضی اللہ عنہ) اور حسین (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں، فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، اللہ

فاطمة امة الله۔

تعالیٰ کی (خاص) باندی ہیں۔

(الدیلمی)

تمام اولادِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بخشے ہوئے ہیں:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔

اے اہل بیت جز ایں نیست کہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر طرح نجاست دور فرمائے اور تمہیں خوب پاکیزہ کردے۔

اس آیت کے مطابق قیامت تک تمام سادات اولاد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور جو بھی اہل بیت میں شامل مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دائرہ مغفرت میں شامل ہیں۔ یہ تمام نفوس قدسیہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف واعزاز اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عنایت کی بنا پر خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے پاک اور مطہر ہیں۔ اہل بیت کرام کے اس خصوصی شرف اور اعزاز کا مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا۔ وہ قیامت کے دن بخشے ہوئے اٹھیں گے۔

(فتوحات مکیہ ابن عربی، ص ۲۹۱، ج ۳، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ قاہرہ، مصر)

کلمات توسل جن سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی:

عن ابن عباس قال سالت المصطفٰی عن الكلمات تلقاها آدم من ربه فتاب عليه فقال سال بحق محمد وعلى وفاطمة والحسن، والحسين۔

(سیرت فاطمہ علامہ مناوی، ص ۷۶، مطبوعہ مکتبہ القرآن قاہرہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت مصطفٰی علیہ التحیۃ والسلام سے ان کلمات کے متعلق سوال کیا جو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سیکھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کے توسل سے سوال کیا۔

میزان میں ان کا کیا مقام ہو گا:

عن ابن عباس عنه عليه الصلوٰة والسلام انه قال انا ميزان العلم وعلى كفتاه والحسن والحسين خيوطه والائمة من امتى عموده، وفاطمة علاقته توزن فيه اعمال المحبين لنا والمبغضين لنا۔
(الدیلمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں علم کا میزان ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کے پلڑے ہیں، حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) اس کی ڈوریاں ہیں اور میری اُمت کے امام اس کے ستون ہیں اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس کو اعتدال پر رکھنے والی ہیں جس میں ہم سے محبت رکھنے والے اور ہم سے بغض رکھنے والوں کے اعمال کا وزن ہو گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت:

عن عائشة قالت مارأيت احدًا اشبه سمتًا ودلًا وهديًا برسول الله صلى الله عليه وسلم فى قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت و كانت اذا دخلت على النبى صلى الله عليه وسلم قام اليها فقبلها واجلسها فى مجلسه۔
(فضل اهل البيت وحقوقهم از ابن تیمیہ بحوالہ داؤد، ص ۸۰، مطبوعہ مکرمہ)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چال، رفتار اور سیرت میں نشست و برخاست میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مشابہ کسی کو نہیں دیکھا جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوتیں تو سرکار کھڑے ہو جاتے ان کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھا دیتے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی مخصوص کمزوریوں سے پاک تھیں:

عن ابن عباس، ابنتی فاطمة حورًا ادمية لم تحض ولم تطمث وانما سماها الله فاطمة لان الله تعالى فطمها ومحبيها من النار۔
(الخطیب)(فضل اهل البيت وحقوقهم ص ۸۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری بیٹی حور آدمیہ ہے نہ اس کو حیض آتا ہے اور نہ نفاس۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس وجہ سے رکھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔"

اہل بیت سے محبت اور جنگ:

عن زيد بن ارقم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على وفاطمة والحسن والحسين انا سلم لمن سالمتم وحرب لمن حاربتم۔
(فضل اهل البيت وحقوقهم ابن تيميه، ص ۹)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جن کے ساتھ تمہاری صلح ہے میں ان کے لئے صلح کرنے والا ہوں اور جن کے ساتھ تمہاری جنگ ہے میں ان کے ساتھ جنگ کرنے والا ہوں۔

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس دنوں تک ان کے دروازے پر آتے رہے۔ آپ ارشاد فرماتے:

السلام عليكم اهل البيت ورحمة الله وبركاته۔

نماز کا وقت ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

سیدہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا:

عن ابن مسعود انه قال ان الله تعالٰی امرنی ان ازوج فاطمة من علی۔

(الطبرانی ورجالہ ثقات بحوالہ سیرت فاطمہ علامہ مناوی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

ایثار وسخاوت کا بے مثال واقعہ:

طالب ہاشمی نقل کرتے ہیں:

ایک دفعہ قبیلہ بنوسلیم کے ایک بہت بوڑھے آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دین کے ضروری احکام ومسائل بتائے اور پھر ان سے پوچھا:

کیا تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قسم ہے اللہ کی بنوسلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور محتاج میں ہی ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا۔

سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے؟

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اُٹھے اور اپنا عمامہ اُتار کر نومسلم اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو ساتھ لیا اور ان کی خوراک کا انتظام کرنے لگے چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ آخر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہ نے پوچھا کون ہے؟

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی اے سچے رسول کی بیٹی اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجئے۔

سیدہ عالم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے سلمان خدا کی قسم آج سب کو تیسرا فاقہ ہے دونوں بچے بھوکے سوئے ہوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔

جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ جنس دے دو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر شمعون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ دریائے حیرت میں غرق ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سیدہ عالم کے پاکیزہ کردار کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اُٹھا:

"اے سلمان خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے تو گواہ رہنا کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ پر ایمان لایا۔ اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس بھیج دی۔ وہ سیدہ کے پاس واپس ہوئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لئے روٹیاں پکا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیں انہوں نے کہا اے میرے آقا کی لختِ جگر ان میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے۔ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا سلمان جو چیز میں راہ خدا میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹیاں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے وہ روٹیاں اعرابی کو دیں اور پھر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی:

"بار الٰہ فاطمہ تیری کنیز ہے اس سے راضی رہنا۔"

علامہ اقبال نے اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

بہر محتاج دلش آن گونہ سوخت　　با یہودی چادر خودرا فروخت

(سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مصنفہ طالب ہاشمی، ص ۱۲۶ تا ۱۲۸)



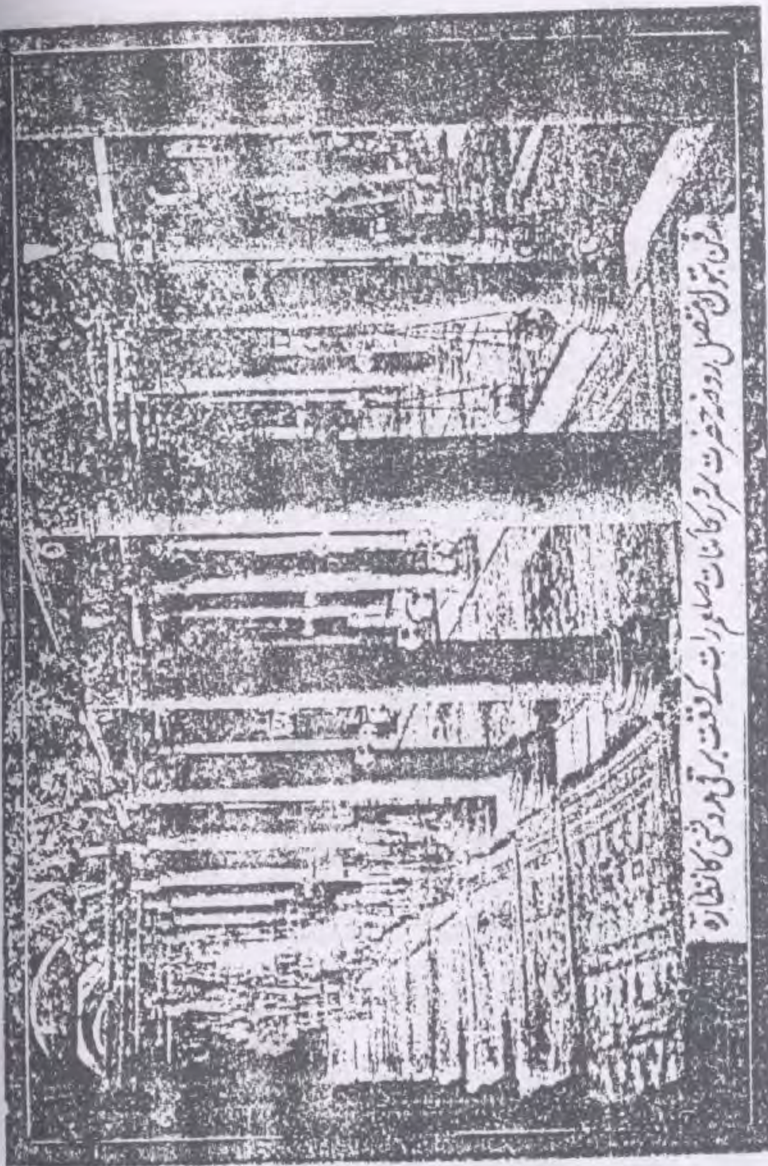
حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیھا وعلیھا

باب 6



عبادات



خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کا ذوقِ عبادت

مفتی محمد زمان سعیدی رضوی

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے مقصد تخلیق کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝

ہم نے انسانوں اور جنات کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

(الذاریات:۵۶)

عبادت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوعِ انسان کے ہر فرد سے ایک مضبوط عہد لیا ہے، جسے قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، اس لئے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔

(یٰسین:۶۰۔۶۱)

قرآن کریم کی بہت سی آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثیر احادیث میں عبادت کی بہت تاکید کی گئی ہے اور یہ بھی بتلا دیا گیا ۔۔۔ جو شخص اپنے مقصدِ زندگی (عبادت) میں کامیاب ہوگا وہی رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے گا اور جو ناکام و نامراد ہوگا وہ رب کی ناراضی کی وجہ سے عذاب و عقاب کا مستحق ہوگا اس لئے بندے کی اصل کامیابی حکم الٰہی اور ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

مطابق عبادت کرنے میں مضمر ہے اور جو بندہ عبادت و بندگی کے علاوہ دوسرے طریقہ میں کامیابی کا طلب گار ہوگا، اس کے لیے ناکامی لکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مردوں کے اوصافِ بندگی کے ساتھ ساتھ عورتوں کے اوصافِ عبادت کو بھی ذکر کیا اور اس پر ملنے والے اجر و ثواب کا انھیں بھی مستحق قرار دیا، جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت اشارہ کر رہی ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۝

(الاحزاب:۳۵)

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرنبردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور سدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنے ستر کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنے ستر کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک عبادت و بندگی کے اس حکم پر جہاں مردوں نے عمل کیا ہے وہیں خواتین بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔ خالق کائنات کی رضا جوئی کے لیے جہاں مردوں نے اپنی راتیں عبادت سے مزین کیں وہیں عورتوں نے بھی اطاعت و بندگی کے ذریعے اپنی راتوں کو سجایا اور اپنے مالک و مولیٰ سے ہم کلامی کے لیے شب بیداری اور آہِ سحر گاہی کو معمول بنایا۔ جہاں رسول اللہ ﷺ پورے جذبہ کے ساتھ عبادت میں مصروف ہوا کرتے، وہیں آپ ﷺ کے اہل بیت علیہم السلام اور آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے والی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی پورے شوق و جذبہ کے ساتھ فریضۂ بندگی بجالاتیں۔ جہاں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ارشادات نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق عبادت کیا کرتے، وہیں صحابیات رضی اللہ عنہن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق عمل کرتیں۔ عبادت گزاروں کی فہرست اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ان میں مخدومہ کائنات، طیبہ، طاہرہ، زاہدہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہ کیا جائے، جن کے جذبۂ عبادت و بندگی اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوششوں کو دیکھ کر موجودہ دور کی خواتین بھی اپنے مقصد زندگی کو یاد کر سکتی ہیں اور اپنے مولائے حقیقی کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو سکتی ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا عبادت و ریاضت میں بے انتہا شغف رکھتی تھیں، آپ تہجد گزار اور کثرت سے روزے رکھنے والی تھیں۔ خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتی تھیں۔ زبان پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی طبیعت عالیہ ہمہ وقت عبادتِ الٰہی کی طرف متوجہ رہتی تھی، اپنے گھریلو کام کاج کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو عبادتِ الٰہی میں بھی مشغول رکھا کرتی تھیں، خواہ آپ رضی اللہ عنہا کسی بھی کام میں ہوں ہر وقت یادِ الٰہی میں مگن رہتیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہوتیں، بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک کرنے کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ذوقِ عبادت کے متعلق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ" میں نقل فرماتے ہیں: حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے اپنی والدۂ ماجدہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ (بسا اوقات) گھر کی مسجد کے محراب میں رات بھر نماز میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی۔"

(مدارج النبوۃ: قسم پنجم در ذکر اولادِ کرام سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)

مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارک تھا۔ آپ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و مواعظ گھر بیٹھے سماعت فرماتیں، ان میں جب عقوبت اور محاسبۂ آخرت کا ذکر آتا تو سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ روتے روتے غشی طاری ہو جاتی، تلاوت کلام مجید کرتے وقت عقوبت و عذاب کی آیات آ جاتیں تو جسم اطہر پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے اشکوں کا ایک سیلاب جاری ہو جاتا۔ بزرگ صحابی رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ شہزادگان حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آرام فرما تھے اور آپ رضی اللہ عنہا

اِن پر پنکھا جھل رہی تھیں اور زبان سے کلامِ الٰہی کی تلاوت جاری تھی یہ دیکھ کر مجھ پر ایک خاص حالت رِقت طاری ہوئی۔" (سفینۂ نوح: ملخصاً)

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے اپنی والدۂ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو مسلمان مردوں اور عورتوں کے حق میں بہت زیادہ دعائیں کرتے دیکھا۔ آپ نے اپنی ذات کے لیے کوئی دعا نہ مانگی۔ میں نے عرض کیا: "اے مادرِ مہربان! کیا سبب ہے کہ آپ اپنے لیے کوئی دعا نہیں مانگتیں؟ فرمایا: "اے فرزندِ ارجمند" اَلْجَوارُ ثُمَّ الدَّارُ" پہلا حق ہمسائیوں کا ہے پھر گھر والوں کا۔ (مدارج النبوۃ: قسم پنجم در ذکر اولادِ کرام سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)

بالجملہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا ذوقِ عبادت، شوقِ تلاوت اور بارگاہِ ربّ العزۃ میں خاص قرب اور ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت مثالی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں اور بہنوں کو آپ رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین



خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

اور آپ کی خادمہ کا تعلق بالقرآن

سید محمود الرحمان

قرآن پاک سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شغف، اس کی مقدس آیات کی ہمہ وقت تلاوت، اس کے مفاہیم و مطالب پر اس درجہ غور و خوض کہ عقوبت اور محاسبۂ آخرت سے متعلق آیات کے ورد کے دوران جسم مبارک پر رقت طاری ہو جانا، روتے روتے غش آجانا،..... یہ تمام باتیں اس حقیقت کا مظہر ہیں کہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے پروردگار عالم کی آخری آسمانی کتاب کو، اس کی ہر سورت کو، ہر آیت کو اپنے وسیع فہم و بصیرت اور بسیط علم و عرفان کی بدولت ذہن و دل پر اس طرح منقش کر لیا تھا کہ ہر ہر لمحہ اور ہر اک پل اس کی شعاعیں کاشانۂ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در و بام کو درخشاں کئے رکھتیں۔ گھر کی پوری فضا وردِ کلام الٰہی سے تابناک رہتی۔ آیاتِ قرآنی کی ہمہ وقت تلاوت اس بیت اقدس کے ہر مکیں کے جسم و جاں کو ابدی نور و نکہت سے مزین کر دیتی۔ ہر ایک آیات ربانی کے فیضان سے شادکام ہوتا۔

ان شادکام ہونے والوں میں حبشہ کی ایک خاتون حضرت فضہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ وہ مقتدر خاتون تھیں جنہوں نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم میں ایک کنیز کی حیثیت سے اپنی زندگی کا وافر حصہ گزارا تھا۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی خاص خدمت گزار تھیں۔ مشرف بہ اسلام ہو جانے کے بعد انہوں نے کاشانۂ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا میں جو دیندارانہ ماحول دیکھا، ذکر الٰہی کی جو صدائے دلنشیں سنی، قرآنی آیات کی جو روح پرور سماعت فرمائی اس نے حبشہ کی ان محترم خاتون میں قرآن فہمی کا نہایت ہی اعلیٰ ذوق

پیدا کر دیا۔۔۔۔۔۔ اور پھر، وہ وقت آیا کہ وہ ہر سوال کا جواب کلام الٰہی سے دیا کرتیں۔ اس ضمن میں ابو القاسم قشیری نے ایک حاجی کا واقعہ لکھا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دینی بصیرت، اسلامی تدبر اور قرآن فہمی کے اثرات کا دائرہ کس قدر وسیع و بیکراں ہوتا چلا گیا ہے۔

مذکورہ حاجی کا بیان ملاحظہ ہو:

"میں دورانِ حج ایک روز بیاباں میں اپنے قافلے سے پیچھے رہ گیا تھا۔ تب، میں نے ایک بوڑھی خاتون کو وہاں دیکھا۔ ہم دونوں میں یہ سوال و جواب ہوئے:

سوال: تم کون ہو اور اس بیاباں میں کیا کر رہی ہو؟

جواب: فَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ!

(سلام کرو۔ پھر تم عنقریب جان لو گے)۔

مطلب: "پہلے سلام کرو۔" چنانچہ میں نے انہیں سلام کیا۔

سوال: آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟

جواب: مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَه

(جسے اللہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا)۔

مطلب: "راہ سے بھٹک گئی ہوں۔"

سوال: آپ انسان ہیں یا جن؟

جواب: یَا بَنِیْٓ آدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

(اے بنی آدم! مسجدوں کو بارونق بناؤ)۔

مطلب: "میں انسان ہوں۔"

سوال: آپ کہاں سے آئی ہیں؟

جواب: یُنَادُوْنَ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ بَعِیْدٍ

(وہ دور دراز مقام سے پکارتے ہیں)۔

مطلب: "دور دراز سے آئی ہوں۔"

سوال: آپ کہاں جانے کا ارادہ رکھتی ہیں؟

جواب: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۷)

(جسے استطاعت ہو اس پر بیت اللہ کا حج فرض ہے)۔

مطلب: "حج کا ارادہ ہے۔"

سوال: گھر سے چلے ہوئے کتنے دن ہوئے؟

جواب: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (ق:۳۸)

(ہم نے آسمان و زمین کو چھ روز میں خلق کیا)۔

مطلب: "چھ دن ہوئے۔"

سوال: کچھ کھانے پینے کی ضرورت ہے؟

جواب: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (الانبیاء:۸)

(ہم نے جسم بنائے ہیں کہ وہ کھانا کھائیں)۔

مطلب: "خواہش ہے۔"

حاجی: جو کچھ میرے پاس تھا، انہیں دے دیا۔ انہوں نے اسے تناول کیا۔

سوال: کیا ہمیں راستہ جلد طے نہیں کرنا چاہیے؟

جواب: وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (المومنون:۶۲)

(اللہ کسی نفس کو اس کی استعداد سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا)۔

مطلب: "بوڑھاپے کی وجہ سے عجلت نہیں کر سکتی۔"

حاجی: چنانچہ میں سواری سے اُتر گیا اور انہیں سوار کرایا۔ پھر انہوں نے شکرانے کے طور پر کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا

(سب تعریف اللہ کے لئے جس نے اسے (سواری کو) ہمارے لئے مسخر کیا)۔

حاجی: جب میں قافلے میں پہنچا تو ان سے یہ دریافت کیا:

سوال: کیا یہاں آپ کا کوئی واقف کار ہے؟

جواب: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (ص:۲۶)

(اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین پر خلیفہ بنایا)۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران:۱۴۴)

(محمد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)۔

یٰیَحۡیٰی خُذِ الۡکِتٰبَ (مریم:۱۲)

(اے یحییٰ! کتاب لو)۔

یٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ (قصص:۳۰)

(اے موسیٰ۔ بیشک میں اللہ ہوں)۔

مطلب: "داؤد، محمد، یحییٰ اور موسیٰ میرے واقف کار ہیں۔"

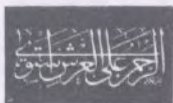
حاجی: میں قافلے میں آیا اور ان ناموں کے آدمیوں کو آواز دی۔ فوراً چار جوان حاضر ہوئے۔ یہ معمر خاتون کے لڑکے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا۔

سوال: یہ خاتون کون ہیں؟

جواب: یہ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی کنیز فضہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ بیس سال ہوئے قرآن ہی سے تکلم کرتی ہیں۔

حضرت فضہ رضی اللہ عنہا نے ایک کنیز کی حیثیت سے جس ذات گرامی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رہ کر دین مبین کی تعلیم پائی اور قرآن فہمی میں ایک انوکھی مثال قائم کی، اُس مرکزِ علم و حکمت اور مخزنِ شعور و ادراک کے تصور سے انسانوں کے ذہن عاجز ہیں۔ لیکن حضرتِ بتول، خاتون جنت، بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دلی عقیدت کا اظہار چودہ سو سال سے جاری ہے اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ اس عقیدت کے اظہار کی ایک نمایاں مثال قدیم ترین عالمی درسگاہ "جامعہ الازہر" ہے جو آپ کے نام نامی سے منسوب ہے اور سرزمین مصر میں عرصۂ دراز سے علم و حکمت کے گہر ہائے آبدار بکھیر رہی ہے۔

(حیاتِ زہرا۔۔۔۔۔ڈاکٹر محمود الرحمٰن)



تسبیح زہرا رضی اللہ عنہا

سیرت وسنت سے ماخوذ سلطان الاذکار

"حیاتِ زہرا رضی اللہ عنہا" کا ایک روشن باب

کاشانۂ علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ مرکزِ روحانیت تھا' جہاں کلمۂ توحید کا غلغلہ بلند ہوتا تھا' جہاں دینِ متین کی پُر نور کرنیں سایہ فگن رہتی تھیں، جہاں تعلیماتِ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائیں گونجتی تھیں، جہاں اخلاق و مروّت کی عطر بیز ہوائیں چلتی تھیں، جہاں خلوص و صداقت کا عکس جمیل ہویدا تھا، جہاں انسان دوستی کے اثرات نمایاں رہتے تھے، جہاں کے درِ اقدس سے کوئی بھی سائل محروم نہیں لوٹتا تھا، جہاں عظیم و جلیل پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمتوں اور برکتوں کے جلو میں تشریف فرماتے ہوتے تھے، جہاں حَسن و حُسین رضی اللہ عنہما اور زینب رضی اللہ عنہا وکلثوم رضی اللہ عنہا جیسے جنت نظیر گلہائے معطر معصومانہ اداؤں سے دلوں کو لبھاتے تھے......
اُس کاشانۂ اقدس کے مکین مکرم نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ نہ جاہ و حشم تھا نہ کروفر! نہ طمطراق تھا نہ ٹھاٹھ باٹ! نہ مال ومنال کا بحرِ رواں تھا نہ اشیائے خوردنی کا انبار! نہ ملازمین نہ خادمین! نہ کوئی جاروب کش نہ ماشکی!

اس مقدس اور جنت نظیر گھرانے کے مکیں جملہ گھریلو فرائض خود دستِ مبارک سے انجام دیتے تھے۔ یہاں کے مکینوں میں ایک ایسی ہستیٔ عظیم بھی تھی جس کے استقبال کے لئے اللہ کے وہ محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوتے جن کے قدم مبارک سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تھے...... وہ مقام جہاں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کسی کی بھی پہنچ نہیں تھی، جہاں جملہ فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے تھے کہ پر جل اُٹھتے! اُس مقام بلند وبالا اور عرشِ عظیم و اعلیٰ تک یہی احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے اور اس طرح کہ محب و محبوب میں فاصلہ بقول قرآن حکیم:

قَابَ قَوۡسَيۡنِ اَوۡ اَدۡنٰىۚ (النجم:۹)

کا تھا۔

مذکورہ ہستی ان ہی عظیم و جلیل اور ارفع و اعلیٰ شخصیت ﷺ کی صاحبزادی تھیں جو آپ ﷺ کی نورِ نظر تھیں، گوشۂ جگر تھیں، راحتِ قلب تھیں، سکونِ دل تھیں، طمانیتِ روح تھیں۔ جن کی شان یہ تھی:

سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ — اہل جنت کی خواتین کی سردار۔

سَيِّدَةُ نِسَاءِ الۡعَالَمِيۡنَ — تمام عالم کی خواتین کی سردار۔

سَيِّدَةُ اُمَّةِ اَبِيۡكَ وَالشَّجَرَةُ الطَّيِّبَةُ — پدرِ محترم کی امت کی سرداراور شجرۂ طیبہ۔

ایسی معزز و محترم خاتون، جنہیں "خاتونِ جنت" ہونے کا بلند ترین اعزاز حاصل تھا، گھر کا سارا کام اپنے دستِ مبارک سے انجام دیتی تھیں۔ یہ سارے گھریلو فرائض مندرجہ ذیل اُمور پر مشتمل تھے:

☆ چکی پینا
☆ جھاڑو دینا
☆ برتن مانجھنا
☆ چولھا جلانا
☆ آٹا گوندھنا
☆ روٹی پکانا
☆ گھر والوں کو کھانا کھلانا
☆ پانی کا مشک بھر کر لانا
☆ بچوں کو نہلانا دھلانا
☆ بچوں کو صاف ستھرا رکھنا
☆ بچوں کو پنکھا جھل جھل کر سلانا
☆ گھر کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا
☆ کپڑے دھونا

☆ پھٹے پرانے کپڑوں میں پیوند لگانا

☆ نئے کپڑے سینا

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا یہ سارے گھریلو کام خود ہی انجام دیتی تھیں۔ گھر میں ہاتھ بٹانے والا کوئی نہ تھا۔ نہ کنیز، نہ غلام! پھر، یہ ایک دو روز کا معمول نہ تھا، ہر دن اور ہر رات کی ڈیوٹی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ:

☆ چکی پیتے پیتے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے۔

☆ مشک بھرتے بھرتے سینۂ مبارک پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے۔

☆ جھاڑ بہارو سے لباس اطہر غبار آلود ہو گیا تھا۔

☆ چولہا پھونکتے پھونکتے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔

☆ پھٹے پرانے کپڑوں کو پیوند لگانے سے انگلیاں فگار ہو گئی تھیں۔

☆ گھر کو مسلسل صاف ستھرا رکھنے سے طبیعت بلکان ہو جاتی تھی۔

☆ بچے سو جاتے تھے تو مسلسل پنکھا جھلتی رہتی تھیں اور اس طرح ہاتھوں میں درد ہو جاتا تھا۔

ان تمام گھریلو کاموں کی تکمیل کے علاوہ عبادت و ریاضت کی مصروفیت بھی تھی، مغموم و مضمحل افراد کی چارہ جوئی بھی تھی، پاس پڑوس میں رہنے والوں کی خدمت گزاری بھی تھی، میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور پیاسوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری بھی تھی، خواتین کے مجمع میں فن خطابت کے ذریعے اسلامی تعلیمات کی تبلیغ بھی تھی۔۔۔۔۔۔۔غرض، کیا کیا ڈیوٹی نہ تھی حضرتِ بتول رضی اللہ عنہا کی!

ظاہر ہے، ایک بشر ہونے کے ناطے مذکورہ بالا گھریلو کام سرانجام دیتے ہوئے جو تکان، جو صعوبت، جو تھکاوٹ، جو اضمحلال حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو ہوتا تھا، وہ فطرت کا تقاضا تھا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی اُف نہ کی اور اپنے فرائض تندہی کے ساتھ بجالاتی رہیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے چکی پیتے پیتے آپ کی نازک ہتھیلیوں پر آبلے دیکھے، مشک ڈھوتے ڈھوتے سینۂ مبارک پر رسی کے نشان دیکھے، چولہا پھونکتے پھونکتے چہرہ مرجھایا ہوا دیکھا، جھاڑو دیتے دیتے لباس اطہر کو گرد آلود اور سیاہ پایا اور دیگر

مشقتوں کے کام انجام دیتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھک کر چور پایا اور آپ رضی اللہ عنہا کے جسم مبارک کو دکھتا ہوا محسوس کیا تو دل میں ہوک سی اُٹھی ۔ پریشان سے ہو گئے ۔ سوچنے لگے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ناز و نعم میں پلی ہوئی بیٹی یوں سارا دن کام کر کر کے ہلکان ہو، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چہیتی لختِ جگر، نورِ نظر گھریلو ذمہ داریاں ادا کرتے کرتے اپنی ہتھیلیوں کو اس طرح زخمی کر دے، دنیا کی عظیم المرتبت چند خواتین میں ایک یوں گرد و غبار میں اٹی رہے .... لہٰذا اس کے ازالے کے لئے کچھ کرنا چاہیے ۔ کوئی ایسی صورت نکلے کہ ایک خادم یا کنیز مل جائے ۔

اسی عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس مالِ غنیمت میں کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان باتوں کا علم ہوا تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

" گھر کا کام کاج کرتے کرتے اور چکی پیستے پیستے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چھالے پڑ چکے ہیں ۔ پانی کے مشکیزے اُٹھاتے اُٹھاتے آپ رضی اللہ عنہا کے کاندھے اور آپ رضی اللہ عنہا کا سینہ زخمی ہو چکا ہے ۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں جا کر ایک غلام یا کنیز طلب فرمائیں ۔ آج کل فتوحاتِ غزوات کی وجہ سے کافی کنیزیں اور غلام آئے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد گرامی ضرورت مندوں کو عطا بھی فرما رہے ہیں ۔"

اس مشورے کے پس منظر، اس کی تعمیل اور اس کے نتائج کو اُردو کے ممتاز مورخ و ادیب اور " سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم " کے مصنف علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مندرجہ ذیل نظم میں یوں پیش کیا ہے:

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نُور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولِ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق وہاں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضورؐ نے — کل کس لئے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدرؓ نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں میں اس کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا
خاموش ہو کے سیدہ پاک رہ گئیں جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا
یوں کی بسر ہر اہلِ بیتِ مطہر نے زندگی یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

ازاں بعد، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بیٹی! ہم نے ہی تو دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔ پھر ہمیں ان مشقتوں اور محنت شاقہ کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں کیوں نہ تمہیں ایسی چیز دوں جو غلاموں اور کنیزوں سے بہتر ہے۔ ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرو:

سُبْحَانَ اللّٰه ۔ دس دس بار
اَلْحَمْدُ لِلّٰه ۔ دس دس بار
اَللّٰهُ اَکْبَرْ ۔ دس دس بار

ازاں بعد، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہر دلعزیز بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو مذکورہ بالا تسبیح سوتے وقت درج ذیل تعداد میں پڑھنے کی تاکید فرمائی:

سُبْحَانَ اللّٰه ۔ ۳۳ مرتبہ
اَلْحَمْدُ لِلّٰه ۔ ۳۳ مرتبہ
اَللّٰهُ اَکْبَرْ ۔ ۳۴ مرتبہ

یہ عمل تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے:

هِيَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ خَادِمٍ۔

والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی یہ تسبیح سماعت فرما کر خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

رَضِيتُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیه واله و سلم — میں اللہ اور اللہ کے رسول سے اسی حال میں راضی ہوں۔

یہ وظیفہ تاحیات خاتون محترم بی بی سیدہ رضی اللہ عنہا کے وردِ زباں رہا۔ آپ نے اس کی عام اجازت مرحمت فرمائی۔ آج خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے چودہ سوسال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ وظیفہ جو "تسبیح فاطمہ" کے نام سے مشہور ہے، اہلِ بیت عظام سے عقیدت رکھنے والوں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی سے بے پناہ محبت کرنے والوں کے وردِ زباں ہے۔

"تسبیح فاطمہ" ایک ایسا نادر وظیفہ ہے جس کے فوائد کثیر، برکات بے پناہ اور اثرات لامحدود ہیں۔ اس وظیفے کا ہر جز وکیف سرمدی کا آئینہ دار پروردگارِ عالم کے اسمِ اعظم کا مظہر اور خدائے ذوالجلال کی صفاتِ حسنہ کا منبع ہے۔ اس میں ربِ کریم کی حمد وثنا بھی ہے، اس کی تعریف وتوصیف بھی ہے اور اس کی عظمت وجلالت بھی ہے۔

"تسبیح فاطمہ" مسلمانانِ عالم کے لئے ایک ایسا نادر تحفہ ہے جو خاتونِ جنت، سیدۃ النساء، بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صدقے میں ملا ہے۔ اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری دنیا، ساری کائنات، سارے عالم کے لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجے گئے تھے، اپنی ہر دلعزیز، چہیتی بیٹی کے توسط سے اپنی اُمت کو وہ گنج ہائے گراں مایہ عطا فرما گئے جس کی نظیر کسی بھی سابقہ اُمت میں نہیں ملتی۔ بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے:

بڑے نصیب کی بات ہے!



حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوٰۃُ اللہ وسلامُہٗ علی ابیہا وعلیہا



〈7〉

باب



انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

اہل بیت اطہار سے محبت کی منفرد مثال

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سارے خاندان کے تمام خواتین و حضرات کے ناموں کا دلچسپ انتخاب

حقیقی محبت کا اظہار یہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ محب صادق اپنے محبوب کے ذکر خیر میں لطف وحظ پاتا ہے۔ محبوب اور اس کے قرابت داروں سے محبت کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل محبت الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر میں غوطہ زن تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام اور محبت ان کا نصیبہ رہا۔

تحدیث نعمت: اعلیٰ حضرت اور آپ کے خاندان کے ناموں کا جائزہ لیں تو برصغیر میں یہ پورا خاندان اس حوالے سے طاق معلوم ہوتا ہے ورنہ پورے خطہ کے علماء ومشائخ اور محبین اور ان کے خاندانوں کی فہرست مرتب کر کے جائزہ لے لیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا نام ائمہ اہل بیت میں سے آٹھویں ستون حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی سے حصول برکت کے لئے رکھا گیا۔ آپ کے والد گرامی مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا نام ائمہ اہل بیت کے دسویں ستون سیدنا امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے اسم پاک سے حصولِ برکت کے لیے رکھا گیا۔ آپ کے داداجان مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی آٹھویں امام پر، (ان کے دو بھائی رئیس الحکماء مولانا تقی علی خان اور جعفر علی خان تھے جو حضرت امام تقی اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے منسوب تھے)۔ پرداداکا نام مولانا حافظ کاظم علی خان ساتویں امام حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے جبکہ برادران میں حسن رضا خان اور مولانا محمد رضا خان بھی شامل ہیں۔ آپ کے بھائی مولانا حسن رضا خان کے تین صاحبزادے مولانا حسین رضا خان، مولانا حسنین رضا خان اور مولانا فاروق رضا خان ہیں۔ اب اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے اسماء دیکھیں۔ آپ کے دوفرزند حضرت شاہ مصطفیٰ رضا خان اور حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خان۔ چار بیٹیاں ہیں ان کے نام بھی منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ مصطفائی بیگم، کنیز حسن، کنیز حسین، مرتضائی بیگم۔ خانوادہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے مسلک محبت کی صرف زبانی نہیں بلکہ عملی مثالیں پیش کی ہیں۔ خواتین وحضرات کے ناموں کا جائزہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

تیری نسل پاک میں ہے، بچہ بچہ نور کا   تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

یہ صرف شعر نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کا پختہ اعتقاد ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس خاندان کے تمام افراد کے نام خانوادہ نبوت کے اسماء سے اکتساب فیض کرتے ہوئے رکھے گئے۔ اس "رضویات" کے باب میں ہمارے قارئین اعلیٰ حضرت کے کلام پر مضامین اور تعلیمات میں سے انتخاب ملاحظہ کریں گے۔ جس کی اگر کوئی دوسری مثال مل سکے تو ضرور پیش کی جائے کہ اہل بیت اطہار کے موضوع پر کسی بھی شاعر، صوفی، شیخ یا عالم کے کلام پر اس قدر کثرت سے تضامین اور مقبولیت نصیب ہوئی ہو۔ ایسے عظیم عاشق رسول اور اہل بیت اطہار وصحابہ کرام کے محب صادق کے حوالہ سے منفی الزامی گفتگو اور مباحث باعث شرم وعار ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ملک محبوب الرسول قادری (چیف ایڈیٹر)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

کی میدانِ حشر میں آمد کا ایک منظر

(امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے ایک سوال اور اس کا جواب)

پیر سید محمد فاروق القادری رحمۃ اللہ علیہ

خاتونِ جنت بتول زہرا رضی اللہ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا کہ روزِ محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہونگی اور امام حسین و امام حسن رضی اللہ عنہما کے خون آلودہ اور زہر آلود کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دندانِ مبارک جو جنگ اُحد میں شہید کیا گیا تھا، ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گی اور عرش کا پایہ پکڑ کر ہلائیں گی اور خون کے معاوضہ میں امت عاصی کو بخشوائیں گی، صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ سب جھوٹ اور افتراء اور کذب اور گستاخی اور بے ادبی ہے، مجمع اولین و آخرین میں ان کا برہنہ سر تشریف لانا جن کو برہنہ سر کبھی آفتاب نے بھی نہ دیکھا؟ وہ کہ جب صراط پر گذر فرمائیں گی زیرِ عرش سے منادی ندا کرے گا اے اہلِ محشر! اپنے سر جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر فرماتی ہیں، پھر وہ نورِ الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں لئے ہوئے گزر فرمائے گا۔

(احکامِ شریعت حصہ دوم: صفحہ ۸۲)

(بحوالہ: فاضل بریلوی اور اُمور بدعت ۔۔۔ صفحہ: ۲۲۴، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، رضا پبلی کیشنز لاہور)

سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مقام

سلام رضا کی روشنی میں

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

اہل بیت کے بارے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات نہایت ہی قابل توجہ ہیں:

(۱) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله واهل بيتی۔۔۔

میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب (قرآن) اور اپنے اہل بیت۔

(المسلم۔ باب فضائل علی)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بيده لايبغضنا اهل البيت احد الاادخله الله النار

قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اہل بیت کے ساتھ جو بھی بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک، ۳:۱۵۰)

(۳) ایک دن حضرت ابوذر غفاری نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا جو مجھے پہچانتا ہے۔ فبہا ورنہ جان لو میں ابوذر ہوں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

الاان مثل اهل بيتی فيكم مثل سفينة نوح من قومه من ركبها نجامن تخلف عنها غرق۔

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔

(المستدرک، ۳:۱۵۰)

اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ ﷺ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس رِدائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

بتول۔لقب سیدہ، پارہ، حصہ، ٹکڑا، حجلہ، پالکی، آراء، سنوارنے والی، آنچل، سر کا کپڑا، مہر، چاند، مہر، سورج، ردا، چادر، نزاہت، پاکیزگی، سیدہ، سردار، زاہرہ، تروتازہ پھول، طیبہ، پاکیزہ، جان، دل، احمد، حضور ﷺ کا اسم گرامی، راحت، سکون۔

پہلے اشعار میں اہلِ بیت نبوی ﷺ پر اجتماعی طور پر سلام تھا۔ یہاں سے ایک ایک فرد کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ سلام عرض کیا جارہا ہے۔ آپ کی اولادِ اطہار میں سے سب سے اعلیٰ وارفع سیدہ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذات ہے۔ لہٰذا ان ہی سے ابتداء کی گئی ہے۔ احادیث و روایات میں سیدہ رضی اللہ عنہا کے جن مقاماتِ عالیہ کا تذکرہ ہے ان اشعار میں ان تمام کی طرف اشارہ ہے۔

حضور ﷺ کی نظر میں آپ کا مقام:

حضور ﷺ کو آپ کے ساتھ نہایت ہی محبت و پیار تھا۔ جتنی شفقت انہیں حاصل تھی کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا حضور ﷺ کو سب سے زیادہ کس کے ساتھ محبت تھی:

فاطمة قيل من الرجال؟ قالت زوجها

وہ فاطمہ ہے۔ پوچھا گیا مردوں میں سے کون؟ فرمایا اُن کے شوہر علی (رضی اللہ عنہ)۔

(الترمذی، باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا)

بتول جگر پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت ۔۔۔۔بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضب

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرتا ہے اس نے مجھے ناراض کیا۔

(البخاری، مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا)

سیدۃ نساء العالمین:

آپ رضی اللہ عنہا کو یہ لقب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے پوچھا تم کب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے؟ میں نے عرض کیا تو سخت ناراض ہوئی اور فی الفور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر نمازِ مغرب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ادا کرنے اور اپنے لیے دعا کی درخواست کرنے کا حکم دیا۔ میں نے نمازِ مغرب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے بعد نماز ہی میں مشغول رہے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ راستہ میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کی اور چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر چلے۔ میں بھی پیچھے ہی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلنے کی آہٹ محسوس فرما کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کون؟ عرض کیا حذیفہ بن یمان۔ فرمایا: حذیفہ کیا معاملہ ہے؟ والدہ کی درخواست عرض کی فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری والدہ کو بخش دے۔ پھر فرمایا: تو نے راستے میں ملنے والے شخص کو دیکھا؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا یہ ایک ایسا فرشتہ تھا جو پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا۔ آج میرے رب کا سلام اور یہ پیغام لے کر آیا تھا۔

ان الحسن والحسین سید الشباب اهل الجنة وان فاطمة سیدة نساء العالمین۔

حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنتی نوجوانوں کے سردار اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تمام جہانوں کی خواتین کی سربراہ ہیں۔

(الترمذی، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی ارشادات کے پیش نظر متعدد محدثین، امام سبکی، امام سیوطی، امام زرکشی اور امام مناوی رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا تمام خواتین حتیٰ کہ حضرت مریم علیہا السلام سے بھی افضل ہیں۔ امام مناوی کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

قال جمع من السلف والخلف لا تعدل ببضعة المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ٹکڑے کے برابر کسی کو قرار نہیں دے سکتے۔

(اشرف المؤبد: ۳۷۴)

زاہرہ کی وجہ تسمیہ:

آپ رضی اللہ عنہا کو زاہرہ کہنے کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے اہم یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا جنتی خواتین کی طرح حیض سے محفوظ تھیں۔ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں بیان کرتے ہیں:

انها لا تیعض و کانت اذا ولدت طاهرت من نفاسها ساعة حتی لا تفوتها صلاة ولذلك سمیة الزهرا

(اشرف المؤبد: ۵۵)

آپ رضی اللہ عنہا کو حیض نہیں آتا تھا جب آپ رضی اللہ عنہا کے بچہ پیدا ہوتا تو اسی وقت پاک ہو جاتیں حتیٰ کہ کبھی آپ رضی اللہ عنہا کی نماز قضا نہ ہوتی اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو زہرا کہا جاتا ہے۔

بتول کی وجہ تسمیہ:

زہرا کی طرح آپ رضی اللہ عنہا کا ایک لقب بتول بھی ہے۔

بتول کا معنیٰ "کٹ جانے" کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

(المزمل: ۸)

اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور تمام سے کٹ کر اسی کے ہو جاؤ۔

بتول کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ نے تمام مقاماتِ عالیہ کے مالک ہونے کے باوجود دل کو دنیا سے منقطع کر کے اپنے مولیٰ کی طرف پھیر لیا تھا۔

جانِ احمد کی راحت:

آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کی عدم ملاقات پر بے چین ہو جاتے۔ اس لیے اکثر ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے اور کافی دیر تک آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما رہتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس گہرے تعلق و محبت کے بارے میں بیان کرتی ہیں:

اذا دخلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام الیھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ و کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دخل علیھا قامت من مجلسھا فضلۃ واجلسۃ فی مجلسھا

(الترمذی، باب فضل فاطمہ)

جب آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقبال کے لئے کھڑے ہوتے، چومتے اور اپنے مقام پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لاتے تو کھڑے ہو کر استقبال کرتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر پر جاتے وقت آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لاتے تو پہلے ان کے ہاں جاتے، اس کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف آوری ہوتی۔ ایک مرتبہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے رشک کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان فاطمۃ الزھراء احب اھل بیتی الی

فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) مجھے تمام گھر والوں میں محبوب ہے۔

(مسند احمد، ۱:۱۵۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت و سیرت کا مکمل نمونہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خونِ اقدس کی برکت، تربیت اور فطرت سلیمہ کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا سراپا زہد و تقویٰ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا محنت و جد و جہد، دنیا سے بے رغبتی اور شریعت کی پیروی میں اپنے

والد گرامی کی مکمل تصویر، رہن سہن، چال ڈھال میں کامل نمونہ تھیں۔ اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ما رأیت احداً اشبه سمتاً ودلاً وھدیاً برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم منها فی قیامها و قعودها من فاطمه بنت رسول اللّٰه

میں نے بیٹھنے، اُٹھنے، چال ڈھال اور برتاؤ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(الترمذی، باب فضل فاطمه)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اولاد کی جس مثالی انداز میں تربیت فرمائی تھی اس کی ایک جھلک کا ذکر یہاں ضروری ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر تشریف لائے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں جو سونے کا ہار تھا اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ مجھے ابوحسن (علی رضی اللہ عنہ) نے دیا ہے اس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)!

ایسرك ان یقول الناس هذه فاطمة بنت محمد و فی جیدها سلسلةمن نار

کیا تجھے یہ پسند ہے لوگ کہیں یہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے گلے میں آگ کی زنجیر ہے۔

یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس ہار کے عوض غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

الحمدللّٰه الذی نجی فاطمة من النار

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آگ سے نجات عطا فرمائی۔

(النسائی، باب الزینۃ)

ذرا غور کیجیے وہ ہار جائز کمائی سے بنایا گیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کے لیے اتنی

آرائش کو بھی پسند نہ فرمایا۔ اسی تربیت کی ایک اور مثال بھی ملاحظہ ہو۔

سیدنا ابوہریرہ اور اُن کی بیٹی کا مکالمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے گھر میں سونے کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی اکلوتی بیٹی نے کہا: ابا جان میری سہیلیاں سونے کے زیورات پہنتی ہیں اور مجھے کہتی ہیں کہ تمہارے ابو تیرے لیے زیورات کیوں نہیں خریدتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹی:

قولی لهن ان ابی یخشی علی حر اللهب	ان سے کہو میرے والد دوزخ کے شعلوں کی گرمی سے ڈرتے ہیں۔

پھر بیٹی کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا:

لاتلبسی الذهب فانی اخشی علیک حر اللهب	سونا نہ پہن میں تجھ پر آگ کی گرمی سے ڈرتا ہوں۔

(البدایہ والنہایہ، ۸:۱۱۱)

آئیے! ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا ہم دنیا کے بندے نہیں! کیا ہم نے دنیا کی زیب و زینت کو اپنا مقصود اور منزل نہیں بنالیا؟ کاش! ہمارا دل دنیا سے نفرت کرے اور اس میں اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جاگزیں ہو جائے۔

چکی پیس پیس کر ہاتھوں پر چھالے:

آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی معلوم ہے کہ انہوں نے مال کا جمع کرنا اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے ہم پر زکوٰۃ کیسے لازم آئے گی ہم نے کبھی جمع ہونے ہی نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب ان کے ہاں گئیں تو تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ بچوں کی تربیت کے علاوہ چکی پیسنا، پانی لانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کا کام خود کیا کرتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہیں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے آگاہ کرتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے محبوب ہیں۔ میرے ہاں ان کا عالم یہ تھا۔

فجرت بالرحی حتی اثرت فی یدھا واستقت بالقربة حتی اثرت فی نحرھا و قیمت البیت حتی اغبرت ثیابھا و اوقدت القدر حتی و کنت ثیابھا و خبزت حتی تغیر وجھھا

(ابو داود، کتاب الادب)

چکی پینے سے ان کے ہاتھوں پر نشان، مشکیزہ اُٹھانے سے سینے، گھر کی صفائی اور ہانڈی روٹی سے کپڑوں پر نشان پڑ جاتے۔ بعض اوقات کھانا پکاتے وقت ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔

فاطمہ! اصحابِ صفہ کا حق پہلے ہے:

انہی حالات میں حضور ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے کہا آپ ﷺ سے درخواست کرو کہ ہمیں ایک خادم مل جائے۔ آپ میرے کہنے پر گئیں مگر حیا کی وجہ سے کچھ عرض نہ کرسکیں۔ اس کے بعد میں خود گیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے دونوں کو بلا کر فرمایا:

لا واللّٰہ لا اعطیکما وادع اھل الصفة تطوی بطونھم لااجد ماانفق علیھم ولکن ابیعھم وانفق علیھم اثمانھم

(فتح الباری، ۱۱:۱۲۱)

خدا کی قسم میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تمہیں خادم دوں اور اصحاب صفہ کو حالتِ بھوک میں چھوڑ دوں۔ میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کوئی چیز نہیں میں انہیں بیچ کر اہل صفہ پر خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

تسبیحات کی تعلیم:

شام کو ہمارے ہاں آپ تشریف لائے۔ سردی کا موسم تھا۔ ہم دونوں پر ایک ہی چادر تھی وہ بھی اس قدر کہ اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے۔ یہ تمام معاملات دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا دن میں تم میرے پاس خادم لینے آئے تھے میں تمہیں ایک ایسا وظیفہ نہ بتا دوں جو تمہارے اس سوال سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور بتائیے۔ فرمایا مجھے یہ عمل جبریل امین علیہ السلام نے بتایا ہے ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر بیس بیس دفعہ اور سونے سے پہلے یہ الفاظ تینتیس تینتیس تینتیس دفعہ پڑھ لیا کرو یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہو گئے۔ (البخاری، باب عمل المراۃ فی بیت زوجھا)

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے:

یہ آپ رضی اللہ عنہا کے پیکر حیاء اور پردہ وحجاب کا ذکر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ظاہری حیات میں پردہ کا عالم کیا ہوگا اس کا اندازہ آپ رضی اللہ عنہا کی درج ذیل وصیت اور واقعہ سے لگائیے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت قریب آیا فرمایا اسماء مجھے چار پائی پر نہ اُٹھانا، میں یہ پسند نہیں کرتی کہ مجھ پر بھی اسی طرح کپڑا ڈال کر لے جایا جائے جس سے اعضاء کا اظہار ہو۔ میں نے عرض کیا ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ کے لیے میں اسی طرح بناؤں گی جس طرح حبشہ میں بنائی جاتی ہے۔ فرمایا مجھے آپ بنا کر دکھائیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے۔ میں کھجور کی شاخیں اکٹھی کر کے جب بنایا اور آپ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو تبسم فرمایا۔ میں نے اس سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کو تبسم کی حالت میں نہیں دیکھا۔ فرمایا: یہ مجھے پسند ہے۔

سترك الله كما سترتني اذامت فغلينى انت و على و لايدخلن احمد على	اللہ تعالیٰ تجھے ڈھانپے جس طرح تو نے مجھے ڈھانپا ہے تو اور علی مجھے غسل دو کسی اور کو داخلے کی اجازت نہیں۔

(الدارقطنی، ۱: ۱۹۴)

نگاہیں جھکاؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تشریف لا رہی ہے:

یہی وہ آپ کا مقام حیاء وعصمت ہے جس کی وجہ سے جب آپ کی میدان حشر میں تشریف آوری ہوگی تو تمام اہل محشر سے کہا جائے گا اپنی اپنی نگاہیں جھکا لو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیبہ طاہرہ بیٹی کی سواری گزر رہی ہے۔

امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اہل عرش میں سے ایک آواز دینے والا کہے گا۔

یا اھل الجمع نکسوا روئوسکم وغضو ابسارکم حتی تمر فاطمة بنت محمد علی الصراط الجنة	اے اہلِ محشر تمام سر جھکاؤ۔ آنکھیں نیچی کرلو کہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ پل صراط سے گذر کر جنت میں داخل ہو جائے۔

(اشرف المؤید لال محمد، ۵۲)

حضرت ابوایوب سے اس منظر کے بارے میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

فتمر مع بعين الف جارية من الحور العين كمر البرق۔	آپ ستر ہزار حورانِ بہشتی کے جلو میں بجلی کی طرح تیز رفتاری سے گذر جائیں گی۔

(اشرف المؤید، ۵۳)

(شرح سلام رضا، ۴۵۸ تا ۴۶۸، مطبوعہ ۱۹۹۳ء، مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور)

ختم شریف سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

(تاریخ وصال شریف ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ)

سید زادہ محمد کلیم معصوم مشہدی

اولاً دو رکعت نماز نفل برائے ایصالِ ثواب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پڑھیں۔

① درود شریف ۳۰۰ مرتبہ ② یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ ۳۰۰ مرتبہ
③ یَاکَرِیْمُ اَکْرِمْنِیْ ۳۰۰ مرتبہ ④ یَاحَفِیْظُ اِحْفَظْ مَالِیْ ۳۰۰ مرتبہ
⑤ یَاشَافِیْ اِشْفِ بَدَنِیْ ۳۰۰ مرتبہ ⑥ یَامُنِیْرُ نَوِّرْ قَلْبِیْ ۳۰۰ مرتبہ
⑦ یَاغَنِیُّ اَغْنِ قَلْبِیْ ۳۰۰ مرتبہ ⑧ یَاسَلَامُ اَسْلِمْ بَدَنِیْ ۳۰۰ مرتبہ
⑨ یَاصَبُوْرُ صَبِّرْ قَلْبِیْ ۳۰۰ مرتبہ ⑩ یَاسَتَّارُ اُسْتُرْ عَیْبِیْ ۳۰۰ مرتبہ
⑪ یَاغَفَّارُ اِغْفِرْ ذَنْبِیْ ۳۰۰ مرتبہ ⑫ یَاتَوَّابُ تُبْ عَلَیَّ ۳۰۰ مرتبہ
⑬ یَارَزَّاقُ زِدْنِیْ رِزْقِیْ ۳۰۰ مرتبہ ⑭ یَاقَهَّارُ اِقْهَرْ عَدُوِّیْ ۳۰۰ مرتبہ
⑮ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۳۰۰ مرتبہ
⑯ سورہ فاتحہ ۱۱۱ مرتبہ ⑰ سورہ یٰس ایک مرتبہ
⑱ یَاحَضْرَتْ سَیِّدَهْ خَاتُوْنِ جَنَّتْ مُشْکِلْکُشَا بِالْخَیْرِ ۳۰۰ مرتبہ
⑲ درود شریف ۳۰۰ مرتبہ

فاضل بریلوی امام **احمد رضا** قادری رحمۃ اللہ علیہ

بحضور

زوجِ بتول، قاسم ولایت

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سید یاسر بخاری قادری

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کے علمی کارناموں کو نہ صرف اپنوں بلکہ غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ دیگر علوم کی طرح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صنف شاعری پر بھی قلم اُٹھایا اور خصوصاً نعتیہ شاعری میں مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خوبصورتی اور ندرت کلام سے بیان فرمایا جس کی نظیر نہ دورِ حاضر کے شعراء کے اشعار میں ملتی ہے اور نہ متقدمین شعراء کے کلام میں۔

نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء اس بات کی متقاضی ہے کہ ان عظیم، مقدس و مطہر ہستیوں کی بھی تعریف وتوصیف کی جائے جن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے "اہل بیت" کے خصوصی اعزاز واکرام سے نوازا اور جو درود شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے متصل ہی مذکور ہیں۔

اللھم صلی علی سیدنا ومولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارك وسلم

اس بات کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ملحوظ خاطر رکھا اور اپنے نعتیہ کلام "حدائق بخشش" میں جا بجا اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے اور ان اہل بیت میں سرفہرست مولائے کائنات، سید السادات، ولایت، مآب امام الاولیاء امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات کی مدح وستائش میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو

مستقل منقبتیں تحریر فرمائی ہیں اور اس کے علاوہ مولائے علی رضی اللہ عنہ کی شان میں متفرق اشعار بھی "حدائق بخشش" کے صفحات کی زینت بنے نظر آتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں جو شہرہ آفاق "سلام" تحریر کیا ہے اس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر بھی اسلام کیا گیا ہے اور بالترتیب خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں چار اشعار، خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں تین اشعار، خلیفہ ثالث حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شان میں تین اشعار اور خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں پانچ اشعار تحریر فرمائے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور صفحہ ۱۶۱)

یعنی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر لاکھوں سلام جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے شیر ہیں اور بہادروں کے بہادر (اشجع الاشجعین) ہیں اور ساقی شیر و شربت ہیں۔

اصل نسل صفا وجہ وصل خدا باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور صفحہ ۱۶۱)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات ہی وجہ وصل خدا ہے اور کوئی شخص بھی جو کہ سلوک کی منازل طے کرنا چاہتا ہو اس لئے حب علی رضی اللہ عنہ شرط ہے اس لئے ولایت کا آغاز آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات سے ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے خرقہ خلافت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست سے حاصل کیا اور لاتعداد بندگان خدا کو مطلوب حقیقی تک پہنچایا۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اپنی فارسی منقبت بحضور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

سینہ ام را مشرقستاں کن بور معرفت اے کہ نام سایہات خورشید خاور آمدہ

(ایضاً صفحہ ۱۷۶)

سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ وسہروردیہ یہ آپ رضی اللہ عنہ ہی سے مستفیض ہیں۔ جیسا کہ حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

ہو چشتی قادری یا نقشبندی سہروردی ہو ملا سب کو ولایت کا انہی کے ہاتھ سے ٹکڑا

(دیوان سالک .نعیمی کتب خانہ گجرات صفحہ ۳۶)

مزید فرماتے ہیں:

اولیں دافع اہل رفض و خروج چاری رکنی علت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش صفحہ ۱۶۱)

رافضی وہ فرقہ ہے جو کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے تحاشہ مبالغہ اختیار کرتے ہیں جو کہ مولائے علی رضی اللہ عنہ کو زیبا نہیں۔اسی طرح خارجی وہ فرقہ ہے جو کہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت رکھتا ہے اوران دونوں فرقوں کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے ہی مولا علی رضی اللہ عنہ کو خبر دے رکھی تھی۔آپ نے ہی ان دونوں فرقوں کا قلع قمع کیا اور اس فساد کو دفع کیا جیسا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

ماحیٔ رفض و تفضیل و نصب و خروج حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش صفحہ ۱۶۱)

ماحیٔ یعنی مٹانے والا۔فرقہ ناصبیہ بھی حضور شیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض وعداوت رکھتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام فتنوں کو ختم کر کے صحیح طور پر دین اسلام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قائم کیا۔اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے فارسی کلام میں بھی اسی مضمون کو یوں پیش فرمارہے ہیں۔

اے عدوئے کفر ونصب در فض و تفضیل وخروج اے علوئے سنت و دین ہدیٰ امداد کن

(حدائق بخشش صفحہ ۱۶۶)

آپ اپنی فارسی منقبت میں ناصبیوں اور رافضیوں دونوں کو جہنمی قرار دے رہے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

ناصبی را بغض تو سوئے جہنم رہ نمود رافضی از حب کاذب در سقر در آمدہ

(حدائق بخشش صفحہ)

جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس شان سے موتی پروئے ہیں وہ انہی کا خاصہ ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شیر شمشیر زن، شاہ خیبر شکن   پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش صفحہ)

غزوۂ خیبر کے موقع پر شجاعت حیدری رضی اللہ عنہ کی جو نادر مثالیں سامنے آئیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اعلیٰ حضرت اسی کو بیان فرمارہے ہیں کہ مولائے علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس نے ہی قلعہ خیبر فتح کیا اور جنگ میں شمشیر زنی کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس ذات گرامی پر لاکھوں سلام جو کہ پرتو دست قدرت ہے۔

حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل میں بھی میری قربت حاصل کرلیتا ہے تو پھر میں (ذاتِ باری تعالیٰ) اپنی شان کے مناسب بلاکیف اس کی آنکھوں کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔۔۔۔۔الخ بطولہ (مشکوٰۃ المصابیح)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "پرتو دست قدرت" کے الفاظ تحریر کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث قدسی کے مفہوم کو جس خوبصورتی سے اپنے شعر میں باندھا ہے انہی کی خصوصیت ہے۔ نیز مولائے علی رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت اور مجاہدات کے واقعات آپ کے سیرت نگاروں نے نقل کئے ہیں جو کہ مضمون کی طوالت کے پیش نظر درج نہیں کئے جاسکتے۔ نیز فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فارسی مناقب میں بھی آپ کی شجاعت و رسالت پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

ضیغما، غیظ وغما زیغ و فتن را راغما   پہلوان حق امیرا لا فتنی امداد کن

اے خدارا تیغ وائے اندام احمد را سپر   یا علی یا بوالحسن یا بوالعلی امداد کن

(حدائق بخشش صفحہ ۱۶۶)

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ بعض احباب نعرہ "یا علی" پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کا اہل تشیع کا امتیازی نعرہ ہے حالانکہ دیکھا جائے تو یہ نعرہ حقہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا شعر میں بنفس نفیس بلند کیا ہے بلکہ تاکید مزید کے طور پر "یا بوالحسن یا بوالعلی" بھی تحریر فرمایا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

مرحبا اے قاتل مرحب امیر الاشجعین   در ظلال ذوالفقار شور محشر آمدہ

(حدائق بخشش صفحہ ۱۷۶)

یعنی اے مرحب کے قاتل اور اے بہادروں کے سردار آپ پر آفرین، آپ کی تلوار ذوالفقار جب کفار پر چمکتی تو ان کی صفوں میں شور محشر برپا ہو جاتا۔

مولائے علی رضی اللہ عنہ کی شان مشکل کشائی پر بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے گل افشانی کی ہے، فرماتے ہیں:

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو   جب پڑے مشکل، شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

(حدائق بخشش صفحہ ۱۶۶)

علاوہ ازیں "شجرۂ عالیہ حضرات عالیہ قادریہ برکاتیہ" کے دوسرے شعر میں ارشاد فرماتے ہیں:

مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے   کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

(حدائق بخشش صفحہ ۷۴)

اسی طرح اپنے فارسی کلام میں (صفحہ ۱۶۶) پر ارشاد فرماتے ہیں:

مرتضیٰ شیر خدا مرحب کشا خیبر کشا   سورا لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

(حدائق بخشش صفحہ)

اور دوسری منقبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں ارشاد فرمایا:

حل مشکل کن بروئے من در رحمت کشا   اے بنام تو مسلم فتح خیبر آمدہ

جبکہ آیہ تطہیر نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ آیت پنجتن پاک کے بارے میں نازل ہوئی، میرے بارے میں نیز علی، حسنین کریمین اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم کے بارے میں۔" (یہ روایت امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے)۔

(مقام اہل بیت، علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی، مطبوعہ شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور، صفحہ ۱۴)

جناب مولائے علی رضی اللہ عنہ کی اسی شان کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے رخت را غازۂ تطہیر و اذہاب نجس　　　اے لبت را مایہ فصل القضا امداد کن

(حدائق بخشش صفحہ ۱۶۶)

یعنی اے مولائے کائنات رضی اللہ عنہ! میری امداد فرمائیے۔آپ رضی اللہ عنہ تو وہ ذات ہیں جن کا روئے انور غازہ تطہیر سے چمک رہا ہے اور آپ سے تمام آلائشیں بھی دور کر دی گئی ہیں اور آپ کے لب مبارک جب گویا ہوتے ہیں تو مسائل و مقدمات کا مناسب و صحیح حل اور فیصلہ ہو جاتا ہے۔

جناب مولائے کائنات امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خرق عادات کے طور پر کئی کرامات بھی ظہور پذیر ہوئیں نیز خاتم الانبیاء نبی کریم جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو کئی اعزازات ملے جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی شان اظہر من الشمس ہے۔خاص کر آپ رضی اللہ عنہ کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں درج ذیل واقعہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

"خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔مولیٰ نے نماز نہ پڑھی تھی۔آنکھ سے دیکھتے رہے کہ وقت جاتا ہے مگر اس خیال سے کہ زانو سرکاؤں تو شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب مبارک میں خلل آئے، جنبش نہ کی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔چشم اقدس کھلی، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا فوراً ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، عصر کا وقت ہوگیا، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے نماز ادا کی، آفتاب ڈوب گیا۔" (حدائق بخشش مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور، صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳)

اس واقعہ کی طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اشارہ کرتے ہوئے اپنے نعتیہ کلام میں یوں رقم طراز ہیں:

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز　　　اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
ہاں تو نے ان کو جان انہیں پھیر دی نماز　　　پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

(حدائق بخشش صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۳)

نماز عصر کو اس لئے "اعلیٰ خطر" کی نماز کہا گیا ہے کہ اس کا ذکر خصوصی طور پر قرآنِ مجید میں تاکیداً وارد ہوا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حفاظت کرو سب نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی۔ (البقرہ: ۲۳۸)

جمہور مفسرین نے صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) سے مراد نمازِ عصر لی ہے۔

غروب شدہ آفتاب واپس لوٹنے کا دوسرا واقعہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "شواہد النبوۃ" میں تحریر فرمایا ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد واقع ہوا۔ "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ بابل کے سفر پر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز ادا کر لی تھی جب کہ کچھ ہمراہیوں نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہر فرات عبور کرنے کا حکم دیا اسی اثنا میں سورج غروب ہوگیا۔ ساتھیوں نے نماز قضاء ہو جانے پر اظہارِ تاسف کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ عالیہ میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے سورج واپس پھیر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے نماز ادا کر لی تو سورج دوبارہ غروب ہوگیا۔"

(شواہد النبوۃ، عمدۃ المطابع دہلی صفحہ ۲۸۴)

غرضیکہ آپ رضی اللہ عنہ کے کئی خصائل وشمائل کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں یکجا کر رکھا ہے۔ خصوصاً اُن کا فارسی کلام تو مدحت مولائے علی رضی اللہ عنہ کا شاہکار اور منہ بولتا ثبوت ہے جو آپ کے کلام "حدائقِ بخشش" میں بہ عنوان "فغان جان غمگین بر آستان تمکین اسد اللہ المرتضیٰ رضی اللہ عنہ الا سے امداد کن" اور "در منقبت حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ" قارئین کے قلوب واذہان میں محبت اہل بیت کی شمع روشن کرتے ہیں جن کے چیدہ چیدہ اشعار بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں۔

یا ید اللہ یا قوی یا زورِ بازوے نبی — من ز پا افتادم اے دست خدا امداد کن
اے نگار راز دار قصر اللہ انجلی — اے بہار لالہ زار انما امداد کن
اے تنت در راہ مولیٰ خاک وجانت عرش پاک — ہوتر اب اے خاکیاں را پیشوا امداد کن

☆☆☆

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ — حمزہ سردار شہیداں عم اکبر آمدہ
بنت احمد رونق کاشانہ و بانوے تو — گوشت وخون تو ملجلش شیر شکر آمدہ
کے رسد مولیٰ بہر تابنا کت نجم شام — گو بحور صحبت او ہم صبح انور آمدہ
تشنہ کام خود رضا سے خستہ را ہم جرعہ — شکر آں نعمت کہ نامت شاہ کوثر آمدہ

مولا علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا عین محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں جس کا محبوب ہوں علی بھی اس کا محبوب ہے۔ اے اللہ! جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔" (راوہ النسائی فی الخصائص علی)

لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت وعقیدت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت رکھنا ہے اور مولا علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھنا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا ہے کہ عشق اہل بیت بھی دل میں موجزن ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ناصبوں، رافضیوں اور خارجیوں کا رد فرمانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے مولائے علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے خواستگار ہیں۔ فرماتے ہیں:

من ز حق می خواہم اے خورشید حق آں مہر تو ۔۔۔ کز ضیائش عالم ایماں منور آمدہ

(حدائق بخشش صفحہ ۱۷۶)

یعنی اے خورشید حق! میں حق تعالیٰ جل جلالہ سے آپ کی وہ مہر ومحبت چاہتا ہوں جس کی ضیاء پاشیوں اور کرنوں سے سارا عالم ایمان منور ہے۔ لہٰذا رسول کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے عقیدت ومحبت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو لاینفک ہونا چاہیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اور اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اطاعت واتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بشکریہ: پندرہ روزہ "الحسن" پشاور "سیدنا علی المرتضیٰ نمبر" ۲۰۰۰ء، شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور)



بارگاہِ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا میں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نذرانۂ عقیدت پر تضمینات کی ایک مثال

جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مرتبین: علامہ عارف جاوید نقشبندی، سید صابر حسین شاہ بخاری، ملک محبوب الرسول قادری

ہندوستان میں ہر قسم کے فتنے عروج پر تھے کہ چودھویں صدی میں اس دنیائے آب وگل میں ایک ایسا مردِ حق آ گاہ آیا جسے دنیا "امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ مجددیت کے مقام پر فائز تھے۔ آپ نے اپنے زبان وقلم سے اسلام اور مسلمین کے خلاف اُٹھنے والے تمام فتنوں کا ایسا تعاقب فرمایا کہ آج تک ان کی ذرّیت کا شوروغوغا تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ آپ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں فنا تھے۔ اسی لئے عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں آپ سفیرِ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طور پر سامنے آئے۔ آپ نے نہ صرف اپنے آقا ومولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت سرائی کی بلکہ آپ کی اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار کی شان میں بھی محبت وعقیدت کے ایسے پھول نچھاور کیئے کہ شعراء کرام دم بخود رہ گئے۔ بالخصوص آپ کا قصیدہ سلامیہ "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" اُردو زبان کا قصیدہ بردہ ثابت ہوا۔ اس کی ہمہ گیر شہرت اس کی مقبولیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ بریلی شریف سے بلند کی گئی اس صدائے دل نواز کی گونج آج دنیا بھر میں سنی جارہی ہے۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وہ اعزاز ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ قصیدہ سلامیہ کے ایک سو اکہتر اشعار ہیں جن میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت، حلیہ مبارک، اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار کی شان میں نہایت ہی احسن انداز میں سلام عقیدت ومحبت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ہمارے پیارے آقا ومولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری اور لاڈلی شہزادی حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شان میں بھی اس سلام محبت وعقیدت میں کئی اشعار

موجود ہیں ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

سیدہ ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرت مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شان میں لکھی گئی کئی مناقب پر اعلیٰ حضرت کا یہ شعر بھاری ہے۔ اسے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہے۔ بچے بچے کی زبان پر یہ شعر جاری وساری ہے۔ پھر اس شعر پر مختلف تضمین نگاروں نے جو تضمین نگاری کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے اس شعر پر تضمین نگاری پیش کی جاتی ہے۔ اس سے یہ حقیقت نمایاں طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ شعر مناقب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے باب میں کتنی بلندیوں پر فائز ہے۔ (احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ)

اس مضمون کی تیاری میں علامہ محمد عارف جاوید نقشبندی کی کتاب انتخاب ومناقب سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا سے خصوصی طور پر مدد لی گئی ہے۔

قرآن کی روز و شب تلاوت زبان پر
قرآن کی آیتیں ہیں ثناء خوان فاطمہؓ
ہم کو مٹا سکیں گی نہ باطل کی سازشیں
مومن ہیں زیر سایہ دامان فاطمہؓ
آگے نبی ہیں پیچھے علی ساتھ دونوں لعل
دیکھو مباہلے میں ہے کیا شان فاطمہؓ
میں سر منبر جو کرتا ہوں ثنائے فاطمہؓ
اس کا مطلب ہے کہ شامل ہے رضائے فاطمہؓ
کردیا یہ اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان نے
فاطمہؓ جیسا نہیں کوئی سوائے فاطمہؓ

(صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ)

☆☆☆

شاہِ کونین کی دخترِ باصفا
سر بسر رحمتِ خالق دو سرا
جن کی تقدیس ایمان کا ضابطہ

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

(تضمین: عارف قادری)

☆☆☆

قدسی حضرات حسنین کی والدہ
مرشدہ راضیہ مرضیہ راشدہ
ناصحہ رافعہ صالحہ
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

(سیداولادرسول قدسی مصباحی۔نیویارک امریکہ)

☆☆☆

عابدہ زاہدہ ساجدہ صابرہ صادقہ قاسمہ عاصمہ ناصرہ
راضیہ ماجدہ راشدہ شاکرہ سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

بوبکر و عمر عثمان شیر خدا اور طلحہ زبیر، ابن عوف و شفا
ہیں یہ سعد و سعید اور عبیدہ شہا وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

واسطے فاطمہ بنت شاہ زمن بہر مولیٰ علی شاہ خیبر شکن
یا الٰہی طفیل حسین و حسن میرے استاذ ماں باپ بھائی بہن
اہل دلدو عشیرت پہ لاکھوں سلام

ان کی بخشش کے آگے سما وا نہیں بحر لطف و کرم مثل سا وا نہیں
کس کے ملجا نہیں کس کے ماویٰ نہیں ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

جب نرالا ہو چشم شفاعت کا طور راستہ ان کا ہر ایک دیکھے بلور
جبکہ ہو عالم نفسی کا دور کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

(مولانا ازہر القادری، سدھارتھ نگر یوپی، انڈیا)

☆☆☆

گھر کے دیوار و در جلوہ زائے قدس گھر کے افراد میں ضونمائے قدس
کیا ہو تشبیہ پھر ماسوائے قدس پار ہائے مصحف غنچہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

جس میں پاکیزگی کے شگوفے کھلے جس میں مجد و شرافت کے گچھے لگے
جس میں عفت مآبی کے سبزے اُگے آبِ تطہیر جس میں پودے سجے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

جن کی بنیاد ہے بے عدیل و نظیر جن کا نوری بدن رشکِ ماہ منیر
جن کی خلقت میں جزو بشیر و نذیر خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اس کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

نازشِ طاعتِ مریم و آسیہ نورِ عین شہنشاہِ ہر دوسرا
پیکرِ حلم و ایثار و شرم و حیا اس بتولِ جگر پارہ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

پردہ داری سدا ناز جس پر کرے کیسے آ جائے وہ غیر کے سامنے
کس طرح اس کو نا آشنا دیکھ لے جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

وجہ تسکین قلب شہ دوسرا راضیہ، عابدہ، ساجدہ، شاکرہ
صابرہ، زاہدہ، صادقہ، ذاکرہ سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مرجع اہل حق، سرورِ اتقیا رہبر اولیا، پیر و انبیا
فاطمہ کا سکوں راحت مرتضیٰ حسن مجتبیٰ، سید الاسخیا
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

(مولانا محمد عثمان اوج اعظمی)

☆☆☆

غیرتِ حق کے جس میں سمندر بہے شوکتِ دیں گے جس میں سفینے چلے
جوششِ نور کے جس میں طوفان اُٹھے آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

بے مثالی ہیں جو آپ اپنی نظیر جن کی رگ رگ میں رحم خدائے قدیر
ریشہ ریشہ ہیں جن کے تحیت کا شیر خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

جس کی رگ رگ میں پیوستہ خونِ حیا لبس عصمت سے ملبوس سر تاپا
جس کے ماتھے طہارت کا سہرا سجا اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

نور کے جس میں روشن ستارے جڑے بیل بوٹے تحیت کے جس پر سجے
جس کے دامن پہ حوروں نے سجدے کئے جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

حامدہ، عابدہ، زاہدہ، ساجدہ صابرہ، ذاکرہ، شاکرہ، عارفہ
عاطفہ، عادلہ، صادقہ، صالحہ سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مایۂ اتقیا ازکیا اولیا نازشِ روحِ آب و گل اصفیا
سبط و ہم شکل سالارِ کل انبیا حسن مجتبیٰ سید الاسخیا
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

تاج والے ہوں اب اس میں یا ہوں گدا　　سب اسی در کے دریوزہ گر ہیں سدا
کس سے توصیف بذل و کرم ہو ادا　　اوجِ مہر ہدی موجِ بحر ندی
روح روحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

(ارمغان حق از سید محفوظ علی صابر القادری بریلوی)

☆☆☆

صادقہ، صالحہ، صائمہ، صابرہ
صاف دل، نیک خو، پارسا، شاکرہ
عابدہ، زاہدہ، ساجدہ، ذاکرہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

(مولانا اختر الحامدی)

☆☆☆

جس کا دامن ہے سادات کا دائرہ
شاہدہ، شاکرہ، فاخرہ، ناصرہ
عابدہ، ساجدہ، زاہدہ، صابرہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

(ڈاکٹر سید ہلال جعفری)

☆☆☆

صالحہ، صادقہ، صائمہ، صابرہ
فاطمہ، کاملہ، زاہدہ، زاکرہ
نورِ چشم نبی، عابدہ، شاکرہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

قدسیوں کی درِ فاطمہ، بوسہ گر
جس کی پاکی کی کھائیں قسم مہر و مہ
جس کا مریم سے بھی ہے بڑا رتبہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد ﷺ کی راحت پہ لاکھوں سلام

(طارق سلطانپوری)

☆☆☆

عالمہ، عاملہ، کاملہ، عادلہ
صالحہ، صاحبہ، ساترہ، سالکہ
مالکہ، حاکمہ، راحمہ، عاطفہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد ﷺ کی راحت پہ لاکھوں سلام

(واحد رضوی)

☆☆☆

"بضعۃ منی" گفتش رسولِ خدا
پارہ ای از تنِ پاکِ خیر الورا
در برائے زناں اسوۂ کاملہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد ﷺ کی راحت پہ لاکھوں سلام

(سید شاکر القادری)

☆☆☆

اے مری فکر سر اب ادب سے جھکا
ذکر ہونے لگا دیکھ کس ذات کا

موجہ بادِ تقدیس و صبر و رضا
اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
مہ شبستانِ فردوس میں تذکرے
جس کی تکریم و عظمت کے چھیڑے گئے
کہتے ہیں سر جھکائے ملائک کھڑے
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
رشکِ ہر درجۂ مریم و آسیہ
مصحفِ رفعتِ شان کا حاشیہ
بحرِ لولو و مرجان کا لاحقہ
سیدہ زاہرہ، طیبہ، طاہرہ
جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

(مرزا امجد رازی)

☆☆☆

ہمارے دلوں کی بہار فاطمہؑ
خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلزار فاطمہؑ
ہر غلام کے دل کا قرار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور آپ کے دِل کا قرار فاطمہؑ
خیر النساء، فخر النساء، زہرا و بتول
اور سب عورتوں کی ہیں سردار فاطمہؑ
آیت تطہیر ہے مظہر آپ کا کنبہ
کتنا بلند ہے آپ کا کردار فاطمہؑ

بنت رسول ہیں اور حسنین ہیں پسر
شوہر ہیں آپ کے حیدرِ کرارؓ فاطمہؓ
ندا ہو گی حشر میں جھکا لو اپنی نظریں
آتی ہیں اب عورتوں کی تاجدار فاطمہؓ
محبت نہ ملی جس کو آپ کے گھرانے کی
زندگی ہے اُس کی سرے سے بیکار فاطمہؓ
اولادِ نبی ہیں آپ حرم علی ہیں آپ
درود و سلام ہوں آپ پر بیشمار فاطمہؓ
کچھ کر نہیں سکتا بہاولؔ اک جان ہے پاس میرے
ورنہ وار دوں جائیں ہزار فاطمہؓ

(صاحبزادہ سیدعارف بہاؤ الحق شاہ صاحب)

☆☆☆

کون عِفت پہ اُس کی کرے
تبصرہ جس کی قرآن میں تطہیر کا
تذکرہ اسی عالم میں ہے
کوئی معتبرہ سیدہ زاھرہؓ طیبہ طاہرہؓ
جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام
حزن و راحت کے ہر حال میں شاکرہ
صبر خود جس پہ نازاں ہو وہ صابرہ ہے
فقیری میں بھی ہر ادا عامرہ
سیدہ زاھرہؓ طیبہ طاہرہؓ
جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام
امت پُر معاصی کی مُستَغفَرہ
یادِ خلاقِ عالم میں مُستَغرَقہ

قلب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہیں ہر لحظہ مستحضرہ
سیدہ زاہرہؓ طیبہ طاہرہؓ
جان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

بارگاہِ الٰہی کی مستنصرہ
حکم الاالمودہ کی مستبشرہ
مژدہِ بضعتہُ منی پر فاخرہ
سیدہ زاہرہؓ طیبہ طاہرہؓ
جان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

مرجع اہل ایماں ترا مقبرہ
کربلا ونجف مشہد و سامرہ
تیری نسبت سے ہیں محترم عاطرہ
سیدہ زاہرہؓ طیبہ طاہرہؓ
جان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام

(سفیر احمد سفیر ☆)

☆ یہ منقبت حضرت پیر سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب نے محترم سفیر احمد سفیر صاحب سے فرمائش کر کے لکھوائی ہے۔ ادارہ ان دونوں حضرات کے شکر گزار ہیں۔



خیرُ النّاس مَن یَنفعُ النّاسَ

☐ یہ خط حامد الآمدی خط ثلث جلی میں حدیث مبارک

مختصر شرح سلام رضا

محمد نعیم اللہ خاں قادری

پارہ ہائے صُحُف غُنچہ ہائے قدس
اہلِ بَیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

پارہ ہائے ۔ٹکڑے ،اوراق،صحف ۔صحیفہ کی جمع ،مقدس کتاب،قدس ۔مقدس و پاک،
اہل بیت ۔گھر والے

یارسول اللہ ﷺ! آپ سب نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہیں ۔آپ خاتم النبیین ہیں ۔آپ سید الانبیاء ہیں ۔آپ کی نسبت نبوت سے آپ کے اہل بیت بھی افضل و اعلیٰ مقام کے حامل ہیں ۔جس طرح صحیفۂ قرآنی کے پارے اس صحیفۂ قرآنی کے جزو لانیفک ہیں اور اعلیٰ مقام ہیں ۔اسی طرح اہل بیت نبوت آپ کی نسبت کی وجہ سے اعلیٰ مقام ہیں ۔ان کا ادب و احترام بھی ضروری ہے ان پر درود و سلام نماز کا حصہ ہے ۔ان کی شان میں گستاخی کرنے والا اپنے ایمان کو ضائع کرنے والا ہے ۔اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ اللہ کی کتاب (قرآن) اور اپنے اہل بیت ۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ کے اہل بیت جو پارہ ہائے صحف غنچہ ہائے قدس کی نسبت کے حامل ہیں ۔ان پہ لاکھوں سلام ہوں ۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ ریاضِ نجابت جو کہ آب تطہیر سے پروان چڑھا اس پر لاکھوں سلام ہوں ۔

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے
اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

آب۔پانی،تطہیر۔پاکیزگی،جمے۔اُگے،ریاض۔باغ،نجابت۔عمدہ

یارسول اللہ ﷺ! اہل بیت آپ کی نبوت کے پاکیزہ پانی سے مستفید ہوکر پروان چڑھے۔اس طرح ایک نہایت ہی عمدہ باغ اپنی بہار دکھانے لگا۔اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں ان کی پاکیزگی کا تذکرہ کیا۔جس عمدہ باغ کو آب تطہیر سے پاکیزہ کیا گیا اس کی پاکیزگی اور خوبی کے کیا کہنے۔ان کو یہ مقام ومرتبہ عطا فرمایا گیا کہ نماز میں ان پر درود کا حکم نبوی ہے۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ ریاضِ نجابت جو کہ آب تطہیر سے پروان چڑھا اس پر لاکھوں سلام ہوں۔

خونِ خیرُ الرُّسل سے ہے جن کا خمیر!

اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

خیر الرسل۔نبی اکرم ﷺ،خمیر۔اصل،بے لوث،عیب سے پاک،طینت۔خلقت، طبیعت

یارسول اللہ ﷺ! اہل بیت کے خمیر کی اصل آپ کی ذات ہے۔اس لئے ان کی خلقت عیب سے پاک ہے ان کی طبیعت وعادات بھی سید الانبیاء کی طبیعت وعادات کا عکس ہیں۔

جب ان کی اصل آپ کی ذات ہے تو ان میں عیب نکالنا خود آپ کی ذات میں عیب نکالنا ہے۔ان کی راہ پر چلنا صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔

یارسول اللہ ﷺ! اہل بیت کے خمیر کی اصل آپ کا مبارک خون ہے ان کی اس بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام ہوں۔

اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ

حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

بتول،لقب سیدہ فاطمۃ الزہرا،پارہ۔حصہ،ٹکڑا،حجلہ۔پالکی۔آراء۔سنوارنے والی

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کے جگر کا ٹکڑا ہے۔عصمت وعفت کی حجلہ(پالکی) آپ کی نسبت سے سنورگئی۔آپ کی عفت کا نہ صرف خود آپ کو شدید احساس تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بھی آپ کی عفت بہت عزیز تھی،آپ ساری عمر دنیاوی

زیب وزینت اور سنگار سے کٹ کر رہیں۔ وہ زیب وزینت اور زیورات۔ جو دوسری عورتوں کو استعمال کرنے کی اجازت تھی آپ نے وہ بھی استعمال نہ کئے۔ کسی غیر مرد نے کبھی آپ کو بے نقاب نہ دیکھا۔ جہاں آپ نے خود کو زیب وزینت سے علیحدہ رکھا اسی طرح آپ نے خود کو دنیاوی غرض و غایت اور طلب سے علیحدہ رکھا۔ بتول کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ نے تمام مقاماتِ عالیہ کے مالک ہونے کے باوجود دل کو دنیا سے منقطع کر کے اپنے مولیٰ کی طرف پھیر لیا تھا۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جن کا لقب بتول بھی ہے وہ آپ کے جگر کا ٹکڑا، لختِ جگر ہے۔ عفت، پاک دامنی اور پردگی کو جو حسن وخوبی حاصل ہے وہ آپ کی نسبت کی وجہ سے ہے۔ ان پہ لاکھوں سلام ہوں۔

جس کا آنچل نہ دیکھا مَہ ومِہر نے

اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

آنچل۔ سر کا کپڑا، مہ۔ چاند، مہر۔ سورج، رداء۔ چادر، نزاہت۔ پاکیزگی

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آنچل مبارک ردائے نزاہت (پاکیزگی کی چادر) تھی۔ وہ پیکرِ حیاء اور سراپا حجاب تھیں۔ ان کی باپردگی کا یہ عالم تھا کہ دن اور رات میں بھی کسی نے ان کو بے حجاب نہ دیکھا۔ آپ نے دن کی روشنی میں دفن کیا جانا بھی پسند نہ فرمایا اور روزِ محشر ان کے مقام حیاء وعصمت کی وجہ سے اہل محشر کو آپ کے پل صراط سے گزرنے کے وقت آنکھیں جھکانے کا حکم ہوگا۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی طیب وطاہر صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آنچل مبارک ردائے نزاہت ہے کہ ان کو مہ ومہر تک نے بے نقاب نہ دیکھا۔ ان کی اس ردائے نزاہت (پاکیزگی کی چادر) پہ لاکھوں سلام ہوں۔

سیدہ، زاہرہ، طیبہ، طاہرہ

جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

سیدہ۔ سردار، زاہرہ، تروتازہ پھول، طیبہ، پاکیزہ، جان۔ دل احمد۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی، راحت، سکون

یارسول اللہ ﷺ! آپ کی صاجزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا کہ انہیں جنتی عورتوں کی سردار ہونے کا اعلیٰ مقام حاصل ہے اور جنتی عورتوں کی طرح ہی آپ حیض سے محفوظ تھیں۔ اسی لئے آپ مکمل طور پر طیب و طاہر تھیں اور آپ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کچھ دن ان سے ملاقات نہ ہو پاتی تو بے چین ہو جاتے اور جب ان کو دیکھ لیتے تو آپ کو راحت و سکون ملتا اور جب وہ آپ کی خدمت میں آتیں تو آپ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے، چومتے اور اپنے مقام پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتیں آپ ﷺ کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

یارسول اللہ ﷺ! حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا طیب و طاہر تھیں اور آپ کو ان کی ذات سے بہت زیادہ محبت تھی اور ان کی ملاقات سے آپ کو راحت حاصل ہوتی۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے آپ کی راحت ہونے پہ لاکھوں سلام ہوں۔

میری جان فدا ہے

سیدنا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

رُوْحِي الْفِدَاءُ لِمَنْ اَخْلَاقُهُ شَهِدَتْ ★ بِاَنَّهُ خَيْرُ مَوْلُوْدٍ مِنَ الْبَشَرِ

میری جان آپ ﷺ پر فدا جن کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں، کہ وہ بنی نوع انسان میں افضل ترین ہیں

عَمَّتْ فَضَائِلُهُ كُلَّ الْعِبَادِ كَمَا ★ عَمَّ الْبَرِيَّةَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

ان کے فضائل بلا امتیاز سب بندوں کے لئے عام ہیں، جس طرح سورج اور چاند کی روشنی ساری مخلوق کے لئے عام ہے

لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ ★ كَانَتْ بَدِيْهَتُهُ تَكْفِي عَنِ الْخَبَرِ

اگر ان کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والی نشانیاں نہ ہوتیں، تو خود ان کی واضح شخصیت ان کی صداقت کے متعلق کافی تھی

○

ایک مصرعہ جس میں عقیدت کا ایک جہان آباد ہے

جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

راشدہ انجم نظامی (بنت ازہر القادری)

شاہ مدینہ، سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پہلی اور ایک شریف النفس، عفت مآب، پاک دامن، نیک طینت اور نہایت پارسا خاتون تھیں۔ جن کی شرافت جگ ظاہر تھی۔ اہل مکہ ان کی پاک دامنی اور انتہائی پارسائی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو طاہرہ (پاک باز) کہا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا اپنی چالیس سالہ عمر میں تاج دار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں آئیں اور اپنی بقیہ تمام زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غم گساری اور خدمت گزاری میں صرف کر دیں۔ جب کہ اس وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال تھی۔ (سیرۃ المصطفیٰ ص: ۲۷، ملخصاً)

امام عشق ومحبت آپ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سیما! پہلی ماں کہف امن و اماں   حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے رب قدیر نے آپ رضی اللہ عنہا کو کل چھ اولاد سے نوازا تھا۔ جن میں دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں شامل ہیں۔ سیر و تواریخ کی کتابوں میں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

① **محمد قاسم** رضی اللہ عنہ:۔ جن کی نسبت سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم رہی۔ بچپن ہی میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔

② **عبد اللہ** رضی اللہ عنہ:۔ یہ بھی کم سنی میں وصال کیے۔ ان کا لقب طیب وطاہر تھا۔

③ **زینب** رضی اللہ عنہا:۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے ہوئی۔

☆ طالبہ: شعبۃ البنات جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹھنا، کھنڈ سری، سدھارتھ نگر (یو۔پی) انڈیا

④ **رقیہ** رضی اللہ عنہا:۔ان کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

⑤ **کلثوم** رضی اللہ عنہا:۔حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ان کی بھی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی سے ہوئی۔اسی وجہ سے آپ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

امام عشق ومحبت فرماتے ہیں:

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ۔۔۔ ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

⑥ **فاطمہ** رضی اللہ عنہا:۔یہ شہنشاہ مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی مگر سب سے زیادہ پیاری اور لاڈلی شہزادی ہیں۔تمام صاحب زادیوں میں آپ ہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد (۶ مہینے) تک باحیات رہیں۔

ولادت:

باختلاف روایت آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلان نبوت کے پہلے سال یا پانچ سال پہلے ہوئی۔(سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص:۵۲۰)

آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہوتے ہی مشرق سے مغرب تک ساری دنیا میں اُجالا پھیل گیا۔
(خلد کا غازی،ص:۳۵)

بوقت ولادت چار باعظمت خواتین کا ورود مسعود:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت کے وقت مشیت ربانی کے مطابق چار پاک باز بیبیاں آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں تشریف لائیں۔جن کے بابرکت اسما یہ ہیں۔

① سارہ بنت اسحاق۔
② مریم بنت عمران۔
③ کلثوم ہمشیرہ موسیٰ علیہ السلام۔
④ آسیہ زوجہ فرعون۔(اوراق غم ص:۱۱۹)

حوران جنت کی آمد:

آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کے پاس حجرۂ مقدسہ میں دس بہشتی حوریں اس شان سے آئیں، کہ ہر ایک کے پاس ایک ایک بہشتی طشت اور آب کوثر سے بھرا ہوا ایک ایک ابریق تھا۔ پہلے سے حاضر باش باعظمت خواتین اُٹھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو طشت میں بٹھا کر غسل دیا۔ اس کے بعد ایک سفید معطر جنتی کپڑے میں لپیٹ کر آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کی گود میں دیتے ہوئے مبارک بادیں پیش کیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو ان کی گود میں دے دیا۔ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحنیک فرماتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ، کنیت اُم محمد رکھی اور لقب راضیہ، مرضیہ، میمونہ، ذکیہ اور زہرا عنایت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے القابات وخطابات مزید اور بھی ہیں مثلاً سیدۃ نساء العالمین، سیدۃ نساء اھل الجنۃ، زاہرہ، طاہرہ، بتول اور خاتونِ جنت وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق روح الامین علیہ السلام بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر قبل ولادت ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا نام رکھنے کی پیشین گوئی کر چکے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ عرض بھی کی تھی کہ یہ ان کا نسلی نام ہے۔ جس کے معنیٰ پاک، پاکیزہ، بابرکت اور خجستہ اطوار کے ہیں۔ (اوراقِ غم ص:۱۱۹)

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشابہت:

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کردار و گفتار میں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی کی مشابہت نہیں دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہا صوری و معنوی دونوں اعتبار سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوب صورت تصویر تھیں۔ (مشکاۃ ص: ۶۸۳)

اور آپ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس طرح چلتی ہوئی آئیں کہ ان کی رفتار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کے مشابہ تھی، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میری بیٹی کو مرحبا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنی بائیں جانب یا داہنی جانب بٹھالیا۔"

(طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص: ۲۴۱)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شادی:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر فارق رضی اللہ عنہ نے یکے بعد دیگرے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور نہیں فرمایا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا پیغام قبول کر آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (مشکوٰۃ شریف :ص:۵٦۵، مطبع: مجلس برکات مبارک پور، خطبات محرم ص: ۲٦۴)

مشہور روایتوں کے مطابق اٹھارہ سال اور بعض روایتوں کے حساب سے ساڑھے پندرہ سال کی عمر ۲ / ھ میں آپ کی شادی ہوئی۔ عقد اقدس میں بہ صورت مہر چار سو مثقال چاندی تھی یعنی پورے ایک سو ساٹھ روپے بھر۔ (فتاوی رضویہ جلد ۵۔ص: ۳۲۵)

جہیز:

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری اور لاڈلی بیٹی کو جو سامان جہیز میں دیا تھا ان میں ایک بان کی چار پائی، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، مٹی کے دو گھڑے اور چمڑے کا ایک گدا (جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے)۔

(سیر الصحابیات :ص: ۱۰۰۔ بہ حوالہ خطبات محرم :ص: ۲٦۴)

سیدہ رضی اللہ عنہا نے باپ کا گھر چھوڑا:

شادی سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اب تک آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے گھر رہتے تھے۔ لیکن شادی کے بعد الگ گھر کی ضرورت پڑی تو حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان ان کو دے دیا۔ (خطبات محرم :ص ۲٦۴)

شادی کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہا اپنے پیارے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی گھر سے رخصت ہوئیں تو ستر ہزار فرشتوں کی جماعت کا حفاظتی دستہ آپ رضی اللہ عنہا کی سواری کے پاؤں کی دھول چومتا جا رہا تھا ساتھ ہی ساتھ جنت کی حوریں اپنی عفت و پارسائی کی بیش بہا چادر آپ رضی اللہ عنہا کی راہ میں بچھاتی جا رہی تھیں اور رضوان جنت آسمان سے پھولوں کی بارش کرتے جا رہے تھے۔

(خاک کربلا :ص: ۲۷، ۲٦)

کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا:

جب چلیں تھیں فاطمہؓ سسرال میکہ چھوڑ کر ہر قدم پر رحمتوں کے پھول ہوتے تھے نثار

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نئے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد:

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا جب رخصت ہو کر اپنے نئے گھر میں گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے، دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کی پھر اندر گئے۔ ایک برتن میں پانی منگوا کر دونوں ہاتھ اس میں ڈالا اور وہ پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازو پر چھڑکا پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان بھی چھڑکا۔ اور فرمایا: "میرے خاندان میں جو شخص سب سے بہتر ہے میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔" (خطبات محرم، ص: ۲۶۴)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی:

تاج دار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا کاروبار خود کرتی تھیں۔ مثلاً جھاڑو دینا، پانی لانا، کھانا پکانا، چکی چلانا، اور آٹا تیار کرنا وغیرہ یہ سب آپ رضی اللہ عنہا کے ذاتی مشاغل تھے جس سے ہاتھ میں چھالے اور بدن کے بعض حصے پر گھٹے پڑ گئے تھے۔

(خطبات محرم: ص: ۲۶۵)

ایک مرتبہ مالِ غنیمت میں کچھ باندی اور غلام آئے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ڈرتے ڈرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھریلو کاروبار کے لیے ایک باندی طلب کیا اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بدر کے یتیم بچے تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔" (خطباتِ محرم: ص: ۲۶۵)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے غلام طلب کیا تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بہ خدا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمھیں غلام عطا کروں اور اہل صفہ بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھ رہے ہوں۔" (برکات آل رسول بہ حوالہ خطبات محرم: ص: ۲۶۵)

باپ کی تعظیم میں بیٹی:

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجرہ بتول رضی اللہ عنہا میں تشریف لاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے

لیے کھڑی ہو جاتیں۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو چومتے اور بیٹھ جانے کا حکم فرماتے۔ (ترمذی شریف، ص: ۲۲۷)

بیٹی کی تعظیم میں باپ:

جب سیدہ بتول، جگر گوشۂ رسول فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جاتیں تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر آپ رضی اللہ عنہا کا استقبال کرتے۔

(ترمذی شریف، ص: ۲۲۷، المستدرک، ج: ۳، ص: ۱۵۶)

جنت کی خوش بو:

روایتوں میں ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے جنت کی خوش بو آتی ہے۔

(ترمذی شریف: ج: ۲، ص: ۲۴۱، مشکاۃ شریف: ص: ۶۴۱)

اللہ اللہ! یہ ہے شان بتول جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے لیے انبیاے کرام علیہم السلام کھڑے ہوجاتے ہیں وہ نائب رب اکبر سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کا اُٹھ کر استقبال کرتے ہیں۔ یہ ایک باپ کی بیٹی سے محبت کی انتہا ہے۔ فی الحقیقت اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو وہ بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کی حد تک پہنچنا ناممکن ہے۔

فضائل ومناقب:

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب ظاہر و باہر ہیں۔ جن کا انکار نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کا انکار ہوگا:

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور آیات قرآنیہ

آیت تطہیر:

چنانچہ آیت تطہیر:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (الاحزاب:۳۳)

اے اہل بیت یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمھیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

کے پیش نظر یہ کہنا قطعی درست ہے کہ جہاں جملہ اہل بیت کو ہر قسم کی ناپسندیدہ چیزوں سے دور اور خوب خوب ستھرا کرنے کی بات ہے وہیں آپ (خاتون جنت رضی اللہ عنہا) سے بھی تمام ناپسندیدگی دور کرنے اور خوب خوب ستھرا کرنے کی بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رضی اللہ عنہم اور دیگر مفسرین و محققین کے اقوال کے مطابق بھی خواہ اہل بیت سے مراد عام لوگ ہوں یا خاص! ہر لحاظ سے اہل بیت میں خاتون جنت کا شمار بدرجہ اولیٰ ہے۔

(برکات آل رسول: ص: ۳۲ بہ حوالہ خطبات محرم: ص: ۲۲۲)

حضرت بیدم وارثی فرماتے ہیں:

بیدمؔ یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساءؓ حسینؓ و حسنؓ مصطفیٰؐ علیؓ

آیت مودت:

آیت مودت:

قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (الشوریٰ، ۴۲:۲۳)

اے محبوب تم فرماؤ کہ میں اس پر یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت، (یعنی میں تم سے قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں)۔

کے مدنظر من جانب اللہ مسلمانوں سے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اعزہ و اقربیٰ سے متعلق کلی طور پر محبت و مودت کا مطالبہ ہے وہیں علیٰ سبیل الجزئیت سیدہ خاتون جنت سے متعلق بھی محبت و مودت کی طلب ہے۔ اس لیے کہ تمام مفسرین و محققین کی صراحت کے موافق "القربیٰ" میں آپ رضی اللہ عنہا کی جلوہ گری بتمام شان و شوکت ہے۔

(الشرف المؤبد: ص: ۲۷ بہ حوالہ خطبات محرم: ص: ۲۵۶)

آیت مباہلہ :

آیت مباہلہ سے بھی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے عبقری فضائل و جہاں گیر مناقب کا بھی بین ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ جب نجران کے عیسائیوں نے اپنی کج فہمی، خود سری اور اپنے باطل عقیدے کی بنا پر کتمان علم کا حربہ استعمال کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کیا، تو پروردگار عالم نے آیت مباہلہ نازل فرما کر ان کا سارا غرور خاک میں ملا دیا۔

ارشاد باری ہوا:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۝

(آل عمران، ۳:۶۱)

اے محبوب! پھر جو لوگ تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں بعد اس کے کہ تمہارے پاس اس کا علم آچکا ہے تو ان سے فرما دو کہ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو پھر ہم مباہلہ کریں یعنی گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگیں تو پھر جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

صحابی رسول حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباہلہ کے لیے گھر سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ، سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی:

اللھم ھؤلاء اھل بیتی (الحدیث) — یا اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۶۸ بہ حوالہ خطبات محرم، ص: ۲۳۰)

اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق "اپنے بیٹوں" کے نام پر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، "اپنی عورتوں" کے حوالے سے سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور "اپنی جانوں" کے تناظر میں اپنے آپ اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ذات کو میدان مباہلہ میں پیش کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ اس آیت مباہلہ کے ذریعہ جہاں ان اہل عبا یعنی پنج تن پاک میں سے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر چاروں مذکورہ ہستیوں کی بڑائی و برتری ظاہر و باہر ہے وہیں آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی رواں دواں ہے۔

مباہلہ:

مباہلہ کا لغوی معنیٰ فریقین کی جانب سے ایک دوسرے کے حق میں بد دعا کرنا ہے۔ اور اصطلاح میں جانبین میں سے ہر ایک دوسرے پر لعنت کرے اور خدائے تعالیٰ جھوٹے فریق کو فنا کر دے۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا اور احادیث کریمہ:

احادیث نبویہ کی روشنی میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب شمس و قمر کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں۔ بلا شبہ آپ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اہل بیت اطہار میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک عورتوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

(ترمذی شریف، ص: ۲۲۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دن پوچھا "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں محبوب ہوں یا حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا)۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تم سے زیادہ محبوب اور تم ان سے زیادہ عزیز ہو۔ (زینۃ المحافل ترجمہ نزہۃ المجالس، جلد ۲، ص: ۶۵۳)

اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

الا ان مثل اهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف هلك

میرے اہل بیت کشتی نوح کی مثل ہیں جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو رہ گیا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۷۳، بہ حوالہ خطبات محرم، ص: ۲۳۴/ زینۃ المحافل ترجمہ نزہۃ المجالس، جلد ۲، ص: ۶۵۴)

امام عشق و محبت فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں، اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا! اہل بیت اطہار میں سب سے زیادہ محبوب:

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب سورۃ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ" نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی لختِ جگر نورِ نظر صاحب زادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا:

نعيت الى نفسى

یعنی مجھ کو میرے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں! حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تبكى فانك اول اهلى لاحق بى

یعنی اے فاطمہ روؤ نہیں میرے اہل بیت میں تمہیں سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی۔

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ یہ دیکھ کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے بعض بیویوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ پہلے ہم نے آپ رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھا اور پھر ہنستے دیکھا اس کا مطلب کیا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور اکرم ﷺ نے مجھ کو بتایا کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رونے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا روؤ نہیں میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے گی یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔

(خطبات محرم، ص: ۳۸۰۔ طبقات ابن سعد، جلد ۲، ص: ۲۴۱)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی غضب ناکی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غضب ناکی ہے:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:

فاطمة بضعة منى فمن اغضبها اغضبني

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے گوشت کاایک ٹکڑا ہے تو جس شخص نے اسے غضب ناک کیااس نے مجھے غضب ناک کیا۔

(مشکاۃ شریف ص:۵۶۸)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو تکلیف دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینا ہے:

ایک روایت میں ہے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

یر یبنی ماارابھاویوذینی مااذاھا

جو چیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کرتی ہے وہ مجھے ناراض کرتی ہے۔اور جو چیز فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت دیتی ہے وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔

(مشکاۃ شریف ص:۵۶۸،مطبع:مجلس برکات مبارک پور،خطبات محرم ص:۲۶۵)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں:

صحیح روایتوں سے منقول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافرمان عالی شان ہے:

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة

فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

(بخاری بہ حوالہ خطبات محرم ص:۲۶۶)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشادگرامی ہے:

يا بنيي الا ترضين انك سيدة نساء العالمين

اے بیٹی کیاتم اس بات پرراضی نہیں کہ تم ساری جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔

توحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

یا ابت فاین مریم — ابا جان پھر حضرت مریم علیہا السلام کا کیا مقام ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تلك سیدۃ نساء عالمہا — وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں۔

(الشرف المؤبد ص: ۵۴ بہ حوالہ خطبات محرم ص: ۲۶۶)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا حضرت مریم علیہا السلام سے بھی افضل ہیں:

احادیث مبارکہ کی روشنی میں محدثین و محققین کی صراحت کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جہان کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ (الشرف المؤبد ص: ۵۴ بہ حوالہ خطبات محرم ص: ۲۶۶)

علامہ ابن داؤد نے اسی تناظر میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے جسم کا ٹکڑا فرمایا ہے تو میں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارہ، چشم کے برابر نہیں قرار دے سکتا۔ (برکات آل رسول ص: ۱۲۲/ خطبات محرم ص ۲۶۶)

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں:

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز — وز سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ للعلمین — آں امام اولین و آخرین
بانوے آں تاج دار ھل اتیٰ — مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق — مادر آں قافلہ سالار عشق

(کلیات اقبال)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا انسانی حور ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان ابنتی فاطمۃ حوراء آدمیۃ لم تحض و لم تطمث — میری بیٹی انسانی حور ہے جسے کبھی حیض نہیں آیا ہے۔

(الشرف المؤبد ص ۵۴ خطبات محرم ص: ۲۶۷)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو "زہرا" کہنے کی وجہ:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آتا تھا جب ان کے یہاں بچہ ہوتا تو ایک گھڑی کے بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں کہ ان کی نماز قضا نہیں ہوتی۔ اسی لیے انہیں "زہرا" بھی کہا جاتا ہے۔

(خصائص کبریٰ، بہ حوالہ خطباتِ محرم ص ۲۶۸)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے ہم ناموں پر بھی انعام واکرام کی بارش:

کسی شخص نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ریشمی چادر بہ طور ہدیہ پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ اتفاقاً حضرت علی رضی اللہ عنہ وہی چادر اوڑھ کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آگئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اوڑھے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج شناس تھے۔ فوراً سمجھ گئے۔ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا کیا کروں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے ٹکڑے کر کے فاطمہ نامی عورتوں میں تقسیم کردو۔

اسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی بیٹی (خاتون جنت) کے ساتھ محبت کی معراج کہا جاسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی لاڈلی کی ذات ہی سے نہیں بلکہ نام سے بھی خاص محبت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس کردار سے یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ میری بیٹی کے ہم ناموں کو بھی انعام واکرام سے نوازا جائے۔ (شہید ابن شہید اول، ص: ۱۳۔ ۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے بعد خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھوک نے کبھی بیقرار نہیں کیا:

سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا ایک دن نماز میں مصروف تھیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہا قیام میں کھڑی تھیں اور ضعف ونقاہت کی وجہ سے بدن لرز رہا تھا۔ بالآخر نماز پوری ہوئی۔ باپ کے آگے سر تعظیم خم کیا۔ باپ نے بیٹی کی پیشانی کو بوسہ دیا ساتھ ہی کمزوری کا سبب بھی دریافت کیا۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا باپ کے سوال پر پریشان ہوگئیں۔ شکوہ کر نہیں سکتی تھیں۔ آنکھوں میں آنسو آگیے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تھا۔ جواب دینا ہی تھا۔ بادل ناخواستہ

اظہار حقیقت پر مجبور ہو گئیں "ابا حضور تین روز سے بھوکی ہوں! علی (رضی اللہ عنہ) جو کچھ لائے تھے اس کی روٹیاں پکا کر بچوں کو کھلا دی اور باقی خیرات کر دیا۔" پیٹ پر پتھر باندھنے والے داتا صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ کر رہ گئے! بیٹی کی کمزوری دیکھی نہ گئی۔ آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا۔ بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے "یا اللہ آج کے بعد میری بیٹی کو بھوک نہ ستائے۔" پیغمبر اعظم، محبوب خدا اور وجہ تخلیق کائنات کی دعا تھی۔ مسترد کیسے ہوتی۔ باب اجابت سے ٹکرائی۔ نتیجتاً اسی دن سے خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بھوک نے کبھی بے قرار نہیں کیا۔

(دلائل النبوۃ: ص ۲۹۷، مدارج النبوۃ ص: ۲۴۰)

امام عشق و محبت فرماتے ہیں:

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا — دولہن بن کے نکلی دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا — بڑھی ناز سے جب دعائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(حدائق بخشش)

عبادت و ریاضت:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۝ — وہ لوگ جو راتیں گزار دیتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے کرتے اور قیام کرتے۔

(پ: ۱۹، ع: ۴، سورہ فرقان، آیت: ۶۴، ترجمہ کنز الایمان)

آیت مبارکہ مذکورہ کی روشنی میں جہاں اور تمام "عابدین شب زندہ دار" کا مقام و مرتبہ بلند سے بلند تر نظر آتا ہے وہیں عبادت و ریاضت کے حوالے سے سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی عظمت و رفعت کا جھنڈا بھی اوج ثریا پر لہراتا ہوا نظر آتا ہے۔ بلا شبہ آپ رضی اللہ عنہا قائمۃ اللیل اور صائمۃ الدہر تھیں۔

بہت ساری روایتیں ایسی ملتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا بیماری اور تکلیف کی حالتوں میں بھی عبادت و ریاضت ترک نہ کرتیں۔ یہاں تک کہ مصلیٰ اکثر آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔ عام دنوں کی باتیں تو الگ ہیں! سردیوں کی لمبی لمبی راتوں میں بھی آپ رضی اللہ عنہا پوری پوری رات عبادتوں میں گزار دیتیں جب کہ دنیا آرام سے سوتی تھی مگر سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا بچوں کو سلا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں اپنا سر نیاز جھکا دیتیں ۔رات ختم ہو جاتی تھی مگر آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا ہی سجدہ پورا نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوتیں "مولیٰ تو نے کیسی چھوٹی چھوٹی راتیں بنادی ہیں تیری رات ختم ہو جاتی ہے اور میرا ایک ہی سجدہ پورا نہیں ہوتا!ایک ایسی لمبی رات بنا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دل کھول کر عبادت کرلے۔" (سیرت فاطمۃ الزہراء،ص:۱۲۴)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی سخاوت:

سخی باپ کی سخی بیٹی کی سخاوت بھی لاجواب و بے مثال ہے ۔فاقوں پر فاقے برداشت کرلیتیں لیکن کسی بھی سائل کو کبھی بھی اپنے در دولت سے خالی نہیں لوٹنے دیتیں ۔آپ رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ کا یہ گوشہ بھی نہایت روشن و چمک دار ہے ۔خوف طوالت دامن گیر ہے ۔بدیں سبب تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے بہ صورت اجمال آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کے چند خاکے مثال کے طور پر ہدیہ ناظرین ہیں۔

چنانچہ مسلسل تین روز تک عین افطاری کے وقت افطاری کی روٹیاں سائل کو دے دینا اور خود پانی پی کر روزہ افطار کرنا،فاقہ کشی کے زمانے میں سائل کے سوال پر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو مصلیٰ سے اُٹھا کر زمین پر سلا دینا اور مصلیٰ سائل کو دے دینا،پہنی ہوئی قمیص بدن سے اُتار کر سائل کو دے دینا اور اپنے جگر گوشہ کو پرانی قمیص پہنانا،بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ رضی اللہ عنہا کے لیے شاہ حبشہ کا بھیجا ہوا بیش قیمت جواہر نگار ایک جوڑا باز و بند فروخت کر کے اس کی قیمت مدینہ منورہ کے غریبوں،یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کر دینا اور باپ کے بھیجے ہوئے نو مسلم مفلس و نادار سائل کو چادر تطہیر عطا کر دینا وغیرہ۔یہ آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کی وہ بلند بانگ سرخیاں ہیں جن کی نہ کوئی نظیر ہے اور نہ ہی کوئی مثال۔(عامہ کتب سیر و تواریخ)

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: ؎

مزرع تسلیم را حاصل بتول　　مادراں را اسوۂ کامل بتول
بہر محتاجے دلش آں گو نہ سوخت　　با یہودی چادر خود را فروخت
(کلیاتِ اقبال)

خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور اُمت کی بخشش:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا

اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔ پھر ہم ڈر والوں کو بچا لیں گے۔ اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے۔ گھٹنوں کے بل گرے۔

(پ۔۱۶۔سورہ مریم۔آیت ۷۱۔۷۲،ترجمہ: کنزالایمان)

آیت کریمہ مذکورہ کے نزول کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مبارکہ سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر اسی غم اُمت میں روتے ہوئے جبل سلاح کے دامن میں نہایت تنگ اور تیرہ و تاریک ایک غار میں جا پہنچے اور وہاں سربسجود ہو کر بارگاہ رب العزت میں اپنی امت کے گنہ گاروں کی بخشش کی دعائیں مانگنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرقت و جدائی میں گریہ کناں تھے اور عالم حزن و ملال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاش رہے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی غار میں بہ حالت سجدہ پائے گئے۔ ہزارہا کوششوں کے باوجود بھی سجدے سے سر نہیں اُٹھا۔ بالآخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گزارشات پر خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا باپردہ تشریف لائیں اور اُمت کی بخشش کی ضمانت سے متعلق بہت سارے واسطے پیش کیں پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سربسجود گریہ وزاری میں مصروف رہے۔ آخر سیدہ رضی اللہ عنہا نے چادر تطہیر اُتار کر دعا مانگنے کا واسطہ دیتے ہوئے اپنا ہاتھ آنچل کی طرف بڑھا ہی رہیں تھی کہ اتنے میں روح الامین علیہ السلام بہ حکم ربی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیغام خداوندی لیے حاضر آئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیاری بیٹی سے فرمادو وہ اپنی چادر تطہیر سر سے نہ اُتاریں پروردگار عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی بخشش کا وعدہ فرمالیا ہے۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا پیکر شرم وحیا:

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا پردہ کی نہایت پابند تھیں اور حد درجہ حیادار تھیں۔ ایک مرتبہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے پوچھا "بیٹی عورت کا سب سے اچھا وصف کون سا ہے؟" آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "عورت کی سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کی وہ نہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھے۔" (سیرت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، ص:۱۱۰)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی گھر کے اندر چلے گئے۔ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا انہیں دیکھ کر آڑ میں چھپ گئیں۔ جب وہ چلے گیے تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "بیٹی تم چھپ کیوں گئیں؟ ابن ام مکتوم تو نابینا ہیں۔" سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "ابا حضور! وہ نابینا ہیں لیکن میں تو ایسی نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ غیر مرد کو دیکھا کروں۔"

(سیرت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، ص:۱۱۱)

امام عشق و محبت فرماتے ہیں:

جن کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا پر، وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم:

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا اثر یوں تو ہر مسلمان پر بہت ہوا کہ ایسا مصیبت کا دن انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ اور خاص کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر نورِ نظر حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو بے انتہا غم ہوا کہ وہ دن رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہایا کرتیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد کبھی کسی نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔" مدارج النبوۃ میں ہے کہ دفن کے بعد آپ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور جہاں اور بہت ساری باتیں عرض کیں وہیں آپ رضی اللہ عنہا نے تاجدارِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے غم کی داستان کچھ اس طرح سنایا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیا

"مجھ پر ایسی مصیبتیں آگئیں کہ اگر یہ مصیبتیں روزِ روشن پر آجائیں تو وہ سارے غم کے رات ہو جائیں۔" (خطبات محرم، ص:۵۶)

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا وصال:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کا آپ رضی اللہ عنہا کو ایسا سخت صدمہ ہوا کہ اس واقعہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہا ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئی۔ یہاں تک کہ ۶ر ماہ بعد ۳ر رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات میں آپ رضی اللہ عنہا وصال کر گئیں۔ اس طرح اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ "میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی آ کر مجھ سے ملوگی۔"

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی روح اللہ تعالیٰ نے خود قبض کی:

"اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا" (الزمر:۴۲) کے تحت حضرت علامہ اسمٰعیل حقی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاء رَضِيَ اللّٰه عَنْهَا لَمَّا نَزَلَ عَلَيْهَا مَلَكُ الْمَوْتِ لَمْ تَرْضِ بِقَبْضِهَا فَقَبَضَ اللّٰه رُوْحَهَا

جب خدائے تعالیٰ نے ملک الموت کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح قبض کرنے کے لیے بھیجا تو وہ اس پر راضی نہ ہوئیں تو خدائے تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کی روح خود قبض کیا۔

(تفسیر روح البیان: جلد ۳ ص ۴۰۳)

اس پیکر شرم وحیا، مجسمۂ عفت وعصمت، تصویر طہارت ونفاست اور آئینۂ اخلاق محمدی کی عزت وعظمت اور تعظیم وتکریم کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ دنیا میں ہر بسنے والے انسان کی روح حضرت ملک الموت قبض کریں لیکن خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی روح خود خداوند عالم نے قبض کیا۔

اے بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دو جہاں تیرے پردے کے نثار، اے شہزادی کونین! ساری خدائی تیری پارسائی پر فدا اور اے خاتون جنت! ساری کائنات تیری شرم وحیا کے قربان۔ کہ تیرا نام پاک وسیلۂ نجات، تیرا ذکر جمیل باعث حسنات اور تیری چادر تطہیر سایۂ رحمت ہے۔

تجہیز وتکفین:

چوں کہ آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج اقدس میں انتہائی شرم وحیا تھی اس لیے عام رواج سے

ہٹ کر بے پردگی سے بچنے کے لیے آپ رضی اللہ عنہا کی تجہیز وتکفین میں ایک خاص قسم کی جدت اختیار کی گئی۔ چنانچہ قبل وفات ہی آپ رضی اللہ عنہا کی خواہش کے مطابق یارِ غار رسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کے لیے لکڑیوں کا ایک گہوارہ بنایا اسی میں چھپا کر آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ لے جایا گیا۔ (خطبات محرم، ص:۲۶۸)

نماز جنازہ اور مدفن:

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور صحیح ومختار قول کے موافق آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع شریف میں مدفون ہیں۔

(خطبات محرم، ص:۲۶۸)

امام عشق ومحبت فرماتے ہیں:

اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ ومہر نے اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ جانِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت پہ لاکھوں سلام
(حدائق بخشش)

اولاد:

آپ رضی اللہ عنہا کے چمنستان حیات میں من جملہ کل چھ غنچے اور کلیاں چٹکیں۔ جن میں تین صاحب زادے:

(۱) حسن رضی اللہ عنہ
(۲) حسین رضی اللہ عنہ
(۳) محسن رضی اللہ عنہ

اور تین صاحب زادیاں:

(۱) اُم کلثوم رضی اللہ عنہا
(۲) زینب رضی اللہ عنہا
(۳) رقیہ رضی اللہ عنہا۔

چھوٹے صاحب زادے محسن اور چھوٹی صاحب زادی رقیہ کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین حضرت فاروق اعظم عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے ایک صاحب زادے زید اور ایک صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئیں۔ اور تیسری صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر بن طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

بڑے صاحب زادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام "شبر" بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مقام صحابیت پر بھی فائز رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو "شہید زہر" بھی کہا جاتا ہے۔ ۴۵ رسال چھ ماہ چند روز کی عمر میں بہ مقام مدینہ منورہ ۵ ربیع الاول ۴۹ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں مدفون ہیں۔

منجھلے یعنی دوسرے صاحب زادے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۵ رشعبان المعظم ۴ھ میں بہ مقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ آپ کا نام "شبیر" بھی ہے۔ آپ بھی مقام صحابیت پر فائز ہوئے۔ آپ دین اسلام کی حفاظت وصیانت کے تناظر میں یزیدیت کا قلعہ قمع کرنے کے لیے یزیدی فوج کے چھکے چھڑاتے ہوئے اہل خاندان اور دیگر اعوان وانصار کی بے مثال قربانی پیش کرنے کے بعد اپنے آپ کو تکمیل "ذبح عظیم" کی عملی تفسیر ثابت کرتے ہوئے ظالم وجابر یزیدیوں کے ہاتھوں ۵۶ رسال ۵ رماہ ۵ ردن کی عمر میں بہ وقت نماز جمعہ بہ حالت سجدہ ۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ھ بہ مقام کربلا شہادت عظمیٰ کے منصب علیا پر فائز ہوئے۔ آپ کو "سید الشہداء" اور "شہید اعظم" بھی کہا جاتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس کربلائے معلی میں مرجع خلائق ہے۔ اور معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا یا بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کربلا جا کر واپس آنے والے عابد بیمار حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے آپ کا سلسلہ چلا اور سادات کرام کے وجود مسعود سے کرۂ ارضی کا بخت خفتہ جاگا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "میری اولاد کا سلسلہ قیامت تک فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادگان سے جاری رہے گا" فی الواقع وقوع پذیر ہے۔ (خطبات محرم ص:۲۶۹)

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل　　　گل سے چمن، چمن سے صبا، اور صبا سے ہم

ما كان محمد أبا أحد من رجالكم

ولكن رسول الله وخاتم النبيين

وكان الله بكل شيء عليما

محمد أفضل الرسل الذي سمعوا تصديقه من جمادات

وأمره بين في جاليه لمن ۔۔۔ كانت له في اعتبار الحال عيان

إخباره عن غيوب كل الحكاية عن ۔۔۔ بلوى تصيب بعثمان بن عفان

وما جرى بين كسرى والصحابة من إنفاق كنز ومن تخريب

وغزوة البحر منهم مرتين وأن يكون مع أوليهم بنت ملحان

وشقه قمرا والكشف إذ سألوا ۔۔۔ غداة معراجه عن حال ركبان

والرمي بالبذر بالحصباء أعينهم ۔۔۔ والرد في أحد عين ابن نعمان

وكم رووا بأسانيد مصححة أمثال ما قد روى عنه الصحبان

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا



باب 8

اقتباسات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قول معروف ومغفرة خير

من صدقة يتبعها أذى

وما توفيقي إلا بالله

کلامِ اقبال میں عظمت اہل بیت علیہم السلام کا اظہار

اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر ارشد محمود

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دیدہ وری اور ژرف نگاہی کی بدولت ایک ایسے بے مثال گھرانے کی دہلیز تک رسائی حاصل کی جس کے مکینوں کے مثل روئے زمین پر کوئی دوسرا نہیں۔ سبحان اللہ کیا روشن گھرانا ہے جس کے افراد کی نورانیت نگاہوں کو خیرہ کرتی ہے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثالی پدر ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے شوہر نامدار، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی عفت مآب مادر، حضرت زینب جیسی باپ کی زینت دختر اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جیسے فرزندانِ ارجمند.........

یہی کاشانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسا مرکزِ روحانیت تھا جہاں دینِ متین کی پُرنور کرنیں ہر وقت سایہ فگن رہتی تھیں جہاں کلمہ توحید اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ تشریف فرما ہوتے تھے جہاں حسنین کریمین رضی اللہ عنہم اور زینب رضی اللہ عنہا و کلثوم رضی اللہ عنہا جیسے جنت نظیر گلہائے معطر فضاؤں کو مسحور کرتے اور معصومانہ اداؤں سے دلوں کو لبھاتے۔ جہاں سے کوئی بھی سائل محروم نہیں لوٹتا تھا۔

یہی وہ گھرانا ہے جس کی چوکھٹ پر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی جبین نیاز والہانہ عقیدت کے ساتھ جھکانے کو اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں۔ دوسرے شعرائے کرام سے ہٹ کر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس گھرانے کے فضائل ومناقب کو جس طرح اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے وہ آپ ہی کا طرۂ امتیاز ہے اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی مدح سرائی میں اُنھوں نے قرآنی معیارات اور مُستند تاریخی حقائق کو ہمیشہ ترجیحاً پیشِ نظر رکھا۔ بلاشبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حُب اہل بیت آپ کی شاعری کے دو اہم موضوعات ہیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر سرشار تھے کہ ذکرِ خیر سے آنکھیں اشک بار ہو جاتیں۔ اسی وجہ سے آپ کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لب لباب عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست　　بحر و بر در گوشہ دامانِ اوست

(پیامِ مشرق)

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص کہ جس کا سرمایہ دل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق ہے بلا شبہ وہ خشکی اور تری پر متصرف ہے۔

عشقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اظہار کلامِ اقبال میں نہایت اہمیت کا حامل ہے اور اسلوب منفرد ہے۔

جہاں از عشق و عشق از سینہ تست　　سرورش از مئی دیرینہ تست

جز این چیزی نمی دانم ز جبریل　　کہ او یک جوہر از آئینہ تست

(ارمغانِ حجاز)

دنیا عشق کی دولت سے قائم و دائم ہے اور یہ دولتِ عشق آپ کے سینہ مبارک سے حاصل ہوتی ہے اس عشق میں سرور اس شرابِ کُہن سے پیدا ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کشید فرمائی اور پلائی۔ مجھے جبریل علیہ السلام کی بابت صرف اس قدر ہی معلوم ہے کہ جبریل علیہ السلام بھی آئینہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک جوہر کا نام ہے۔ مگر اس عشقِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی علامہ اقبال احتیاط کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور منفرد پیرائے میں اظہارِ ندامت کرتے نظر آتے ہیں۔

چوں بنامِ مصطفیٰ خوانم درود　　از خجالت آب می گردد وجود

تانداری از محمد رنگ و بُو　　از درود خود میالانامِ اُو

(پس چہ باید کرد)

"جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر درود پڑھتا ہوں تو میرا وجود شرمندگی سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ عشق مجھ سے کہتا ہے کہ اے غیروں کے محکوم! تیرا سینہ بُت خانہ کی طرح بتوں سے بھرا ہوا ہے۔ جب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طور طریقے نہ اپنائے، اپنے درود سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام

کو آلودہ نہ کر۔"

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلبیت اطہار سے بے پناہ عشق اور عقیدت ہے، جس کا اظہار اُن کے کلام میں جا بجا ہوتا ہے۔ ان مکرم و محترم، عالی صفات ہستیوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ جب حصولِ علم کے لیے انگلستان روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بس حاضر ہوئے اور جو نظم تحریر فرمائی اس کے ایک شعر میں فرمایا کہ یا خواجہ میں مسافر ہوں، آپ کا غلام ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرید ہوں۔ میں درخواست گزار ہوں کہ مجھ پر نظرِ کرم فرمائیے تاکہ میں اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہو جاؤں۔ حسبِ ذیل شعر میں فرماتے ہیں کہ وہ بے عمل ضرور ہیں مگر اہل بیت علیہم السلام کی محبت سے اتنی سعادت حاصل کر چکے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں اپنی پناہ میں لینے کے لیے ان کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغِ عشقِ اہلبیت
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظلِ دامنِ حیدر مجھے

(باقیات شعر اقبال، ص ۱۲۷)

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرب کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص فضیلت حاصل ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے "اسرارِ خودی" کے باب "در شرحِ اسمائے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بڑے منفرد اسلوب میں بیان کیے ہیں۔ بالفاظ، دیگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اسماء والقاب کی شرح رقم کی ہے۔ پیغمبر اسلام نے آپ کو ابوتراب اس لیے قرار دیا کہ آپ نے اس خاک کو جسے بدن کہتے ہیں مکمل طور پر مسخر کر لیا تھا اور جو شخص اپنے جسم (مٹی) پر غالب آجائے شکوہِ خیبر اس کے قدموں پر نثار ہو جاتا ہے اور ابدی عظمت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

اہلبیت اطہار سے محبت کا اظہار علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حسب ذیل شعر میں کیا خوبصورت اور جامع انداز میں کیا ہے۔

از ولای دود مانش زنده ام   در جہان مثل گہر تابنده ام

(اسرار و رموز، درشرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خانوادہ عالیہ کی محبت اور الفت سے زندہ ہوں اور اسی محبت اور الفت کی بدولت ساری دنیا میں ہیرے کی مانند چمکتا ہوں۔

خاکم و از مہر او آئینہ ام   می توان دیدن نوا در سینہ ام

(اسرار و رموز)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مٹی کے پتلے ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے اثر سے ایسا آئینہ بن گئے ہیں کہ ان کے سینے کا سوز و گداز باہر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عشق کا بیان بھی منفرد انداز میں کرتے ہیں۔

عشق بانانِ جویں خیبر گشاد   عشق در اندام مہ چاکی نہاد

(جاوید نامہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کی روٹی کھا کر اپنے عشق کی بدولت ایسی قوت پائی کہ خیبر کا دروازہ اکھاڑ دیا۔ جب کہ شق القمر کا معجزہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا ہی مظہر تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارہ علم و حکمت سے براہِ راست مستفیض ہونے والے صاحب جمال و جلال سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق خود مدینۃ العلم نے فرمایا کہ یہ باب العلم ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انہی باب العلم کو نوجوانوں کے لیے نمونہ عمل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آج کے نوجوانوں کو بس انہی خصوصیات سے اپنے آپ کو بہرہ ور کرنا چاہیے۔ کیونکہ آج ایسے پاکباز نوجوانوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اپنے ایمان کی شراب کو اپنے اندر داخل کر لیا ہو اور حضرت علی حیدر کرار کی طرح قوی بازو بھی ہوں اور غیر اللہ سے بے نیاز بھی۔

بدہ او را جوان پاکبازی   سرورش از شراب خانہ سازی
قوی بازوی او مانند حیدر   دلِ او از دو گیتی بے نیازی

(جاوید نامہ)

شاعرِ مشرق مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فقر و استغنا کی تلقین کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ معشوقِ حقیقی کے عشق کی چنگاری ہی انسان کو کمال تک پہنچاتی ہے۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

علاوہ ازیں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثنوی بعنوان "سپاس بحضور امیر" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بڑے خوبصورت عنوانات اور القابات سے مخاطب کیا ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فلسفہ کی وضاحت کے لیے حضرت علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی اس لیے کیا کہ آپ کی ذات مبارک میں علم، عشق اور عمل (جہاد) تینوں خوبیاں بیک وقت جمع ہوگئی تھیں۔ وہ آپ کو ایک مثالی انسان قرار دیتے ہیں۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
(بالِ جبریل)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بے پناہ فضائل و مناقب کو علامہ نے اپنے اشعار کے دامن میں سمویا ہے۔ مذکورہ بالا اشعار صرف بطور تبرک پیش کیے گئے ہیں۔ آپ ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ ملجم کے زہر آلود تلوار کے قاتلانہ حملے کے اثر سے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آخر میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر
(بالِ جبریل)

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

پیغمبرِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی نورِ نظر مخدومہ کونین حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ۲۰ جمادی الاول بروز جمعۃ المبارک سنہ ۵ بعثتِ نبوی مکہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی آمد سے بیت نبوی کے در و بام منور ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا بلند ترین صفاتِ حمیدہ کا نورانی پیکر تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے کئی القابات ہیں جیسے کے

العذرا، الحورا، الحانیہ، بتول، بضعۃ الرسول، راضیہ، زاکیہ، زہرا، سیدۃ النساء اہل الجنۃ، مرضیہ، نور سماویہ وغیرہ۔

آپ رضی اللہ عنہا علم وادب کا پیکر، سراپا فضیلت وعظمت، مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گوشہ جگر، خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سکونِ نظر، عصمت وطہارت کا مجسمہ نورانی اور جملہ سادات ِگرامی کی جدہ امجد تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی اعلیٰ وارفع ذات، نمایاں صفات اور امتیازی خصوصیات کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہا کو نساء العالمین کے لیے اسوہ ءِکامل قرار دیا گیا ہے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی شانِ اطہر میں کیا خوبصورت منقبت نظم کی ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام صرف ایک نسبت سے واجب صد احترام ہیں کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ ہونے کا شرف رکھتی ہیں۔جب کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ایک نہیں کئی فضیلتوں کا مرکز ہیں تین نسبتیں تو ایسی ہیں کہ دنیا کی کوئی عورت وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔اس لیے مریم علیہا السلام سے تین گنا آپ ہمیں عزیز ومحترم ہیں۔

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز   از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

اسرار ورموز (در معنی اینکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا اسوۂ کاملہ ایست برائے نساء اسلام)

اس کے بعد فرمایا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کا نور اور دل کا چین ہیں۔

نور چشم رحمۃ للعالمین   آں امام اولین و آخرین
آں کہ جان پیکر گیتی دید   روز گار تازہ آئین آفرید

(ایضاً)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نگاہ ہیں جو امام اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ِگرامی ہی تو ہے جس نے دنیا کے وجود کو حیات بخشی اور زمانوں کے لیے قانون نوِتخلیق فرمایا۔

بانوے آں تاجدار ھل اتی   مرتضیٰ مشکل کشا شیر ِخدا
بادشاہ و کلبہ ئی ایوان او   یک حسام و یک زرہ سامانِ او

(ایضاً)

حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا ھل اتی (سورہ الدھر آیت ۸) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تاج

دار کی حرم تھیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اللہ کے شیر تھے اور مشکل کشا تھے۔ وہ بادشاہ تھے مگر ایک تنگ وتاریک حجرہ ان کا گویا محل تھا۔ ایک تلوار اور زرہ ان کا کل سر و سامان تھا۔

مادر آن مرکز پر کار عشق   مادر آں کارواں سالار عشق
آں یکی شمع شبستانِ حرم   حافظ جمعیت خیر الامم
(ایضاً)

آپ والدہ ہیں اس کی جوکہ عشق کا مرکز تھا۔ اور آپ ماں ہیں اس کی جوکہ عشق کا سالار کاروان تھا۔ وہ محفل حرم میں ایک شمع کی مانند تھا۔ وہ خیر الامم کی جماعت کا محافظ تھا۔

سیرت فرزند ہا از امہات   جوہر صدق وصفا از امہات
مزرع تسلیم را حاصل بتول رضی اللہ عنہا   مادراں را اسوہ ء کامل بتول رضی اللہ عنہا
(ایضاً)

بیٹیوں کی سیرت ماں سے ہی ماخوذ ہوتی ہے۔ سچائی اور ایمانداری کا جوہر والدہ سے ہی ملتا ہے۔ بتول رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں تسلیم کا نمونہ ہیں۔ ماؤں کے لیے بتول رضی اللہ عنہا اسوہ کامل ہیں۔

نوری وہم آتشی فرمانبرش   گم رضایش در رضائی شوہرش
آں ادب پروردہ ء صبر و رضا   آسیا گردان و لب قرآن سرا
(ایضاً)

فرشتے اور جن آپ کے تابع فرمان تھے۔ آپ نے اپنی رضا اپنے شوہر کی رضا میں گم کر دی۔ آپ نے نہایت صبر و رضا سے زندگی بسر کی۔ جب آپ چکی پیستیں تو زبان مبارک پر قرآن کی تلاوت ہوتی۔ آخر میں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ذاتِ مقدس سے گہری عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

رشتہ ء آئین حق زنجیر پاست   پاس فرمان جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است
ورنہ گرد تربتش گردیدمی   سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمی
(ایضاً)

اللہ تعالیٰ کی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم یعنی پردے کا احترام ملحوظ خاطر ہے ورنہ میں اُن کی قبر کا طواف کرتا اور اُن کی قبر کی خاک پر سجدہ کرتا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ دخترانِ ملت سے مخاطب ہو کر ذیل کے اشعار میں انھیں نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تو مجھ جیسے ایک درویش باصفا کی نصیحت کو قبول کر لے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ہزار قوموں کے مرنے پر بھی تجھے موت نہیں آئے گی۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسوۂ حسنہ پر عمل کریں تو آپ رضی اللہ عنہا کی گود اطہر سے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما جیسے پھول میسر آئیں۔ تیری گود سے بھی غلامانِ شبر و شبیر اسلام کو مل سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ تو شرم و حیا کا پیکر بن جا اور زمانے کی ناپاک نظروں سے چھپ جائے۔

اگر پندی ز درویشی پذیری ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتولی باش پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوشِ شبیری بگیری

(ارمغان حجاز.............. دخترانِ ملت، رباعیات ۷)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہا زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تین (۳) رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل اس جہانِ فانی سے پردہ فرما گئیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما:

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں سے بھی بے پناہ دلی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کو اپنے شعر میں یوں بیان کرتے ہیں۔

بہر آں شہزادۂ خیر الملل دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل

اسرار و رموز (در معنی حریت اسلامیہ و سر حادثہ کربلا)

اس شعر میں علامہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان شہزادوں کی خاطر ان کی سواری بن جاتے ہیں، آج تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواریوں کے نام بھی محفوظ ہیں۔ ان سواروں کی کیا عظمت ہوگی جن کی سواری خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنتے تھے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام نامی حسن تھا۔ ابو محمد کنیت تھی۔ آپ کی ولادت باسعادت رمضان

المبارک ۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سیرت وصورت دونوں میں آنحضرت سے بے حد مشابہت رکھتے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی۔ "میرے بیٹے" فرمایا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا"۔

اس حدیث شریف کو بھی علامہ محمد اقبال نے اپنے کلام میں کچھ یوں پیش کیا ہے۔

تانشیند آتش پیکار و کیں　　　پشت پازد برسر تاج و نگیں

(اسرار ورموز)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت سے دستبرداری کا اعلان فرما کر تاج وتخت کو اس لیے ٹھکرادیا تھا کہ مسلمان جنگ وجدل سے باز رہیں اور تفرقہ بازی کی بجائے متحد رہیں۔

علاوہ ازیں اسی مضمون میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی منقبت کے ضمن میں چند اشعار بیان کیے گئے ہیں۔ خصوصاً تین اشعار میں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوبصورت انداز میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدحت کو پیش کیا ہے۔ اُسی منقبت کا ایک شعر حسب ذیل ہے۔

آں یکی شمع شبستان حرم　　　حافظ جمعیت خیر الامم

(اسرار ورموز)

اس شعر میں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو شمع شبستان حرم کے نام سے موسوم کیا ہے کیوں کہ آپ کعبۃ اللہ میں نور ہدایت کے قیام کا باعث ہیں جنھوں نے اُمتِ مسلمہ کو متحد کرنے کے لیے مسند خلافت کو ٹھکرادیا۔ اسی لیے آپ جاہ وجلال کی حکومت سے بے نیاز اور اتحاد بین المسلمین کے عملی مبلغ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ۵۰ ہجری میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت بی بی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت شعبان ۴ ہجری، مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ ایک بلند پایہ عالم، ایک بے مثال سپہ سالار، ایک فصیح البیان مقرر اور بے بدل حق گو کی

حیثیت سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ اپنی ضیا پاشیوں سے اکناف کو قیامت تک کے لیے منور و درخشاں کر دیا۔ آپ اپنے والدِ محترم کی طرح شجاعت و دلیری کے پیکر تھے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سید الشہداء حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کو اسلام کی جلیل القدر شخصیت قرار دیتے ہیں۔

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام جن کی شہادت کبریٰ کے سامنے صدیاں سجدہ ریز ہو گئی ہوں ان کی روح کے لیے اقبال جیسی وجدانی اور الوہی زبان کی ضرورت تھی۔ اسی لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سبط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بحضور ایسا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے جس کا ایک ایک لفظ عقیدت سے بھرپور ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ امام عالی مقام علیہ السلام کے ذکر کا آغاز رب ذوالجلال سے کرتے ہیں کہ جو کوئی اُس کی ذات سے منسلک ہو جاتا ہے پھر اُس کے دل میں غیر کی محبت باقی نہیں رہ سکتی۔

ذیل کی سطور میں "در معنی حریت اسلامیہ و سر حادثہ کربلا" پیش کی جاتی ہے۔

ہر کہ پیماں با ہو الموجود بست گردنش از بند ہر معبود است
مومن از عشق است و عشق از مومن است عشق را نا ممکن ما ممکن است
عقل سفاک است و او سفاک تر پاک تر، چالاک تر، بیباک تر
عقل در پیچاک اسباب و علل عشق چوگاں باز میدان عمل

جس نے حاظر و ناظر رب ذوالجلال سے عبودیت کا رشتہ استوار کر لیا اس کی گردن ہر معبود کی بندش سے آزاد ہو گئی۔ عشق کا وجود مومن پر موقوف ہے۔ مومن کی ہستی عشق پر موقوف ہے عشق ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ عقل بڑی سنگ دل ہے لیکن عشق اس سے بھی خونریز ہے۔ وہ اغراض سے پاک ہوتا ہے۔ راہِ حق میں تیزی سے قدم اٹھاتا ہے عقل کبھی وہ تیزی اختیار نہیں کرتی بلکہ پہلے اسباب و وسائل پر غور کرتی ہے اس کے برعکس عشق عمل کے میدان کا شہسوار ہے۔

عشق را آرام جاں حریت است ناقہ اش را ساربان حریت است
آں شنیدستی کہ ہنگام نبرد عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد
آں امام عاشقاں پور بتول سرو آزادے ز بستان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنی ذبح عظیم آمد پسر

عشق کے لیے حریت آرام اور سکون کا باعث ہے اس کی اونٹنی کا ساربان حریت ہے۔ تو نے سنا کہ لڑائی کے وقت (کربلا) عشق نے ہوس پرور عقل سے کیا سلوک کیا؟ عشق کے علمبردار اور عاشقوں کے امام، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ میں سرو آزاد کی حیثیت حاصل تھی، ان کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ کی ب تھے اور فرزند حسین قرآن مجید کی آیت وفدینہ بذبح عظیم کا مطلب و مفہوم بن گئے۔

بہر آں شہزادہ خیر الملل | دوش ختم المرسلین نعم الجمل
سرخ رو عشق غیور از خون او | شوخی ایں مصرع از مضمون او
درمیاں امت آں کیواں جناب | ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب
موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید | ایں دو قوت از حیات آید پدید

سب سے بہترین امت یعنی اُمتِ مسلمہ کے اس شہزادے کی شان یہ تھی کہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش (کندھے) مبارک ان کے لیے اچھی سواری قرار پائے۔ عشقِ غیور امام حُسین علیہ السلام کے خون سے ہی سرخرو ہوا۔ اُنہی کے مضمون سے اس مصرع میں شوخی پیدا ہوئی۔ آپ کا رتبہ بلندی میں آسمان کے ہمسر تھا۔ اُمت کے درمیان ان کی حیثیت وہی تھی جو سورہ اخلاص کو قرآن مجید کی سورتوں میں حاصل ہے۔ موسیٰ اور فرعون، شبیر اور یزید یہ دو قوتیں ہیں جو زندگی سے ظاہر ہوئیں، دونوں قوتیں ازل سے چلی آ رہی ہیں اور آویزش جاری ہے۔

زندہ حق از قوت شبیری است | باطل آخر داغ حسرت میری است
چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت | حریت راز ہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوہ خیر الامم | چوں سحاب قبلہ باراں در قدم
بر زمین کربلا بارید و رفت | لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطع استبداد کرد | موج خوں لو چمن ایجاد کرد

حق قوت شبیری سے زندہ رہتا ہے اور باطل آخر حسرت کی موت کا داغ بن جاتا ہے۔ جب خلافت نے قرآن سے تعلق توڑ لیا تو آزادی کے حلق میں زہر ڈال دیا گیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر سب سے بہتر اُمت کا وہ نمایاں ترین جلوہ یوں اُٹھا جیسے قبلے کی جانب سے بادل اُمڈ کر آتے ہیں۔ اور آتے ہی جل تھل ایک کر دیتے ہیں۔ یہ گھنگھور گھٹا سر زمین کربلا پر برس پڑی، ویرانوں کو

لالہ زار بنایا اور چلی گئی۔ یعنی خونِ حُسین علیہ السلام نے گلزارِ حریت کو سینچا اور گلزار کھلا دیا اور قیامت تک کے لیے ظلم وستم کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں۔

بہرِ حق در خاک وخوں غلطیدہ است — پس بنائے لا الہ گریدہ است
مدعایش سلطنت بودے اگر — خود نکردے با چنیں ساماں سفر
دشمناں چوں ریگ صحرا لاتعد — دوستاں او بہ یزداں ہم عدد

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ صرف حق کی خاطر خاک وخون میں تڑپے۔ اسی وجہ سے کلمہ توحید کی بنیاد بن گئے۔ اگر آپ سلطنت کے خواہشمند ہوتے تو اتنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ اور تھوڑے ساز وسامان کے ساتھ سفر کیوں کرتے۔ آپ کے دشمن ریت کے ذروں کی طرح لاتعداد تھے جب کہ دوستوں کی تعداد یزداں کے اعداد (۷۲) کے برابر تھی۔

تیغ بہرِ عزتِ دین است وبس — مقصد او حفظ آئین است و بس
ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست — پیش فرعونے سرش افگندہ نیست
تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید — از رگ ارباب باطل خوں کشید
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت — سطر عنوان نجات ما نوشت

تلوار صرف دین کی حرمت کے لیے بے نیام ہو سکتی ہے اور اس کا مقصد صرف شریعت کی حفاظت ہے۔ اللہ کے سوا مسلمان کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ اس کا سر کسی فرعون کے آگے نہیں جھک سکتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے خون نے دین اسلام کا یہ راز کھول کر بیان کر دیا اور سوئی ہوئی ملت کو بیدار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لا کی تلوار میان سے باہر کھینچی تو صاحبانِ باطل کی رگوں سے خون نکال دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے الا اللہ کا نقش صحرا کے سینے پر لکھ دیا۔ اور اس سے ہماری نجات کے عنوان کی سطر تحریر کر دی۔

اس قصیدے کے آخری بند میں تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کمال کر دیا ہے۔

رمز قرآں از حُسین آموختیم — ز آتش او شعلہ ہا اند و ختیم
شوکت شام و فر بغداد رفت — سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت
تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز — تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز
اے صبا اے پیک دور افتادگان — اشک ما بر خاک پاک او رساں

ہم نے قرآن مجید کی رمز حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ سے سیکھی اور آن کی روشن کی ہوئی آگ سے شعلے جمع کرتے ہیں۔ شام کی شوکت اور بغداد کا جاہ و جلال رخصت ہوگیا۔ غرناطہ کی شان وشوکت مٹ گئی۔ اس کے برعکس امام حُسین رضی اللہ عنہ کی مضراب ہمارے ساز کے تار اب تک چھیڑ رہی ہے اور اب تک ان کے نعرۂ تکبیر سے ہمارے ایمان تازہ ہوتے ہیں۔ اے صبا، اے دور رہنے والے لوگوں کی قاصد، ہمارے آنسوؤں کا ہدیہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار مقدس پر پہنچادے۔

حضرت امام عالی مقام جمعۃ المبارک کے دن ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھجری اپنے رفقاء کے ہمراہ میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرما گئے اور ایسی لازوال داستان رقم فرما گئے جو رہتی دنیا تک مینارۂ نور کا کام دیتی رہے گی۔ اور بلاشبہ اہل حق کے لیے قوت بازو اور دنیا کے آزادی پسند انسانوں کو حریت کا پیغام پہنچاتی رہے گی۔

در نوائے زندگی سوز از حُسین اہل حق حریت آموز از حُسین

(اسرار ورموز)

اہلِ بیت اطہار میں سے ایک اور بے مثال کردار حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ہے جنھوں نے شہادت حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بعد گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مقدس رگوں میں جہاں اپنے محترم المقام نانا جان کے مقدس لعاب دہن کے اثرات جا گزیں تھے وہاں والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جملہ اوصافِ حمیدہ بھی نمایاں تھے اور والدہ معظمہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آفاقی صفات بھی جلوہ گر تھیں۔ آپ کی شادی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی انہیں عقیلہ بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو زندہ بچالانا بھی آپ کا اہم کارنامہ ہے۔ آپ کا مزار اقدس دمشق میں ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حدیث عشق کے دو باب ہیں جو کربلا و دمشق کے نام سے موسوم ہیں ان میں سے ایک سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی قربانی کی یاد دلاتا ہے اور دوسرا حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی استقامت وشجاعت کی داستان سناتا ہے۔

حدیث عشق دو باب است کربلا و دمشق یکے حسین رقم کرد دیگرے زینب

اسی خانوادۂ عالیہ کے ایک اور عظیم فرد حضرت امام زین العابدین بن حُسین بن علی رضی اللہ عنہم کے حوالے سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بے خبر مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ آج یہ مسلمان دین، علم

اور رزم سے بیگانہ ہو چکے ہیں اسی لیے علامہ خود کو ایسے معاشرے میں تنہا محسوس کرتے ہیں جیسے میدان کربلا میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے تھے۔

بے خبر مردان از رزم و دین   جان من تنہا چو زین العابدین

(جاوید نامہ)

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہلبیت اطہار سے عشق اُن کا طرۂ امتیاز ہے اور اس کی خوبصورت جھلک اُن کے کلام سے عیاں ہوتی ہے۔ بلاشبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حُبِّ اہل بیت کے بیان میں عقیدت و ارادت کا جو بے مثال نذرانہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا وہ انتہائی تابناک، بے مثل اور بے نظیر ہے۔







اقبال: مداحِ بتول رضی اللہ عنہا

سید محمد انور شاہ قادری (کفش بردار مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ)

شاعرِ مشرق، حکیم الامت، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جس کی شہادت اُن کے کلام سے ملتی ہے۔ آپ نے اردو و فارسی میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اہل بیت اطہار علیہم السلام پر بھی خامہ فرسائی کی۔ زیرِ نظر سطور میں اقبال کے فارسی اشعار اور ان کا اردو ترجمہ و مختصر شرح نذر قارئین کی جارہے ہیں جن میں انہوں نے جگر گوشۂ رسول حضرت سیدۃ النسا العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شان میں مدحت سرائی کی ہے۔ جو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رموز بے خودی میں دیکھے جا سکتے ہیں:

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز ازسہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز

"حضرت مریم علیہا السلام کی قدر و منزلت اور عزت افزائی ایک نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بدولت ہے لیکن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی فضلیت تین نسبتوں کے باعث ہے۔"

شرح:

سابقہ اُمتوں میں جس قدر برگزیدہ عورتیں گزری ہیں، ان سب پر حضرت مریم علیہا السلام کو فوقیت حاصل ہے۔ کلام الٰہی میں ان کی بڑی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اور قرآن کریم میں ان کے نام سے ایک سورۂ مبارکہ بھی موجود ہے۔ علمائے اسلام ان کے فضائل سے بخوبی آگاہ ہیں۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کے اس بلند درجہ مقام کا سبب صرف یہ ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہیں۔ لیکن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ان کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہیں۔ اور اُن پر آپ کی افضلیت تین نسبتوں کی وجہ سے ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک نسبت شرافت، انفرادیت اور محبوبیت کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال ہے۔

نورِ چشم رحمۃ اللعالمین آں امام اولین و آخرین
آں کہ جاں در پیکرِ گیتی دمید روزگارِ تازہ آئیں آفرید

"آپ اُس رسول رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آنکھوں کا نور ہیں جو اولین و آخرین کے امام ہیں اور آنحضرت ﷺ ہی کی وجہ سے کائنات کے جسم میں روح پھونکی گئی نیز آپ ﷺ کی بدولت ایک نیا زمانہ اور تازہ آئین وجود میں آیا۔"

شرح:

ان دو اشعار میں سیدہ پاک کے والد گرامی قدر پیغمبر اسلام جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان و عظمت بیان کی گئی ہے کہ آپ اس عظیم باپ کی نور چشم ہیں جنہیں رب العالمین جل جلالہ نے تمام جہانوں کی مخلوق کے لئے رحمۃ اللعالمین بنایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اور ہم نے آپ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا۔

اور تمام انبیاء و رسل کا امام بنایا۔ معراج کی رات جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے تو مسجد اقصیٰ میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام صفیں بنائے کھڑے تھے۔ اور امام کی جگہ خالی تھی۔ جبریل امین نے آپ ﷺ کو اس مصلیٰ پر کھڑا کیا اور عرض کی حضور انہیں نماز پڑھائیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی امامت فرمائی اور اُن سب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سرور کونین ﷺ کی اُمت کی شان ملاحظہ کر کے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی بنا دے۔ اُن کی دعا قبول ہوئی اور آخری زمانے میں وہ آسمانوں سے تشریف لائیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی اور مجاہد کی حیثیت سے حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ساتھ دیتے ہوئے دجال کو قتل کریں گے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھیں گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پیروی کریں گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی تشریف آوری سے کائنات خصوصاً انسانیت کو حیاتِ نو ملی۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سے قبل مجموعی طور پر انسانیت کا ضمیر مردہ ہو چکا تھا۔ انسان قعرِ مذلت میں پڑا ہوا تھا۔ وہ حیوانات بلکہ درندوں جیسی زندگی بسر کر رہا تھا۔ ظلم و بربریت

اس کی سرشت بن چکی تھی۔ اس کی شقاوتِ قلبی کا یہ عالم تھا کہ بیٹیاں زندہ درگور کر دیا کرتا تھا۔ پیارے محبوب ﷺ کی آمد سے خزاں رسیدہ انسانیت بہار سے ہم کنار ہوئی اور آپ ﷺ قرآن کریم کی صورت میں جو آئین اور ضابطۂ حیات لے کر آئے اس نے انسانیت کی کایا پلٹ دی۔ اسے سنوارا، مہذب بنایا اور علم کے زیور سے آراستہ کیا۔ یہ قرآن مجید ہر انسان کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اور اس کا خاص اعجاز یہ ہے کہ چودہ سو سال سے اس کے الفاظ و معانی اور تعلیمات و احکامات کی تازگی، جدت اور ندرت قائم دائم چلی آ رہی ہے اور تا قیامت ہر عہد میں یونہی برقرار رہے گی۔

بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ مرتضیٰ، مشکل کشائی، شیر خدا
پادشاہ و کلبۂ ایواں او یک حسام و یک زرہ سامانِ او

"آپ تاجدار ھل اتیٰ کی زوجہ ہیں جن کا لقب مرتضیٰ، مشکل کشاء اور شیر خدا ہے۔ وہ ایک ایسے بادشاہ ہیں جن کا محل جھونپڑی نما ہے۔ ایک تلوار اور ایک زرہ اُن کا سرمایہ ہے۔"

شرح:

ان دو اشعار میں مخدومہ کائنات کی دوسری نسبت بیان کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ آپ اس عظیم ہستی کی زوجہ محترمہ ہیں جو ھَلْ اَتٰی کے تاجدار ہیں۔ اس میں قرآن کریم کی سورۂ دہر کی تلمیح پائی جاتی ہے۔ جس کا آغاز ھَلْ اَتٰی سے یوں ہوتا ہے:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا۝ — یقیناً انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے کہ وہ قابل ذکر چیز نہ تھا۔

(سورہ دھر:۱)

یعنی اس کے وجود سے قبل عدم کا ذکر کیا گیا ہے۔

حکیم الامت کا امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو تاجدار ھَلْ اَتٰی کہنے کی کئی وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ کئی علوم و فنون اور افعال کا آغاز آپ نے فرمایا۔ گویا آپ نے

اُنہیں عدم سے وجود بخشا۔ لوگ ان سے بے خبر تھے آپ نے انہیں ظاہر کر کے لوگوں کو مستفید و مستفیض فرمایا۔

مثلاً عربی زبان کے قواعد صرف ونحو۔ ہجری کیلنڈر کا آغاز اور باغیوں کے متعلق احکاماتِ فقہ آپ ہی کی سُنت سے معلوم ہوئے۔ نیز تصوف وطریقت کے اسرار و رموز اور معرفت و ولایت کے درجات ومقامات وغیرہ جن پر علمائے اسلام نے مفصل روشنی ڈالی ہے۔

جب کہ دوسری وجہ اس سورۂ دہر کی آیات ۷۔ ۸ اور ۹ کا شان نزول ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے مفسرین فرماتے ہیں ایک مرتبہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے تو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے بچوں کی صحت یابی کے لئے تین روزے رکھنے کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی تو مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب گھر والوں نے یہ نذر کے روزے رکھنے شروع کئے۔ پہلے دن روزہ افطار کرنے سے قبل ایک مسکین نے درِ بتول پر آ کر کھانے کا سوال کیا تو سارا کھانا اُسے دے دیا گیا۔ دوسرے دن اسی وقت ایک یتیم آ گیا تو اسے کھانا دے دیا گیا تیسرے دن اسی وقت ایک قیدی نے آ کر کھانا مانگا تو اسے دے دیا گیا اور یہ سارا کنبہ مسلسل تین دن روزے سے رہا۔ تیسرے دن مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش فرمایا یہ بچے بھوک سے لڑکھڑا رہے تھے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسوں کو اس حال میں دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ اتنے میں جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رب تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا جس میں اہلبیت اطہار سرخرو ہوئے اور رب العالمین نے ان کے اعزاز میں یہ آیات کریمہ نازل فرمائی ہے:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝

(الدہر، ۷۶: ۷، ۹)

جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیل جانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو صرف رضائے الٰہی کے لئے تمہیں کھانا کھلا رہے ہیں تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی تمہارے شکریے کی خواہش رکھتے ہیں۔

اور اس شعر نمبر چار کے اگلے مصرع میں مولائے کائنات کے تین مشہور و معروف القابات کا ذکر آیا ہے یعنی مرتضیٰ، مشکل کشاء اور شیر خدا۔ یہ آپ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے ملے۔ آج بھی دنیا آپ کو ان القابات سے یاد کرتی ہے۔

پانچویں شعر میں مولا مشکل کشاء کو بادشاہ کہہ کر یاد کیا گیا۔ سید الصادقین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"علی (رضی اللہ عنہ) مومنوں کے بادشاہ ہیں اور مال و دولت منافقوں کا بادشاہ ہے۔"

(الصواعق المحرقہ)

اس میں درحقیقت مولا علی رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم صفت فقر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے "اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

الفقر فخری فقر میرا فخر ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں قرب الٰہی کے تمام دروازوں پر حاضر ہوا۔ ہر ایک پر ہجوم تھا مگر جب میں فقر کے دروازے پر پہنچا تو اسے خالی پایا۔" یعنی یہ فقر اللہ والوں میں بھی ایک نادر ترین صفت ہے۔ بہت کم لوگ اس کو اختیار کرتے ہیں۔ جو مولائے کائنات رضی اللہ عنہ نے اسے اپنا رکھا تھا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ رات گہری ہو چکی ہے۔ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں اور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ گریہ وزاری میں مشغول ہیں۔ داڑھی مبارک کو مٹھی میں پکڑا ہوا ہے اور فرما رہے ہیں "اے دنیا مجھے دھوکہ نہ دے میری طرف مائل نہ ہو۔ میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔" یہ تھا مولائے کائنات کا فقر اختیاری۔ اقبال نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اس بادشاہ فقراء کا سرمایہ ایک تلوار اور زرہ پر مشتمل تھا اور اس کی رہائش گاہ ایک جھونپڑی کی مانند تھی۔

مادر آں مرکز پرکار عشق مادر آں کارواں سالار عشق
آں یکے شمع شبستانِ حرم حافظ جمعیت خیر الامم
واں دگر مولائے ابرار جہاں قوتِ بازوئے احرار جہاں
در نوائے زندگی سوز از حسین اہلِ حق حریت آموز از حسین

"مخدومۂ کائنات مرکز پرکار عشق کی ماں ہیں اور عشاق کے قافلہ والوں کے سالار کی بھی ماں ہیں ان میں سے ایک شبستانِ حرم کی شمع ہیں اور اس بہترین اُمت کی یکجہتی کے نگران بھی ہیں۔ جنہوں نے تاج وتخت کو ٹھکرا دیا تا کہ جنگ و جدل کی آگ کو بجھایا جا سکے۔ جب کہ دوسرے صاحبزادے دنیا بھر کے اولیاء اللہ کے آقا و مولا ہیں اور تمام دنیا کے حریت پسندوں کے قوتِ بازو ہیں انہی امام حسین علیہ السلام کی برکت سے زندگی کے نغمہ میں سوز پیدا ہوا اور اہل حق کو درس آزادی دینے والے بھی امام حسین علیہ السلام ہی ہیں۔"

ان پانچ اشعار میں حضرت سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی تیسری نسبت بیان کی گئی ہے یعنی آپ کے دونوں صاحبزادگان حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کی شان و عظمت اور ان کی بے مثال قربانی و ایثار کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کے بڑے بیٹے حضرت امام عالی مقام امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں مرکز پرکار عشق کہا گیا۔ پرکار ایک آلے کا نام ہے جو علم جیومیٹری میں دائرہ کھینچنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کی دو نوکیں ہوتی ہیں۔ ایک نوک کسی مرکزی مقام پر رکھ کر دوسری اس کے گرد گھمائی جاتی ہے تو دائرہ بن جاتا ہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے پرکار کے اس مرکزی نقطے کا کردار ادا کیا۔ اُمت جو دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اُسے دوبارہ متحد کر دیا، یکجا کر دیا۔ اس کے انتشار و پراگندگی کو دور فرما دیا۔ مسلمان جو آپس میں برسرِ پیکار تھے۔ اور کئی جنگیں لڑ چکے تھے۔ آپ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر جنگ و جدل کی اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے بہت بڑی قربانی پیش فرمائی۔ تاج وتخت کو ٹھکرا دیا۔ حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اقتدار مخالفین کے حوالے کر دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا! اس کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت تھی یہ بڑے حوصلے، جرأت اور ہمت کا کام تھا۔ یہ بڑا ہی مشکل فیصلہ تھا۔ آپ نے ذاتی مفاد پر اُمت کے مفاد کو ترجیح دی۔ اُمت کی اصلاح و فلاح اور بہتری کے لئے اپنا نقصان برداشت کر کے ثابت کر دیا کہ دولت، اقتدار اور حکومت اہل بیت کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ نیز اپنے نانا جان سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی قدر کی حقانیت بھی آشکار فرما دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔" (رواہ البخاری)

حکیم الامت نے مخدومۂ کائنات کے دوسرے فرزند ارجمند حضرت امام عالی مقام

حضرت امام حسین علیہ السلام کی بڑی تعریف کی ہے۔ اردو و فارسی کے کلام میں جگہ جگہ سید الشہداء کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ یہاں پر اُن کی شان، مقام اور مرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سیدہ پاک اس بیٹے کی ماں ہیں جو اہل عشق کے قافلے کا رہنما ہے۔ دنیا بھر کے اولیاء اللہ کا آقا و مولا ہے۔ یہ اولیائے کرام کی جان ہے۔ اولیاء اللہ کا سلطان ہے۔ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

اے دل بگیر دامن سلطان اولیاء　　یعنی حسین ابن علی جانِ اولیاء

حضرت اولیائے کرام اسی پیکرِ صبر و استقامت سے برداشت اور ثابت قدمی سیکھتے ہوئے قرب الٰہی کی منازل طے کرتے ہیں اور ان کے لئے امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ اقدس مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ چاروں طرف سے آپ کو مصائب و آلام نے گھیر رکھا تھا۔ ہر قسم کی آزمائشوں نے ایک ہی وقت میں امام عالی مقام پر ہلہ بول رکھا تھا۔ بھوک و پیاس اور خوف وحزن کے سائے لحظہ بہ لحظہ پھیلتے جارہے تھے۔ اُمت آلِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کی پیاسی ہو چکی تھی۔ اور کربلا کہ ریگ زار کو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون سے لالہ زار بنا چکی تھی۔ بیٹوں، بھانجوں، بھتیجوں، بھائیوں اور جاں نثاروں کی لاشیں بے گور وکفن پڑی تھیں۔ خیموں میں بچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسیاں پانی کے لئے بلک رہی تھیں۔ ان کا کوئی سہارا اور مددگار نہیں تھا۔ امام عالی مقام نے ان کو اللہ کریم کے سپرد کر کے اپنی جان بھی جان آفریں کے سپرد کر دی۔ یوں اپنے گھر کو اُجاڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر کو آباد کر دیا اس لازوال قربانی ہی کی بدولت آج بھی ہماری فضائیں اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج رہی ہیں اور ہماری مسجدیں آباد ہیں۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عظیم الشان قربانی کو سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے یوں خراج تحسین پیش فرمایا:

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین　　دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین

سرداد نہ داد دست در دستِ یزید　　حقا کہ بنائے لاالہ ہست حسین

امام عالی مقام نے حق گوئی اور آزادی کا سبق دنیا کو دیا اُس کے اثرات ہر مذہب و ملت کے لوگوں تک پہنچے اور دنیا بھر کے حریت پسندوں کو امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات والاصفات سے حوصلہ، جرأت اور توانائی مل رہی ہے۔ اور تاقیام قیامت ملتی رہے گی۔ اور زندگی کے ہر شعبے میں جو یہ لگن، محنت، جدوجہد، ایثار و قربانی کے جذبات اور سوز و ساز نظر آرہا ہے تو

اس کا سر چشمہ بھی امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے۔

حکیم الامت مخدومۂ کائنات کی ان تین گراں قدر نسبتوں کا ذکر کرنے کے بعد آپ کے ذاتی اوصاف و محاسن کی طرف توجہ مبذول کرتے ہیں:

سیرت فرزند ہا از اُمہات جوہر صدق و صفا از اُمہات

مزرع تسلیم را حاصل بتول مادراں را اُسوۂ کامل بتول

"بچوں کی سیرت سازی کا دارو مدار ماؤں پر ہوتا ہے اور مائیں ہی ان کے جوہر صدق و صفا کو نمایاں کرتی ہیں حضرت سیدہ بتول علیہا السلام تسلیم و رضا کی کھیتی کا سرمایہ ہیں اور آپ کا اسوۂ حسنہ ماؤں کے لئے کامل نمونہ ہے۔"

شرح:

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے جس سیرت و کردار کا نمونہ پیش کیا۔ صدق و صفا، جود و سخا، صبر و رضا، نفیٔ ذات، جرأت و استقامت، شجاعت و بہادری، استغنائے قلبی اور ثابت قدمی کے جو مظاہرے پیش فرمائے۔ حق گوئی اور حق کی سر بلندی کے لئے جو لازوال، گہرے اور انمٹ نقوش ثبت فرمائے۔

یہ بے مثال اوصاف جمیلہ اُن کی ماں سیدہ بتول نے اپنی شبانہ و روز محنت اور تعلیم و تربیت سے اُن کی شخصیات میں پیدا فرمائے۔ مخدومہ کائنات نے زندگی کے ہر دور میں اطاعت شعاری کے بہترین نمونے پیش فرمائے۔ پیدائش سے بلوغت تک کاشانۂ نبوت میں فرماں بردار بیٹی کا کردار ادا کیا۔ شادی کے بعد ایک تابعدار اور وفا شعار بیوی کی حیثیت سے خانۂ مولائے کائنات کو منور کئے رکھا اور ان کی خوشنودی کو ہمیشہ اپنی ذات پر مقدم رکھا۔ اور پھر ماں کی حیثیت سے بچوں کی تربیت کا فریضہ نہایت ہی احسن طریقے سے سر انجام دیا۔ آپ کا یہ مثالی کردار مسلمان گھرانوں کی بیٹیوں، بیویوں اور ماؤں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے یہ ایک ایسا کامل اور بہترین نمونہ ہے جس پر چل کر وہ دنیا و آخرت میں فلاح پا سکتی ہیں اب سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا کی سیرت کے ایک دوسرے پہلو پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت با یہودے چادر خود را فروخت

"ایک ضرورت مند کے سوال نے آپ کو اس قدر بے چین کر دیا کہ اُس کی حاجت براری کے لئے اپنی چادر یہودی کو فروخت کر ڈالی۔"

شرح:

اس شعر میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا کا غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک اور آپ کی جود وسخا کا ذکر کیا ہے اور آپ کی شفقت وعنایت، نرم دلی اور دریادلی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک محتاج نے درِ بتول پر آ کر اپنی حاجت کے لئے سوال کیا تو آپ کے پاس اُسے دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اپنے سر سے چادر اُتاری اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا۔ یہ فلاں یہودی کے پاس لے جاؤ اور اسے فروخت کر کے اس شخص کی ضروریات پوری کردو چنانچہ وہ شمعون یہودی کے پاس اسے بیچنے کے لئے لے گئے۔ اس نے پوچھا یہ چادر کہاں سے لائے ہو تو انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا یہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر ہے۔ اُس نے معاوضہ ادا کر دیا جس سے سائل کی ضرورت پوری کر دی گئی۔ مگر شمعون کی قسمت بھی جاگ اُٹھی۔ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس چادر نے اس کے قلب کو نورِ بصیرت سے بہرہ مند فرما دیا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی بحال فرمادی تھی اُس نے فوراً صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس پر اسلام قبول کر لیا اور یہ چادر نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ آپ کو واپس کر دی۔

یوں مسلمان عورتوں کو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سبق دیا کہ وہ بھی غریبوں اور محتاجوں کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹایا کریں۔

نوری وہم آتشی فرمانبرش   گم رضایش در رضائے شوہرش

"نوری وناری فرشتے ان کے فرماں بردار تھے مگر آپ نے اپنی رضا شوہر کی مرضی میں گم کر دی تھی۔"

شرح:

اس شعر میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدہ پاک رضی اللہ عنہا کی سیرت کے ایک

دوسرے تابناک باب کی نقاب کشائی کی ہے آپ چونکہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہزادی تھیں۔اس وجہ سے فرشتے بھی آپ کی فرماں برداری کیا کرتے تھے۔آپ جب نماز میں مشغول ہوتیں تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا جھولہ فرشتے جھلایا کرتے تھے۔اور روایات میں آیا ہے کہ آپ کی نماز کے دوران چکی بھی خود بخود چل رہی ہوتی جسے فرشتے چلا رہے ہوتے۔اس مقام و مرتبے کے باوجود آپ اپنے شوہر نامدار امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اطاعت و فرماں برداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی تھیں۔اُن کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا کرتی تھیں۔اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتیں۔اپنی خواہشات کو اُن کی رضا و خوشنودی پر قربان کر رکھا تھا۔

علامہ اقبال شہزادیٔ کونین رضی اللہ عنہا کی یہ سنت مسلمان عورتوں میں دیکھنے کے متمنی تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی اس عظیم خاتون جنت کی طرح اپنے اپنے مجازی خداؤں کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنا شعار بنائیں تاکہ ان کے گھر جنت کا نمونہ بن جائیں۔

آں ادب پروردۂ صبر و رضا آسیا گردان و لب قرآں سرا

"آپ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں تربیت پائی تھی اور چکی چلاتے وقت بھی ان کے لبوں پر قرآن مجید جاری رہا کرتا تھا۔"

شرح:

صبر و رضا کی ادب گاہ سے مراد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دختر فرخندہ اختر کی تربیت اور نشو ونما اس انداز سے فرمائی تھی کہ اُنہیں بھی اپنی طرح صبر و رضا کا پیکر بنا دیا تھا۔جنہوں نے ساری زندگی صبر و تحمل سے گزاری۔قناعت آپ کا شیوۂ حیات تھا۔اور ہمہ وقت تلاوتِ قرآن شعار تھا۔یہاں تک کہ امور خانہ داری خصوصاً چکی پینے جیسے مشقت آمیز کام کے دوران بھی تلاوتِ قرآن آپ کے لبوں پر جاری رہتی۔یہاں بھی شاعر مشرق خواتین کو صبر و قناعت اور قرآن خوانی کا درس دے رہے ہیں۔

گریہ ہائے او زِ بالیں بے نیاز گوہر افشاندے بدامانِ نماز

اشک او برچید جبریل از زمیں ہمچو شبنم ریخت برعرش بریں

"آپ کے آنسو تکیے پر گرنے سے بے نیاز تھے بلکہ موتیوں کی یہ لڑی تو نماز کے دوران

آنکھوں سے جاری ہوا کرتی تھی پھر جبریل امین علیہ السلام ان موتیوں کو زمین سے اُٹھا لیتے اور شبنم کی طرح عرش بریں پر چھڑک دیا کرتے تھے۔"

شرح:

عام طور پر عورتیں جب رات کو سونے لگتی ہیں تو اُن کا درونِ غم آنسو بن کر تکیے پر گرنے لگتا ہے لیکن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی سونے کی بجائے راتیں مصلے پر نماز پڑھتے ہوئے گزار دیتیں اور نماز کے دوران ان کی مبارک آنکھوں سے یہ اشک گوہر بار غم امت میں رواں دواں ہو جاتے۔ رب العالمین کی بارگاہ میں یہ آنسو بڑی قدر و قیمت رکھتے تھے۔ جبریل امین علیہ السلام انہیں چن لیتے اور عرش معلی پر اس طرح چھڑک دیتے جس طرح زمین پر شبنم کے قطرے گرتے ہیں۔

رشتہ آئین حق زنجیر پاست — پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفی است
ورنہ گردِ تربتش گر دیدمے — سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

"آئین حق تعالیٰ کے رشتہ نے میرے پاؤں زنجیر سے باندھ رکھے ہیں اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب مجھے روک رہا ہے ورنہ میں آپ کی قبر کا طواف کرتا اور اس کی مبارک خاک کو اپنی سجدہ گاہ بناتا۔"

شرح:

ان دو اشعار میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی والہانہ محبت و عقیدت کا ایسا اظہار کیا ہے جس کی مثال کسی دوسری زبان کے ادب میں نہیں ملتی حضرت علامہ اپنے عقیدے، احساسات و جذبات اور قلبی رجحانات کا نذرانہ عقیدت بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ میرا دل مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا کی قبر انور کا طواف کرنے کے لئے مچل رہا ہے۔ اور آپ کے مزارِ اقدس کی خاک مبارک کو اپنی سجدہ گاہ بنانے کے لئے تڑپ رہا ہے۔ مگر شریعت اسلامیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس و لحاظ اور ادب و احترام مجھے ایسا کرنے سے روک رہا ہے۔

گویا شاعر مشرق نے مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا کی مدحت سرائی کا حق ادا کر دیا۔


الله
جل جلاله
وسعت رحمتي كل شيء
محمد
صلى الله عليه وسلم
وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين


وإن هذه أمتكم أمة واحدة


محمد رسول الله


بسم الله الرحمن الرحيم
الله لا إله إلا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم له ما في السماوات وما في الأرض من ذا الذي
يشفع عنده إلا بإذنه يعلم ما بين أيديهم وما خلفهم ولا يحيطون بشيء من علمه إلا
بما شاء وسع كرسيه السماوات والأرض ولا يؤوده حفظهما وهو العلي العظيم



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا وعلیہا

باب 9

متفرقات

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

التسبیحات المنجیة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحان الأبدی الأبد

سبحان الواحد الأحد ۞ سبحان الفرد الصمد

۞ سبحان رافع السماء بغیر عمد ۞

سبحان من بسط الأرض علی ماءٍ جمد

سبحان من خلق الخلق فأحصاهم عدد

سبحان من قسم الرزق ولم ینس أحد

سبحان الذی لم یتخذ صاحبة ولا ولد

سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً أحد

نجات من عذاب [illegible] ۞ [illegible] ۞ ابن عابدین ۞ صحیفه ۴۸

الغیبة قال فرأیته سبحانه وتعالیٰ فقلت یا رب عزّ جارك وجلّ ثناؤك وتقدست

کتبه الفقیر السید الحاج العارف ۱۳۲۲

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

ترجمہ: سیموئل نسنن وولیم اے۔ڈی وٹ | مترجم: عبدالمجید سالک

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صورت و سیرت، چال ڈھال اور لب ولہجہ میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھیں۔صبر و رضا کی تصویر تھیں۔عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر راست گو کوئی نہیں دیکھا۔سادگی، حیا اور پرہیز گاری میں اُمت کی تمام خواتین کی سرتاج تھیں۔

مکے میں پیدا ہوئیں۔بچپن اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے زیرِ تربیت گزارا۔کھیلنا، کودنا اور باہر آنا جانا پسند نہ تھا، گھر میں ماں کے پاس ہی بیٹھی رہتیں۔رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اِن صاحبزادی سے بہت پیار تھا۔ہجرت کے دوسرے سال مدینہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے عزیزوں کی درویشی کا یہ عالم تھا کہ دو جہاں کے بادشاہ کی بیٹی کے جہیز میں ایک چار پائی، چمڑے کا ایک گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔مٹی کے دو گھڑے، ایک چھاگل، ایک مشکیزہ اور دو چکیاں تھیں۔اسی سامان سے پوری عمر بسر کر دی۔خود ہی چکی پیستیں۔خود ہی مشکیزے میں پانی بھر کر لاتیں، خود ہی جھاڑو دیتیں اور گھر کا سارا کام کاج بھی خود ہی کرتیں۔جب کبھی انہوں نے یا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ماما یا خادم مانگا یہی جواب ملا کہ یہ تم سے زیادہ مستحق لوگوں کے لیے ہیں، اس لیے صبر وشکر سے کام لو اور انہوں نے ہمیشہ صبر شکر ہی سے کام لیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیوی، بیٹی اور ماں کی حیثیتوں سے تمام دنیا کی عورتوں کے لیے نمونہ ہیں۔انہوں نے اپنی مختصر زندگی میں اعمالِ نیک کا اتنا اہتمام کیا اور غریبی کے باوجود جود و سخا کا وہ معیار قائم کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی زندگی بے حد پسند آئی۔جب کبھی رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے واپس آتے، پہلے مسجد میں نماز ادا کرتے، پھر سیدھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر

جاتے۔ آپ ملنے کے لیے آتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے۔ پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ میرے بعد خاندان میں سب سے پہلے تم آ کر مجھ سے ملو گی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے صرف چھ مہینے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف انتیس (۲۹) برس کی عمر میں (۱۱ھ) فوت ہو گئیں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آپ ہی کے صاحبزادے تھے اور یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت ہی کا اثر تھا کہ ہمیشہ حق پر قائم رہے اور حق کے لیے جان دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ • لَا يُكْمِلُ عَبْدٌ الْاِيْمَانَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى
حَتّٰى تَكُوْنَ فِيْهِ خَمْسُ خِصَالٍ • اَلتَّوَكُّلُ عَلَى اللّٰهِ وَالتَّفْوِيْضُ اِلَى اللّٰهِ وَالتَّسْلِيْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ
وَالرِّضَاءُ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَالصَّبْرُ عَلٰى بَلَاءِ اللّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ • صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
بندۂ الی اللہ محمد شفیق

اَللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَهُوَ نِعْمَ الرَّفِيْقُ

رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ • اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ
حِيْنَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ • صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
سَوَّدَهُ السَّيِّدُ مُحَمَّدُ شَفِيْقٍ عُفِيَ عَنْهُ ۱۲۹۱ھ

یہ درود تو نہیں

علامہ سید ریاض حسین شاہ

بیماری سے پسماندہ حال سر بہ زانو عشق جھرجھری لے کر آمادۂ گفتار ہو رہا ہے۔ حریم قدس میں سنگ زنی کرنے والو! ابھی کربلائی مسافروں نے گرو تو نہیں اوڑھی تم یزیدی افکار کی ہمنوائی میں دریدہ وہنی پہ اُتر آئے ہو۔ تمہیں کیا معلوم ملکۂ کونین کا مقام کیا ہے۔

اقوال میں سچی بتول رضی اللہ عنہا

احوال میں مبارک زہراء رضی اللہ عنہا

عدل میں زکیہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

مقالت میں سراپائے صدق عفیفہ رضی اللہ عنہا

دلالت میں رشکِ مہر "نور"

سیرت میں تصویرِ بابا سیدہ

صحبت میں بے مثل بانوِ حل آتی

وہ لوگ جو نڈھال لبوں پر کٹی پھٹی سوچوں کو نطق دے کر عظمت ثریا پانا چاہتے ہیں خدارا وہ سوچیں ان کا وجود کہیں قعرِ مذلت میں تو نہیں پٹخا جا رہا ہے۔ تم بجائے اس کے پابریدہ اور ایمان خمیدہ حسر توا[illegible] کا میلہ[illegible] چاؤ، اپنے نبی اور ان کی آل پر درود پڑھو۔ میں مانتا ہوں تمہارا تعلق قبلۂ محبت [illegible] ہاری محبت کی دم توڑتی بے ترتیب ہچکیاں تمہارے عقیدوں کا نوحہ الاپ ر[illegible]

با پا[illegible]ک کا مقام تم کیا جانو

یہاں تو نسیم صبح بھی سہم کر گزرتی ہے۔

شفق کا غازہ یہاں شرمندگی سے سرنگوں رہتا ہے۔

سورج کی تابناک کرنیں سلامی دیتی ہیں۔

آسماں کمر خمیدہ خواہشوں کی طشت میں درودوں کے پھول لے کر حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے آنکھوں پر ظلم پہن کر بے باکی کرنے والوں! وہ دیکھو!!! وہ دیکھو!! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے لیے "قائم مند" ہو رہے ہیں پڑھ کر بھی بے پڑھی شان رکھنے والو!! "غضوا ابصارکم" کس کی تاریخ ہے۔

سانحہ کون سا گزرا ہے صبا سے پوچھو
چند جھونکے حس و خاشاک پہن کر آئے

سیدہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلطی اور خطا ایسے لفظ منسوب کرنے والے ذہن سے درخواست ہے کہ مصائب و آلام نے جس طرح اس خاندان کو توڑا ہے کیا رفاقت نفسی کی تشفی نہیں ہوئی کہ اور تیر پھینکنے شروع کر دئیے۔

یاد رکھو!
زندگی یوں ہی مسکراتی نہیں رہے گی
سہمی صبحیں!
گونگی وہ دو پہریں!
بہری شامیں اور اندھی راتیں!

کہانیاں، مناظرے، ضد بازیاں بنتے بنتے راکھ ہو جائیں گی میرا قلم تو ہمیشہ "شام غریباں" سے روشنی اور جرأت تلاش کرتا رہا لیکن "مادرِ شاہاں" کا مذاق اُڑانے والو!

تمہارے سر پر راکھ برسے
تمہیں چٹکی سا بھی حیا نہ رہا

اگر کوئی بی بی پاک کے حضور ہرزہ سرائی کو حق سمجھتا ہے تو اسے جاننا چاہیے کہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ان کی سماجی تاریخ کی گھٹن ہے۔ اس کا انتقام انہیں روشنی اور خوشبو سے تو نہیں لینا چاہیے۔ بی بی پاک رضی اللہ عنہا کے تلوؤں سے لگے ہوئے ذرات بھی رشک مہر و ماہ ہیں۔ ایک مشورہ سب کے لیے مفید ہو سکتا ہے کہ علم اگر غیر مفید، بے ادب اور ضلالت کی پگڈنڈیوں پر جا الجھے تو سو من لکڑیاں اکٹھی کر کے ایک من اس پر پٹرول ڈال کر ناقص علم کی پوٹلی بنا کر اُسے الاؤ میں نذرِ آتش کر دیا جائے۔

ذہن نارسا کی چیرہ دستیاں دیکھو۔ غوثِ رسالت میں جا ہاتھ مارا۔ اپنے نبی کا تو شرم رکھ لیتے۔ حکم تو یہ ہے کہ رسول معظم اور آلِ رسول پر درود بھیجو۔ کیا غلطیاں درود ہوتی ہیں؟ تم کس طوفاں کی زد میں آ گئے کہ شمع عقل ہی گل کر بیٹھے۔ غلطی، خفا اور دیگر بے ادبی والے لفظ اس گھرانے کے لیے سزاوار نہیں۔ جو کچھ تم نے کیا یہ درود تو نہیں!!! اللہ تعالیٰ ہدایت کا نور ارزاں کرے۔

اس بات کی گواہ ہے تربت بتولؓ کی
ناراض کلمہ گو سے ہے بیٹی رسول کی
اقبالؔ جس سے راضی نہیں بنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس کلمہ گو نے ساری عبادت فضول کی

مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُہُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً ● وَقَالَ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ عَنْ اُمَّتِی السَّلَامَ ● اَللّٰہُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ● کَتَبَہُ الْعَبْدُ الْفَقِیْرُ السَّیِّدُ عَبْدُ اللّٰہِ الرَّشِیْدِیْ

حُبِ اہل بیت رضی اللہ عنہم

علامہ مفتی محمد محب اللہ نوری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اور آپ کی محبت اساسِ ایمان ہے...... اس محبت و تعلق میں جس قدر اضافہ ہوگا، ایمان اسی قدر پختہ اور کامل ہوتا چلا جائے گا...... محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت رکھی جائے...... اس کے یاروں سے محبت، اس کے پیاروں سے محبت، اس کے وطن سے محبت، اس کی گلیوں کے ذروں اور سنگ ریزوں سے محبت کی جائے ...... محب کو تو اپنے محبوب کی نسبت سے غرض ہوتی ہے، جہاں اسے اس کی معمولی سی جھلک دکھائی دے، محبت بے چین ہو جاتی ہے...... اسے محبوب کی گلی کا کتا بھی نظر آجائے تو دیوانہ وار اس کے قدم چومے اور اس کے آگے اپنا دامن بچھائے بغیر اس کی محبت کو تسکین نہیں ملتی...... پھر وہ ملامت کرنے والوں کو قیس عامری (مجنوں) کی زبان میں یوں جواب دیتا ہے......:

فقال دَرُوْا المَلامَة اِنَّ عَيْنِى رَاتْهُ مَرَّة فِىْ حَيِّ لَيْلى

(شیخ محقق، عبدالحق، جذب القلوب الی دیار المحبوب، نول کشور، لکھنؤ، صفحہ ۲۴۱)

"طعنہ زنی چھوڑ دو، (کتے کی تعظیم اس لئے بجالا رہا ہوں کہ) میری آنکھوں نے ایک مرتبہ اس کتے کو لیلیٰ (محبوبہ) کی گلی سے گزرتے دیکھا ہے۔"

محبت کی یہی دیوانگی و وارفتگی کبھی اسے کھنڈرات اور ٹوٹے پھوٹے آثار کو چومنے اور اینٹوں اور پتھروں کو بوسہ دینے پر مجبور کرتی ہے...... قیس نے کیا خوب کہا ہے:

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلى اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَ ذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِىْ وَلَكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

(عمدۃ القاری، عینی، جلد ۹، صفحہ ۲۴۱)

"لیلیٰ کی بستی کے پاس سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو ...... مجھے ان گھروں کے در و دیوار اور پتھروں کی محبت نے نہیں، بلکہ اس محبوب کی محبت نے

میرے دل کو فریفتہ و دیوانہ کر دیا ہے، جو کبھی یہاں سکونت پذیر رہ چکا ہے۔" (دراصل یہی تقاضائے محبت، مجھے درو دیوار اور کھنڈرات کو چومنے پر مجبور کر رہا ہے)۔

جب عام محبت کا یہ دستور ہے تو اس جانِ محبت، جانِ رحمت، جانِ ایقان، جانِ ایمان اور محبوبِ ربِ رحمان، سید الانس والجان کی محبت کس درجہ سچی اور پختہ ہونی چاہیے...... اس حسنِ مجسم، محسن اعظم اور سراپا رحمت و نعمت ﷺ سے تعلق و نسبت کا کیا تقاضا بنتا ہے؟...... ہر ذی شعور اس کا اندازہ بہ خوبی کر سکتا ہے۔

ایمان کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ سے ادنیٰ تعلق رکھنے والی چیز سے بھی محبت کی جائے...... چہ جائیکہ وہ ہمہ وقت قرب و معیت کے مزے لوٹنے والے اصحاب ہوں یا دامان مصطفیٰ ﷺ میں تربیت پانے والے گھر کے افراد (اہل بیت)...... ان سب سے محبت رکھنا رسول اللہ ﷺ سے محبت کا بدیہی ولازمی نتیجہ ہے...... اس پر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ بحکم الٰہی یہ اعلان فرمارہے ہیں:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ط

آپ فرمائیے! میں تم سے (اس دعوت حق) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، بجز قرابت کی محبت کے۔ (الشوریٰ، ۴۲:۲۳)

مفسر قرآن حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ کے قرابت دار کون ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟...... فرمایا:

عَلِیٌّ و فاطِمَۃُ و ابْنَاھُمَا

"علی، فاطمہ اور ان کے دونوں صاجزادے حسن اور حسین رضی اللہ عنہم۔" (زرقانی، جلد ۷، صفحہ ۲۰)

ابن عطیہ کی تفسیر کے مطابق یہ آیت مدنی ہے اور بقول بعض مفسرین مکی ہے...... تو اس صورت میں اسے آنے والے واقعات کی (غیبی) خبر پر محمول کیا جائے۔ (زرقانی، جلد ۷، صفحہ ۲۰)

آیت میں القربی سے مراد اہل بیت اطہار ہوں یا:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ

اور آگے رہنے والے آگے رہنے والے ہیں، وہی اللہ کے مقرب بارگاہ ہیں۔

(الواقعہ، ۵۶:۱۱)

کے تحت قرب والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب اور تعلق کی وجہ سے مستحق تعظیم و توقیر ہیں اور ان سے محبت رکھنا ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر، جلد ۷، ۲، صفحہ ۱۶۶)

آیت تطہیر:

اہل بیت کرام، وہ طیب و طاہر اور برگزیدہ ہستیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اعتقادی، عملی اور اخلاقی برائیوں سے منزہ و محفوظ رکھا۔۔۔۔ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔ (الاحزاب، ۳۳:۳۳)

اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے ہر قسم کی ناپاکی کو اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔

اس آیت مبارکہ میں اہل بیت کرام کی عظیم مدح و ثنا اور ان کی طہارت کا اعلان ہے۔
اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سادہ اونی چادر اوڑھی ہوئی تھی:

وَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهٗ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهٗ ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔
(صحیح مسلم، باب فضائل الحسن والحسین، جلد ۲، صفحہ ۲۸۳)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چادر میں داخل کیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور چادر میں داخل ہو گئے پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چادر میں لے لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے، آپ نے ان کو بھی چادر میں داخل کر لیا، پھر یہ آیت (تطہیر) تلاوت فرمائی۔

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں، اس آیت تطہیر میں اهل البیت سے، اہل بیتِ سکن (ازواج مطہرات) اور اہل بیتِ نسب، خصوصاً اہل عبا (جنہیں چادر میں ڈھانپ لیا) سبھی مراد ہیں۔ سیدی و مرشدی صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیوں کہ وہی اس کے مخاطب ہیں...... چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا، اس لئے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان فرما دیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہے، خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیتِ نسب کے اہل بنی ہاشم و مطلب۔" (سوانح کربلا صفحہ ۳۳)

آیت مباہلہ :

اہل بیت اطہار کی تعظیم اور ان سے محبت و مودت اس لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے بڑی عظمت و رفعت سے نوازا ہے، جس کا اظہار اس آیت مبارکہ سے بھی ظاہر ہے، جسے آیت مباہلہ کہا جاتا ہے...... اس کا شان نزول یہ ہے کہ نجران کے نصاری (عیسائیوں) کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناظرہ کرنے مدینہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں درست عقیدہ بیان فرمایا کہ وہ نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے، بلکہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور حضرت مریم کے بیٹے ہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلائل سے ان کے تمام باطل شبہات کا ازالہ کیا مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے مباہلہ کی طرف رہنمائی فرمائی:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

(آل عمران، ۳: ۶۱)

پھر اے محبوب! جو لوگ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں آپ سے حجت بازی کریں، اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آگیا، تو ان سے فرما دو، آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی، پھر بڑی عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کریں، پھر بھیجیں اللہ کی لعنت جھوٹوں پر۔

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی انگلی پکڑے ہوئے تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پیچھے پیچھے تھے...... آپ ﷺ ان سے فرمارہے تھے، جب دعا کروں تم سب آمین کہنا، نصاریٰ کے سردار نے کہا:

اِنِّیْ لَاَرٰی وُجُوْهًا لَوْسَأَلُوْا اللّٰهَ اَنْ یُزِیْلَ جَبَلًا مِنْ مکانه لَاَزَالَهٗ ......

اے نصاریٰ کی جماعت! میں ایسے (نورانی) چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے دعا کر دیں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے، تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما کر پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا، لہٰذا تم ان سے ہرگز مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ بچے گا۔

چنانچہ انہوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا اور مباہلہ کئے بغیر واپس چلے گئے...... حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ کا عذاب اہل نجران کے بالکل قریب آپہنچا تھا، اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا اور عذاب الٰہی کی آگ سے ان کے جنگلوں میں آگ بھڑکتی رہتی اور ایک سال کے اندر اندر تمام عیسائی نیست و نابود ہو جاتے۔ (علاؤ الدین علی بن محمد، خازن، تفسیر خازن، مطبوعہ مصر، جلد ۱، صفحہ ۳۰۲)

اہل بیت کے لئے درود:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو درود بھیجنے کا حکم دیا:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

(الاحزاب، ۵۶:۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی (مکرم) پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ (ﷺ) پر درود بھیجا کرو اور (بڑے ادب و محبت سے) سلام عرض کیا کرو۔"

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! یہ تو ہم نے جان لیا کہ (التحیات میں) سلام کیسے عرض کریں؟ اب

یہ وضاحت بھی فرما دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کس طرح پڑھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم کہو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

"اے اللہ! محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر درود بھیج، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجا، بے شک تو لائق ستائش اور بزرگ ہے۔"

(صحیح مسلم، باب الصلوٰۃ علی النبی بعد التشھد، جلد ۱، صفحہ ۱۷۵)

صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کی کیفیت پوچھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کو بھی درود میں شامل فرمایا...... نیز ایسے درود کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقص قرار دیا جس میں اہل بیت شامل نہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تُصَلُّوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ الْبَتْرَاءَ فَقَالُوْا وَمَا الصَّلٰوۃُ الْبَتْرَاءُ قَالَ تَقُوْلُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ تُمْسِکُوْنَ۔ بَلْ قُوْلُوْ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

میرے اوپر ناقص درود نہ بھیجا کرو، عرض کیا گیا، ناقص درود کون سا ہے؟ فرمایا: تم "اللھم صل علی محمد" کہہ کر رک جاؤ، بلکہ یوں کہا کرو "اللھم صل علی محمد و علی آل محمد"

(الصواعق المحرقہ، صفحہ ۱۴۶)

معلوم ہوا کہ آل کا نام لئے بغیر درود ناقص ہے...... اللہ اللہ! کیا مقام اہل بیت کرام کا، کہ نماز ایسی اہم عبادت میں بھی ان پر درود کو لازم قرار دیا گیا، تو پھر ان نفوس قدسیہ کی محبت کو کیوں کر لابدی قرار نہ دیا جائے...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے......

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ ۔۔۔ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ

كَفَاكُمْ مِّنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اَنَّكُمْ ۔۔۔ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

(الصواعق المحرقہ، صفحہ ۱۴۸ / ملا علی قاری، مرقات المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح، امدادیہ، ملتان، جلد ۱، صفحہ ۲۰)

"اے رسول اللہ کے اہل بیت! اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ قرآن کریم میں آپ کی محبت کو فرض قرار دیا ہے، تمہاری قدر و منزلت کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے

اس کی نماز ہی کامل نہیں ہوتی۔"......

احادیث اور حب اہل بیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اہل بیت اطہار کی محبت اور ان کے ادب و احترام کا تاکیدی حکم فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَحِبُّوْا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِیْ بِحُبِّیْ

(ترمذی، مناقب اہل بیت، جلد ۲، صفحہ ۲۲۰)

"اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، کہ تمہیں اپنے نعامات سے نوازتا ہے...... اور محبت الٰہیہ کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو اور میری محبت کی بنا پر میرے اہل بیت سے محبت کیا کرو۔"

اَدِّبُوْا اولادَكُمْ عَلٰى ثلاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُمْ. وَحُبِّ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَقِرَاةِ الْقُرْآن

(امام جلال الدین سیوطی، الجامع الصغیر، مطبوعہ قاہرہ مصر، جلد ۱، صفحہ ۳۲)

"اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت، اہل بیت نبی کی محبت اور قرآن کریم کی قرأت۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

اَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَ النُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِیْ اَهْلِ بَيْتِیْ

(صحیح مسلم، باب فضائل علی بن ابی طالب، جلد ۲، صفحہ ۲۷۹)

میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلی کتاب اللہ ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، اس پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کی ترغیب دلانے کے بعد دوسری چیز کے بارے میں فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی

یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے
معاملے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔

حب اہل بیت کے بغیر ایمان نامکمل:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَتَكُوْنَ عِتْرَتِيْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ عِتْرَتِهٖ وَاَهْلِيْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَذَاتِيْ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ ذَاتِهٖ

(نور الابصار، صفحہ ۱۱۴)

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اسے اس کی جان سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو جائے، میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ پیارا نہ جانے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔

روز قیامت محب اہل بیت کا درجہ:

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِيْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَحَبَّ اَبَاهُمَا وَ اُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(جامع ترمذی، مناقب علی بن ابی طالب، جلد ۲، صفحہ ۲۱۵/ مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۱، صفحہ ۷۷/ کنز العمال، جلد ۷، صفحہ ۱۰۲)

جس شخص نے مجھ سے محبت رکھی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔"

انبیاء کرام کا درجہ تو انہیں کے ساتھ مخصوص ہے، تاہم اہل بیت کی محبت کے صدقہ میں جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصی قرب نصیب ہوگا۔ ان شاء المولی تعالیٰ

حب اہل بیت کا مفہوم:

حب اہل بیت کا مطلب یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی محبت کے ساتھ ساتھ خصوصاً شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کی جائے اور ان سے کسی قسم کا بغض نہ رکھا جائے...... جیسا کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لا یَجْتَمِعُ حبّیْ وَبُغْضُ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ
(تاریخ الخلفاء، صفحہ ۵۹)

میری محبت کے ساتھ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت ونجات کے لئے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں کی رہنمائی اور محبت ومودت ضروری ہے...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبۃ اللہ کا دروازہ تھام کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بیان فرمایا:

اَلا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلَ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ یَخْلِفُ عَنْهَا هَلَكَ
(مشکوۃ المصابیح، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، صفحہ ۵۷۳)

آگاہ ہو جاؤ! میرے اہل بیت تمہارے لئے نوح (علیہ السلام) کی کشتی کی مانند ہیں، جو شخص اس کشتی میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو شخص اس میں سوار ہونے سے رہ گیا، وہ ہلاک ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کو بیان فرماتے ہوئے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ۔
(ایضاً بکتاب الفتن، باب مناقب الصحابۃ، الفصل الثالث، صفحہ ۵۵۴)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔

محب اہل بیت، اہل سنت ہیں:

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اہل سنت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ عترت وآل

رسول اور صحابہ کرام دونوں سے محبت رکھتے ہیں...... ہم اس وقت تکلیف اور مشقت کے سمندر میں ہیں اور شبہات و شہوات کی موجوں کا سامنا ہے، جس سے نجات کے لئے کشتی کی ضرورت ہے...... وہی کشتی سلامتی سے ہم کنار ہوتی ہے، جو عیوب سے محفوظ ہو اور رہنمائی کے لئے ستاروں پر نظر رکھی جائے...... ہم اہل سنت، سفینۂ اہل بیت میں سوار ہو کر نجوم صحابہ سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں...... اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ہم سلامتی اور سعادت دارین سے نوازے جائیں گے۔

(تفسیر کبیر، جلد ۲۷، صفحہ ۱۶۷)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول　　نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

محب اہل بیت کے لئے نوید:

آخر میں ایک نہایت ایمان افروز حدیث پیش خدمت ہے، جسے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب کشاف کے حوالے سے نقل کیا ہے...... اس میں محبین اہل بیت کے لئے بشارتوں کی نوید، جب کہ بغض و عداوت رکھنے والے بدبختوں کے لئے عذاب کی وعید ہے، نیز اس میں یہ بشارت بھی ہے کہ حقیقی محب اہل بیت کا خاتمہ مسلک اہل سنت و جماعت پر ہوگا۔

حدیث پاک اس طرح ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيْدًا

"جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَهٗ

خبردار! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا

سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ تائب ہو کر فوت ہوا۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْاِيْمَانِ

آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوگا، وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوگا۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَنَكِيْرٌ

یقین کرلو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، اسے ملک الموت اور پھر منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ اِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعُرُوْسُ اِلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا

آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، اسے ایسے اعزاز کے ساتھ جنت روانہ کیا جاتا ہے، جیسے دلہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَى الْجَنَّةِ

جان لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ

یاد رکھو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو ملائکۂ رحمت کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

(ایضاً صفحہ ۶۔۱۶۵)

خبردار ہو کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا، وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر فوت ہوا۔"

دشمنان اہل بیت کے لئے وعید:

محبین اہل بیت کے لئے ان ایمان افروز بشارتوں کے بعد دشمنان اہل بیت کو خبردار کرتے ہوئے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوْبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ آيِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ...... اَلا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ

پوری توجہ سے سن لو! جو شخص اہل بیت کے بغض و عداوت پر مرا، وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

مَاتَ كَافِرًا ...... اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (ایضاً)

ناامید"...... خوب ذہن نشین کرلو! جو شخص اہل بیت کے بغض و عداوت پر مرا، وہ کافر مرا ...... اور کان کھول کر سن لو! جو شخص اہل بیت کے بغض و عداوت پر مرا، وہ جنت کی خوشبو سے محروم کر دیا جائے گا"

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت تم کو مژدہ نار کا، اے دشمنان اہل بیت

اللہ تعالیٰ جل وعلا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے اہل بیت اطہار علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور غلامی میں زندہ رکھے، اس پر ہمارا خاتمہ ہو اور روز قیامت ان کی معیت نصیب ہو۔

خدایا بہ حق بنی فاطمہ که بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامان آل رسول

(شیخ سعدی شیرازی، بوستان، دیباچہ، در نعت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات)

بناتِ رسول میں مقام خاتونِ جنت

علیہ و علیٰ بناتہ افضل الصلوٰت والتسلیمات

پیر سید خضر حسین چشتی

صداقت میں، کرامت میں، شرافت اور عظمت میں
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں سب سے ہیں ارفع ہر فضیلت میں
خضر دکھ دور ہو جاتے ہیں میرے بالیقیں جب بھی
بناتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتا ہوں مصیبت میں

خالق کائنات نے اپنی پاک کتاب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

اے نبی مکرم! آپ فرمائیے اپنی ازواج مطہرات کو اور اپنی صاحبزادیوں کو اور تمام اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو۔

(پارہ ۲۲، سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۹)

مذکورہ بالا آیت مقدسہ سے صاف ظاہر ہے کہ آیت میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نبی کی بیویوں) بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نبی کی بیٹیوں) نساء المومنین (مومنوں کے عورتوں) کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔لفظ بنات، بنت کی جمع ہے۔اور عربی زبان میں جمع کا صیغہ دو سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اہل یقین کا یہ عقیدہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ہر طرح شک وشبہ سے بالاتر ہے اور روز روشن کی طرح واضح ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا کوئی بھی ذی ہوش اور صاحب علم انکار نہیں کر سکتا۔کتب سیر میں

کثرت سے احادیث رسول ﷺ میں واضح طور پر، بلکہ شیعہ حضرات کی بعض کتابوں میں بھی موجود ہے کہ سرکار ﷺ کے تین صاجزادے اور چار صاجزادیاں ہیں:

☆ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ یہاں حضور کی صاجزادیوں کا جب ذکر آیا تو قرآن نے بنت (ایک صاجزادی) نہیں کہا بلکہ جمع کا لفظ بنات استعمال کیا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور کی ایک صاحبزادی نہ تھی بلکہ متعدد صاجزادیاں تھیں۔ اور شیعہ کی معتبر کتابوں میں بھی اس بات کی تصریح ہے۔ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کی چار صاجزادیاں تھیں۔ یہاں فقط دو حوالے پیش کرتا ہوں اصول کافی جو اس فرقہ کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں:

وتزوج خديجة وهو ابن بضع و عشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه عليه السلام القاسم ورقيه و زينب و ام كلثوم و ولد له بعد المبعث الطيب والطاہر وفاطمة عليه السلام۔

(اصول کافی، ج اول، ص ۴۳۹)

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جب کہ حضور کی عمر مبارک پچیس سال کے قریب تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں۔"

ان کی دوسری کتاب حیوۃ القلوب میں علامہ مجلسی رقم طراز ہیں:

درقرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا ﷺ از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وام کلثوم ورقیہ وزینب۔ (حیوۃ القلوب، ص ۸۲۳)

☆ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب فروع کافی کتاب العقیقہ باب فضل البنات مطبوعہ تہران جلد دوم صفحہ ۸۲ میں ہے۔

عن ابي عبدالله عليه السلام قال كان رسول الله صلى الله عليه وآله ابا بنات۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بھی کئی لڑکیوں کے باپ تھے۔

☆ جارود بن منذر جو لڑکی کی پیدا ہونے پر اسے معیوب خیال کرتا تھا تو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا۔

قد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا بنات۔

کہ رسول اللہ ﷺ بھی کئی لڑکیوں کے باپ تھے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۸ بحوالہ القول المقبول فی بنات الرسول ص ۶)

☆ القول المقبول فی بنات الرسول کے صفحہ ۲۰ پر شیعہ حضرات کی مشہور ترین کتاب "تحفۃ العوام" مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۱۲۳ اور "تہذیب الاحکام" جلد اول صفحہ نمبر ۲۸۴ کے حوالہ سے لکھا ہے:

اللهم صل على القاسم والطاهر ابنى نبيك اللهم صل على رقية بنت نبيك اللهم صل على ام كلثوم بنت نبيك والعن من اذى نبيك فيها۔

"اے اللہ رحمت فرما حضرت قاسم رضی اللہ عنہ طاہر رضی اللہ عنہ اپنے نبی ﷺ کے فرزندوں پر اور اے اللہ رحمت فرما حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے نبی ﷺ کی بیٹیوں اور لعنت کر ان پر جو ایذا دیتے ہیں تیرے نبی ﷺ کو ان کے بارے میں۔"

خیال رہے کہ مصنف تحفۃ العوام نے جو لکھا ہے اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ جو شخص رقیہ و ام کلثوم کو حضور سرور عالم ﷺ کی حقیقی بیٹیاں ہونے سے انکار کر کے سرکار ﷺ کو اذیت پہنچائے تو اے رب العزت اس پر لعنت کر۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض لوگ دانستہ طور پر ان حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے لایعنی تاویلات اور ناپختہ قیاس سے کام لیتے ہوئے اپنے باطل نظریات کو چھپانے کی خاطر یہ کہہ دیتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں نبی پاک کی سوتیلی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہا گیا ہے۔ حالانکہ سوتیلی بیٹیوں کے لئے قرآن مجید میں لفظ ربائب (ربیبہ کی جمع) استعمال ہوا ہے۔ بنات استعمال نہیں ہوا اور ارباب علم و دانش اس بات کو پوری طرح جانتے ہیں کہ کلام الٰہی کے سامنے انسانی قیاس کی کوئی وقعت نہیں اور حقیقت

کے سامنے مجاز کی کوئی حقیقت نہیں۔

فسانہ پھر فسانہ ہے حقیقت پھر حقیقت ہے   حقیقت کی حقیقت کو مٹایا جا نہیں سکتا

(خضر)

ہر ذی عقل کے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی صرف ایک صاجزادی حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کو تسلیم کرنا اور دیگر صاجزادیوں کا انکار کرنا ظلم عظیم ہے۔ وہ اس طرح کہ امت کی بیٹیوں کو آپ ﷺ کی بیٹیاں کہہ دینے میں کوئی خاص حرج نہیں کیونکہ وہ روحانی اولاد تو ہیں ہی مگر آپ کی اولاد کو غیر کی اولاد قرار دینا نعوذ باللہ اس اولاد کی بھی بے حرمتی و تنقیص ہے اور سرکار ﷺ کی حرم محترم کی بھی، اور خود نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی اذیت رسانی کا باعث ہے اور قرآن و حدیث کے ساتھ بھی مذاق ہے۔

قرآنی فیصلہ:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ   بلایا کرو انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے، یہ زیادہ قرین انصاف ہے اللہ کے نزدیک۔"

(پارہ ۲۱، سورہ احزاب، آیت نمبر ۵)

اس آیت مبارکہ میں دور جاہلیت کے ان قبیح رسم و رواج کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا متبنی بنا لیتا یا کسی یتیم کی پرورش کیا کرتا تو اسے ان کا باپ کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس عادت سے منع فرمایا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ "تم انہیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔" تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ احکم الحاکمین ایسی لڑکیوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں فرمائے جو دراصل حضور ﷺ کے خون سے نہ تھیں۔

معمولی سے معمولی شعور رکھنے والا غیرت مند انسان اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ کسی کی اولاد کو کسی غیر کی طرف منسوب کیا جائے تو اسے نہایت شدید دکھ پہنچتا ہے۔ اور وہ اس بات کو اپنے لئے غیر معمولی ہتک و توہین تصور کرتا ہے۔ وہ لوگ جو حضور ﷺ کی صاجزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اپنے اس بیہودہ نظریہ پر نظر ثانی کریں اور ایسی باتیں نہ کریں۔ جن سے حضور اکرم ﷺ کو اذیت پہنچے اور جو شخص حضور ﷺ کو اذیت پہنچاتا ہے وہ لعنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝

(پارہ ۲۲، سورۃ احزاب)

بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو، اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے دردناک عذاب۔

خیال رہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا اذیت ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک کو آپ سے جدا کر کے دوسروں کی طرف منسوب کیا جائے۔ (نعوذ باللہ منہا)



خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

اور اُمہاتِ المؤمنین رضی اللہ عنہن کا عقیدہ

انتخاب: انجینئر طاہر فاروق النورانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ مبارکہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللہِ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا:

نُعِیَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ فَبَکَتْ قَالَ لَا تَبْکِیْ فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِیْ لَا حِقٌّ بِیْ فَضَحِكَتْ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۹)

مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے تو وہ رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ روؤ۔ اس لئے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

اِنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ اَطْوَلُكُنَّ یَدًا فَاَخَذُوْا قَصْبَةً یَذْرَعُوْنَهَا وَكَانَتْ سُوْدَةُ اَطْوَلَهُنَّ یَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّمَا كَانَ طُوْلُ یَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ اَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ زَیْنَبُ

اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں کون سی بیوی کی آپ سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ یہ سُن کر امہات المؤمنین نے ایک دوسرے کے ہاتھ ناپے تو پتہ چلا کہ حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ

وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ۔

(بخاری ج ا ص ۱۹۱، مشکوۃ ص ۱۶۵)

ہونے سے مراد صدقہ دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب تھیں جو صدقہ دینے کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خبر پر کہ "میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملوگی" حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا خوش ہو کر ہنسنا اور اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرنا کہ ہم بیویوں میں سے کون آخرت میں سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر ایک دوسرے کے ہاتھ کا ناپنا ان سارے واقعات سے کھلم کھلا ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم ہے اور جو انہوں نے فرمایا ہے وہی ہو کر رہے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ

مُحَمَّدٌ قَائِمٌ لِلّٰهِ ذُوْ هِمَمٍ ● مُحَمَّدٌ خَاتِمٌ لِلرُّسُلِ كُلِّهِمِ

تمت القصيدة الشريفة المباركة المحمدية للإمام البوصيري رحمه الله تعالى

اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ

تعظیمِ اہلِ بیت علیہم السلام کے چند واقعات

انتخاب: حکیم پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری ☆

اب ہم اہل بیتِ نبوت کے چند واقعات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ صحابہ کرام اور دیگر سلف صالحین و بزرگانِ دین اہلِ بیتِ نبوت کی کیسی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تعظیم اہلِ بیت:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں فرمایا: یحییٰ ابن سعید انصاری عبید بن حنین سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا:

اِنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِیْ وَاذْهَبْ اِلٰی مِنْبَرِ اَبِیْكَ۔ یعنی میرے باپ کے منبر سے اترئیے اور اپنے باپ کے منبر پر جائیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَمْ یَكُنْ لِاَبِیْ مِنْبَرٌ۔ میرے باپ کا منبر نہیں تھا۔

اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔ میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا۔ جب آپ منبر سے اُترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہوا اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔ (الشرف المؤبد ص ۶۳)

اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں باتیں کر رہے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے تھے۔

☆ سجادہ نشین: بڑی خانقاہ بہاری شریف (ڈڈیال) ضلع میرپور آزاد کشمیر

ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس ہو گیا۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کیا بات ہے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا امیر المومنین! میں آیا تھا آپ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے تو میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ واپس آ گیا۔ انہوں نے فرمایا: آپ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ حقدار ہیں۔ ہمارے سروں کے بال اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی برکت سے اُگائے ہیں۔ (برکات رسول ص ۴۶۰)

عمر بن عبد العزیز اور تعظیمِ اہلِ بیت:

ابو الفرج اصفہانی عبید اللہ بن عمر قواریری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ ابن سعید نے سعید بن ابان قرشی سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن حسن رضی اللہ عنہم حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تشریف لے گئے وہ نو عمر تھے ان کی بڑی بڑی زلفیں تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا۔ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی ضرورتیں پوری کیں۔ جب وہ تشریف لے گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز کی قوم نے ان کی ملامت کی اور کہا کہ آپ نے ایک نو عمر بچے کے ساتھ اضافی ایسا سلوک کیا۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے معتبر آدمی نے بیان کیا گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سن رہا ہوں آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُسِرُّنِیْ مَا یُسِرُّھَا۔

یعنی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری لختِ جگر ہیں۔ ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا سبب ہے۔

اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے ضرور خوش ہوتیں۔ (برکات آل رسول ص ۲۶۱)

ہر سال حج کی سعادت:

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف "مسامرات الاخیار" میں اپنی سندِ مُتصل سے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ بعض متقدمین کو حج کی بڑی آرزو تھی۔ انہوں نے فرمایا: مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ بغداد شریف میں آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ پانچ سو دینار لے

کر میں بازار کی طرف نکلا تا کہ حج کی ضروریات خرید لاؤں ۔میں ایک راستے پر جا رہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی ۔اُس نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سیدزادی ہوں میری بچیوں کے لئے تن ڈھانپنے کا کپڑا نہیں ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا ہے ۔اس کی گفتگو میرے دل میں اُتر گئی میں نے وہ پانچ سو دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے گھر جائیں اور ان دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کریں ۔میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھ کو ایک سیدزادی کی امداد کی توفیق عطا فرمائی اور واپس آ گیا۔میں کئی سال حج کر چکا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس بار حج پر جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔دوسرے لوگ چلے گئے حج کیا اور واپس چلے آئے میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور انہیں مبارکباد پیش کر دوں ۔ چنانچہ میں گیا جس دوست سے ملتا اسے سلام کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کی بہترین جزا عطا فرمائے تو وہ مجھ سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھی حج قبول فرمائے ۔کئی دوستوں نے اسی طرح کہا اور جب رات کو سویا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی ۔آپ نے فرمایا لوگ تمہیں حج کی جو مبارکباد پیش کر رہے ہیں اس پر تعجب نہ کرو تم نے میری ایک کمزور اور ضرورت مند بیٹی کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس نے ہو بہو تجھ جیسا ایک فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرتا رہے گا۔

(برکات آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۶۳)

مجوسی کو ایمان نصیب ہو گیا:

شیخ عدوی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابن جوزی کی تصنیف ملتقط سے نقل کیا کہ بلخ میں ایک علوی قیام پذیر تھا۔اس کی بیوی اور چند بیٹیاں تھیں ۔قضاء الٰہی سے وہ شخص فوت ہو گیا۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ میں شماتت اعداء کے خوف سے سمرقند چلی گئی ۔میں وہاں سخت سردی میں پہنچی ۔میں نے اپنی بیٹیوں کو مسجد میں لے جا کر بیٹھا دیا اور خود خوراک کی تلاش میں نکل پڑی ۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں ۔میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ رئیس شہر ہے ۔میں اس کے پاس پہنچی اور اپنا حالِ زار بیان کیا۔اس نے کہا اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو ۔اس نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی ۔میں مسجد کی طرف واپس

چل پڑی۔ میں نے راستے میں بلند جگہ پر ایک بڈھا بیٹھا ہوا دیکھا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ محافظ شہر ہے اور مجوسی ہے۔ میں نے سوچا ممکن ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ میں اس کے پاس پہنچی اپنی سرگزشت بیان کی اور رئیس شہر کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اسے بھی بیان کیا اور اُسے بتایا کہ میری بچیاں مسجد میں ہیں اور ان کے کھانے پینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا اپنی مالکہ (یعنی میری بیوی) سے کہہ کہ وہ کپڑے پہن کر اور تیار ہو کر آجائے چنانچہ وہ آگئی اور اس کے ساتھ چند کنیزیں بھی تھیں۔ بوڑھے نے اپنی بیوی سے کہا اس عورت کے ساتھ فلاں مسجد میں چلی جا اور اس کی بیٹیوں کو اپنے گھر لے آ۔ وہ میرے ساتھ گئی اور بچیوں کو اپنے گھر لے آئی۔ شیخ نے اپنے گھر میں ہمارے لئے الگ رہائش گاہ مقرر کیا۔ غسل کا انتظام کیا ہمیں بہترین کپڑے پہنائے اور طرح طرح کے کھانے کھلائے۔

جب آدھی رات ہوئی تو رئیس شہر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور لواء الحمد رسولِ اکرم ﷺ کے سرِ انور پر لہرا رہا ہے۔ آپ نے اس رئیس سے اعراض فرمایا۔ اس نے عرض کیا۔ حضور آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَقِمِ الْبَیِّنَۃَ عِنْدِیْ اَنَّکَ مُسْلِمٌ۔ اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو۔

وہ شخص حیرت زدہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اس علوی عورت سے جو کچھ کہا تھا اسے بھول گیا۔ یہ محل جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے یہ اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت وہ عورت ہے۔

رئیس بیدار ہوا تو رو رہا تھا اور اپنے منہ پر طمانچے مار رہا تھا اس نے اپنے غلاموں کو اس عورت کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی تلاش میں نکلا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ عورت مجوسی کے گھر میں قیام پذیر ہے۔ یہ رئیس اس مجوسی کے پاس گیا اور کہا وہ علوی عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے گھر میں ہے۔ رئیس نے کہا اسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ رئیس نے کہا مجھ سے یہ ہزار دینار لے لو اور اسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا:

لَا وَاللّٰہِ وَلَا بِمِائَۃِ دِیْنَارٍ۔ قسم خدا کی ایسا نہیں ہو سکتا اگرچہ تم لاکھ دینار بھی دو۔

جب رئیس نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ نے اس سے کہا جو خواب تم نے دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل تم نے دیکھا وہ واقعی میرا ہے تم اس لئے مجھ پر فخر کر رہے ہو کہ تم مسلمان ہو۔ بخدا وہ علوی خاتون جیسے ہی ہمارے گھر میں آئیں ہم سب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ ان کی برکتیں ہمیں حاصل ہو چکی ہیں۔ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

هٰذَا الْقَصْرُ لَكَ وَلِاَهْلِكَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِيَّةِ وَاَنْتُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

چونکہ تم نے اس علوی خاتون کی تعظیم وتکریم کی ہے۔ اس لئے یہ محل تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے۔ اور تم جنتی ہو۔

(برکات آل رسول ص ۲۶۷)

سید عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سید شریف نے حضرت خطاب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف الجیرہ نے ایک سید کو مارا تو اسی رات خواب میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ اس سے اعراض فرما رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا:

تَضْرِبُنِيْ وَاَنَا شَفِيْعُكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں۔

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَمَا ضَرَبْتَ وَلَدِيْ۔

کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟

اس نے عرض کیا ہاں! فرمایا:

مَا وَقَعَتْ ضَرْبَتُكَ اِلَّا عَلٰى ذِرَاعِيْ هٰذَا۔

تیری ضرب میری ہی کلائی پر پڑی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس پر ورم تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔ (برکات آل رسول ص ۲۶۷)

دل کی بات پر بھی گرفت:

علامہ مقریزی فرماتے ہیں مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمری نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود عجمی کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے گورنر تھے۔ وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمن طباطبی مؤذن کے گھر تشریف لے گئے۔ ان سے اجازت طلب کی وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو انہیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ انہیں اندر لے گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمن کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھے۔ سب لوگ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرما دیجئے۔ انہوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کر دوں؟ انہوں نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ یعنی ملک ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟ رات کو میں سویا تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا:

يَا مَحْمُوْدِ تَانِفُ اَنْ تَجْلِسَ تَحْتَ وَلَدِیْ۔ محمود! تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے۔

یہ سن کر حضرت سید عبدالرحمن رو پڑے اور کہا جناب میں ایسا کہاں ہوں کہ رسول اکرم ﷺ مجھے یاد فرمائیں۔ یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے۔ (برکات آل رسول ۲۶۹)

تعظیم آلِ رسول سے متعلق اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک ایمان افروز واقعہ رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کے الفاظ میں سماعت فرمائیں۔

امام اہل سنت اور تعظیم اہل بیت:

امام اہلسنت کی سواری کے لئے پالکی دروازے کے سامنے لگا دی گئی تھی۔ سینکڑوں مشتاقانِ دیدار انتظار میں کھڑے تھے۔ وضو سے فارغ ہو کر کپڑے زیب تن فرمائے۔ عمامہ باندھا

اور عالمانہ وقار کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرۂ انور سے فضل وتقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دلکشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بے خودی کا عالم طاری تھا۔ گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبانِ شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا۔ پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی۔ آگے پیچھے، داہنے بائیں نیازمندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔ پالکی لے کر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ امام اہل سنت نے آواز دی۔ "پالکی روک دو۔"

حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔ اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا: "آپ لوگوں میں کوئی آلِ رسول تو نہیں ہے؟ اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتائیے۔ میرے ایمان کا ذوقِ لطیف "تن جاناں" کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ اِس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ بے نوائی، آشفتہ حالی اور گردشِ ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا۔ "مزدور سے کام لیا جاتا ہے، ذات پات نہیں پوچھا جاتا۔ آہ! آپ نے میرے جدِ اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔ سمجھ لیجئے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشامِ جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا۔ اس لئے آلِ رسول ہونے سے انکار نہیں ہے لیکن اپنی خانماں برباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چند مہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوں کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعۂ معاش بناؤں۔ پالکی اُٹھانے والے مزدوروں سے رابطہ قائم کرلیا ہے۔ ہر روز سویرے ان کے جُھنڈ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصہ کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں پہنچ جاتا ہوں۔ ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دو۔ لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔ ہائے غضب ہوگیا جن کے نقشِ پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔ ان کے کاندھے پر میں

نے سواری کی۔قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا کہ "احمد رضا کیا میرے فرزندوں کا دوشِ نازنین اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اُٹھائیں؟" تو میں کیا جواب دوں گا۔اس وقت بھرے میدانِ حشر میں میرے ناموسِ عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگی۔

آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے بالکل اُسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام سیدزادے کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشا دیکھتے رہے۔یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امامِ اہلِ سُنّت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔چونکہ راہِ عشق میں خونِ جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے۔اس لئے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ جبھی ادا ہوگا کہ تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے کاندھے پر اُٹھاؤں۔اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔وفورِ اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں۔ہزار انکار کے باوجود آخر سیدزادہ کو عشقِ جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار سے لگ کر اپنے علم و فضل، جبہ و دستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودیٔ حبیب کے لئے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کر رہا تھا۔

شوکتِ عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے کدورتوں کا غبار چھٹ گیا، غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی مان لینا پڑا کہ آلِ رسول کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت و اخلاص کا یہ عالم ہے رسول کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اہلِ انصاف کو اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں ہوا کہ نجد سے لے کر سہارنپور تک رسول پاک ﷺ کے گستاخوں کے خلاف احمد رضا کی برہمی قطعاً بجانب ہے۔

صحرائے عشق کے اس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں مٹا سکتا۔وفا پیشہ دل کا یہ غیظ ایمان کا بخشا ہوا ہے نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل　　گل سے چمن، چمن سے صبا اور صبا سے، ہم

وصلی اللہ تبارك و تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم۔ وعلی اله واصحابه واهل بیته اجمعین۔ بر حمتك یا رحم الراحمین۔

فکرِ بنات ☆

علامہ سید ریاض حسین شاہ

اعلیٰ انسانی اقدار کو بحال کرنے والی وہ کامیاب اور فیض بخش تحریک جس کا آغاز محسن کائنات حضرت محمد ﷺ نے دعوت نور رساں سے کیا مرد اور عورت ہر دو کی مخلصانہ کوششوں سے مزین دکھائی دیتی ہے تحریک حق کو پہلے مرحلہ پر ہی شدائد و کرائب کی آندھیوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جس طرح مالی اور جانی مدد فراہم کی وہ تاریخ کے طالب علم سے پوشیدہ نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ اسلامی تحریک کا وہ پہلا "قوام" جو خوشحال مستقبل کی مضبوط اساس ثابت ہوا، اس میں رسول اللہ ﷺ پاکیزہ شباب، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متین تجربات، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا معصوم بچپنا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عفت آراء نسوانیت بہترین عنصر ہے اس وقت ایک بار پھر انسانوں کو یہ بنیادی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ عورت ام المومنین کے نقش پر چلتے ہوئے ان اصولوں اور تعلیمات کی شمع خود روشن کرے۔ جس کی ضیاء اور نور میں "اسلام" اپنے بھرپور اور جامع نظام سے انسانیت کی تقدیر بدلنے میں کامیاب ثابت ہو سکے۔ یہ بات بغیر کسی شک کے کہی جا سکتی ہے کہ عورت جب تک "غلبہ اسلام" کے لئے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرے گی انقلاب حق کے راستے ہموار نہیں ہو سکیں گے۔

وہ عورت جس کے سینے میں ملت کی زبوں حالی کا گہرا درد ٹیسیں مار رہا ہو اور اس کے دماغ میں رسول اللہ ﷺ کی امت کی عالمگیر شکستگیاں طوفان اٹھا رہی ہوں یقیناً وہ ہر قیمت پر چاہے گی کہ سفینہ ملت بحر اضطراب سے کسی نہ کسی طرح ساحل آشنا ہو۔ اس راہ میں حضور ﷺ کے غلام مردوں کی طرح عورت کو بھی جو قربانیاں دینی پڑیں گی وہ اس سے دریغ نہیں کرے گی۔

☆ یہ مضمون اگرچہ براہ راست حضرت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے فضائل کے حوالے سے تو نہیں لکھا گیا مگر اسلام کی غرض و غایت، معاشرے کی بہو بیٹیوں کی زندگی کو سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی تعلیمات کا نور عطا کرنا ہے اس لئے ہم نے اس مضمون کو حضرت شاہ صاحب مدظلہ کے شکریہ ساتھ اس نمبر کی زینت بنایا ہے۔ (ادارہ)

موجودہ حالات میں فکری اور عملی نقطہ نظر سے مسلمان جس بے حسی جمود اور نظریاتی بے راہ روی کا شکار ہیں شاید مسلمانوں کی تاریخ میں ایسا موقع کبھی نہیں آیا۔ مغرب زدہ کلمہ گو، مادہ پرست مفکرین، جدت گزیدہ علماء، شیطان خو مجتہدین اور کفر خواہ قائدین جہاں اسلامی روایات اور اصولوں کی بری طرح تلپٹ کر رہے ہیں وہاں ان کی کوشش ہمیشہ ہر دم اس ڈگر پر رہتی ہے کہ اسلام پر دل و جان سے فدا ہونے والے سادہ دل مسلمانوں کے افکار و عقائد کو برباد کیا جائے۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ غلیظ پروپیگنڈہ عورتوں میں کیا جا رہا ہے اور اس کا نظریاتی اعتقادی اور عملی ناطہ اسلام سے توڑنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جا رہا، کہا جاتا ہے کہ اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ مرد کی نسبت کم رکھا ہے۔ کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ شریعت میں عورت اور مرد کی گواہی برابر قرار نہیں دی گئی اور کبھی یہ کہ عورت اور مرد کی دیت میں فرق کیوں ہے اور بعض جذباتی لوگ تو خدائی حکمتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عورت اور مرد کے درمیان حائل تمام نفسیاتی، عملی اور طبعی بنیادوں کو منہدم کر کے عورتوں میں سستی شہرت کے حصول کے لئے خدا کی ناراضگی تک مول لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ تند اور تیز تقریروں اور فاسد ہڑتالوں سے خدائی قانون کے ابدی اور اٹل دفعات کو تھوڑا ہی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت ہماری قوم گر رہی ہے ہمارا کردار مجروح ہو چکا ہے ہمارے دانش کدوں اور تربیت گاہوں میں دانش و بینش اور خیر و صلاح داموں کے عوض بکتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں بھی "رشوت اور سفارش" کا مہلک مرض بری طرح سرایت کر گیا ہے۔ اس قوم کا کیا بنے گا جس کے ہاں ریلوے کا ٹکٹ بھی واقفیت شناسائی اور رشوت کے بغیر نہ ملتا ہو۔

ان حالات میں اپنی گرتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی قوم کا آخری سہارا نئی نسل کے نوجوان اور "خواتین" ہیں اور اگر ہم غلطی نہیں کھاتے تو اسلامی تحریک کا ثمر بار انقلاب بھی دو رخ رکھتا ہے ایک گھر کے اندر جہاں انقلاب کی ضمانت "عورت" دے سکتی ہے اور دوسرا گھر سے باہر جہاں انقلاب کی گھنٹی نوجوان بجا سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے کا نصف حصہ عورتوں پر مشتمل ہے اور مردانہ معمولات سے لبریز سوسائٹی کی ریڑھ کی ہڈی بھی "عورت" ہی ہے لیکن ستم یہ ہے کہ اس کی تربیت کے لئے نہ تو ہم نے قومی سطح پر اور نہ ہی دینی سطح پر مناسب اور فعال لائحہ عمل ترتیب دیا۔ جس معاشرہ کی اسی فیصد خواتین

اسلام کی بنیادی تعلیمات سے عاری ہوں وہاں مصطفوی انقلاب، نظام مصطفیٰ ﷺ اور اسلام ایسے عالی اور نور آفرین نظریات کی بالادستی کیسے قائم ہو، قومی زندگی کا یہ وہ گوشہ ہے جسے آباد کرنے اور منور کرنے کی اولین ضرورت ہے۔ زعمائے ملت نے اگر اس طرف توجہ نہ دی تو شاید یہ ناممکن نہ ہو کہ مشرق مغرب بن جائے اور پھر شرافت اور حیا کی بیٹیاں تھور بن کر قوم کی جڑوں میں بیٹھ جائیں۔

اسلام نے "انقلاب" کے لئے عورت کو جتنی اہمیت دی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ قرآن حکیم نے رسول کریم ﷺ کے ماننے والوں کو "امت" سے تعبیر کیا اور امت "ام" سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ماں ہوتا ہے۔ کیا اس کا صاف یہ معنی نہیں۔ کہ حضور ﷺ کا پیغام اس وقت تک انقلابی سطح پر موثر نہیں بنایا جا سکتا۔ جب تک کہ قوم کی عورتوں کو پاکیزہ، تقدیر بدل، اور ملی سوچ کا حامل نہیں بنا دیتے۔ یہاں پہنچ کر مسلم خواتین کو بھی سوچنا ہوگا کہ انہیں کتنے بڑے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ جتنی بڑی نعمت کسی کو ملے اتنا ہی اس پر شکر واجب ہوتا ہے اس وقت مسلم خاتون بھی مردوں کی طرح عجیب سی صورتحال کا شکار ہے۔ غیر مسلم مفکرین نے عورت کو بنیادی ذمہ داریوں سے بے گانہ بنا دیا ہے۔ اباحیت، عریانیت، فحاشی، آزاد خیالی، سطحیت، بے فکری ایک عذاب بن کر خواتین کو چمٹ گئی ہے۔

ہماری قوم کو ممتا کی باعث اقدار گود سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ایک مغربی مفکر نے کہا تھا۔ کہ ماں جتنی بڑی ہوتی ہے بیٹا اتنا ہی عظیم پیدا ہوتا ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ ہوتو شبیر رضی اللہ عنہ کیسے پیدا ہو، ماں عظیم نہ ہوتی تو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنتے، طارق بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کیسے رقم کرتے، انقلاب کی خشت اول گھر ہوتا ہے اور گھر کی تقدیر عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے چاہے تو وہ ماحول کو پیرس کی گلی بنا دے اور چاہے تو مدینہ کا ماحول گھر کھینچ لائے۔

قوم کی بیٹیوں اور ملت کی ماؤں سے ہمارا سوال ہے، ہماری التجا ہے، درخواست ہے اور درد مندانہ اپیل کہ وہ سوچیں اور خوب سوچیں کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیا ہے یا ان کی تخلیق کا بھی کوئی مقصود ہے ہم سمجھتے ہیں کہ "قیام دین" کے لئے منزل محبت کی طرف رواں دواں رواں "خواتین" کی سنجیدہ اور متین جدوجہد کے بغیر عافیت کے ساتھ گوہر مقصود حاصل نہیں کر سکتا۔

قوم کی بیٹیو!

تم سے ملت کا مستقبل وابستہ ہے۔

تمہاری آغوش سے فلاح امت کی صبحیں پھوٹ سکتی ہیں۔

تمہاری غیرت ارتقاو بقا کی تاریخ رقم کر سکتی ہے۔

تمہارا حیا زندگی کے سمندر میں پاکیزگی کا تلاطم پیدا کر سکتا ہے۔

تمہارا درد مند سینہ اپنے دمِ جستجو اور نفس کفر سوز سے ملی صفیں منظم کرنے میں وقیع کردار ادا کر سکتا ہے۔

تمہاری راتوں کے جگراتے قوم کا مقدر جگا سکتے ہیں۔

تمہاری مصیبتیں
تمہاری تکلیفیں
تمہارے مصائب
تمہارے کرائب
رنگ لا سکتے ہیں
نور کی کہکشاں سجا سکتے ہیں
رحمتوں کی برکھا لا سکتے ہیں
تم سمٹ جاؤ
تو
قوم پھیل سکتی ہے
تم
گھر میں ذمہ داری سنبھالو
تو قوم ارض وسما پر غلبہ پا سکتی ہے
میری بہن!
تو مغرب کی بیٹی نہیں
مشرق کی عزت ہے
تیرے سر پر فرنگ کا سایہ نہیں
گنبد خضرا کی چھاؤں ہے

تیری زندگی کا مقصد تعیش نہیں زندگی ہے

زندگی برائے زندگی ہے　　زندگی برائے بندگی ہے

تیرے دماغ کے فطری خطوط سے دنیاپرستی نہیں خداپرستی کی جھلک سامنے آنی چاہیے۔

قوم کے حسین خوابوں کی تعمیر تو ہے

مشتاقان جمال نبوی کی تنویر تو ہے

تصویر کائنات کا رنگ تیرا وجود ہے

تیری گود

تیری مہد

تیری آغوش

تقدیر ہے اور حوصلہ

عزم ہے اور جہاد

تیرے پاس کیا نہیں

اے بنت امت! کیا یہ کافی نہیں

کہ تیرے شجرہ تربیت میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام آتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ آتی ہے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حوالہ ملتا ہے، زینب رضی اللہ عنہا کی شجاعت ابھرتی ہے۔

حوا تو ہے

مریم تیرا نام ہے

تقدیس تو تھی اور

تربیت تیرے دم سے تھی

کہاں گئی عفت

کہاں گئی عصمت

کہاں گیا ولولہ تعمیر

اور کہاں چھوڑا حسن حیا

معاف!

معاف!

اور معذرت صد معذرت!

مجھے تلاش ہے میری تاریخ کی

اور میری تاریخ تیرے ہاتھ میں ہے

میری بہن! قوم گیند نہیں ہوتی اور ملت عطر دان نہیں ہوتی

ہو چکا جو ہونا تھا۔ کرلیا جو اغیار نے کرنا تھا اب باطل کا دور نہیں نور کا زمانہ ہے

اب مغرب کالات و منات نہیں چلے گا الہ ہوگا، خدا ہوگا حضور ﷺ ہوں گے حیا ہوگا باخدا ہوگا۔

اٹھ اپنا کردار ادا کر

ان کاموں سے بچ جن سے رسول خدا ﷺ نے منع کیا ہے

تو تحریک مصطفوی کی نیک دل اور جانباز کارکنہ ہے

تجھے دنیائے کفر کی بے لگام خواتین کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہیے۔

دین دشمن تحریکوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیے۔ بھکے افکار اور الجھی سوچوں کے دھاروں پر نہیں چلنا چاہیے تیری زندگی کا اپنا منشور ہے۔ تیرا اپنا ایک نظام حیات ہے۔

تیرے پڑھنے کے لئے اپنی ایک کتاب ہے، تیری قیادت کے لئے تیرے اپنے رسول ﷺ ہیں، تیری اپنی ایک تہذیب ہے، تیرے تمدن کا اپنا ایک بانکپن ہے۔

گھروں کی اونچی اونچی دیواریں تیری قید کی علامت نہیں۔

تیری عظمت کی دلیل ہیں۔ حیا کی چادر قدامت نہیں پاکیزگی کی برہان ہے تیری دبی دبی آواز بزدلی نہیں عصمتوں کا وقار ہے تیری جھکی جھکی پاک نگاہی تہذیبی سرقہ نہیں تمدن کی اصلاح ہے۔ بچوں میں رہنا تیرا بچپنا نہیں ملت کی رگ تقدیر میں خون حیات ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی! عائشہ رضی اللہ عنہا کی لخت جگر!

جب تک سورج طلوع نہ ہو دن نہیں چڑھتا۔ جب تک عورت نہ سلجھے رونق ہستی ماند رہتی ہے۔ تو سلجھے تو دنیا جنت بداماں تو الجھے تو عقبیٰ نار بداماں۔

زشام مابروں آور سحر را به قرآں، باز خواں اہل نظر را
تومی دانی که سوز قرات تو دگرگوں کرد تقدیر عمر را

اسلام کی تاریخ میں بلاشبہ عورتوں کے نیک جذبوں، پاکیزہ امنگوں، ستھری سیرتوں اور عفت مآب کرداروں نے انقلاب بپا کیا۔ وہ بھی عورت تھی جس نے فرعون کے گھر صداقت وحریت کا نعرہ آتشیں لگایا اور قرآن حکیم نے قابل رشک انداز میں اس کا ذکر کیا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۙ

(سورۂ تحریم ۱۱)

اور اسی طرح اللہ نے اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال پیش فرمائی۔ جب کہ اس نے دعامانگی اے میرے رب! بنا دے میرے لئے اپنے پاس ایک گھر جنت میں اور بچالے مجھے فرعون اور اس کے (کافرانہ) عمل سے اور مجھے اس ستم پیشہ قوم سے نجات دے۔

اور وہ بھی عورت تھی جس نے اپنے سوز قرات قرآن سے عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر کو دگرگوں کر دیا۔

کربلا کی تاریخ جور وستم میں حوصلوں کے جو چراغ زینب رضی اللہ عنہا نے روشن کئے ان کا نور وسرور الفاظ میں سمونا از بس دشوار ہے۔

میری بہنو! تم میں سے بہت سی خوش بخت خواتین ایسی ہیں جن کے نام ان کے والدین نے بڑی عقیدتوں سے عائشہ رضی اللہ عنہا و فاطمہ رضی اللہ عنہا رکھے ہیں۔

اگر آپ مغرب کی ڈمپی نہیں۔
روزی نہیں
اور
چمپا نہیں
رومان نگر کی اگر آپ لیلیٰ نہیں
ناگن نہیں

ہرنی نہیں

بلکہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا ہو

عائشہ رضی اللہ عنہا ہو

خدیجہ رضی اللہ عنہا ہو

حلیمہ رضی اللہ عنہا ہو

زینب رضی اللہ عنہا ہو

اسما رضی اللہ عنہا ہو

عاتکہ رضی اللہ عنہا ہو

حفصہ رضی اللہ عنہا ہو

اور

سودا رضی اللہ عنہا ہو

توہمیں تلاش ہے ان ماؤں کی جن کے لہجوں میں قرآن کا غنا ہو......!!

جن کے ماتھوں میں سجدے تڑپ رہے ہوں......!!

جن کی آوازوں میں حق وحقیقت کی بجلیاں ہوں......!!

جن کے ہاتھوں پر ملت سازی کے لئے دعاؤں کا رعشہ ہو......!!

جن کی رات سوز عبادت میں گزرتی ہو......!!

اور......

جن کے دن گھر کو تشکیل ملت کا گہوارہ بنانے میں بسر ہوتے ہوں......!

ہمیں ضرورت ہے ایسی بہنوں کی جو اپنے ویروں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کریں......!!

ان کی زبانیں رجز خواں ہوں، باقرآں ہوں، اور حدی خواں ہوں

اور یہ بھی کہ وہ اپنی عصمتوں کی حفاظت میں تیغ براں ہوں

مولا!

اس ماں پر میری نسل فدا ہو جائے۔ جو مجھے پھر سے صلاح الدین ایوبی دے، طارق بن زیاد دے، محمد بن قاسم دے پاں اور پھر مجھے میری تاریخ دوبارہ مل جائے میری عزت بحال ہو جائے۔

ملت اسلامیہ باعروج ہو جائے اور کفر کے کانچ محل گر جائیں۔

اقبال نے کیا خوب کہا:

اگر پندے ز درویشے پذیری ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوش شبیرے بگیری

ہمیں شناخت چاہیے
یہ سڑک پر کون جا رہا ہے
حیا کی چادر پھاڑ کر
غیرت کا جنازہ نکال کر
ناز عفت کا آبگینہ توڑ کر
شرم کا جامہ اتار کر
خاوند سے بگڑ کر
بھائی سے الجھ کر
باپ سے ٹھن کر
ماں کو سادگی کا طعنہ دے کر
خالق کو بھول کر
مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول کر
اتنی بے باکی
اتنی بے کشی اور دیدہ دلیری
الحفیظ والامان
میرے اللہ!

آگ لگ جائے اس قانون کو جس نے مونث کو مذکر بنا دیا اور مذکر کو مونث بنا دیا دانش کدے بدتمیزی کے طوفان اٹھانے لگے۔ خیر شر ہونے لگی اور شر کا نام خیر ڈالا جانے لگا عورت اور

مرد مخلوط ہوئے تو زبان شیطان نے کلچرڈ ہونے کا لقب گھڑا۔

لوگو! پرانے ہو جاؤ اتنے پرانے کہ دورِ مصطفیٰ ﷺ پھر لوٹ آئے۔ تمہاری بچیاں اور بیٹیاں بہوئیں اور بہنیں باحیا ہو جائیں اور باخدا!!!

میں تو سوچتا ہوں کہ کہیں ایسے تو نہیں کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کو "یَآ اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" چادر والے نبی کہہ کر اس لئے پکارا ہو کہ کسی کی بیٹی کہیں اتباع کی آڑ میں چادر نہ اتار پھینکے اگر حضور ﷺ کا حسن بھی "مزمل" میں پنہاں ہے تو بنات ملت کا حسن چادر، چار دیواری اور پردہ وحجاب ہی میں مضمر ہے۔ اقبال علیہ الرحمۃ اسی نکتہ کو بڑے حسین اسلوب میں ادا فرماتے ہیں:

جہاں تابی زنور حق بیا موز! که او باصد تجلی در حجاب است

عورت سورج ہے اور آفتاب!! دیا نہیں، چراغ نہیں کہ جو جدھر چاہے ادھر لے جائے عورت سورج ہے، چاند ہے، کہکشاں ہے جو نور بھی دیتے ہیں اور اپنی تجلی سے صد تاریکیوں کے پردے چاک بھی کرتے ہیں لیکن اپنا محل، اپنا محور اپنی منزل اور اپنا مقام نہیں بھولتے اور نہیں چھوڑتے ایک اور بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے خدا اور اللہ نے عورتوں کو اجنبیوں کے سامنے آراستہ ہو کر پیش ہونے سے منع فرمایا۔ ارشار باری ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اے محبوب! مومن عورتون سے فرمائیے! کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں البتہ اس سے جو خود ظاہر ہو جائے مضائقہ نہیں۔

(النور:۳۱،۱۸)

انہیں چاہیے کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیوں کی بکل رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ ہونے دیں۔

میری بہن! زینت بری چیز نہیں۔ اچھا پہننا اور اچھا کھانا جرم نہیں۔ جرم تو حسین تصورات کی بستیوں میں بے راہروی کی آگ روشن کرنا ہے۔

جذبات کے ٹھہرے سمندروں میں جنس پرستی کا ہیجان پیدا کرنا ہے حسن سیرت کے نازک آبگینوں سے جمال حیات نچوڑ لینا ہے۔ بلاشبہ مرد جس وقت بھوکا ریچھ بن جائے اور عورت اپنی

زینت کھول کر متاع بازار بن جائے تو معاشرہ کی پاکیزگی کی ضمانت فراہم نہیں کی جاسکتی یہ کہنا بھی بجا کہ اعمال میں نیتوں کا بڑا دخل ہوتا ہے۔لیکن اعمال کی دنیا میں صرف نیتیں ہی کام نہیں کرتیں بلکہ سعی وکسب کا بھی بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔بے کردار معاشرے دراصل برے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ وگرنہ فطرت بذات خود حسن نیت کی ذہنیت رکھتی ہے۔قرآن حکیم کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ:

لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ

انہیں چاہیے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں

زینت صرف بالوں کے انداز نہیں

زینت صرف ملبوسات کے ڈیزائن نہیں

زینت صرف آرائش کے قرینے نہیں

زینت صرف زیورات کی چمک نہیں

زینت صرف خوشبوں کی مہک نہیں

چہرہ زینت

بدن زینت

دست زینت

قدم زینت

عورت کا ہر جزو زینت

اور صنف نازک،سرتاقدم زینت

بہنو سنئے!

کہ عورتوں کو مناسب نہیں کہ وہ اپنی زینت ظاہر کریں

دوپٹے،چادریں لباس اور برقعے پردہ کے لئے ہوتے ہیں۔ستم یہ ہے کہ انہیں ہی اگر زینت بنادیا جائے تو کیا اللہ کو راضی رکھا جاسکتا ہے!

بال کاٹ کر!

دوپٹہ گلے میں لٹکا کر!

لباس جسم سے چمٹا کر!

زیور بدن پر سجا کر!

اور پھر گلی گلی، چمن چمن، سمن سمن چلنے کے ایسے انداز کہ گھوڑوں کی ٹاپ بھی مات کھا جائے سنو اور غور سے سنو!

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۚ (النور:۳۱،۱۸)

یہ عورتیں زمین پر ایسے زور سے قدم نہ رکھیں کہ (آواز سے) ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے۔

نرم گوئی، نرم خوئی

نرم مقالی، نرم خیالی

اور

لہجوں کا دھیما پن

نظروں کی لجاجت

لے کی مٹھاس

نرم دم گفتگو اور گرم دم آہنگجو

حسن سیرت کا ایک پہلو ہے۔ جمال اخلاق کی ایک جہت ہے ہر جگہ پسندیدہ ہے، ہر شخص اسے اچھی نظر سے دیکھتا ہے لیکن مرد، مرد سے اور عورت، عورت سے اخلاق کا یہ فلسفہ اپنا سکتا ہے لیکن اس کے برعکس کسی عورت کو اگر مرد سے گفتگو مقصود ہو تو لہجے میں تھوڑا سا تناؤ آجانا چاہیے اور قیل وقال میں تھوڑی سختی تاکہ دل جنس پرستی کے مریض سے بچ جائیں۔

قرآن حکیم کی صریح ہدایت ملاحظہ ہو:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ (الاحزاب:۳۲)

پس لہجے میں نرمی نہ ہو تو کہیں کوئی دل کا مریض طمع خام میں نہ مبتلا ہو جائے۔

عورتوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ متاع خام نہیں۔ انبیاء ومرسلین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ ملت پرور ہیں، اور قوم ساز یہی وجہ ہے کہ مسلمان اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ عورت حکمران نہیں ہوتی۔

ملی اقدار کی پاسبان ہوتی ہے

عورت دہلیز نہیں ہوتی
چرخ ملت کا رخشندہ ستارہ ہوتی ہے
عورت جیبی گھڑی نہیں ہوتی
ملی ترقی اور عروج کا معیار ہوتا ہے
عورت دستی چھڑی نہیں ہوتی
بدی کو ختم کرنے کا زبردست اسلحہ ہوتا ہے
عورت روزن سے نکلنے والی روشنی نہیں ہوتی
آفتابوں اور مہتابوں کو لوری دینے والا آسمان ہوتا ہے
عورت ملت سوز بھی ہو سکتی ہے اور ملت ساز بھی
عورت نور آفرین بھی ہو سکتی ہے اور نار آگیں بھی
عورت رحمت پرور بھی ہو سکتی ہے اور زحمت بداماں بھی
عورت لطافت گل بھی بن سکتی ہے اور خلش خار بھی

جہاں را محکمی از امہات است نہاد شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را قومے نداند نظام کار و بارش بے ثبات است

ذمہ داری کے اعتبار سے خواتین مردوں پر سبقت رکھتی ہیں
خود سیکھنے کا بوجھ
تعمیر اخلاق کی محنت
امور خانہ داری کی مشقت
صلہ رحمی کے لئے ماحول سازی کی فکر
سکھانے اور تربیت دینے کا بار
خانہ کشی کے لئے فکری دماغ سوزیاں

ظاہر ہے یہ وہ کلفتیں ہیں جن سے دل اور دماغ سکون میں نہیں رہتے اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ عورت مرد کی نسبت زیادہ روحانیت کی حامل ہوتا کہ اسے اطمینان قلب حاصل ہو سکے۔ اس عظیم مقصد کے لئے ضروری نہیں، خواتین جنگل جنگل پھرنے لگ جائیں اور روحانیت کے نام

پر حیا کی چادر پھاڑ ڈالیں۔ رسالتماب ﷺ کی شریعت میں یہ کسی کے مزار پر بھی نہیں جا سکتیں۔
روحانیت کے لئے قرآن مجید نے کتنا خوبصورت نسخہ تجویز فرمایا:

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ؕ

اور قائم کرتی رہو نماز اور دیتی رہو زکوٰۃ اور فرماں برداری کرتی رہو اللہ اور اس کے رسول کی۔ (الاحزاب: ۳۳)

اکتساب فیض کرنا برا نہیں۔
طلب نوا میں بے تاب رہنا مذموم نہیں
شریعت کی پابندیاں قبول کرتے ہوئے
خواتین مردوں سے زیادہ دین مبین کی خدمت کر سکتی ہیں
تکمیل دین
تطہیر اخلاق
تزکیہ باطن
صفائے قلب
اکمال دعوت
تسلیم جان
قیام صرف
انفاق مال
اور کثرت ذکر
میں مردوں اور عورتوں کی یکساں ذمہ داریاں ہیں
قرآن مجید نے کس ولولہ آفرین انداز میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی صفات حسنہ گنی ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ

بلاشبہ اسلام کا کام کرنے والے مرد اور اسلام کا کام کرنے والی عورتیں، ایمان رکھنے والے مرد اور ایمان رکھنے والی عورتیں، تابع داری

وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۝

(الاحزاب:۳۵)

کرنے والے مرد اور تابع داری کرنے والی عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صابر مرد اور صابرہ عورتیں، ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، شرمگاہوں کے محافظ مرد اور شرمگاہوں کی محافظ عورتیں کثرت سے اللہ کو یاد رکھنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کو یاد رکھنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے تیار کر رکھا ہے بخشش کا سامان اور اجر عظیم۔

بنات امت! آؤ مل کر عہد کریں!

کہ ہماری زندگی میں حب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع فروزاں رہے گی

راہ حق میں ہماری آرزومندیوں کے نغمے بے سر نہیں ہوں گے

تب وتاب جاودانی ہماری حیات مستعار کا منشور رہے گا

ہم اپنے سچے جذبوں سے عفت وعصمت کے آبگینے ٹوٹنے نہیں دیں گے

طہارت اور پاکیزگی ہماری میراث ہے اسے ہم ہر صورت میں قائم رکھیں گے۔

ہماری منزل ہمارا اللہ ہوگا.......... ہمارے رہبر مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے

ہماری سانسیں.......... ہمارے دلوں کی دھڑکنیں

ہمارا سوز وساز آرزومندی..........

ہمارا جینا.......... ہمارا مرنا

ہماری کوشش.......... ہماری محنت بس اسی لئے ہوگی کہ

کہ دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل محمد وبارك وسلم وصلی علیه وعلیٰ اصحابه اجمعین۔

حضرت سیّدہ کائنات رضی اللہ عنہا

جنت البقیع میں

مؤلفین: انجینئر حاتم عمر طٰہٰ، ڈاکٹر محمد انور البکری ۔۔۔۔ ترجمہ: محمد عابد عمران انجم

منفرد عنوان کی کتاب "بقیع الغرقد" المعروف جنت البقیع میں اہل بیت نبوی، صحابہ کرام، تابعین کرام کی قبور کی تصاویر کا بیان ہے اور ان کے مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ زیر نظر مضمون اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ اس کے مطالعے سے قارئین کرام کو روحانی لطف وحظ حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (محبوب قادری)

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ جنت البقیع میں چند قبریں ہی معروف ومشہور ہیں اور ان کی معرفت نسل در نسل اہل مدینہ کے تواتر سے ثابت ہے۔ آئندہ اوراق میں ہم ان معروف قبروں کا تذکرہ کریں گے اور اس کی ترتیب دور حاضر میں مسجد نبوی شریف کے بالمقابل جنت البقیع کے مغربی دروازے سے داخل ہونے کی بنیاد پر ہوگی۔

ا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادیوں کی قبور:

جنت البقیع کے مرکزی دروازے سے داخل ہونے کے بعد بالکل سامنے تقریباً تیس میٹر کے فاصلے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تین صاحبزادیوں کی قبریں ہیں۔ ان قبروں اور مین گیٹ کے درمیان صرف ایک صحن ہے۔

صاحبزادیوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

۲۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا۔

۳۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

فرماتے ہیں:

جب سیدہ زینب بنت رسول رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "الحقی بسلفنا الصالح الخیر: عثمان بن مظعون "فبکت النساء، فجعل عمر رضی اللّٰه عنه یضربهن بسوطه۔ فأخذ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بیده وقال: "مهلًا یا عمر" ثم قال صلی اللّٰه علیه وسلم: "ابکین، وایاکن و نعیق الشیطان" ثم قال صلی اللّٰه علیه وسلم: "انه مهما کان من العین والقلب فمن اللّٰه عزوجل و من الرحمة وما کان من الید واللسان فمن الشیطان۔"

"ہمارے بہترین سلف صالح عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے مل جاؤ۔" اس وقت عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں کوڑے سے پیٹنے لگے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: مهلًا یا عمر! "اے عمر! ٹھہر جاؤ رک جاؤ۔" پھر ارشاد فرمایا: ابکین ویاکن و نعیق الشیطان "اے عورتو! رولو اور شیطان کی چیخ و پکار سے بچو۔" پھر ارشاد فرمایا: "یہ رونا جبھی آنکھ اور دل سے ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور رحمت کی طرف سے۔ اور جو رونا ہاتھ اور زبان سے ہوتا ہے تو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔"

(مسند احمد ۱/ ۲۳۷ ـ ۲۳۸، المستدرک للحاکم ۳/ ۹۰، مجمع الزوائد ۹/ ۳۲۰)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ اہل مکہ میں سے مال، امانت و دیانت اور تجارتی لحاظ سے بلند مرتبے پر فائز تھے۔

۲۔ قبور اہل بیت رضی اللہ عنہم:

جب آدمی صاجزادیوں کی قبروں کے سامنے کھڑا ہو تو اس کی دائیں جانب جنوب کی سمت تقریباً پچیس میٹر کے فاصلے پر اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کا مدفن ہے۔

اس میں موجود قبوران اہل بیت کرام کی ہیں:

سیدہ فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت امام المتقین رسول اللہ محمد بن عبداللہ الہاشمیہ صلی اللہ علی ابیھا و علیھا وسلم اپنی دادی جان کے نام کی کنیت استعمال کرتی تھیں اور اُن کا لقب زہراء تھا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی النبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے احادیث روایت کیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے آپ کے بیٹوں، آپ کے شوہر حضرت علی، عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، ام رافع اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے روایت کی اور حضرت فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہا سے مرسل احادیث روایت کیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کعبہ تعمیر کیا جا رہا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک پینتیس سال تھی سوائے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام اولاد آپ سے جدا ہوگئی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسل حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہی چلی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

تقول عائشة رضی اللہ عنہا ما رأیت احدًا أفضل من فاطمة رضی اللہ عنہا غیر أبیھا۔

"میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے افضل سوائے ان کے والد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوئی نہیں دیکھا۔"

وتروی أیضًا تقول: اقبلت فاطمة رضی اللّٰه عنها تمشی کان مشیتها مشی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: "مرحبًا بابنتی" ثم أجلسها عن یمینه، ثم أسرَّ الیها حدیثًا فبکته ثم أسر الیها حدیثًا فضحکت، فقلت: مارأیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پیدل چلتی ہوئی آئیں تو ان کی چال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چال کی مانند تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میری بیٹی! خوش آمدید۔"
پھر انہیں اپنے دائیں طرف بٹھایا ان سے

كاليوم أقرب فرحًا من حزن۔ فسألتها عما قال، فقالت: ما كنت لأفشي على رسول الله صلى الله عليه وسلم سرًا. فلما قُبض سألتها فاخبرتني انه قال: "انك أول أهل بيتي لحوقًا بي ونعم السلف أنا لك" أما الذي أبكاها فهو اخباره صلى الله عليه وسلم لها بأنه سيقبض ويلحق بالرفيق الأعلى۔

سرگوشی کی تو وہ رو پڑیں پھر آپ ﷺ نے سرگوشی کی تو ہنس پڑیں تو میں نے کہا کہ میں نے آج کے دن کی مانند کوئی خوشی غم کے قریب نہیں دیکھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز افشاء نہیں کروں گی بعد ازاں جب رسول ﷺ وصال فرما گئے تو میں نے پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا تھا:

"تم میرے گھر والوں میں سب سے پہلے مجھے ملو گی اور میں تمہارے لئے کتنا بہترین سلف (آگے جانے والا اجر) ہوں۔"

اور جس چیز نے انہیں رلایا تھا وہ یہ تھی کہ آقائے کریم ﷺ نے انہیں یہ بتایا تھا کہ عنقریب وہ وصال پا جائیں گے اور رفیق اعلیٰ سے مل جائیں گے۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام رافع رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت کیا آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

روى الامام أحمد من طريق أم رافع قالت: مرضت فاطمة (رضي الله عنها) فلما كان اليوم الذي توفيت فيه قالت لي: يا أمه اسبكي لي غسلًا۔ فاغتسلت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں اور جب ان کی وفات کا دن آیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے والدہ محترمہ! مجھے غسل کروائیے اور جس طرح آپ غسل کیا کرتی تھیں اس سے بہتر غسل فرمایا پھر نئے کپڑے زیب تن

تحسن ما كانت تغتسل، ثم لبست ثيابًا لها جدد، ثم قالت: اجعلي فراشي وسط البيت، فاضطجعت عليه، واستقبلت القبلة وقالت: يا أمه انى مقبوضة الساعة، وقد اغتسلتُ فلا يكشفن لى أحد كنفًا۔ فماتت فجاء على فأخبر فاحتملها ودفنها بغسلها ذلك، فكانت وفاتها ليلة الثلاثاء لثلاث خلون من رمضان سنة احدى عشرة وصلى عليها العباس، ونزل هو وعلى والفضل فى حفرتها، ودفنت بالبقيع، رضى الله عنهم أجمعين۔

(الاصابۃ ۳/۳۷۷_۳۸۰)

فرمائیے اور فرمایا میرا بستر گھر کے درمیان میں لگائیے۔ پھر بستر پر تشریف فرما ہوئیں اور قبلہ کی طرف رخ کرلیا اور پھر فرمایا اے والدہ! میری روح اس گھڑی قبض کرلی جائے گی میں غسل کرچکی ہوں تو اب میرا استر یا پردہ کوئی نہ کھولے۔ بعدازاں آپ وفات پاگئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ان سے یہ بات بیان کی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اسی غسل کو برقرار رکھتے ہوئے اسی حالت میں آپ کو دفن فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہا بروز منگل تین رمضان المبارک ۱۱ھ کو واصل بحق ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ادا فرمائی اور قبر میں بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ اترے اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کردیا گیا۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

فضائل اہل بیت

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

عارف ہسوی مرحوم

پانچ ایسی فضیلتیں ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سوائے اہلِ بیت کے کوئی شریک نہیں یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ پانچ ایسی خصلتیں ہیں جن میں اہلِ بیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مساوات کا فخر عطا کیا گیا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ اَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم مُسَاوِيْنَ فِي خَمْسَةِ اَشياء۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پانچ باتوں میں اہلِ بیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مساوی ٹھہرایا ہے۔

سلام: پہلی فضیلت سلام کی ہے۔

یعنی جس طرح اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام بھیجا جیسا کہ فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

اسی طرح فرمایا: سَلَامٌ عَلٰى اِلْيَاسِيْنَ۔

الیاسین سے مراد ہے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ مفسرین کا قول ہے کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام یٰسین بھی ہے، حضرت ابن عباس کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت کلبی کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں۔ آلِ یٰسین سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہیں۔

طہارت: دوسری فضیلت طہارت کی ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ طٰهٰ○ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآن لِتَشْقٰى○ وَقَالَ لِاَهْلِ بَيْتِهٖ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے طٰہٰ یعنی اے طاہر (پیغمبر) ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں نازل فرمایا کہ تم مشقت اٹھاؤ اور آنحضرت ﷺ کے اہلِ بیت کے لئے ارشادِ باری ہے۔ "طاہر رکھے تم کو جوحق طاہر رکھنے کا ہے۔"

یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو طاہر فرمایا۔ اسی طرح اہلِ بیت کو یطہرکم تطہیرا فرمایا اور طہارت میں رسول اللہ ﷺ سے مساوات کی عزت اہلِ بیت کو عطا فرمائی۔

درود: تیسری فضیلت نماز میں درود:

تیسری چیز جس میں اہلِ بیت کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرکت و مساوات کی عزت عطا کی گئی ہے وہ نماز میں درود بھیجنے کی ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں۔

وَالثَّالِثَةُ فِی اا صَلٰوةِ عَلَى النَّبِیِّ وَعَلٰی آلِهٖ فِی التَّشَه

یعنی تیسرا امر مساوات کا نماز میں آنحضرت ﷺ اور آپ کی آل پر تشہد میں درود بھیجنا ہے۔

کعب عجرہ سے روایت ہے کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم کو تعلیم دیجئے کہ ہم کس طرح آپ پر درود سلام بھیجا کریں تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وعلى آلِ اِبراهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ بہرحال یہ تو ہر ایک مسلمان کو علم ہے کہ وہ نماز میں ہر روز پانچ وقت حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آلِ محمد پر اس طرح درود سلام بھیجتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وعلى آلِ اِبراهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِک عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

عبادت الٰہی کے اندر آلِ پاک کی شرکت! اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت حضرات حسنین

کی ہوگی۔ صحیح مسلم میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مجلس میں حضور ﷺ تشریف لائے اور وہاں آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا گیا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم کس طرح آپ پر درود بھیجا کریں۔ یہ سن کر حضور ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر اوپر جو درود لکھا گیا ہے۔ فرمایا اس کو پڑھا کرو خاموشی کا سبب یہ لکھا ہے کہ وحی کا انتظار فرمایا اور وحی آنے پر حضور ﷺ نے جواب دیا یعنی درود میں آل پاک کا تعین وحی کے ذریعہ ہوا ہے اور اگر وحی نہ بھی ہو تو بھی صرف آنحضرت ﷺ کی زبان خود وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ (النجم: ۳ تا ۴) کے مطابق بمنزلہ وحی کے ہی ہے۔

کس قدر اہم فضیلت ہے کہ نماز جو دین کا رکن ہے اس کے اندر آلِ رسول پر درود وسلام بھیجنا ضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز بغیر قرأت تشہد اور صلوٰۃ علی محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کے نہیں ہوتی۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

قَال عمر رضی اللہ عنہ قال انہٗ لَا يَكُوْنَ الصَّلٰوةُ اِلَّا بِقِرَاةٍ وَتَشَهُّدٍ وَصَلٰوةٍ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ

فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نماز نہیں ہوتی جب تک قراۃ، تشہد اور نبی ﷺ اور ان کی آل پر درود نہ بھیجا جائے۔

امام بیہقی شعبی سے روایت کرتے ہیں۔

عن الشعبی قَال مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ فِي التَّشَهُّدِ فَلْيُعِدْ صَلٰوتَهٗ۔

شعبی فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی ﷺ اور ان کی آل پر درود نہ بھیجے۔ اسے چاہیے کہ اپنی نماز کا اعادہ کرے۔

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يُصَلِّ بِهَا عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب تک رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر درود نہ بھیجا جائے نماز قائم نہیں ہوتی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مداحی اہلِ بیت:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فضیلت کی طرف اپنی ایک رباعی میں اشارہ کیا ہے وہ

فرماتے ہیں:

يَا اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ
كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اَنَّكُمْ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت تمہاری عظمتِ قدر کے لئے یہی کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اُس کی نماز نہیں ہوتی۔

اللہ اللہ کیا شان وعظمت ہے۔ حضرت امام حسن وامام حسین علیہما السلام کی مگر دیکھو کہ اس امتِ محمدی میں ایسے لوگ بھی تھے جو ان تمام فضائل ومحاسن کو جانتے ہوئے جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاک نینوا میں انتہائی سفاکی وشقاوت قلبی کے ساتھ شہید کرنے سے بھی باز نہ رہے۔ خدا معلوم ان کے سینوں میں دل تھے یا سنگِ خارا کے ٹکرے۔

حرمتِ صدقہ: چوتھی فضیلت یا چوتھی خصوصیت جس میں اہلِ بیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مساوات حاصل ہے وہ حرمتِ صدقہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا تُحَلُّ الصَّدَقَةُ لِمُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

یعنی صدقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی آل کے لئے حلال نہیں ہے۔

چنانچہ یہ سب کو معلوم ہے کہ اولادِ رسول پر صدقہ حرام ہے صحیح مسلم میں ہے:

عن ابی ھریرۃ قال اخذ الحسین بن علی علیہما السلام تمرۃ من تمر الصدق فجعلھا فی فیہ فقال صلی اللّٰہ علیہ وَسلَّم کخ کخ یسطرحھا ثم قال لا یشعرون ان الصدقۃ لاتحل لنا۔

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کخ کخ فرمایا۔ غالباً تھوکو کے معنی میں۔ تاکہ آپ منہ سے نکال ڈالیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔

اسی طرح امام حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کی ذریت کے لئے بھی حلال نہیں ہے اس خصوصیت میں بھی کوئی امتی شریک نہیں ہے اور آپ کی آل اس خصوصیت میں آپ کے مساوی ہے۔

مؤدّت: پانچویں فضیلت مؤدّت اہلِ بیت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ارشادِ خداوندی ہے:

فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

یعنی اے نبی کہہ دو کہ میرا اتباع کرو، خدا تم کو دوست رکھے گا۔

اور اہل بیت اطہار کے لئے فرمایا۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

یعنی اے پیغمبر کہہ دو کہ میں تم سے (تبلیغ رسالت و ہدایت میں کوئی اجر) نہیں مانگتا۔ مگر یہ کہ میرے اقرباء سے محبت و مؤدت رکھو۔

صاف اور کھلے الفاظ میں حکمِ الٰہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ قرابت یعنی اہلِ بیت سے محبت رکھنا چاہیے ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ حکم ہے مگر دوسری طرف واقعہ کربلا کو دیکھو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ اور تمام خاندانِ نبوت کو قتل اور شہید کیا ہے وہ اسی خدا کو ماننے والے تھے۔ جس نے قرآنِ حکیم میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت سے مؤدت اور محبت کا حکم دیا ہے اور کیا وہ لوگ اسی رسول پر ایمان رکھتے تھے۔ جس کے اہلِ بیت کے ساتھ مؤدت کا حکم کلامِ الٰہی میں ہے۔

بہر حال یہ پانچ فضیلتیں یا پانچ خصوصیتیں ایسی ہیں جن میں اہلِ بیت منفرد ہیں اور کوئی امتی ان میں شریک و سہیم نہیں ہے۔ ان فضائل پنجگانہ سے تم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی اور آپ کی جلالتِ قدر و علوِ مرتبت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔

محبت اہل بیت رضی اللہ عنہم

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہلِ سنت و جماعت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوں میں نہ جانتا ہو، کیونکہ اہل بیت کرام سے محبت نہ رکھنا خروج یعنی خارجی بناتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیزاری رفض ہے اور تمام اصحاب کرام کی تعظیم و توقیر کے ساتھ اہل بیت سے محبت رکھنا سنیت ہے۔ اہل سنت کے حق میں عدم محبت اہلِ بیت کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے، حالانکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کی پختگی کے ساتھ انہوں نے وابستہ کیا ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری اور باطنی علوم کے عالم تھے، اکثر اوقات اہلِ بیت سے محبت رکھنے کی ترغیب دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے، لہٰذا اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے، ان کی مرضِ موت میں یہ فقیر موجود تھا، جب اُن کا معاملہ آخر وقت کو پہنچا تو فقیر نے اس وقت ان کو ان کی بات یاد دلائی اور اس محبت کے متعلق استفسار کیا آپ نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا:

"میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔"

اس وقت خدائے عزوجل کا شکر بجالایا گیا کیونکہ اہلِ بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم حصہ اول ص ۱۰۷)

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا

مفہوم: کھاؤ حلال عمدہ اور اچھے عمل اور اچھے عمل کرو۔ سورۃ المؤمنون آیت ۵۱ القرآن

اہل بیت اطہار

سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

میرا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم ،علم کے آفتاب تھے ،ان کے نور سے آفاق عالم منور ہیں ان کے فیض سے عرب وعجم فیضیاب ہیں ان کے جود وسخا کا دستر خوان بحر و بر میں بچھا ہوا ہے اور ہر طالب حق کے لئے دعوت عام ہے۔

میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حقیقت میں بالذات اطاعت اور فرمانبرداری حضور فخر کون ومکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور آئمہ اہل بیت بھی حضور کے مطیع تھے حضور کی سنت پر عمل پیرا رہتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے ،عبادات اور معاملات فرمان رسالت کے مطابق انجام دیتے تھے یہ نہیں تھا کہ ہر امام اپنے زمانہ میں حضور کی سنت کے علاوہ اپنی سنت ایجاد کرتا شریعت مصطفوی کے سوا اپنی طرف سے نئی شریعت پیش کرتا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف کوئی نیا طریقہ وضع کرتا ،معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ان پاک لوگوں کی زندگیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا زندہ نمونہ تھیں ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا اور نور محمد سے درخشاں تھا یہ خیال کسی مسلمان کے نزدیک قابل قبول نہیں کہ آئمہ اہل بیت نے اپنے جد امجد جو سب نبیوں کے تاجدار سب رسولوں کے سردار سب اماموں اور ولیوں کے آقا و مولیٰ تھے ان آئمہ کرام نے سرکار کی شریعت کو چھوڑ کر کوئی نئی شریعت وضع کی ہو ہم ان حضرات کی اطاعت اس لئے کرتے ہیں اور ان کی غلامی پر ناز اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی غلامی حضور کی غلامی ہے اور ان کی اطاعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ رب العالمین کی اطاعت ہے۔

اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ یہ نفوس قدسیہ اپنی طرف سے نئے احکام نافذ کرتے تھے اور نئی

شریعت پیش کرتے تھے اور ہم اس نئی شریعت پر عمل کرنے کے لئے ان حضرات کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ خلاف واقعہ ہے اور ہمارا یہ عقیدہ نہیں۔

اب آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے دین کا مبلغ بنا کر بھیجا تھا چنانچہ حضور نے باحسن طریق اس فرض کو انجام دیا۔ مکہ مکرمہ کی وادیاں طائف کے گلی کوچے عکاظ وغیرہ کے میلے اور مدینہ طیبہ کا ذرہ ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ حضور نے اپنے رب کریم کے اس حکم کی تعمیل کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ حضور ﷺ کی سالہاسال کی محنت سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انسانوں نے اسلام قبول کیا اور جب آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں فرزندان توحید کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھا تو حضور ﷺ کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی حضور ﷺ کے بعد یہی لوگ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کی مشعل لے کر پہنچے اور ہر طرف اجالا ہو گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ظاہر جسم مبارک کے ساتھ تبلیغ کرنے کے لئے ہر ملک ہر شہر ہر قصبہ ہر بستی میں تشریف نہیں لے گئے اگر فیض یافتگان نبوت کی دعوت قابل قبول نہ ہوتی تو کیا اسلام پھیل سکتا تھا جہاں مکتب رسالت کے شاگرد تشریف لے گئے وہاں کے لوگ اگر یہ شرط عائد کرتے کہ تم کیونکہ معصوم نہیں ہو اس لئے ہم تمہاری بات سننے کے لئے تیار نہیں تو کیا وہ نعمت ہدایت سے بہرہ ور ہو سکتے تھے۔

ذرا آگے چلئے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جنہوں نے دین اور علم دیکھا وہ سارے تو معصوم نہ تھے بلکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما علی جدھما افضل الصلوٰۃ والسلام کے بغیر تو ان صاحبان کے نزدیک بھی حضرت امیر المومنین کے دوسرے صاحبزادے اور صاحبزادیاں معصوم نہیں اب اگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد یا آپ کے فرزندان ارجمند جو غیر معصوم ہیں وہ جا کر لوگوں کو آپ کا ارشاد گرامی سنائیں تو کیا سب لوگوں پر فرض نہیں کہ وہ آپ کے ارشاد کی اطاعت کریں۔

حضرت کے عہد خلافت میں ہزاروں شہر لاکھوں دیہات اور ان گنت آبادیاں آپ کے زیر نگیں تھیں حضرت کے حکم سے سب جگہ شریعت کے احکام اور دین اسلام کے عقائد کی تبلیغ ہوتی تھی اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے حالانکہ یہ تبلیغ کرنے والے اور احکام نافذ کرنے والے سارے معصوم نہ تھے کیا کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی بات قابل

اعتبار نہیں اور ان کا فرمان واجب الاتباع نہیں کیونکہ یہ معصوم نہیں یہی سلسلہ ہر امام کے زمانہ میں جاری رہا بعض آئمہ کرام تو ہمیشہ مدینہ طیبہ ہی میں مقیم رہے اور شاذ و نادر ہی اسلامی مملکت کے دورے پر گئے اور اگر کبھی جانے کا اتفاق بھی ہوا تو چند دنوں کے لئے ان حضرات کے پیغامات اور تعلیمات ان کے شاگردوں کی وساطت سے ہی دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچے حالانکہ وہ شاگرد غیر معصوم تھے اب کیا ان کے پیغام اور دعوت کو اس لئے رد کر دیا جائے کہ وہ معصوم نہیں شیعہ حضرات کی کتابوں میں بھی ہر امام سے صدہا غیر معصوم راویوں کی روایتیں درج ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں اگر ان آئمہ کے غیر معصوم راویوں کی روایتیں عین دین ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاگردوں کی روایتیں کیوں قابل اعتبار نہیں؟ حضرت سلمان، مقداد، ابوذر رضی اللہ عنہم کی روایتوں کو شیعہ بھی معتبر جانتے ہیں حالانکہ وہ معصوم نہیں۔

جو لوگ صرف آئمہ کرام کے ارشادات پر عمل کرنے کے مدعی ہیں انہوں نے یہ ارشادات بلاواسطہ آئمہ اہل بیت سے تو نہیں سنے بلکہ اس چودھویں صدی میں راویوں کے واسطہ سے ہی انہیں پہنچے ہیں اور یہ سارے راوی غیر معصوم تھے اگر ان راویوں کی روایت کردہ حدیثیں قابل عمل بلکہ واجب الاتباع ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث طیبہ جو پاکباز راویوں کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں ان پر عمل کیوں نہ کیا جائے؟ اس لئے ان صاحبان کا اہل سنت پر یہ اعتراض سراسر بے معنی ہے کہ تم غیر معصوموں کے پیرو ہو اور ہم معصوموں کے پیرو ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آئمہ اہل بیت کے بالواسطہ نہیں بلکہ بلاواسطہ شاگرد ہیں ہم ان کی اقتداء اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین پہنچایا ہے جو انہوں نے اپنے اساتذہ کرام سے جن میں آئمہ اہل بیت بھی ہیں سیکھا تھا ہم ان کی اطاعت ہرگز ہرگز اس لئے نہیں کرتے کہ وہ کسی نئی شریعت کے موجد ہیں ہم ان کی اطاعت کو آئمہ اہل بیت کی اطاعت سمجھتے ہیں اور ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ مانا حضرت امام اعظم آئمہ اہل بیت کے شاگرد ہیں لیکن آپ امام کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟ ان کے علاوہ آئمہ اہل بیت کے دوسرے شاگردوں کی روایات پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ اس کا مودبانہ جواب یہ ہے کہ دوسرے راویوں نے جنہوں نے بزعم خود آئمہ سے روایتیں کی ہیں انہوں نے ایسی باتیں کہی ہیں جن کے سننے کے بعد انسان

ان پر اعتماد نہیں کر سکتا آپ بھی سنئے اور خود انصاف فرمائیے ایک راوی جس کا نام سلیمان ہے وہ روایت کرتا ہے:

قال قال ابو عبداللّٰه علیه السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمه اعزه اللّٰه ومن اذاعه اذله اللّٰه

سلیمان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے سلیمان! تم اس دین پر ہو جس نے اس کو چھپایا اسے اللہ عزت دے گا اور جس نے اس کو پھیلایا اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا۔ (کافی جلد دوم صفحہ ۲۱۲)

سلیمان جو امام کا شاگرد بھی ہے اور اپنے آپ کو عقیدت مند مرید بھی ظاہر کرتا ہے اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ اس نے امام کے اصلی دین کو ظاہر کیا ہو اور اپنے لئے دین و دنیا میں ذلت وخواری کا سامان مہیا کیا ہو یقیناً جو اس نے ظاہر کیا وہ آئمہ کا دین نہیں اور جو آئمہ کا دین ہے وہ اس نے ظاہر نہیں کیا اور نہ اس میں اس کو ظاہر کرنے کی جرأت ہے اس لئے جو شخص آئمہ کی پیروی کرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ سلیمان راوی جو ظاہر کریں اس کو چھوڑ دے کیونکہ وہ آئمہ کا دین نہیں اگر یہ راوی بالفرض سچا ہے تب تو یہ حال ہے اور اگر اس نے ناحق حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے دامن عصمت کو داغدار کیا ہے تو پھر بھی اس کا قول مردود ہے اور ایسے راوی کی روایت اس قابل نہیں کہ اس پر عمل کیا جائے۔

ایک اور راوی معلی بن خنیس ہیں ان کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو:

قال قال ابو عبداللّٰه علیه السلام یا معلی اُکتم امرنا ولاتذعه فانه من کتم امرنا ولم یذعه به اعزه اللّٰه فی الدنیا وجعله نورا بین عینیه فی الاخرة یقوده الی الجنة یا معلی من اذاع امرنا ولم یکتمه اذله اللّٰه فی الدنیا ونزع نورا من بین عینیه

معلی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے معلی ہمارے حکم کو چھپاؤ اور اسے مت پھیلاؤ کیونکہ جس نے ہمارے حکم کو چھپایا اور اسے نہ پھیلایا اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس وجہ سے عزت دے گا اور قیامت کے دن اس کے سامنے نور ہوگا جو اسے جنت کی طرف لے جائے گا اے معلی! جس نے ہمارے حکم کو پھیلایا اور اسے نہ

فی الاخرۃ و جعلہ ظلمۃ تقودہ الی النار۔	چھپایا خدا اس کو دنیا میں بھی ذلیل کرے گا اور آخرت میں اس کی آنکھوں کے سامنے والا نور اللہ تعالیٰ چھین لے گا اور اس کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔

(کتاب الکافی جلد دوم صفحہ ۲۲۳)

اس واضح دھمکی کے بعد کس کے سینہ میں ایسا دل ہے جو آئمہ کے حکم لوگوں کو بتاتا پھرے؟

ایک اور راوی ابن ابی یعفور ہے ان کی روایت بھی سماعت فرمائیے:

قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام من اذاع علینا حدیثنا سلب اللہ الایمان۔	ابن ابی یعفور کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق نے فرمایا جس نے ہماری حدیث کو پھیلایا اللہ تعالیٰ اس کا ایمان سلب کر لے گا۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ ۳۷۰)

یہ سلسلہ بڑا طویل ہے اہل فکر و دانش کے لئے یہ چند حوالے کافی ہیں۔

ان کے برعکس آئمہ اہل بیت کے شاگردوں کا کردار دیکھئے جن کی ہم اقتداء کرتے ہیں آپ اگر انصاف سے کام لیں گے تو خود ہی آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آئمہ اہل بیت کے شاگردوں میں سے کس شاگرد کی پیروی میں نجات ہے اور کس کی اقتداء کر کے ہم اللہ تعالیٰ اس کے رسول پاک ﷺ اور آئمہ کرام کی اطاعت و اقتداء کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت امام اعظم (پیدائش ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ) اسلام کے اس بطل عظیم اور عالم جلیل نے اپنے زمانہ کے جن علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا ان کا شمار آسان نہیں لیکن آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آئمہ اہل بیت میں سے بے مثال امام ان کے استاد ہیں حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ پھر ان کے نور نظر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان حضرات کے علاوہ آپ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ابو محمد عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کی شاگردی کی سعادت بھی حاصل ہوئی یہ نفوس قدسیہ سپہر علم و حکمت کے آفتاب و ماہتاب تھے جس شاگرد نے ان حضرات کے انوار علم سے فیض حاصل کیا اس کا سینہ گنجینہ انوار نہیں ہوگا تو کس کا ہوگا یہ شاگردی محض نام کی شاگردی نہ تھی یہ تعلق محض رسمی تعلق نہ تھا بلکہ حضرت امام ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر ان کی محبت کا دم بھرتے رہے اور ان کی خدمت کو اپنے لئے دونوں جہانوں میں فوز وفلاح کا ذریعہ یقین کرتے رہے اور اس جرم عشق میں ہر سزا بصد مسرت برداشت کی بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرا گئے اور کسی کی پروانہ نہ کی اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے والوں کی طرف زبانی محبت کا دعویٰ نہیں کیا اور جب آزمائش کا وقت آیا تو کھو کھلے مدعیوں کی طرح دشمن کے دست و بازو بن کر اپنے محبوب مرشد کے خلاف صف آراء نہیں ہو گئے حضرت امام پاک اس قسم کے عشاق میں سے نہیں تھے۔

چند تاریخی واقعات پیش خدمت ہیں:

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ نے جب ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۱ھ میں علم جہاد بلند کیا تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تائید کی اور آپ کے خلیفہ برحق ہونے کا اعلان کر دیا آپ کی خدمت میں دس ہزار درہم بطور اعانت ارسال کئے اور خلفاء بنی امیہ کے ساتھ ہر طرح سے قطع تعلق کر لیا۔ اپنی مجالس درس و وعظ میں ان پر شدید تنقید شروع کر دی۔ ابن ہبیرہ کوفہ کا گورنر تھا عراق میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانے کے لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو تمام وزراء کا نگران مقرر کیا اور حکم دیا کہ گورنمنٹ ہاؤس سے جو فرمان جاری ہو جب تک اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہر نہ لگائیں وہ قابل قبول نہ ہوگا آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لوگوں نے ڈرایا سمجھایا کہ ابن ہبیرہ بڑا سخت آدمی ہے اس کی حکم عدولی کے نتائج بڑے خطرناک ہوں گے اس پر حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ناصحوں کو جواب دیا:

لو ارادنی ان اعدله ابواب مسجد واسط لم ادخل فی ذالک و کیف وهو یرید منی ان یکتب دم رجل یضرب عنقه واختم انا علی ذلك الكتب فوالله لاادخل فی ذلك ابدًا۔

یعنی اگر وہ اتنا چاہے کہ میں اس کے لئے واسط کی مسجد کے دروازے شمار کر دوں تو میں یہ بھی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں چہ جائیکہ وہ مجھ سے یہ تعلق رکھے کہ کسی کے قتل کا پروانہ وہ جاری کرے اور مہر بھی اس پر لگاؤں، خدا کی قسم میں اس چیز کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

اس حکم عدولی کے باعث آپ کو قید کر دیا گیا ہر روز آپ کو کوڑے لگائے جاتے اور پیٹا جاتا لیکن آپ کی استقامت اور ثابت قدمی میں ذرہ فرق نہ آیا آپ نے اہل بیت کے دشمن اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے قاتل ہشام کے گورنر کے سامنے گھٹنے ٹیکنے سے انکار کر دیا، کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا تو داروغہ جیل نے ابن ہبیرہ کو سمجھایا کہ اگر کوڑے مارنے کا یہ سلسلہ جاری رہا تو امام جانبر نہ ہو سکیں گے، اس نے کہا تم انہیں سمجھاؤ کہ میں حلف اٹھا چکا ہوں اس لئے وہ صرف حلف پورا کرنے کے لئے میرا حکم مان لیں میں رہا کر دوں گا داروغہ نے آ کر کہا تو غیرت وحمیت کے پیکر اور اہل بیت کے عاشق نے وہی جواب دیا:

لو سائانی اعدله ابواب المسجد مافعلت

یعنی اگر وہ مجھ سے اتنا مطالبہ کرے کہ میں اس کے لئے مسجد کے دروازے شمار کر دوں تو میں اتنا بھی نہیں کروں گا۔

مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے۔

حضرت ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرش راہ کوئی مجھ کو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھائیں گے کیا؟

ابو ہبیرہ نے جب مرد مجاہد کا یہ جواب سنا تو داروغہ جیل سے کہا کہ چپکے سے انہیں جیل سے باہر نکال دو آپ وہاں سے رہا ہو کر مکہ معظمہ میں پناہ گزیں ہو گئے جب تک بنی عباس کی خلافت قائم نہیں ہوئی آپ اپنے وطن کوفہ نہیں آئے اور وہاں مرکز میں رہ کر اس دعوت انقلاب کے لئے اپنی سرگرمیاں زور وشور سے جاری رکھیں یہاں تک کہ اموی خلافت کا تختہ الٹ دیا گیا۔

جب عباسیوں کی حکومت قائم ہوئی تو امام صاحب کے مراسم عباسی خلفاء کے ساتھ بڑے دوستانہ اور مخلصانہ تھے خلفاء بھی آپ کی دل سے عزت اور قدر کرتے تھے لیکن جب منصور نے حضرات سادات کرام کے ساتھ زیادتیاں کرنا شروع کیں تو آپ اس کے بھی مخالف ہو گئے اور اس نے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت امام محمد نفس زکیہ نیز ان کے بھائی اور اپنے استاد مشفق عبداللہ بن حسن کے نور نظر سے لڑائی شروع کی تو آپ نے ہر قسم کی مصلحت کو پس پشت ڈال دیا اور کھل کر عباسیوں کی مخالفت کی، خلیفہ منصور جس نے معمولی سے شبہ پر ابومسلم خراسانی جیسے جرنیل کو تہ تیغ کر دیا تھا اس کے غیض وغضب کی بھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پرواہ نہ کی، منصور نے آپ کو ہر حیلہ سے اپنی روش ترک کرنے پر مجبور کیا لیکن جب آپ باز نہ آئے تو آپ کو

جیل میں ڈال دیا ہر روز آپ کو دس کوڑے لگائے جاتے لیکن آپ نے اپنی روش نہ بدلی اور اس پیرانہ سالی میں راہ محبت میں ہر قسم کی سختیوں کو خوشی سے گوارا کیا یہاں تک کہ آپ نے قید خانہ میں جام شہادت نوش کیا۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کو زہر دے دیا گیا تھا، آپ نے جان دے دی لیکن اہل بیت کی محبت ترک نہیں کی اپنے نحیف ونزار بدن پر کوڑے کھائے لیکن باطل کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ ناظرین کرام آپ انصاف سے خود ہی بتائیں کہ ہم آئمہ اہل بیت کے ایسے جوانمرد عالی ظرف وفا شعار کی روایتیں مانیں یا ایسے شاگردوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ جو آئمہ اہل بیت کے دین کی اشاعت کرے گا وہ بے ایمان ہو کر مرے گا اور خدا تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں ذلیل کرے گا۔

کاش ہمارے نوجوان ان تاریخی حالات کا مطالعہ کریں اور ان پاکیزہ لوگوں کی زندگیاں اپنے سامنے رکھیں جو بلند اور پاکیزہ مقصد کے حصول کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دیا کرتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا کیا مقام ہے ان کا اہل بیت کے ساتھ کیا تعلق تھا انہوں نے کس طرح ہر قسم کی سختیاں برداشت کیں لیکن ناموس عشق پر حرف نہیں آنے دیا۔

بعض لوگ اس بات پر بڑے برہم ہوتے ہیں کہ آپ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم کیوں کہتے ہیں؟ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ محتاط اندازوں کے مطابق دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ساٹھ کروڑ ہے اور نصف سے زیادہ مسلمان فقہ حنفیہ پر کاربند ہیں تو ایسے شخص کو امام اعظم کیوں نہ کہا جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی مقبولیت عطا فرمائی نیز جو ہستی حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق کی شاگرد ہو جس نے حضرت امام زین العابدین کے فرزند ارجمند حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن مجتبیٰ کے پوتے حضرت ابومحمد عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا ہو ان کی محبت میں جان دے دی ہو اس کو امام اعظم نہ کہا جائے تو اور کس کو کہا جائے؟

الٰہی! ہمیں ان فتنوں سے بچا، ان تند و تیز طوفانوں میں ہماری شمع ایمانی کو روشن رکھ اور ان لوگوں کی محبت اور پیروی عطا فرما جن پر تو نے انعام فرمائے ہیں۔ یاحی یا قیوم برحمتک استغیث۔

محبتِ سادات

محمد اغیاث گجر

اللہ رب العالمین سبحان اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"تم فرمادو میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، ہاں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو۔"

قربیٰ مصدر ہے جس کا معنی رشتہ داری ہے اس سے پہلے مضاف مصدر ہے ذوی القربیٰ یعنی رشتہ دار "فی القربیٰ" فرمایا اور للقربیٰ نہیں فرمایا کیونکہ (فی ظرفیت کے لئے ہے، اور ظرفیت میں محبت کی تاکید اور مبالغہ زیادہ ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا:

"صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے وہ کون سے رشتے دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا: علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد۔"

درِ منثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

"انصاری صحابہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت نے ہمارے قول وفعل سے فخر محسوس کیا حضرت عباس نے فرمایا: ہمیں تم پر فضیلت ہے، یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے گروہ انصار! کیا تم بے عزت نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعے عزت عطا فرمائی؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کہا تم مجھے جواب نہیں دیتے؟ عرض کیا حضور کیا فرمانا چاہتے ہیں؟ فرمایا: کیا تم یہ نہیں کہتے کہ کیا آپ کو آپ کی قوم نے نکال نہیں دیا تھا تو ہم نے آپ کو پناہ دی؟ کیا انہوں نے آپ کی تکذیب نہیں کی تو ہم نے آپ کی تصدیق کی؟ کیا انہوں نے آپ کو کمزور نہیں جانا تو ہم نے آپ کی مدد کی؟ آپ ابھی اسی طرح فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا، ہمارے تمام اموال واملاک خدا اور

رسول کے لئے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی:

حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔"

مقریزی نے فرمایا، مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے پیروکار مومنوں کو فرمادو کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو۔"

حضرت ابوالعالیہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

"یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔"

ابو اسحاق فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرو بن شعیب سے اس آیۃ کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "قُربیٰ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے دار ہیں۔"

زمخشری کی تفسیر کشاف میں اس آیت کی تفسیر میں ایک طویل حدیث نقل کی گئی ہے جسے امام رازی نے اس حوالے سے تفسیر میں نقل کیا اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی، سن لو! جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے ہیں، خبردار! جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا جان لو! جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا، اسے پہلے ملک الموت اور پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں، آگاہ باشید! جو شخص آل محمد کی محبت پر فوت ہوا، اسے اس اعزاز کے ساتھ جنت روانہ کیا جاتا ہے، جس طرح دلہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے۔ اچھی طرح سن لو! جو شخص آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر فوت ہوا، اس کی قبر میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جان لو! جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں فوت ہوا، وہ مسلک اہلسنت والجماعت پر فوت ہوا، خوب ذہن نشین کرلو! جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید" خبردار! جو شخص آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض پر مرا وہ کافر مرا، کان کھول کر سن لو! جو شخص آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔"

(صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وسلم)۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں، آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ حضرات ہیں جن کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع ہے۔جن کا تعلق آپ سے کامل ترین ہوگا وہی آل ہیں، اس میں شک نہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا تعلق آپ سے نہایت قوی تھا اور یہ نقل متواتر سے معلوم کی طرح ہے لہٰذا ضروری ہے کہ وہی آل ہوں نیز لوگوں کا آل میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ وہ آپ کی امت ہے، اگر ہم آل کو قریبی رشتہ داروں پر محمول کریں تو وہی آل ہیں اور اگر اس امت پر محمول کریں جس نے آپ کی دعوت قبول کی ہے تو بھی وہ آل میں داخل ہیں، ثابت ہوا کہ وہ ہر صورت پر آل ہیں اور دوسروں کا آل میں داخل ہونا اختلافی ہے۔

صاحب کشاف روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت (قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا) نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ کے وہ رشتہ دار کون سے ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دو صاحبزادے رضی اللہ عنہم ثابت ہوا کہ یہ چاروں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں اور جب یہ ثابت ہوگیا تو واجب ہوا کہ وہ مزید تعظیم کے ساتھ مخصوص ہیں۔

ان تمام امور سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت کی محبت واجب ہے۔فتوحات مکیہ میں سلطان العارفین، امام الصوفیہ، شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جب تجھے بارگاہ الٰہی میں اہل بیت کا مقام معلوم ہو چکا اور یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی مسلمان کو ان سے صادر ہونے والے کسی فعل پر مذمت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاک فرمادیا ہے، اب یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جو شخص ان کی مذمت کرتا ہے وہ مذمت اسی کی طرف لوٹتی ہے اور اگر وہ اس پر ظلم کریں تو وہ اس کے گمان میں ظلم ہے، درحقیقت ظلم نہیں ہے، اگر ظاہر شریعت ان پر حق کی ادائیگی کا حکم کرے، ان کا ہم پر زیادتی کرنا ایسا ہی ہے جیسے تقادیر الٰہیہ ہم پر جاری ہوتی ہیں، تقدیر الٰہی کے مطابق جس شخص کا جان و مال ڈوبنے، جل جانے یا ایسے ہی دیگر مہلک امور کا شکار ہو جائے یا اس کا کوئی عزیز جل جائے یا ہلاک ہو جائے یا اسے کوئی تکلیف پہنچے تو یہ تمام صورتیں اس کے دلی مقصد کے مطابق نہیں ہیں لیکن اسے یہ جائز نہیں کہ وہ قضاء وقدر کی برائی کرے، اسے چاہیے کہ ایسے مواقع پر تسلیم ورضا کا مظاہرہ کرے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو صبر کرے اور سب سے بلند مقام یہ ہے کہ شکر کرے کیونکہ اس

میں مصیبت زدہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت نعمتیں ہیں۔ان مذکورہ صورتوں کے ماسوا میں تنگدلی، ناپسندیدگی، ناراضگی اور بارگاہ الٰہی میں بے ادبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔اسی طرح اہل بیت کرام کی طرف سے جس مسلمان کے جان و مال، عزت، اہل و عیال اور احباب پر کوئی زیادتی ہوئی ہو اسے رضا و تسلیم اور صبر سے کام لینا چاہیے، ہرگز ان کی برائی نہ کرے اگرچہ شریعت کے مقرر کردہ احکام ان پر لاگو ہوں گے لیکن اس سے ان کی مذمت کی ممانعت میں فرق نہیں آتا، یوں سمجھنا چاہیے کہ تقدیر الٰہی اسی طرح تھی، ہم نے ان کی مذمت کی ممانعت اس لئے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی فضیلت سے ممتاز کیا ہے جس میں ہم ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ جہاں تک احکام شرعیہ کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ یہودیوں سے قرض لیتے تھے اور جب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے تو بہترین انداز میں ادا فرماتے اور جب ایک یہودی نے آپ کے ساتھ سخت کلامی کی تو فرمایا اسے چھوڑ دو! صاحب حق ایسی باتیں کیا ہی کرتا ہے۔ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کریں تو ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے کاموں سے محفوظ رکھا۔اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے جس طرح اور جس حال پر چاہتا ہے، احکام صادر فرماتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت نہیں فرمائی، اس وقت گفتگو ہمارے حقوق میں ہے، ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم ان سے مطالبہ کریں حالانکہ ہمیں اختیار ہے، چاہیں تو لے لیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں، افضل تو یہ ہے کہ ہم عام آدمی سے بھی حق طلبی نہ کریں، اس بنا پر کوئی ہماری مذمت نہیں کر سکتا اہل بیت کرام کے ساتھ ہمارا معاملہ کیا ہونا چاہیے۔

اہل بیت کرام نے اگر ہمارا کوئی حق لے لیا اور ہم اپنے حق سے دست بردار ہو گئے اور انہیں معاف کر دیا تو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں بڑی نعمت اور قرب کا مقام ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے احکام خداوندی ہم تک پہنچانے پر ہم سے سوائے اپنے رشتے داروں کی محبت کے اور کچھ طلب نہیں کیا، اور اس میں صلہ رحمی کا راز ہے، نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ مطالبہ فرمایا ہے، قدرت کے باوجود جو شخص اسے پورا نہیں کرتا، قیامت کے دن بارگاہ رسالت میں کیا منہ لے کر جائے گا اور کیونکر آپ کی شفاعت کی امید رکھے گا حالانکہ نبی کریم ﷺ نے جو رشتے داروں کی محبت کا حکم دیا تھا اُسے پورا نہیں کیا (یہ تو عام رشتے داروں کی بات ہے) اہلِ بیت کا کیا مقام ہو گا جو آپ کے قریب ترین رشتہ دار ہیں۔

قرآن پاک میں مودّت کا لفظ ہے جس کا معنی ہے: محبت پر ثابت قدم رہنا، جسے کسی چیز کی مودت ہو اسے ہر حال میں محبوب رکھتا ہے اور جب ہر حال میں مودت و محبت حاصل ہو تو اگر اہل بیت نے اس کا حق لے لیا ہے تو مطالبے کا حق رکھنے کے باوجود از راہ محبت ان سے باز پرس نہیں کرے گا اور انہیں اپنے اوپر ترجیح دے گا، اپنے آپ کو ان پر ترجیح نہیں دے گا محبت صادق نے کہا محبت کا ہر فعل محبوب ہے، ایک اور شخص نے کہا: میں محبوبہ کی وجہ سے کالے رنگ والوں سے محبت رکھتا ہوں، اس کی وجہ سے میں سیاہ کتوں سے بھی محبت رکھتا ہوں۔

ہم نے یہی مفہوم اس طرح ادا کیا ہے: میں تیری محبت کے سبب تمام حبشیوں کو محبوب رکھتا ہوں اور تیرے ہی نام کے سبب چودھویں کے چاند سے محبت رکھتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ مجنوں (قیس عامری) کے ساتھ سیاہ کتے بود و باش اختیار کرتے تھے اور وہ ان سے محبت رکھتا تھا (کیونکہ لیلیٰ بھی سیاہ فام تھی) جس محبوب کی محبت سعادت اور قرب خداوندی کا ذریعہ نہیں تھی اس کے محب کا یہ حال ہے، اس کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ محبت میں سچا تھا اور محبت اس کے رگ و پے میں رچ بس گئی تھی۔

اگر تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی سچی محبت حاصل ہے تو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت رکھے گا اور تیری طبیعت اور خواہش کے خلاف جو امر ان سے تیرے حق میں سرزد ہو گا اسے تو ان کی ادائے دلبری سمجھے گا اور چونکہ ان سے تیری محبت خدا کے لئے ہو گی اس لئے تو اس بات کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھے گا کہ اس کے محبوبوں اہل بیت کرام نے تیرا تصور کیا اور تیرا ذکر کیا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا کہ انہوں نے تجھے اللہ تعالیٰ کی پاک کی ہوئی زبانوں سے یاد کیا جس کی پاکیزگی تک تیرا علم نہیں پہنچ سکتا۔

تو نبی کریم ﷺ کی طرف محتاج ہے اور آپ کا تجھ پر احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آپ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی جب ہم تمہیں حضور انور ﷺ کے اہل بیت کا بے ادب پائیں تو ہمیں تمہاری اس بات کا کس طرح اعتبار ہو سکتا ہے کہ تمہیں ہم سے شدید محبت ہے اور تم ہمارے حقوق کی بڑی رعایت کرتے ہو، تمہارا اپنے نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کا گستاخ ہونا اس بناء پر ہے کہ تمہارا ایمان کمزور ہے، تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہے اور وہ تجھے آہستہ آہستہ اس طور پر جہنم کی طرف دھکیلتا ہے کہ تجھے خبر نہیں۔

خفیہ تدبیر کا طریقہ یہ ہے کہ تو کہتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے دین و شریعت کی حفاظت کرتا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں اپنا وہ حق طلب کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے لئے جائز فرمایا ہے۔ اور اس جائز طلب کے ضمن میں مذمت، بغض، عداوت اور اپنے آپ کو اہل بیت پر ترجیح دینا پایا جاتا ہے حالانکہ تجھے اس خفیہ تدبیر کا پتا نہیں ہے۔

اس مہلک مرض کا شافی علاج یہ ہے کہ تو ان کے مقابل اپنا کوئی حق نہ جان اور اپنے حق سے دست بردار ہو جا، کہ مطالبے کے ضمن میں مذکور چیزیں نہ آجائیں تو مسلمانوں کا حاکم نہیں ہے کہ تجھ پر حد کا قائم کرنا مظلوم کا انصاف اور حق کا صاحب حق کے سپرد کرنا لازم ہو اور اگر تو حاکم ہے اور محکوم علیہ اہل بیت میں سے ہے تو کوشش کر کہ صاحب حق اپنا حق چھوڑ دے، اگر وہ نہ مانے تو تجھ پر لازم ہے کہ ان کے بارے میں شریعت کا حکم جاری کر! اے دوست! اگر اللہ تعالیٰ تجھ پر منکشف فرما دے کہ قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں اہل بیت کا کیا مقام ہوگا تو تُو آرزو کرے گا کہ ان کے غلاموں کا غلام بن جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں رشد و ہدایت القاء فرمائے۔

پھر چند سطروں کے بعد فرمایا:

اقطاب کے اسرار میں سے یہ ہے کہ وہ اہل بیت کے مقام اور اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ ان کی بلندئ درجات کو جانتے ہیں، ان کے اسرار میں سے اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر کا جاننا ہے جو اس نے اپنے ان بندوں سے فرمائی جو اہل بیت سے عداوت رکھتے ہیں حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے اور آپ کا فرمان ہے کہ میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو، خود نبی کریم ﷺ اہل بیت میں سے ہیں، اہل بیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے جس حکم پر عمل کرنے کا مطالبہ فرمایا تھا، اکثر لوگوں نے اسے پورا نہیں کیا اور خدا اور رسول کی نافرمانی کی، ہاں انہیں صرف ان حضرات اہل بیت سے محبت ہے جنہوں نے ان پر احسان کیا، یہ اپنی اغراض سے محبت ہوئی اور اپنے آپ سے عشق ہوا (نہ کہ اہل بیت کرام سے)۔

(شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی عبارت ختم ہوئی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم و برکات سے نفع عطا فرمائے۔)

اہل بیت کی آپس میں ایک دوسرے سے محبت اسی طرح واجب ہے جس طرح دوسروں پر ان کی محبت واجب ہے بلکہ یہ زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے۔

وراثت انبیاء اور مسئلہ فدک

علامہ محمد راشد مجددی

وراثت اور ورثہ ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جو مرنے والا اپنے پیچھے چھوڑ جائے۔ وراثت انسانی تین طرح کی ہوتی ہے:

(۱) وراثت نبوت و رسالت

(۲) وراثت علم و حکمت

(۳) وراثت مال و منال

جس طرح عام افراد انسانی میں وراثت کا سلسلہ چلتا ہے ایسے ہی انبیاء بھی اپنے وارث صفحۂ ہستی پر چھوڑتے رہے بلکہ انبیاء تو خدا سے وارث مانگ کر لیتے رہے لیکن عوام الناس اور انبیاء کی وراثت میں بعد الطرفین ہے۔ عوام کی وراثت فقط مال و منال تک ہی محدود رہتی ہے لیکن انبیاء چونکہ بعد از وصال بھی حیاتِ طیبہ کے مالک ہوتے ہیں اور مال کی وراثت مرنے کے بعد منتقل ہوتی ہے فلہٰذا انبیاء کا مال عوام کی طرح ورثہ قرار نہیں پاتا۔

بخاری شریف (صحیح بخاری، الرقم: ۱۳۸۹) اور مسلم شریف (صحیح مسلم، الرقم: ۴۴۶۵) کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لا نورث ما ترکناہ صدقۃ — یعنی ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا جو بھی ہم نے چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

وراثت نبوت و رسالت:

نبی کی وراثت نبوت و رسالت نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر نبی کا بیٹا ضرور نبی ہوتا حالانکہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو قرآن نے ان کے اہل بیت ہی سے خارج کر دیا۔ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ۔ (ہود:۴۶)

بنی اسماعیل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک درمیان میں کوئی نبی نہیں، آیا معلوم ہوا نبوت و رسالت نبی کی وراثت میں نہیں چلتی یہ محض اللہ رب العزت کی طرف سے عطا فرمودہ ہے۔ لیکن بسا اوقات اللہ رب العزت اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرماتے ہوئے نبوت بطور وراثت بھی عطا فرما دیتا ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے علم، بادشاہی میں اور نبوت میں وارث ہوئے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ۔ (النمل:١٥)

اور وورث داؤد ای فی الملك والنبوۃ ولیس المراد وراثة المال۔

(ابن کثیر:٦/ ١٨٢)

یعنی وارث سلیمان، بادشاہی اور نبوت میں ہے مال کی وراثت نہیں کیونکہ اگر مال کی بھی وراثت ہوتی تو اس میں سلیمان علیہ السلام کو ہی خصوصیت کس وجہ سے ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کی تو (١٠٠) ازواج بھی تھیں اور سلیمان علیہ السلام کے علاوہ (١٩) بیٹے بھی تھے۔ مال کی وراثت میں تو وہ بھی شامل ہوتے جب کہ قرآن نے ایسا نہیں کہا...... معلوم ہوا یہاں وراثت داؤد سے مراد صرف بادشاہی اور نبوت ہے۔

وراثت مال ومنال:

مال ومنال بھی بطور ورثہ کے نبی کے اہل خانہ کو نہیں ملتا بلکہ نبی کا جو بھی جانشین یا خلیفہ ہوتا ہے اسے مال کی نگرانی سپرد ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی زیر نگرانی امت کے مستحقین میں وہ مال بخیر و خوبی تقسیم کرے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

وامرهما الی من ولی الامر۔ یعنی جو بھی مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا اس کی زیر نگرانی سارا انتظام ہوگا۔ (مسلم رقم الحدیث:٣٣٠٥)

اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اتنے پابند سنت تھے۔ فرمایا کرتے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی کئے ہوئے کام کو ترک کر دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

انی اخشی ان ترکت شیأء من امرہ ان ازیغ۔

(بخاری رقم: ۲۸۶۲، مسلم رقم: ۳۳۰۵، ابوداؤد رقم: ۲۵۷۸، مسند احمد رقم: ۲۵، سنن کبری للبیہقی: ۶/۳۰۱، الابانۃ الکبری رقم: ۷۸، مستخرج ابن ابی عوانہ رقم: ۵۳۷۴، مسند الصحابہ: ۳۹/۱۶۳، ۱۵۹، ۱۵۰)

وراثت علم وحکمت:

یہی وراثت حقیقت میں وراثت انبیاء ہے جیسا کہ خود فرمان نبوی ہے:

العلماء هم ورثة الانبياء۔ یعنی علم انبیاء کی میراث ہے اور علماء ربانی اس کے وارث ہیں۔

(بخاری: ۱/۱۱۹، ابوداؤد: ۳۵۷، مسند الشامیین رقم: ۱۲۰۰، ابن حبان رقم: ۸۸، دارمی رقم: ۳۵۱، ابن ماجہ رقم: ۲۱۹، مسند احمد رقم: ۲۰۷۲۳، ترمذی رقم: ۲۶۰۶، شعب الایمان للبیہقی رقم: ۱۶۵۱، ۱۶۵۵)

معلوم ہوا کہ نبوت ورسالت کی میراث مال ومنال کے بجائے علم وحکمت ہی ہے۔

اہل تشیع کی کتب سے مفہوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خیبر میں واقع باغ فدک بطور میراث یہ کہہ کر طلب کیا کہ:

ی ابن قحافه أفي كتاب الله ترث اباك ولا ارث ابي ....؟ اے ابو قحافہ کے بیٹے تم تو اپنے باپ کے وارث ہو گے اور کیا میں اپنے باپ کی وارث نہ ہوں گی؟

افخصكم الله بآية اخرج ابي منها۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے میرے باپ کی میراث کے بارے کوئی خاص حکم ارشاد فرمایا۔

(الاحتجاج طبرسی: ۱۳۱ تا ۱۳۹)

جلاء العیون اور حیاۃ القلوب" ملا باقر مجلسی" کی کتب سے عیاں ہوتا ہے کہ انہوں (صحابہ) نے مل کر ایک حدیث وضع کر لی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

انا معشر الانبياء لا نورث ماتركناه صدقة۔ کہ ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا ہم نے جو بھی چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہے۔

متاخرین علما شیعہ میں سے شیخ خمینی بھی اسی بات کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

در تورایخ معتبره و کتابهای صحیح سُنیاں نقل شده که فاطمه دختر پیغمبر آمد پیش ابوبکر و مطالبه ارث پدرش کرد ابوبکر گفت پیغمبر گفت انا معشر الانبیاء لا نورث ماترکناه صدقة واین کلام ابوبکر که پیغمبر اسلام نسبت داده مخالف آیات صریحه است۔

یعنی سنیوں کی کتب صحیحہ اور معتبر تواریخ سے یہ بات منقول ہے کہ فاطمہ دختر پیغمبر (جناب) ابوبکر کے پاس حاضر ہوئیں اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا تو ابوبکر نے کہا پیغمبر نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو بھی ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ ابوبکر نے پیغمبر اسلام کی طرف اس حدیث کی جو نسبت کی ہے وہ کھلم کھلا قرآن کے خلاف ہے۔"

(کشف الاسرار للخمینی: ص ۱۱۵، ماخوذ شرح مسلم لسعیدی)

اس کے بعد موصوف سورۂ نمل کی آیت نمبر ۱۶ نقل کرتے ہیں" وورث سلیمان داؤد" اور سورۂ مریم کی آیت نمبر ۶ کا حوالہ نقل کرتے ہیں" یرثنی ویرث من آل یعقوب" اور لکھتے ہیں کہ یہاں سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر خدا کے وارث ہوتے ہیں صرف اولاد پیغمبر کا حق غصب کرنے کے لئے یہ حدیث وضع کی گئی ہے۔

سورۂ نمل کی آیت کے بارے میں ہم ابتدائی سطور میں علامہ ابن کثیر کے حوالے سے وضاحت کر چکے ہیں کہ یہاں وراثت سے مراد وراثت نبوت ہے نہ کہ مال ومنال کی وراثت اسی طرح سورۂ مریم کی مذکورہ آیت کے بارے تمام مکاتب فکر کے نزدیک معتبر مفسر حضرت علامہ قاضی ناصر الدین بیضاوی رقمطراز ہیں:

والمراد وراثة الشرع والعلم فان الانبیاء لا یورثون المال۔

(تفسیر بیضاوی: ۳/۳۵)

یعنی اس سے مراد شریعت وعلم کی وراثت ہے کیونکہ انبیاء مال کی میراث نہیں چھوڑتے۔

ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا کی اتباع واطاعت میں سیدہ پاک کو جواب دیا وہ کلیۃً حق اور صواب ہے اور اس پر نکتہ چینی کرنا خواہ مخواہ اپنے ایمان کو متزلزل

کرنے والی بات ہے کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے نبی اور ان کے اہل بیت سے ساری کائنات سے بڑھ کر محبت کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مودّت اہل بیت:

ایسا فرد جس کی شان میں قرابت اہل بیت خصوصاً سیدہ فاطمہ کی محبت کی وجہ سے قرآن کی آیت نازل ہوئی وہ کیسے سیدہ فاطمہ کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوسکتا ہے......؟ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ط

آپ فرمائیے! میں تم سے (اس دعوت حق) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، بجز قرابت کی محبت کے۔ (الشوریٰ، ۴۲:۲۳)

یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت سے شدید محبت کی وجہ سے نازل ہوئی۔

☆ امام ابوالسعود محمد بن مصطفی العمادی بھی اپنی تفسیر ابوالسعود میں اس آیت کا شان نزول یہی لکھتے ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود: ۶/۸۰)

ایک ایسا شخص جس کی مودت اہل بیت میں خدا قرآن کی آیات نازل فرمائے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زندگی کے کسی موڑ پر وہ اہل بیت کے مخالف ہو جائے؟ ...... یہ قرآن وسنت سے لاعلمی اور جہالت کی بنا پر تو ہوسکتا ہے لیکن ادنیٰ فہم وشعور کا مالک بھی قطعاً ایسی سوچ وفکر کا زاویہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ اہل بیت خصوصاً سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدت محبت ہی تھی جس کی بنا پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باوجود خلیفۃ المسلمین اور ام المومنین کے والد ہونے کے خود چل کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ جب آپ نے یہ دیکھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا منقبض ہو کر مجھ سے کلام نہیں کرتیں (مطالبۂ فدک کی میراث کے بعد) تو آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے دعویٰ میراث کیا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مال فدک میں سے فقراء، مساکین اور مسافروں پر خرچ کرتے دیکھا ہے۔

تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

آپ نے حمد وثناء کے بعد پوچھا کیا میں وہی کروں جیسا آپ کے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا

کرتے تھے......؟

وقالت: والله لتفعلن. فقال: والله لأفعلن ذالك. فقالت: اللهم اشهد و رضيت بذالك۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

قسم ہے اللہ رب العزت کی آپ ضرور ایسا ہی کریں: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے اللہ رب العزت کی میں ضرور ایسا ہی کروں گا پھر سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں۔ (روح المعانی: ۳/ ۴۵۳)

اب گواہ خدا ہے...... راضی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں......کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ...... بے گناہ ہے اور کوئی تیسرا یونہی دونوں حضرات کے بارے میں بے سروپا اور لغو باتیں کرتا ہے تو وہ اپنے ٹھکانے کا خود ہی تعین کرلے......؟

رہی یہ بات کہ صحابہ کرام نے یہ حدیث وضع کرلی تھی یہ بات بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ خود اہل تشیع کی معتبر اور مستند کتاب جسے وہ قرآن کے بعد سب سے اعلیٰ کتاب کا درجہ دیتے ہیں "الاصول من الکافی" اس میں بھی انبیاء کے مال کی وراثت نہ ہونے کے بارے میں احادیث موجود ہیں ان سے کیسے صرف نظر کریں گے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جناب شیخ ابو جعفر کلینی نے درج ذیل احادیث کو تقیۃً درج فرما دیا ہو۔ وہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن ابی البختری عن ابی عبدالله علیه السلام قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذاک ان الانبیاء لم یورثوا درہما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثهم۔ (الاصول من الکافی: ۱/ ۳۲)

اور دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں:

عن القداح عن ابی عبدالله علیه السلام قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان العلماء ورثة الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درہما ولکن ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر۔

(الاصول من الکافی: ۱/ ۳۴)

☆ شیخ کلینی نے بھی وراثت انبیاء سے صرف علم مراد لیا ہے اور یہ کہ درہم و دینار، مال و

منال انبیاء کا ورثہ نہیں ہوتا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر دو کی سخاوت کے چرچے عرش و فرش کی مخلوق کے زبان زد عام ہیں ان کے بارے میں دنیاوی مال کے لالچ بارے گمان کرتے ہوئے زبان طعن دراز کرنا دراصل اپنی عاقبت خراب کرنے کے مترادف ہے۔

خلیفہ رسول، خلیفہ راشد ہے:

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المهدیین۔

(ابن ماجہ رقم: ۴۲، مستدرک للحاکم رقم: ۳۲۹، ۳۳۲)

راشد (درست راستے کی طرف راہنمائی کرنے والا) کا نام پہلی مرتبہ زبان نبوت سے ادا ہوا لیکن یہ واقعہ فدک ہی تھا جس کی بنا پر سب سے پہلے "راشد" کا لقب خلفاء کے ساتھ جڑا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول کہا جاتا رہا ہے لیکن جب بارگاہِ فاروقی میں معاملۂ فدک پیش ہوا تو آپ نے فرمایا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہونے کے ناطے وہی کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا (یعنی فدک کو مستحقین امت میں تقسیم کیا) اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بے شک وہ اس معاملے میں لَصَادِقٌ، بَارٌّ، رَاشِدٌ، تَابِعٌ للحق وہ سچے، نیکوکار، راشد اور حق کی پیروی کرنے والے تھے۔

پھر جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ولی ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا میں نے بھی وہی کیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بے شک اس معاملے میں اِنِّیْ فِیْهَا لَصَادِقٌ، بَارٌّ، رَاشِدٌ، تَابِعٌ للحق ہوں۔ (مسند احمد رقم: ۱۶۸۶)

بس جب سے اس امت کے **مهلم من الله** ترجمان کتاب اللہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان معجز بیان سے یہ الفاظ ادا ہوئے تب سے سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعد ازاں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے "خلیفہ راشد" کا لقب مخصوص و معموم ہو کر رہ گیا۔

یعنی واقعہ فدک نے "راشد" کا لفظ خلفاء مہدیین کے ساتھ لاحق کر دیا۔ خلفائے راشدین

کے زمرہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو بھی شمار کیا جاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے فدک کو (جو تقسیم در تقسیم ہو کر مختلف افراد کے پاس بکھرا ہوا تھا) اپنے دور خلافت میں اکٹھا کر کے یکجا کیا اور فرمایا۔

تحقیق فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا، اس میں سے آپ خرچ فرماتے، اسی میں سے بنی ہاشم کی بیواؤں کا نکاح کرتے "وان فاطمة سالته ان يجعلها لها فابي" حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ فدک انہیں دے دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرما دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات اقدس میں فدک اسی طرح رہا یہاں تک کہ آپ اپنے راستے پر تشریف لے گئے...... جب ابو بکر رضی اللہ عنہ والی بنائے گئے تو انہوں نے بھی فدک کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی...... بعد میں جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کے نقش قدم پر چلے...... بعد ازاں مروان نے اسے بانٹ لیا پھر وہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مل گیا۔ آپ فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ:

فرأيت امرأمنعه رسول الله فاطمة ليس لي بحق واني اشهد كم اني رددتها على ماكانت يعني على عهد رسول الله وابي بكر و عمر۔

جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمۃ الزہرا سے روک دیا تھا وہ میرے لائق نہیں اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے اسی حالت پر لوٹا دیا ہے جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کے زمانہ میں تھا۔

(ابوداؤد رقم: ۲۵۸۰...... مشکوۃ رقم: ۳۸۸۴)

یعنی عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پابندی کرنے میں کسی طرح خلفائے راشدین سے پیچھے نہ رہے اسی لئے امت مسلمہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خلفائے راشدین کی صف میں شمار کرتی ہے۔

"لانورث" کی تخریج:

آخر میں ایک نظر ان جلیل القدر محدثین پر جنہوں نے حدیث مبارکہ "لانورث" کو اپنے مستند اصولوں کی کسوٹی سے پرکھ کر اور صحیح جان کر اپنی کتابوں میں جگہ دی اور خصوصاً ان...... کے لئے

جواس حدیث کو وضعی اور من گھڑت شمار کرتے ہیں:

۱۔ موطا امام مالک رقم: ۱۵۷۷

۲۔ بخاری رقم: ۲۸۶۲ ...... ۲۸۶۳ ...... ۳۴۳۵ ...... ۳۷۲۹ ...... ۳۷۳۰ ...... ۳۹۱۳ ...... ۴۹۳۹ ...... ۶۲۳۰ ...... ۶۲۴۱ ...... ۶۲۳۳ ...... ۶۷۶۱

۳۔ مسلم رقم: ۳۳۰۲ ...... ۳۳۰۳ ...... ۳۳۰۴ ...... ۳۳۰۵ ...... ۳۳۰۷

۴۔ ابو داؤد رقم: ۲۵۷۴ ...... ۲۵۷۸ ...... ۲۵۸۳ ...... ۲۵۸۴

۵۔ ترمذی رقم: ۱۵۳۳ ...... ۱۵۳۵

۶۔ نسائی رقم: ۴۰۷۲ ...... ۴۰۷۹

۷۔ مسند احمد رقم: ۹ ...... ۲۵ ...... ۵۵ ...... ۱۶۷ ...... ۳۱۵ ...... ۳۱۸ ...... ۳۳۰ ...... ۳۹۹ ...... ۱۳۱۹ ...... ۱۳۳۲ ...... ۱۴۶۸ ...... ۱۵۷۰ ...... ۱۶۸۵ ...... ۱۸۸۶ ...... ۹۵۹۴ ...... ۲۳۹۷۲ ...... ۲۵۰۵۹

۸۔ سنن کبری للبیہقی: ۶/۲۹۷،۲۹۸،۲۹۹،۳۰۰،۳۰۱،۳۰۲ ...... ۷/۶۵،۵۹ ...... ۱۰/۱۴۳

۹۔ مصنف عبد الرزاق: ۵/۴۶۹ ...... ۴۷۱ ...... ۴۷۲ ...... ۴۷۳

۱۰۔ سنن کبری للنسائی: ۳/۴۹،۴۶ ...... ۴/۴۶،۶۵،۶۶

۱۱۔ الاحاد والمثانی لابن ابی عاصم رقم: ۶۱

۱۲۔ شمائل ترمذی رقم: ۳۹۵ ...... ۳۹۶ ...... ۳۹۷

۱۳۔ المعجم الاوسط للطبرانی رقم: ۱۸۷۴ ...... ۳۸۵۹ ...... ۳۸۶۰ ...... ۴۷۳۴ ...... ۵۰۵۹ ...... ۷۹۲۷ ...... ۹۰۵۴

۱۴۔ دلائل النبوۃ للبیہقی رقم: ۳۲۷۶

۱۵۔ شعب الایمان للبیہقی رقم: ۱۴۵۶

۱۶۔ متخرج ابن ابی عوانہ رقم: ۵۳۶۵ ...... ۵۳۶۶ ...... ۵۳۶۷ ...... ۵۳۶۹ ...... ۵۳۷۲ ...... ۵۲۷۲ ...... ۳۵۷۴ ...... ۵۳۷۵ ...... ۵۳۷۶ ...... ۵۳۷۷ ...... ۵۳۷۹

۱۷۔ مسند ابو یعلی رقم: ۲ ...... ۳ ...... ۴ ...... ۳۸ ...... ۸۰۵

۱۸۔ صحیح ابن حبان رقم: ۶۹۱۳......۶۷۲۷......۶۷۲۸......۶۷۳۱

۱۹۔ صحیح ابن خزیمہ رقم: ۲۱۶۲

۲۰۔ مسند الطیالسی رقم: ۶۰......۲۲۰

۲۱۔ مشکل الآثار للطحاوی رقم: ۱۲۴......۳۶۹۳

۲۲۔ مجمع الزوائد: ۲/ ۱۵۲......۴/ ۷۹

اللہ رب العزت بطفیل صحابہ و اہل عترت تا قیامت حق پر استقامت مرحمت فرمائے۔ آمین

الحمد لله وحده عشرة معجزات من النبي صلى الله عليه

وسلم من علق في بيته لم تحرقه النار وان وضعها في النار

خمدت باذن الله تعالى اولها لم تظهر ظله على الارض

قط وثانيها لم يظهر بوله على الارض قط وثالثها لم يتثاوب قط

ورابعها لم يحتلم قط وخامسها لم ينزل عليه الذباب

قط وسادسها تنام عيناه ولا ينام قلبه وسابعها يرى من خلفه

كما يرى من امامه وثامنها لم تهرب منه الدواب اذا ركب

وتاسعها ولد صلى الله عليه وسلم مختونا وعاشرها اذا جلس بين

قوم كان كتفه اعلاهم صلى الله عليه وعلى آله اجمعين

الفقير السيد الحاج احمد العارف غفر له سنة اثنا عشر وثلثمائة

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی سیرت و سوانح، مرتبہ و مقام اور شخصیت و کردار کے موضوع پر منتخب لٹریچر کا آئینہ

فہرست مصادر و مراجع

خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد

① اس فہرست میں شامل کتب کو میں نے انٹرنیٹ سے 13 تا 15 جولائی 2020ء کے دنوں میں تلاش کیا تھا۔

② اس فہرست میں حضرت سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق اہل سنت کی اردو اور عربی زبان میں شائع کردہ کتابوں کی فہرست ہے۔ اس فہرست میں صرف وہ کتابیں شامل ہیں جنہیں میں انٹرنیٹ سے تلاش اور ڈاؤن لوڈ کر سکا۔ کئی ایسی کتابیں نظر آئیں جو ڈاؤن لوڈ نہ ہو سکیں۔

③ اس فہرست میں اہل تشیع کی تالیفات، تصنیفات اور موسوعات شامل نہیں ہیں۔ اردو اور فارسی میں شائع کردہ ان کی کتب کو اگر نظر انداز کر بھی دیں تو ان کی صرف عربی زبان میں کتب کی تعداد اہل سنت کی جمیع کتب سے زیادہ نظر آئی۔ ان کی بہت سی کتب میں نے ڈاؤنلوڈ کی ہیں، کچھ کی ورق گردانی بھی کی ہے۔ ان کی فہرست الگ مرتب کرنا مناسب نظر آیا اس لیے وہ درج ذیل فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ قرآن مجید کے بعد ان کی مصادر و منابع اہل سنت سے مختلف ہیں۔ اس لیے ان میں بہت سخت باتیں لکھی ملی ہیں۔

④ ان کتب کو انٹرنیٹ میں تلاش کے لیے میرے کلیدی الفاظ یہ تھے: فاطمہ، الزہراء،

البتول، بنت الرسول، سیدۃ نساء، وغیرہ

⑤ اس فہرست کو مرتب کرتے وقت مجھے بہت سی کتب کا سنہ اشاعت نہ ملا، اسے ظاہر کرنے کے لیے میں نے س ن (سنہ ندارد) لکھ دیا ہے۔

⑥ کتابوں اور کتابچوں کی ضخامت ظاہر کرنے کے لیے میں نے ہر جگہ آخر میں ان کے صفحات کی تعداد بھی لکھ دی ہے۔

⑦ اس فہرست کو میں نے مصنفین، مؤلفین کے ناموں کے پیش نظر ہجائی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔

اُردو زبان میں کتب:

① امام جلال الدین سیوطی (911ھ)، مسند فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، (ترجمہ: عبد الحمید مدنی)، شبیر برادرز، لاہور، 2016ء. (200 صفحات).

② امام عبد الرؤف المناوی (952_1031ھ)، فضائل ومناقب سیدۃ فاطمۃ الزہراء، رضی اللہ عنہا (ترجمہ: علامہ محمد اکبر علی خان قادری)، عالمی دعوت اسلامیہ، لاہور، س ن، (114 صفحات).

③ حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی، ذکر خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا، صدیقیہ پبلی کیشنز، فیصل آباد، س ن، (36 صفحات)

④ حکیم عبد المجید سوہدروی، سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، مسلم پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء. (144 صفحات)

⑤ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سیرت سیدۃ عالم فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، ادارہ منہاج القرآن، اسلام آباد۔

⑥ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، غایۃ الاجابۃ فی مناقب القرابۃ، منہاج القرآن، لاہور، 2006ء. (327 صفحات)

⑦ سید محبوب علی زیدی سیوہاروی، اقبال اور حبِ اہل بیت اطہار، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1965ء. (272 صفحات)

⑧ سید محمد زکریا بنوری حنفی ،اہل بیت کا مقام ،امامیہ مشن پاکستان ،لاہور، س ن. (39 صفحات)

⑨ علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی .فضائل حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، ادارہ تالیفات اویسیہ ،بہاول پور،1388ھ .(38 صفحات)

⑩ محمد بلال قادری ،سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا،شبیر برادرز ،لاہور،اشاعت اول ،2000ء (282 صفحات)

⑪ محمد مسعود قادری ،حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سو واقعات ،اکبر بک سیلرز، لاہور،س ن،(160 صفحات)

⑫ مولانا عبد المجید خادم سوہدروی، سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا،مکتبہ التفہیم ،یو پی ،انڈیا، 2014ء.(144 صفحات)

⑬ ملک محبوب الرسول قادری ،فضائل حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ بزمِ انوارِ رضا جوہر آباد 1992ء۔

عربی زبان میں کتب:

① أبو محمود عبد الفتاح محمود سرور ،الأحاديث العامّة في فضائل أهل البيت في كتب أهل السنة والجماعة ،الكويت ،ط 1 ،1431ھ/2010م .(كتاب 285 صفحات)

② الامام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر (911ھ) ،مسند فاطمة الزهراء رضي الله عنها ،المطبعة العزيزية ،حيدر آباد ،الهند ،ط 1 ،1406ھ/1986م. (كتاب 160 صفحات).

③ د. عبد العزيز بن أحمد الحميدي ،اتحاف المحبين بخصائص سيدة نساء العالمين رضي الله عنها ،دار الطرفين .مكة المكرمة .1433ھ .(كتاب 154 صفحہ)

④ د. محمد عبده يماني ،إنها فاطمة الزهراء رضي الله عنها ،مؤسسة علوم

القرآن، بیروت، ط 1416 ،1ھ/1996م.(کتاب 360 صفحات)

⑤ عباس محمود العقاد، فاطمة الزهراء رضي الله عنها والفاطميون، نضبۃ مصر، ط2006 ،5م.(کتاب 154 صفحات)

⑥ عبد الستار الشیخ، فاطمة الزهراء رضي الله عنها بنت رسول الله وأم الحسنين، دار القلم، دمشق، ط 1436 ،1ھ/2015م.(کتاب 384 صفحات)

⑦ محمد إبراہیم سلیم، نساء حول الرسول صلى الله عليه وسلم: القدوة الحسنة والأسوة الطيبة لنساء الأسرة المسلمة، القاہرۃ، 1410ھ/ 1990م.(کتاب 208 صفحات)

⑧ محمد عبد الرؤف بن علی المناوی (1031ھ)، اتحاف السائل بما لفاطمة من المناقب سيدة نساء أهل الجنة فاطمة الزهراء رضي الله عنها، (ت: عبد اللطیف عاشور)، مکتبۃ القرآن، القاہرۃ، 1407ھ/1987م.(کتاب 116 صفحات)

⑨ محمد فواد عبد الباقی، مناقب علي والحسنين وأمهما فاطمة الزهراء رضي الله عنهم، دار الحدیث، القاہرۃ، 1423ھ/2003م.(کتاب 224 صفحات)

⑩ ہمام محمد الجرف، الشهد المصفى من سيرة بضعة المصطفى، شبکۃ الألوکۃ، 1428ھ/2007م.(کتاب 31 صفحات)



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر

صلوٰۃُ اللہ وسلامُہٗ علیٰ ابیہا وعلیہا



باب 10

اولادِ امجاد

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

بسم الله الرحمن الرحيم

ابو بكر رضي الله عنه

عمر رضي الله عنه

عن علي بن ابي طالب كرم الله تعالى

وجهه ورضي الله عنه كان اذا وصف النبي صلى الله

عليه وسلم قال لم يكن بالطويل الممغط ولا بالقصير المتردد

كان ربعة من القوم ولم يكن بالجعد القطط ولا بالسبط كان

جعدا رجلا ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم وكان في الوجه تدوير

ابيض مشرب ادعج العينين اهدب الاشفار جليل المشاش والكتد

اجرد ذو مسربة شثن الكفين والقدمين اذا مشى يتقلع كانما

يمشي في صبب واذا التفت التفت معا بين

كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين

عثمان رضي الله عنه

علي رضي الله تعالى عنه

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

اجود الناس صدرا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة

واكرمهم عشيرة من رآه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه

يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله صلى الله عليه وسلم اللهم صل

وسلم على نبي الرحمة وشفيع الامة محمد وآله اجمعين وعلى جميع الانبياء

والمرسلين كتبه الحقير المعروف بالسيد محمد شوقي غفر الله ذنوبه آمين

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ مبارک

شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

متفق روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھ اولادیں تھیں۔

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

جو اظہار نبوت سے گیارہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ سات دن زندگی پائی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو قاسم انہی کے انتساب سے ہے۔ یہ کنیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھی۔

(۲) حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۰ سال کی تھی پیدا ہوئیں۔ ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع لقیط سے شادی ہوئی۔ ۷ یا ۵ ہجری میں ابو العاص مسلمان ہوئے۔ دوبارہ انہیں سے نکاح ہوا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ ھ میں انتقال فرمایا۔

(۳) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

اظہار نبوت سے قبل ۳۳ سال کی عمر میں پیدا ہوئیں، ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ جس نے ان کو چھوڑ دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ کی شادی جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں ہجرتوں میں یہ ان کے ساتھ تھیں جس روز غزوہ بدر میں مسلمانوں کو فتح کا مژدہ سنایا گیا۔ اسی روز انہوں نے وفات پائی۔

(۴) حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا:

۶ سال قبل از نبوت پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ربیع الاوّل کے مہینہ میں ان کا نکاح بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ چھ برس تک حضرت کے ساتھ رہیں۔ شعبان ۹ھ میں وفات ہوئی۔

(۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

اظہار نبوت کے ا سنہ میں پیدا ہوئیں۔ جب پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینہ کی ہوئیں تو ۲ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اکیس سال پانچ مہینے کے تھے۔ ۴۸۰ درہم مہر مقرر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک پلنگ، ایک چادر دو چکیاں اور ایک مشک جہیز دی تھی۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرا نکاح کرنا چاہا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فاطمہ میری جگر گوشہ ہے، جس سے اسے دکھ پہنچے گا مجھے بھی اذیت ہوگی، پھر جناب علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔
(البخاری)

(۶) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ:

سب سے آخری اولاد ذی الحجہ ۸ھ میں جنابہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں گود میں لیتے اور چومتے تھے۔ پندرہ مہینے زندگی پائی۔ ۹ھ میں وفات پائی۔ اتفاق سے جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ سورج کو گرہن لگ گیا۔ عرب میں عام خیال تھا کہ کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو چاند گرہن لگ جاتا ہے۔ یہ ہی مشہور ہوگیا کہ سورج گرہن ان کی موت کا اثر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"چاند سورج خدا کی نشانیاں ہیں۔ کسی کی موت سے انہیں گرہن نہیں لگتا۔" (بخاری)

نوٹ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادیوں کے بارے میں کسی قسم کا کوئی اختلاف

نہیں ہے البتہ صاجزادوں کے بارے میں سخت اختلاف ہے صاجزادوں کی تعداد آٹھ تک بتائی جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار صاجزادیوں کے ثبوت:

قرآن مجید میں فرمایا: لِأَزْوَاجِكَ (سورۃ احزاب) اے نبی اپنی بیبیوں سے فرمادو۔ ازواج جمع کا صیغہ ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نہیں متعدد بیویاں تھیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاجزادیوں کے متعلق قرآن میں فرمایا: وَبَنَاتِكَ بنات بھی جمع کا صیغہ ہے جس سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نہیں متعدد صاجزادیاں تھیں۔ ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کیجئے:

(۱) تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر، (۲) استیعاب جلد اوّل صفحہ ۲۲، (۳) ترجمہ تاریخ طبری فارسی جلد ۱ صفحہ ۵۴۴، (۴) تاریخ ابن خلدون کتاب ۲ جلد ۳ صفحہ ۲۲۹۔ ۲۳۰، (۵) نہج البلاغۃ مطبوعہ مطبع رحمانیہ صفحہ ۳۲۲۔ ۳۲۳ کا حاشیہ، (۶) اصول کافی باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۷۸، (۷) تاریخ طبری فارسی جلد ۴ صفحہ ۳۷۵، (۸) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۹، (۹) صافی شرح کافی جزوسوم حصہ ۲ صفحہ ۱۴۶۔ ۱۴۷، (۱۰) زاد المعاد عربی و فارسی صفحہ ۷۲۸، (۱۱) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸، (۱۲) کتاب الخصال جلد ۲ صفحہ ۳۷۔ ۳۸، (۱۳) نیرنگ فصاحت صفحہ ۳۲۶، (۱۴) اخبار الرجال صفحہ ۲۴۱، (۱۵) کتاب تحفۃ العوام صفحہ ۱۱۲، (۱۶) مدارج النبوہ جلد ۲ صفحہ ۵۳۳۔ ۵۳۸، ۵۴۲۔ ۵۴۸، (۱۷) شفاء الصدور الکروب جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، (۱۸) حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۲۸، (۱۹) الجواہر المضیہ جلد ۱ صفحہ ۲۰، (۲۰) زرقانی شرح مواہب جلد ۳ صفحہ ۴۹۲ تا ۶۱۵، (۲۱) زاد المعاد جلد اول صفحہ ۸۶، (۲۲) مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۴۸۸، ۴۸۹، (۲۳) انسان العیون جلد سوم صفحہ ۲۲۵، (۲۴) ناسخ التواریخ جلد ۱ کتاب دوم صفحہ ۵۹۷ تا ۵۹۸، (۲۵) تذکرۃ الکرام صفحہ ۶۴، (۲۶) سیرۃ النبی (ابن ہشام) جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۱۔

اولادِ اطہار سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ڈاکٹر محمود الحسن

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سب کو اپنی ردائے مبارک میں لے کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُ لَآءِ اَهْلِ بَیْتِیْ اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُمَّ الرِّ جْسَ وَ طَهِرُ هُمْ تَطْهِيْرًا۔

پروردگار! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ان سے ہر قسم کے عیب و رجس کو دور رکھنا اور انہیں کما حقہٗ پاک رکھنا۔

(حدیث کسا)

ازاں بعد مندرجہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

بلاشبہ اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور جس طرح طہارت کا حق ہے اس کمال طہارت سے تمہیں آراستہ کرے۔

(الاحزاب:۳۳)

مقدس ردائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو یہ چار عظیم المرتبت ہستیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلو میں تھیں، ان میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے اور دعائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بشارت الٰہی سے سراپا مستفیض ہونے والے بھی!۔اللہ اللہ! کیا شان ہے دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی! ایک طرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الٰہی میں اپنے نواسوں کے حق میں دعاء فرما رہے ہیں، تو دوسری طرف اللہ رب العزت کی وعید بھی آ رہی ہے اور وہ بھی کس معرکے، کس شان اور کس عظمت کی!

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اولادِ اطہار فاطمہ رضی اللہ عنہا و علی رضی اللہ عنہ جس مقام و مرتبے پر فائز کئے گئے ہیں، ان کے بارے میں کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ تاہم عقیدت کے جذبے اور اہلِ بیت سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کے بارے میں احوال و آثار قلمبند کر دیئے جائیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

آنجناب کا نام نامی حسن تھا۔ ابو محمد کنیت تھی۔ حضرت کی ولادت وسط رمضان المبارک ۳ ہجری میں ہوئی تھی۔ ساتویں روز آپ رضی اللہ عنہ کے نانا جان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح فرمائے، سر کے بال اُتروائے اور ان بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی۔ "میرے بیٹے! میرے بیٹے" فرمایا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

اللہ کے آخری نبی اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے:

"میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا لڑکپن حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں گزارا۔ ہمہ وقت نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے۔ گویا آپ فیضانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفیض ہو کر پروان چڑھے اور پُر نور و پُر ضیا ماحول میں پرورش پائی۔ کیا ہی روح پرور ہوں گے وہ لمحات جب کم سن حسن رضی اللہ عنہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود اقدس میں چہکتے ہوں گے اور دوشِ پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھ کر مقامِ عزت و عظمت کے حامل ٹھہرے ہوں گے۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سایہ پدری بھی کیسا عظیم الشان ملا۔ "باب العلم"۔ "خیبر شکن"۔ "حیدر کرار"۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تربیت نے آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق و کردار کی اس طرح تشکیل کی کہ

آپ رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کا ایک درخشاں باب قرار پائے جس کی تابناک شعاعیں قیامت تک مومنوں کے دلوں کو پُر فشاں رکھیں گی۔

پھر ہمارے ممدوح مکرم کو والدۂ ماجدہ بھی کس پائے کی ملیں۔ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چہیتی بیٹی تھیں۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا جن کا لقب تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی شفقت ومحبت کی گھنی چھاؤں میں آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح پرورش پائی کہ خلق وکرم، جود وسخا، ایثار وہمدردی اور راست گوئی میں بے مثال قرار پائے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سیرت وصورت دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے حد مشابہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت سخی، مہمان نواز، دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کرنے والے، اپنے دشمنوں کو معاف کرنے والے، نہایت حلیم الطبع اور نیکوکار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی فطرت میں نرمی، سادگی، محبت، شفقت اور خلوص بدرجہ کمال تھا۔ مسلمانوں کے درمیان نفاق، جھگڑا، فساد اور خون ریزی آپ رضی اللہ عنہ کو بالکل پسند نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی دلی تمنا یہی تھی کہ اُمت مسلمہ آپس میں متحد ہو کر رہے، سب میں اخوت اور ملاپ ہو، یگانگت ہو، بھائی چارہ ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد چالیس ہزار سے زائد افراد نے آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کا شام کے گورنر امیر معاویہ سے مقابلہ تھا۔ دونوں کی فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ اس وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کیا کہ آپس کے اس جھگڑے میں ہزاروں مسلمان ہلاک ہو جائیں گے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کسی طور پر بھی خون ریزی پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اُمت مسلمہ کو خون خرابے اور ہلاکت وبربادی سے بچانے کی خاطر آپ رضی اللہ عنہ نے ۴۱ ہجری میں کل کاروبار سلطنت امیر معاویہ کے سپرد کر دیا اور خود مسند خلافت سے علیحدہ ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے کچھ افراد نے اس صلح پر طعنہ بھی دیا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے جو جواب دیا، وہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک اسلامی مملکت کے سربراہوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے بہت کافی ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"حکومت کی خاطر مجھے مسلمانوں کا قتل عام پسند نہیں!"

خلافت سے دست برداری کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے۔ وہاں

آپ رضی اللہ عنہ کو کئی بار زہر دیا گیا لیکن آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا، وہ مہلک ثابت ہوا۔ اس بارے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"اگر زہر دینے والا وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس سے انتقام لے گا۔ اور اگر کوئی اور ہے تو میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کسی بے قصور کو تکلیف پہنچے۔"

ایک قوی روایت کے بموجب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زہر دیئے جانے کے سبب ۵۰ ہجری میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں اپنی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سانحۂ وفات پر سارے مدینے میں صف ماتم بچھ گئی۔ بازار بند ہو گئے۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا۔ ہر فرد بشر سراپا غم بن گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ:

وہ رات کا وقت تھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کسی اہم معاملے کی خبر دینے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت اقدس پر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے آنے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سینۂ مبارک سے کسی چیز کو لگائے ہوئے تھے جو کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا:

"میرے آقا! یہ کیا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا:

"یہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شیر خوار بچہ ہے۔ یہ حسین رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ مجھے دل و جان سے پیارا ہے۔ جو حُسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا، اُس سے اللہ محبت کرے گا۔"

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی حُسین رضی اللہ عنہ تھا۔ ابو عبداللہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ماہ شعبان ۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے یہ خواب دیکھا تھا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا ان کی گود میں آ گیا ہے۔" چنانچہ انہوں نے دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ پھر اس کی تفصیل بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کی گفتگو سن کر فرمایا:

"تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا ہوگا جسے تم اپنی گود میں لوگی۔"

چنانچہ خواب کے اس واقعہ کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اپنی گود میں لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر کانوں میں اذان دی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش و پرداخت جس ماحول میں ہوئی تھی، اس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ایک طرف نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تھی جو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی اور رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ایک جانب والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی جو فضل و کمال کا مرکز تھی۔ اور ایک سمت والدۂ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بلند ترین ہستی تھی جو تمام عورتوں میں افضل قرار دی گئی تھی۔ ان ہی محترم و معزز شخصیتوں کے زیر سایہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

اسی تابناک ماحول، روح پرور فضا، افضل ترین ہدایت، کامل درجے کی رہبری اور اعلیٰ قسم کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بلند پایہ عالم، ایک بے مثال سپہ سالار، ایک فصیح البیان مقرر، ایک عظیم مفکر اور بے بدل حق گو کی حیثیت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی فہم و بصیرت، حق شناسی و حق گوئی، شجاعت و مردانگی اور علم و تدبر کی تابناکیوں سے بساط عالم کو قیامت تک کے لئے منور و درخشاں کر دیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرح شجاعت و دلیری مبدئے فیض سے ودیعت ہوئی تھی۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے تاریخ اسلام کی ہر جنگ میں حصہ لیا اور رضداد ادسپہ گری کے جوہر دکھائے۔ عیسائیوں کے خلاف جب قسطنطنیہ میں جنگ ہوئی اور شہر کا محاصرہ کیا گیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بہ نفس نفیس شریک ہو کر دشمنانِ اسلام کے خلاف صف آرا تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جنگ طبرستان میں بھی شریک ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین اور جنگ نہروند میں بھی برسرِ پیکار رہے تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حافظہ نہایت قوی اور ذہانت بے مثال تھی۔ جس وقت سرکار

دو عالم ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا، اس وقت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً چھ سال تھی۔ اس کم عمری میں سنی سنائی اور دیکھی بھالی باتیں سن شعور تک پہنچتے پہنچتے یاد نہیں رہتیں۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے محترم نانا جان ﷺ کی آٹھ حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر کی تھی۔ اسلام کی سرفرازی وسربلندی آپ رضی اللہ عنہ کا عین مقصد حیات تھا۔ اعلائے کلمۃ الحق آپ رضی اللہ عنہ کا نظریہ زندگی تھا۔ باطل قوتوں کا خاتمہ آپ رضی اللہ عنہ کا مشن تھا اور عراق کی سرزمین آپ رضی اللہ عنہ کے اس مقصد، اس نظریے اور اس مشن کی گواہی قیامت تک دیتی رہے گی۔

جب اسلامی سلطنت یزید کے قبضے میں آئی تو اس نے جبراً اہل بیت سے بھی بیعت کا تقاضا کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس بیعت کی سخت مخالفت کی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ یزید جیسے شخص کو اس افضل واعلیٰ مسند خلافت کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔ ادھر اہل کوفہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو عراق آنے کی دعوت دی۔ لیکن کوفیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بدعہدی کی اور یزیدی فوج کا ساتھ دیا۔

کربلا کے لق ودق صحرا میں حق وباطل کا ٹکراؤ ہوا۔ خیر وشر متصادم ہوئے۔ نیک وبد میں آویزش ہوئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی قہرمانی کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کی تاریخ تھی۔ نواسہ رسول ﷺ، جگر گوشہ علی رضی اللہ عنہ وبتول رضی اللہ عنہا اپنے رفقاء کے ہمراہ میدان کربلا میں جام شہادت نوش فرما گئے لیکن عالم انسانیت کے لئے حق وصداقت، ایثار وقربانی اور عزم وحوصلے کی جو مثال چھوڑ گئے وہ رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لئے مینارۂ نور کا کام دیتی رہے گی:

قتل حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

(مولانا محمد علی جوہرؔ)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا زمانہ خلافت تھا۔ کوفہ کو دار السلطنت ہونے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا۔ ایک دن کسی جگہ چند عورتیں بیٹھی تھیں۔ ان کے سامنے ایک معزز ومحترم خاتون نہایت فصیح وبلیغ انداز میں تقریر فرما رہی تھیں۔ وہ تقریر کیا تھی، فصاحت وبلاغت کا ایک بحر زخار رواں تھا۔

خاتون سامعین نہایت سکون وطمانیت کے ساتھ تقریر سن کر اپنے ذہن و دل کو اجال رہی تھیں۔

معزز مقررہ خاتون سامعین کے سامنے سورہ کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر بیان کر رہی تھیں۔ اسی دوران خلیفۂ وقت، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ وہاں سے گزرے۔ آپ مقررہ کی آواز سن کر ٹھہر گئے اور بڑے غور سے تقریر سنتے رہے۔ جب مقررہ کا بیان ختم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حد درجہ مسرور ہو کر فرمایا:

"جانِ پدر! میں نے تمہارا بیان سنا اور مجھے خوشی ہوئی کہ تم کلام الٰہی کے مطالب اتنے عمدہ طریقے سے بیان کر سکتی ہو۔"

خلیفۂ وقت، باب العلم اور فکر و دانش کے منبع عظیم جس مقررہ سے مخاطب ہو کر ان کی تعریف و توصیف فرما رہے تھے، وہ آپ رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا تھیں۔ جس طرح آپ رضی اللہ عنہ کے پدر گرامی بے مثال خطیب تھے اور دوران خطابت فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیتے تھے، حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کو بھی یہی اوصافِ زور بیانی ورثے میں ملے تھے۔ وہ کوفے کے گورنر ابن زیاد کا دربار ہو یا دمشق میں یزید کا محل، شامیوں کا خونخوار لشکر ہو یا وعدہ خلافی کرنے والے اہل کوفہ کا مجمع ۔۔۔۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان لوگوں کے سامنے اس جرأت اور دلیری سے تقریر کر کے ان کے ظلم و جور کو واشگاف فرماتیں کہ آسمان دہل جاتا اور زمین کانپ کانپ اٹھتی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ماہ شعبان ۶ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کے نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ جب سفر سے واپس تشریف لائے تو حسب معمول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ بچی کو گود میں لے کر کافی دیر تک روتے رہے۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھی۔ کچھ دیر چبائی اور لعاب دہن نوزائیدہ بچی کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نواسی کا نام "زینب" رکھا اور یہ فرمایا:

"یہ اپنی نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہم شکل ہے۔"

جگر گوشۂ بتول رضی اللہ عنہا کی نوزائیدہ بچی کو جو مقام و مرتبہ ملا، اس کا اندازہ یوں لگائیے کہ:

☆ آپ رضی اللہ عنہا شہید کی بیٹی تھیں۔

☆ آپ رضی اللہ عنہا شہید بھائیوں کی ہمشیرہ تھیں۔

☆ آپ رضی اللہ عنہا شہیدوں کی ماں تھیں۔

☆ آپ رضی اللہ عنہا شہید کی بہو تھیں۔

بلا ریب، حضرت زینب رضی اللہ عنہا علم و فضل میں، فہم و ادراک میں، شعور و بصیرت میں، غور و فکر میں، قرآن فہمی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی مقدس رگوں میں جہاں محترم نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس لعابِ دہن کے اثرات جاگزیں تھے، وہاں والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جملہ اوصاف حمیدہ بھی حرزِ جاں تھے اور والدۂ معظمہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آفاقی صفتیں بھی رواں تھیں۔ گویا والدین گرامی اور جدِ محترم کے عظیم الشان کردار کی جھلکیاں پورے وقار و تمکنت کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کے نورانی سراپا میں منعکس تھیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہا سن بلوغ کو پہنچیں تو شہید جنگِ موتہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا۔ آپ کے شوہر ایک کامیاب تاجر تھے اور مالی حالت بہت اچھی تھی۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا دولت کی ریل پیل کی طرف کبھی مائل نہیں ہوئیں بلکہ بدستور صبر و قناعت، سادگی اور جفاکشی کا پیکر بنی ہوئی تھیں۔ گھر کے تمام امور نہایت تندہی سے انجام دیا کرتیں۔ جب ہی تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"زینب رضی اللہ عنہا بہترین گھروالی ہے۔"

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کو اپنا مستقر بنایا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی شوہر کے ہمراہ وہیں آگئیں۔ اس عرصے میں خانہ داری کے امور سرانجام دینے کے ساتھ خواتین میں درس و تدریس اور وعظ و تلقین کے فرائض بھی انجام دینے لگیں۔ لیکن قسمت میں بڑے بڑے مصائب لکھے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے بعد محترم نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب گود میں لیا تو بہت روئے تھے۔ پہلے والد گرامی رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا پر غم واندوہ کا کوہ گراں ٹوٹ پڑا۔ پھر اپنے برادر بزرگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میدان کربلا آئیں۔ خاندان کے ذی حشم افراد کو افواجِ یزیدی کے ہاتھوں شہید ہوتے دیکھا۔ اور آخر میں اپنے پیارے بھائی کے مقدس لاشے کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندتے ہوئے دیکھا تو جگر پارہ پارہ ہوگیا۔ لیکن عزم و حوصلے کی چٹان بن کر ابن زیاد اور یزید کے درباروں میں برق بے اماں کی مانند برستی رہیں۔ اپنی تقریر کے تیز دھار والے جملوں سے ظالموں کے پرخچے اڑاتی رہیں۔

تاریخ اسلام نے ایسی کسی اولعزم، جری اور دلیر خاتون کو نہ دیکھا ہوگا جس نے کربلا کے

میدان میں، کوفہ کے بازار میں، دمشق کی شاہراہوں میں اور ظالم و فاسق یزید کے دربار میں تلوار کی مانند کاٹ دار جملوں سے اعداء کے جگر کاٹ کر رکھ دیئے ہوں۔ بلاشبہ یہ خاتونِ واحد صرف اور صرف حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ تھیں۔

اور جب دشت کربلا کے واقعہ کے بعد کوفہ و دمشق کے طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ پہنچیں تو آپ کے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ انہیں پہچان نہ سکے اور نہایت تعجب سے فرمایا:

"آپ کہیں زینب رضی اللہ عنہا تو نہیں ہیں؟"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ دخترِ ذی شان ۱۴ ررجب المرجب ۶۴ ھ کو مصر کی سرزمین میں وفات پا گئیں۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کی چھوٹی بہن حضرتِ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا ۹ ہجری میں دنیائے آب و گل میں تشریف لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بھی اپنی ہمشیرہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہوبہو تصویر تھیں۔ اندازِ تکلم، طور اطوار اور طرزِ خطابت بالکل بہن جیسا تھا۔ عبادت و ریاضت میں ہمہ وقت مصروف رہتیں۔ والدین گرامی کی جملہ صفات حسنہ کا مرکز و منبع تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جمادی الثانی ۶۲ ہجری میں وفات پائی۔

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ
وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ سنن الترمذی 3593

اے اللہ! تو مجھے اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام (کردہ) چیزوں سے اور مجھے اپنے فضل سے، بے نیاز کر دے اپنے ماسوا سے

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

سید الاسخیاء امیر المؤمنین

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ

سال پیدائش، نام وکنیت:

آپ ۱۵ رمضان المبارک سن ۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس بچہ کا نام رکھو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا نام آپ رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس بچہ کا وہ نام رکھوں گا جو خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدائے عزوجل اس صاحبزادہ کی پیدائش پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادہ شبر کے نام پر رکھو جس کے معنی ہیں "حسن" تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور کنیت ابومحمد۔ پھر پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا، بال منڈوائے اور حکم فرمایا کہ بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ کی جائے۔ (نزہت المجالس وغیرہ)

آپ کی روایت کردہ احادیث:

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر صرف ساڑھے سات سال کی تھی۔ اس کے باوجود آپ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں۔ صاحب تلقیح نے آپ کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے کہ جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ ساڑھے سات سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اس وقت کی اتنی حدیثوں کا یاد رکھنا اور نقل کرنا آپ کے حافظہ کا کمال ہے۔

ہم شکل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آپ شکل وصورت میں اپنے نانا جان پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ اَشْبَہَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّاسِ۔

یعنی حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سر سے لے کر سینہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔

وَالْحُسَیْنُ اَشْبَہَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاکَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ۔

اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اقدس کے زیریں حصہ سے بہت مشابہ ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حُسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توَام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

اور ارشاد فرماتے ہیں۔

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنین

تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

(حدائقِ بخشش)

آپ کے فضائل:

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے کچھ پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ منبر پر رونق افروز ہیں اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں ہیں۔ آپ کبھی صحابہ کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی ان کی طرف۔

اور فرمایا:

اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کرادے گا۔

(بخاری شریف، ص ۵۳۰ ج ۱)

حدیث نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہوتے اور حضرت حسن آتے تو آپ کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اُتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ انہیں اُتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اُتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن ان کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔ (الشرف المؤبد ص ۶۰)

حدیث نمبر ۳:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ۔ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

(بخاری شریف ص ۵۳۰ ج ۱)

حدیث نمبر ۴:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے۔ کسی صحابی نے کہا:

نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ۔ اے صاحبزادے تیری سواری بہت اچھی ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ۔ اور سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۱)

یعنی اے صحابی! یہ تو تو نے دیکھا کہ سواری کتنی اچھی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ کہ سوار کتنا اچھا ہے۔

سب سے معزز شخص:

ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قریش اور دیگر قبیلوں کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ انہوں نے فرمایا: مجھے بتاؤ ماں اور باپ، چچا اور پھوپھی، خالہ اور ماموں، نانا اور نانی کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز کون شخص ہے؟ حضرت مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے والد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ ان کی والدہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت رسول اللہ (ﷺ) ہیں۔ ان کی نانی اُم المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) ہیں اور نانا نبی اکرم ﷺ ہیں۔ ان کے چچا حضرت جعفر ہیں جو جنت میں پرواز کرتے ہیں اور پھوپھی حضرت اُم ہانی بنت ابی طالب ہیں اور ان کے ماموں اور خالائیں رسولِ اکرم ﷺ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ پھر مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں نے صحیح کہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اے اللہ! یہ سچ ہے۔ (برکات آل رسول ص ۱۴۲)

پچیس حج پاپیادہ:

حاکم کی روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بغیر سواری کے پیدل پچیس حج ادا فرمائے حالانکہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پاپیادہ راستہ طے فرماتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

بے مثال سخاوت:

آپ سخاوت میں بے مثال تھے کہ بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے۔ ابن سعد علی بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تین بار آدھا آدھا مال خدا کی راہ میں دے دیا اور دو مرتبہ اپنا پورا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا۔
(تاریخ الخلفاء)

بُردبار اور حلیمُ الطبع:

آپ بہت بردبار اور حلیم الطبع تھے۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ مروان جب مدینہ منورہ میں حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کمال تحمل کے ساتھ اس کی گستاخیوں کو برداشت کر لیتے تھے۔

آپ کی حق گوئی:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اس گستاخ نے آپ کے سامنے ہی آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر آپ خاموش رہے۔ اسی درمیان مروان نے اپنے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا۔ افسوس! تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ داہنا ہاتھ اس کام کے لئے نہیں ہے۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا چاہیے۔ یہ سن کر مروان خاموش رہا۔ (تاریخ الخلفاء)

اپنی برائی سن کر تو آپ خاموش رہے لیکن جب غلط بات آپ نے دیکھی تو فوراً تنبیہ فرمائی۔ یہ آپ کی حق گوئی ہے عیب جوئی نہیں۔ بعض مدعیانِ علم جو طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہیں اس قسم کی تنبیہ کو عیب جوئی قرار دیتے ہیں۔ خدائے عزوجل انہیں حق گوئی اور عیب جوئی کا فرق سمجھنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین۔

خلافت اور اس سے دست برداری:

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مسند

خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ چالیس ہزار اہالیانِ کوفہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ آپ چھ ماہ تک منصبِ خلافت پر فائز رہے۔ اس کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس کوفہ آئے تو مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ آپ نے خلافت ان کے سپرد کرنا منظور فرمایا:

① بروقت امیر معاویہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔

② مدینہ شریف اور حجاز و عراق وغیرہ کے لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زمانہ کے متعلق کوئی مواخذہ اور مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

③ حضرت امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے ذمہ جو دیون ہیں ان سب کی ادائیگی حضرت امیر معاویہ کریں گے۔

ان تمام شرطوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کیا تو آپس میں صلح ہوگئی اور اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ظاہر ہوا جو آپ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند ارجمند مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس صلح کے بعد تختِ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خالی کر دیا۔ دستبرداری کا یہ واقعہ ربیع الاوّل ۴۱ ہجری میں ہوا۔ (تاریخ الخلفاء)

خلافت سے دستبردار ہونا آپ کے بہت سے ہمنواؤں کو ناگوار ہوا۔ انہوں نے طرح طرح سے آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا یہاں تک کہ بعض لوگ آپ کو "**عار المسلمین**" کہہ کر پکارتے تو آپ ان سے فرماتے:

اَلْعَارُ خَیْرٌ مِّنَ النَّارِ۔ عار نار سے بہتر ہے۔

امرِ خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کرنے کے بعد آپ کوفہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔ جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھوں میں تھے یعنی اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے وہ مجھ سے بیعت کر چکے تھے اس زمانہ میں ہم جس سے چاہتے ان کو لڑا دیتے لیکن میں اس وقت محض اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے خلافت سے دستبردار ہو گیا اور امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ کا خون

نہیں بہنے دیا۔ تو جس خلافت سے میں صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے دست بردار ہو گیا ہوں اب لوگوں کی خوشی کے لئے میں اسے دوبارہ نہیں حاصل کر سکتا۔ (تاریخ الخلفاء)

آپ کی کرامتیں:

آپ کی بہت سی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ حج کے لئے پیدل سفر کر رہے تھے کہ آپ کے پیروں میں ورم آگیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کیا کاش! آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تا کہ ورم کم ہو جائے آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا: جب تم منزل پر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی ملے گا جس کے پاس کچھ تیل ہو گا تم اس سے خرید لینا۔

جب منزل پر پہنچے تو حبشی دکھائی دیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ جاؤ اور اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ۔ جیسے وہ غلام حبشی کے پاس گیا اور اس سے تیل طلب کیا تو اس نے پوچھا یہ تیل کس کے لئے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) کے لئے۔ اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چلو ان کا غلام ہوں۔ جب وہ حبشی آپ کی خدمت میں پہنچا تو کہا میں آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا۔ آپ بس میری بیوی کے لئے جو دردِ زہ میں مبتلا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاعضا بچہ عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھر جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارا پیروکار ہو گا حبشی گھر گیا تو آپ کے فرمانے کے مطابق بچہ پیدا ہوا۔

(شواہد النبوۃ ص ۳۰۲)

کھجور کا خشک درخت تر و تازہ ہو گیا:

آپ کی دوسری مشہور کرامت یہ ہے کہ ایک بار آپ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ کا گزر کھجوروں کے ایک ایسے باغ میں ہوا کہ جس کے سب درخت خشک ہو گئے تھے آپ نے اسی باغ میں ڈیرا ڈال دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے باغ کے ایک درخت کی جڑ میں اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے دوسرے درخت کی جڑ میں فرش بچھایا گیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے کاش! اس نخلستان میں تازہ کھجوریں ہوتیں جنہیں ہم

کھاتے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو؟ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا اور زیرلب کچھ کہا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت تروتازہ اور بارآور ہو گیا اس میں تازہ کھجوریں لگ گئیں۔ ان کا ساتھی شتربان بولا واللہ! یہ جادو ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ جادو نہیں ہے بلکہ فرزند رسول اللہ کی دعائے مستجاب کا اثر ہے۔ پھر لوگوں نے کھجوروں کو درخت سے توڑا اور سب نے خوب شکم سیر ہو کر کھائیں۔ (شواہد النبوۃ ص ۳۰۳)

آپ کی شہادت:

ابن سعد حضرت عمران بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان دونوں آنکھوں کے درمیان "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ خواب بیان فرمایا تو اہلِ بیت بہت خوش ہوئے لیکن جب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ خواب بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی زندگی کے صرف چند روز اور باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر صحیح واقع ہوئی کہ ایسا خواب دیکھنے کے بعد آپ چند روز بقیدِ حیات رہے پھر زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

زہر خورانی کی تفصیل:

یوں بیان کی جاتی ہے کہ پہلے آپ کو شہد میں ملا کر زہر دیا گیا جس سے آپ کے شکم مبارک میں درد پیدا ہوا رات بھر آپ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے صبح اپنے جدِ امجد پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ پر حاضر ہوئے دعا فرمائی تو خدائے عزوجل نے انہیں شفائے کلی عطا فرمائی۔

دوسری بار آپ کو زہر آلود کھجوریں کھلائی گئیں۔ چھ سات کھجوریں کھاتے ہی آپ کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور رات بھر بے قرار رہے۔ سویرے پھر اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی تو اس بار بھی خدائے تعالیٰ کی رحمت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے زہر کا اثر جاتا رہا۔

دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا:

بیان کیا جاتا ہے کہ اسی طرح آپ کو پانچ بار زہر ہلاہل دیا گیا مگر ہر بار اس کا اثر زائل ہوتا رہا۔ چھٹی بار ہیرے کی کنی پیسی ہوئی آپ کی صراحی میں ڈالی گئی جس کا پانی پیتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ حلق سے ناف تک پھٹ گیا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ آپ بے قراری میں مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، مسلسل قے ہونے لگی اور دست بھی جاری ہوا جس کے ساتھ جگر اور انتڑیوں کے ٹکڑے کٹ کر گرنے لگے۔

قاتل کا نام ظاہر نہ فرمایا:

وفات کے قریب آپ کے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا: جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی زہر دینے والا ہے تو خدائے ذوالجلال منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر وہ زہر دینے والا نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔

انصاف کا بادشاہ:

سبحان اللہ! حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال کتنا بلند و بالا ہے۔ آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں اسہال کبدی لاحق ہے۔ آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے ہیں اور نزع کی حالت ہے مگر اس وقت بھی انصاف کا بادشاہ اپنے انصاف و عدالت کا نہ مٹنے والا نقش صفحۂ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے اور اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کے بارے میں گمان ہے اس کا نام لینا گوارا کیا جائے۔

وفات کے وقت گھبراہٹ اور بے قراری:

وفات کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن کو بے قراری اور

گھبراہٹ زیادہ ہے تو آپ نے ان کی تسلی کے لئے عرض کیا کہ اے برادرِ محترم! یہ گھبراہٹ اور بے قراری کیسی ہے؟ آپ تو اپنے نانا جان ﷺ اور اپنے بابا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے ہیں۔ اپنی جدۂ کریمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور والدہ محترمہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ملاقات کریں گے اور اپنے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کریں گے اور اپنے ماموں حضرت قاسم و حضرت طاہر رضی اللہ عنہما سے بھی ملاقات کریں گے۔

حضرت امام حسن نے فرمایا اے برادرِ عزیز! میں ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں کہ جس کی مثل میں اب تک نہیں داخل ہوا تھا اور میں اللہ کی مخلوق میں سے ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں کہ جس کی مثل کبھی نہیں دیکھی۔ (تاریخ الخلفاء)

تاریخ شہادت اور جائے مدفن:

پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی عمر میں بمقام مدینہ طیبہ ۵ ربیع الاول ۴۹ ہجری میں آپ نے وفات پائی اور جنت البقیع میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام
(حدائقِ بخشش)

زہر کس نے دیا؟

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا مگر یہ لکھنا صحیح ہے یا نہیں۔ اس کے بارے میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو محققانہ مضمون تحریر فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ لیکن

اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔ یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو، خاص کر جب کہ واقعہ اتنا اہم ہو۔ مگر حیرت ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کے اس امامِ جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں ہے۔ تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادرِ معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کس کا نام لیتے انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے؟ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا، نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے، وہ یہ ہے کہ بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں ہے کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے افتراءات ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن کی عادت ہے یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے۔ اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن جن عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدانہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال (سوانح کربلا)

عیب یا خوبی:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دینا عیب نہیں تھا۔ اگر عیب ہوتا تو پھر کوئی عورت ان کے نکاح میں آنے کو قبول نہ کرتی اور نہ کسی عورت کے خاندان والے اس پر راضی ہوتے بلکہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خوبی تھی کہ وہ لوگوں کو اپنے ذریعہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری سے مشرف فرماتے تھے اور مسلمان بیبیوں کو خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی بہو ہونے کی عزت بخشتے تھے تاکہ یہ رشتہ انہیں قیامت کے دن کام آئے اور ان کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کثرت تزوج کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کو میری وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ ہو جائے جو قیامت کے دن انہیں کام آئے۔ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۹۷)

اور مسلمان بھی اسی لالچ سے اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دیتے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اے کوفہ والو! حسن کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی مت کرو کہ وہ طلاق دینے کے عادی ہیں۔ یہ سن کر ایک ہمدانی نے کہا خدا کی قسم ہم ان سے اپنی بیٹیوں کی شادی ضرور کریں گے جسے وہ چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دے دیں۔ (تاریخ الخلفاء)



سیدہ فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما کی اولاد

میں برکت کے لئے دُعائے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ظہورِ مہدی کی بشارت

انتخاب: حاجی احمد الباروی

نسل بتول رضی اللہ عنہا و حضرت علی رضی اللہ عنہ میں برکت کے لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مبارکہ کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْھِمَا وَبَارِکْ عَلَیْھِمَا وَبَارِکْ لَھُمَا فِیْ نَسْلِھِمَا

اے اللہ ان دونوں میں برکت عطا فرما، ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی نسل میں برکت عطا فرما۔

"ذخائر العقبیٰ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، کچھ دیر بعد جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "اے انس! کیا تجھے معلوم ہے کہ اس وقت جبرائیل کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟" میں نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں کہ جبرائیل علیہ السلام کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جبرائیل نے مجھے امر ربی سنایا ہے کہ میں سیدۃ فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کر دوں" آپ جائیں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم اور مہاجرین و انصار کے چند افراد بلائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چلا گیا اور ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دی، سب لوگ تشریف فرما ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد خطبہ نکاح پڑھا اور پھر ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دعائے خیر و برکت فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے کہ اے علی! اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ

فاطمہ کا نکاح تجھ سے کر دوں، سو میں نے چار سو مثقال چاندی پر سیدۃ فاطمہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے۔ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رَضِيْتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه یارسول اللہ میں اس پر راضی ہوں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ شکرانے کے لئے بارگاہ رب العالمین میں سجدہ ریز ہو گئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تبارک وتعالیٰ تم دونوں کو برکت عطا فرمائے، تمہارے درمیان برکت ہو، تمہارے اجداد کو سعادت نصیب ہو اور تم دونوں سے پاک اور کثیر نسل کی ابتداء ہو۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم پھر ان سے کثیر اور پاک وطاہر نسل کی ابتداء ہوئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کی برکات اور اثرات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ظاہر ہوتے رہے اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں گے۔

"سنن ابن ماجه" میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ مہدی علیہ السلام میری اولاد یعنی اولاد فاطمہ سے ہوں گے۔

"فیروز آبادی" نے "فضائل الخمسه" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نعیم بن حماد سے نقل کی ہے کہ "حضرت مہدی علیہ السلام کی ولادت مدینہ منورہ میں اہلِ بیت کے گھر میں ہو گی، آپ علیہ السلام کا اسم گرامی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی پر ہوگا، آپ کی ہجرت گاہ بیت المقدس ہو گی، گھنی داڑھی، سرمئی آنکھیں، چمکتے دانت، کاندھے پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی ہو گی، تیس اور چالیس سال کی عمر کے دوران ظاہر ہوں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ تین ہزار فرشتے ان کی مدد کے لئے بھیجیں گے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ میرا یہ بیٹا جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارا سید (سردار) قرار دیا ہے اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہوگا۔

"المستدرك" اور "مسند امام احمد" میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ "اس

وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین ظلم وزیادتی سے نہ بھر جائے گی پھر میری عترت ...... میری اہل بیت ...... سے ایک شخص آئے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح زمین ظلم وزیادتی سے بھر چکی ہوگی۔

"کشف الخفاء" اور "کنز الاعمال" میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت مہدی میری اولاد سے ہوگا، جس کا چہرہ چمکتے دمکتے ستارے کی طرح ہوگا، عربی رنگ، اسرائیلی جسم، زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، آسمان، زمین اور فضاء والے سب ان کی خلافت پر راضی ہوں گے۔"

"سنن ابن ماجه" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "ہم اولادِ عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں۔ میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی رضی اللہ عنہم۔"

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ

حسنین عظیمین علیہما السلام

یہ دو گل شاداب رسول عربی ہیں

علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری نظامی رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین علیہما السلام کے بعض انفرادی فضائل کے علاوہ اکثر فضائل مشترک ہیں اس لئے پہلے ان دونوں قدوسیوں کے کچھ مشترک فضائل درج کئے جاتے ہیں۔

محبوبیت:

اسلام کے یہ دونوں شہزادے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے حد محبوب ہیں۔ حافظ طبرانی اور حافظ ابو نعیم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

الحسن والحسين من احبهما اجبته ومن احيته احبه الله، و من احبه الله ادخله جنات النعيم، ومن البغضهما اوبغى عليهما ابغضة ومن ابغضته ابغضه الله، و من ابغضه الله ادخله ناد جهنم وله عذاب مقيم

(کنز العمال ج ۶ ص ۲۲)

حسن اور حسین سے جو شخص محبت رکھے گا اس سے میں محبت رکھوں گا اور جس سے میں محبت رکھوں گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائے گا اس کو جنت نعیم میں داخل کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا اس کا میں دشمن ہوں اور جس کا میں دشمن ہوں، اللہ بھی اس کا دشمن اور جس کا اللہ دشمن ہے اسے وہ جہنم میں داخل فرمائے گا اور اس کو ہمیشہ عذاب ہوگا۔

☆ مسند احمد، سنن ابن ماجہ اور مستدرک میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

من احب الحسن والحسین فقد احبنی و ابغضهما فقد ابغضنی (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۲۲۰)

جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی، اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زمانہ میں جب کہ یہ دونوں حضرات گود میں رہتے تھے، یہ دعا فرمائی ہے۔

هذان ابنای وابنا بنتی، اللهم انی احبهما فاحبهما واحب من یحبهما (ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۸ و ابن حبان، کنز العمال ج ۶ صفحہ ۲۲۰)

یہ دونوں میرے فرزند ہیں اور میری بیٹی کے فرزند ہیں۔ یا اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو شخص ان سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔

☆ ان کی اور ان کے والدین ماجدین کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جو شخص ان حضرات سے محبت رکھے گا وہ قیامت کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

من احبنی واحب هذین واباهما وامهما کان معی فی درجتی یوم القیامة (ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۵ و مسند احمد، کنز العمال ج ۲ صفحہ ۲۱۶)

جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا اور میرے حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) سے اور ان کے والدین سے وہ قیامت کے دن میرے ہمراہ میرے درجہ میں رہے گا۔

☆ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرطِ محبت سے حسنین پاک رضی اللہ عنہما کو گلے سے لگا کر سونگھا کرتے اور فرماتے تھے میرے خاندان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب یہی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ اہل بیت میں آپ کا سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اسی روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے:

ادعی لی ابنی فیشمھا ویضمھا الیہ — میرے دونوں بچوں کو لاؤ پھر ان کو سونگھتے اور گلے لگایا کرتے۔

(ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۸)

نبی کے دو گلِ خنداں:

صحیح ترمذی (ج ۲ صفحہ ۲۱۸) میں ہے کہ ایک عراق نے حضرت ابن عمر سے کپڑے میں مچھر کا خون لگ جانے کا مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ اسے دیکھو یہ مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قتل کیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

ھما ریحانتی من الدنیا — یہ دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

جوانانِ جنت کے سردار:

مسند احمد و ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے معجم کبیر طبرانی میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے معجم اوسط میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے اور دیگر کتب حدیث میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

الحسن و الحسین سید اشباب اھل الجنۃ — حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

(کنز العمال ج ۶ صفحہ ۲۲۰)

وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت سیدہ عالم خاتون جنت سلام اللہ علیہ ابیہا، علیہا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وفات میں سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر گذارش کرتی ہیں "یارسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دونوں آپ کے بچے ہیں، آپ ان کو اپنی وراثت عطا فرمائیے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اما الحسن فله سيئتي و سوددي، واما الحسين فلهجراتي وجودي

حسن (رضی اللہ عنہ) کو اپنی ہئیت اور سرداری، اور حسین (رضی اللہ عنہ) کو اپنی بہادری اور سخاوت بخشی۔

(کنز العمال ج ۶ صفحہ ۲۲۱ طب مندہ کر)

ان خوبیوں کے علاوہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ان تمام فضائل میں بھی وراثت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جن کی بنا پر اکابر ملت وارث نبوی کہے جاتے ہیں۔ ان میں حسنین پاک رضی اللہ عنہ کو یہ مزید خصوصیت اور شرف حاصل ہے کہ چونکہ خمیر نبوی اور رطینت مصطفوی سے ان کی تکوین ہوئی ہے اس لئے علم نبوت، حکمت ربانی، محفوظیت اور باطنی قطبیت میں یہ امام الائمہ ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب التفہیمات الالٰہیہ ج ۲ صفحہ ۱۴ا میں لکھتے ہیں:

فوارثه الذين اخذ والحكمة والعصمة والقطبية البأطنة هم اهل بيته وخاصته

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ وارث جنہوں نے آپ سے حکمت، عصمت اور باطنی قطبیت اخذ کی ہے وہ آپ کے اہل بیت اور آپ کے مخصوص اقربا ہیں۔

وارثانِ نبوی وہ مقدس حضرات ہیں جو ایمان وعرفان اور استقامت دین میں بے حد راسخ القدم ہیں جن کو قرآنِ مجید الراسخون فی العلم فرماتا ہے۔ حدیث نے الراسخون فی العلم کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے:

من برت يمينه وصدق لسانه واستقام قلبه ومن عف بطنه و فرجه فذالك من الراسخين فى العلم

(الدر المنثور ج ۲ صفحہ ۷)

جس کی قسم پوری ہو کے رہے اور زبان صادق البیان ہو اور دل مستقیم ہو، اور شکم و لقمہ حرام ہے اور عضو تولید (فعل حرام سے) عفیف رہے وہ شخص الراسخین فی العلم لوگوں میں ہے۔

غالباً یہ الراسخون فی العلم کی علامتیں ہیں، جیسا کہ روح المعانی ج ۲ صفحہ ۸۳ میں ہے)۔

اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ خمیر نبوی کے اثر سے اعلیٰ کمالات ان کی فطرت میں ودیعت ہیں جو چیزیں اوروں کو سالہا سال مجاہدہ اور ریاضت سے بھی حاصل نہیں ہوتیں وہ سب ان کا فطری جوہر ہیں، جیسے سورج سے نور کی شعاعوں کا نکلنا سورج کا فطری جوہر ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط

امام حسن علیہ السلام کے مخصوص فضائل مع دیگر مناقب

سر سے سینہ تک شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: حسن: سر سے سینہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے اور حسین: سینہ سے نیچے تک بہت زیادہ مشابہ تھے۔ (ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۹)

یعنی یوں تو یہ دونوں حضرات حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل تھے لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینہ تک زیادہ مشابہ تھے اور امام حسین رضی اللہ عنہ باقی حصہ میں زیادہ مشابہ تھے۔

صلح و آشتی کا پیکر جمیل:

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے متعلق یہ پیشین گوئی فرمائی ہے۔

ان ابنی هذا سید یصلح اللّٰه علی یدیه بین فئتین — میرا یہ فرزند سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

(ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۸)

امیر معاویہ سے صلح کے وقت آپ کی اس فضیلت عظیم کا ظہور ہوا، تفصیل گزر چکی ہے۔

بہترین سوار:

سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن ابن علی کو کندھے پر سوار کئے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا "میاں صاجزادے بہترین سواری ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا اور سوار بھی کتنا اچھا ہے۔ (ونعم الراکب ھو)

دنیاوی جاہ وحشم سے بے نیازی:

مسلمانوں کے شوریٰ نے آپ کو تخت خلافت کا مسند نشین بنایا تھا، چالیس ہزار نفوس نے آپ کے دست مبارک پر جاں بازی کی بیعت کی تھی اور آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے کے لئے تیار تھے۔ حجاز، یمن، عراق، خراسان اور ایران کے آپ نہایت محبوب حکمراں تھے۔ لیکن آپ نے انسانوں کے خون بچانے کی خاطر اتنی عظیم الشان سلطنت چھوڑ کر جاہ وحشم سے بے نیازی کا وہ ثبوت دیا ہے جو تاریخ انسانی کا ایک معجزہ ہے۔ مزید تفصیل خلافت سے دست برداری کے باب میں گذر چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بے نفسی اور جاہ وحشم سے کنارہ کشی میں آپ کی ایک بھی مثال نہیں۔

فیاضی:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری اور سخاوت عطا ہوئی ہے۔ لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ کی فیاضی کی بھی مثال شاذ و نادر ہی ملے گی۔ دو مرتبہ اپنی پوری دولت اور تمام سامان و متاع راہِ خدا میں دے دیا۔ اور تین بار اپنے کل مال و سامان کا آدھا حصہ خیرات کر دیا۔ تنصیف کا اتنا اہتمام فرمایا کہ جوتے میں بھی تنصیف کر دی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۳)

ایک روز ایک آدمی دس ہزار درم کی دعا مانگ رہا تھا۔ آپ نے سن لیا اور گھر جا کر دس ہزار درم اس کے گھر بھجوا دیئے۔

صبر وتحمل:

مروان، امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا اور ہر جمعہ کو منبر پر چڑھ کر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو سب وشتم ولعن کرتا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے کانوں سے سنتے اور اس انتہائی تکلیف دہ ظلم وطغیان کو بھی برداشت کرتے۔ ایک لفظ بھی نہ بولتے۔ مروان نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ تو کچھ بولتے ہی نہیں تو ایک روز ایک آدمی کو

بھیجا کہ حسن رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر علی اور حسن رضی اللہ عنہما کو گالیاں دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مروان سے جا کر کہہ دو کہ تم نے جیسا کچھ کہا ہے، میں اس کے جواب میں کچھ نہ کہوں گا۔ مجھے اور تمہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے (وہاں ہر معاملہ پیش ہوگا) تم نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا صلہ دے گا اور اگر جھوٹ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا شدید ترین بدلہ لے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ ضبط و تحمل اپنی مثال نہیں رکھتا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی یہ روش ضبط و تحمل کا لاثانی معجزہ ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت بھی یہی ہے اور درحقیقت یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صبر و تحمل کی مجسم یادگار اور بہترین نمونے ہیں اور کیوں نہ ہو۔ یہ دونوں محبوبانِ حق جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ پاک کی ایک ایک ادا کی شعاعیں بھی ان سے نکلتی ہیں۔ البتہ خصوصیات نبوی کا معاملہ الگ ہے۔ باقی صورت بھی وہی سیرت بھی وہی۔

لوگوں کی حاجت روائی:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ غریبوں، ناداروں، یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کا بڑا اہتمام فرماتے اور لوگوں کی حاجت روائی سب کام چھوڑ کر کرتے۔ ایک بار آپ اور امام حسین رضی اللہ عنہ اعتکاف میں تھے کہ ایک شخص حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے کر گیا۔ آپ نے اعتکاف سے نکل کر اس کی ضرورت پوری کر دی۔ لوگوں نے کہا۔ حسین نے تو اعتکاف کا عذر پیش کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اعتکاف کا لحاظ نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں کسی بھائی کی حاجت روائی کرنا میرے نزدیک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ (اعتکاف پر حاجت روائی خلق کی فضیلت میں یہ نہایت متوازن ارشاد ہے اس کی مزید فضیلت و اہمیت میں حافظ عظیم الدین منذری نے الترغیب والترہیب ج ۲ صفحہ ۱۵۰ میں حضرت ابن عباس کے اعتکاف اور اس سے متعلق ایک حدیث ان کی سند سے بحوالہ طبرانی و بیہقی نقل کی ہے کہ "جو شخص کسی بھائی کی حاجت روائی میں گامزن ہوگا اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ حالانکہ جس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اعتکاف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں ہوں گی۔ ایک خندق سے دوسری خندق

تک اتنا فاصلہ رہے گا جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔" لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (اتحاف علامہ ابن حجر مکی صفحہ ۱۵۵) بایں ہمہ نظر انداز نہ کی جائے گی کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کو لیا جاتا ہے۔ ۱۲ کوثر

آپ کے نمایاں ترین اوصاف:

آپ کی حیات، طیبہ میں جو چیزیں زیادہ نمایاں نظر آتی ہیں وہ یہ ہیں۔ عبادت کی کثرت، عدیم المثال، بے نفسی اور مخلوق کی حاجت روائی اور یہی خوبیاں ایمان اور انسانیت کبریٰ کے بنیادی اوصاف ہیں۔

غور کرو:

☆ دشمنوں کے سب وشتم اور لعن جیسے انتہائی تکلیف دہ ظلم وستم اور ان کے ہر طرح کے مظالم پر آپ کا عدیم المثال صبر وتحمل کتنی اعلیٰ درجہ کی بے نفسی ہے۔ نیز مسلمانوں کی خوں ریزی روکنے کے لئے اتنی بڑی سلطنت اپنے حریف کو دے دینا کیسی عدیم المثال بے نفسی کا کارنامہ ہے۔

☆ اھواز کا جو خروج آپ کے لئے مخصوص تھا اس کو غریبوں، ناداروں، یتیموں، بیواؤں اور حاجت مندوں کی مدد میں صرف کر دینا نیز لوگوں کی حاجت روائی اس اہتمام سے کرنا کہ اعتکاف کا گوشہ عزلت چھوڑ کر پہلے اس کو انجام دینا مخلوق کی حاجت روائی کا کتنا اونچا مقام ہے۔

☆ اور آپ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ اس خیر القرون میں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کا کوئی ہم پایہ نہ تھا۔ یہ آپ کے ذوقِ عبادت کا کتنا اونچا معیار ہے۔

جو نفوس قدسیہ اولیاء اللہ میں سب سے بلند و برتر ہیں۔ ان کے سب سے اہم صفات دو ہیں۔

(۱) عبادت حق میں بے حد یکسوئی

(۲) مخلوقات کے معاملہ میں بے نفسی

درحقیقت یہی دو باتیں تمام کمالات وفضائل کی روح رواں ہیں اور انہیں دو باتوں کی تکمیل میں لگے رہنا تصوف کا حاصل ہے۔ اولیاء اللہ کے سرخیل سیدنا غوث الاعظم حضور شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ فتوح الغیب شریف میں فرماتے ہیں (جو خالص اسلامی تصوف

کی سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ کتاب ہے اور قرآن و حدیث کے بعد کمال عرفان و ایمان و احسان کی بہترین اور جامع ترین تعلیمات کا بہترین مجموعہ ہے)۔

كن مع الله كان لاخلق ومع الخلق كان لانفس فان كنت مع الله بلاخلق وجدت. وعن الكل فليت وان كنت مع الخلق بلانفس عدلت واتقيت ومن التعيات سلمت

(فتوح الغیب مطبوعہ مع شرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۴۰۴)

اللہ کے ساتھ اس طرح رہو کہ گویا مخلوق کا وجود ہی نہیں۔یعنی انتہائی حضوری اور یک سوئی رہے) اور مخلوق کے ساتھ اس طرح رہو کہ گویا نفس ہے ہی نہیں (یعنی انتہائی بے نفسی رہے) اگر اللہ کے ساتھ اس طرح رہو گے کہ گویا مخلوق ہے ہی نہیں تو اللہ مل جائے گا اور "فغائے ہمہ" میسر ہو جائے گی اور اگر مخلوقات کے ساتھ اس طرح رہو گے کہ نفس ہے ہی نہیں، تو عدل و تقویٰ پر عمل پیرا ہو جاؤ گے اور انجام بد سے محفوظ رہو گے۔

یہ دونوں صفات جس اعلیٰ پیمانے پر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں پائے جاتے ہیں خود اہل بیت میں بھی ان کے والدین ماجدین کے علاوہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

جسم رسول کا ایک ٹکڑا:

مشکوٰۃ شریف میں دلائل النبوۃ، امام بیہقی کے حوالہ سے مروی ہے کہ حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کرتی ہیں:

یارسول اللہ! کل میں نے ایک بڑا ناگوار خواب دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کیا؟ وہ کہتی ہیں: بہت ہی ناگوار خواب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر وہ کیا ہے؟ وہ کہتی ہیں: میں نے ایسا دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا۔رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رأیت خیرًا تلد فاطمة ان شاء اللّٰه غلاما یکون فی حجرك۔ (قالت) ''فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔''

تم نے بڑا اچھا خواب دیکھا ہے۔ان شاءاللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔
اُم فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں دیئے گئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔"

ایک روز کی بات ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر آئی اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دے دیا۔اب دیکھ رہی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔میں نے کہا: "یانبی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان (آپ کو کون سا صدمہ ہے؟)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور خبر دی کہ میرے اس بیٹے کو میری اُمت قتل کرے گی۔

حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کا بیان ہے میں نے حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے کہا: اس کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

نوٹ: یہ حدیث بتاتی ہے کہ عالم غیب میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک کا ایک ٹکڑا ہیں اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنا بیٹا بھی فرمایا کرتے تھے۔

یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی کتنی بڑی فضیلت ہے؟ اس میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو معاملہ کروگے وہ درحقیقت نبی کے ساتھ ہوگا۔اسی لئے امام مظلوم کو ایذا دینا سخت حرام ہے۔اور آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار اُٹھانا خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تلوار اُٹھانا ہے۔ظالموں نے میدانِ کربلا میں جو کچھ کیا ہے نگاہِ بصیرت سے دیکھو تو یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا ہے۔ اسی لئے یہ ظالم یقیناً کافر ہیں اور اسی لئے بے شمار علماء حقانی و اولیائے ربانی نے ان کو کافر کہا ہے۔اسی طرح وہ بھی کافر ہے جس نے آپ کو شہید کرنے کے لئے فوج بھیجی اور قتل کرنے کا آرڈر دیا۔ابن زیاد اور یزید!۔

ایک حدیث:

راویانِ حدیث کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

آسَاسُ الْاِسْلَامُ حُبِّیْ وَحُبُّ اَھْلِ بَیْتِیْ

"اسلام کی بنیاد میری اور میرے اہل بیت کی محبت ہے۔"

(کنز العمال ج ۶ صفحہ ۲۱۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وصیت:

اگر قرآنِ مجید اور میری اولاد و اہل بیت کا دامن پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ (ترجمہ حدیث بروایت ترمذی)

یہ شان و منزلت کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

انت منی بمنزلت هارون من موسٰی الا انه لا نبوة من بعدی

(مسلم و ترمذی)

اے علی (رضی اللہ عنہ) تم کو میری طرف سے وہی منزلت حاصل ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف سے ہارون (علیہ السلام) کو حاصل تھی البتہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ معیارِ ایمان ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اے علی (رضی اللہ عنہ) تم سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہے اور تم سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبوبیت عظمیٰ:

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چڑیے کا گوشت آیا تو آپ نے یہ دعا فرمائی:

عن انس بن مالك قال: كان عند النبي صلى الله عليه وسلم طير. فقال: اللهم ائتنى بلحب خلقك اليك ياكل معى هذا الطير فجاء على. فاكل

اے اللہ! تیری مخلوق میں جو سب سے بڑھ کر تیرا محبوب ہے اسے بھیج دے کہ میرے ساتھ یہ گوشت کھائے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور یہ گوشت تناول فرمایا۔

(سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۳)

یہ علوئے شان کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

فاطمة بضعة منى، من اغضبها فقد اغضبنى

(صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۲۶۔ ۵۲۳)

یہ ہیں سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا ہے:

اماترضىٰ ان تكونى سيدّة نساء اهل الجنة

کیا تم اس سے خوش نہیں؟ کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔

(صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۵۱۲)

جس کو امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اس پر اللہ کا پیار ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو گلے لگا کر یہ دُعا مانگی ہے۔

اللهم انى احبه فاحبه واحب من يحبه

یا اللہ میں اس کو پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔

(صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۸۲، باب فضائل الحسن والحسین)

جس کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت ہے اس پر اللہ کا پیار ہے:

سنن ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسین منی وانا من حسن ، احب اللہ من احب حسینا

حسین رضی اللہ عنہ میرے ہیں اور میں حسین رضی اللہ عنہ کا ہوں۔ جو شخص حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پیار فرمائے گا۔

(سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۹)

(ایک ترجمہ یہ بھی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ ۱۲ کوثر)

امام حسین رضی اللہ عنہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیاضی وشجاعت:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد:

امام الحسین فلہ جرأتی وجودی

(معجم کبیر طبرانی وابن مندہ، عن فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا)

حسین رضی اللہ عنہ کو میری شجاعت اور میری فیاضی بخشی گئی۔

مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اللهُ
فَمُعِينُهُ فِي الدَّارَيْنِ اللهُ
وَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ غَيْرُ اللهِ
فَخَصْمُهُ فِي الدَّارَيْنِ اللهُ

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیٰ ابیہا وعلیہا



باب 11

قرآنیات

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027



خيركم من تعلم القرآن وعلمه

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے الحدیث

تفسیر سورۃ الکوثر اور جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

مولانا سید محمد انور شاہ قادری بخاری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک کا نام قاسم علیہ السلام اور دوسرے کا عبداللہ علیہ السلام تھا۔ جب کہ طیب اور طاہر ان کے القابات تھے۔ یہ دونوں یکے بعد دیگرے واصل بحق ہو گئے تو مشرکین مکہ نے بڑی خوشیاں منائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "ابتر" ہونے کا طعنہ دیا۔ ابتر مقطوع النسل کو کہتے ہیں یعنی جس کی نسل ختم ہو جائے۔ ان طعنہ زنی کرنے والوں میں عاص بن وائل، عقبہ بن ابی معیط اور ابولہب پیش پیش تھے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی جلی کٹی باتوں سے تکلیف پہنچی تو اللہ رب العزت نے سورۂ کوثر نازل فرما کر پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار انعامات واحسانات کی خوش خبری دی۔

الکوثر مبالغے کا صیغہ ہے جس کے معنی ومفہوم میں بے حد وسعت پائی جاتی ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ "جو چیز تعداد میں، قدر وقیمت اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے زیادہ ہو اُسے کوثر کہتے ہیں۔" مفسرین نے اس کی تعریف میں چھبیس (۲۶) اقوال بیان کئے ہیں اور یہ تصریح فرمائی ہے کہ اس میں ہر قسم کی دینی ودنیوی دولتیں اور حسی ومعنوی نعمتیں داخل ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار، جو اللہ تعالیٰ نے بنت رسول، جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا وعلیہا السلام کے ذریعے آگے چلائی۔

مفسر قرآن حضرت علامہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری سورۂ کوثر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چلتی ہے۔ لیکن میں (اللہ تعالیٰ) اپنے حبیب کی نسل ان کی نورِ نظر، لختِ جگر بتول زہرہ، خاتونِ جنت سیدہ طاہرہ، زکیہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت دوں گا کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔" (ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۶۸۸)

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاطِمَةُ شَجَنَةٌ مِنِّیْ — فاطمہ میری میوہ دار شاخ ہے۔

(رواہ طبرانی)

یعنی میری اولاد تا قیامت میری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلے گی۔

نیز پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ہر نبی کی ذریت کو اللہ تعالیٰ نے اس کی صُلب میں رکھا ہے اور میری ذریت (اولاد) کو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی صلب میں رکھا ہے۔" (رواہ صواعق محرقہ)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سبطین کریمین (امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما) کی اولاد سید ہیں نہ بنات فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والد کی طرف نسبت کی جائیں گی۔"

کیا بات رضا اُس چمنستان کرم کی — زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

(اعلیٰ حضرت)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب دیوبندی فضائل اعمال میں حکایات صحابہ باب دہم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے عنوان سے صفحہ ۱۶۱ پر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ انہی (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے چلا اور ان شاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا۔"

لہٰذا جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ فاطمہ بتول علیہا السلام کے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے نسل رسول، ذریت رسول، آلِ رسول، عترت رسول یعنی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورانی سلسلہ جاری ہوا انہیں اشراف اور سادات بھی کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

ان نورانی ہستیوں کی عظمت و رفعت، طہارت و پاکیزگی اور محبت و مودت پر قرآن کریم

کی گواہی ثبت ہے۔

آیت مباہلہ:

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ جب مباہلہ کرنے کا حکم ربانی نازل ہوا۔

"پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفوس کو بلاؤ پھر مباہلہ کریں کہ جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔"

تو اس موقع پر پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان دونوں نواسوں حسنین کریمین کو ساتھ لے کر واضح فرمادیا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ کو ساتھ لیا اور جناب امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا..... تو عیسائی خوف زدہ ہو کر مباہلہ کے لئے نہ آئے اور جزیہ دے کر صلح کر لی۔

آیت تطہیر:

جب سورۃ احزاب ۳۳ کی آیت نمبر ۳۳ نازل ہوئی:

"بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے اہل بیت تمہیں ہر قسم کی ظاہری و باطنی نجاست سے پاک وصاف کر دے"..... تو پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سامنے بٹھایا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کو ایک ران پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو دوسری ران پر بٹھایا پھر اپنی مبارک چادر ان سب پر ڈالی اور دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست دور فرما اور انہیں خوب پاک و صاف فرما..... ان کو آلِ عبا اور پنج تن پاک بھی کہا جاتا ہے۔ (تفسیر طبری، در منثور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز کے لئے نکلتے تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا کے دروازے پر کھڑے ہو کر سورۃ احزاب کی مذکورہ بالا آیت پڑھتے اور فرماتے اے اہل بیت تم پر سلامتی ہو، رحمت ہو، برکت ہو، نماز پڑھو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چالیس دن تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے در بتول پر تشریف لے جاتے اور یہ آیہ کریم اور دعا پڑھنے کا معمول جاری رکھا جب کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آٹھ

ماہ کا ذکر فرمایا ہے۔

آیت مودّت:

اسی طرح جب سورہ شوریٰ کی یہ آیت نمبر ۲۳ نازل ہوئی:

"آپ فرمادیں کہ میں تم سے اجرِ رسالت طلب نہیں کرتا ہاں مگر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے وہ کون سے قرابت دار ہیں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہم پر واجب کردی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! "علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد۔" (تفسیر درمنثور)

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی اہل بیت اطہار کی بہت تعریف بیان کی گئی ہے۔

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں دو گراں قدر چیزیں تم میں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن ہے۔ جس میں ہدایت اور نور ہے۔ تم اسے لازم پکڑو اور مضبوطی سے تھام لو۔ اور دوسرے میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہوگے۔ یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔ تم غور کرو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔ (مسلم شریف، ترمذی شریف، مسند امام احمد بن حنبل)

☆ تم میں میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح علیہ السلام جیسی ہے۔ جو اس میں سوار ہوا نجات پاگیا اور جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہوگیا۔

☆ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ جس نے حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (المعجم الکبیر)

☆ قیامت کے دن تمام نسب اور سبب (تعلق) ختم ہوجائیں گے سوائے میرے نسب اور سبب کے۔ (رواہ الطبرانی)

عقدِ بتول:

اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہجرت کے دوسرے سال پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی

حضرت سیدہ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا نکاح امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ کروایا۔اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جگر گوشہ سے فرمایا:

"میں نے اپنے اہل بیت کے بہترین فرد سے آپ کا نکاح کر دیا ہے۔"

نیز سید صادقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا:

"فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔" (صحیح بخاری، کتاب فضائل الصحابہ)

حضرت امام حسن علیہ السلام

گلشن بتول میں ہجرت کے تیسرے سال بروز جمعۃ المبارک پندرہ رمضان المبارک کو مدینہ منورہ میں پہلا پھول کھلا۔نانا جان رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور پہلی غذا اپنا لعابِ دہن منہ میں ڈالا۔ساتویں دن عقیقہ کر کے حسن نام تجویز فرمایا۔آپ کی کنیت ابو محمد اور القابات سید، جواد، کریم، زکی، تقی، سبطِ رسول اور شبیہہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔آپ سر اقدس سے لے کر سینہ مبارک تک اپنے نانا جان سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا۔اور آپ کو سات سال پانچ ماہ اور تین دن نانا جان کے سایۂ شفقت وعنایت میں گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔جب آپ نے چلنا شروع کیا تو گھر سے جب نکلتے تو خانۂ خدا میں قدم رکھتے کیونکہ آستانۂ علی کا دروازہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھلتا تھا۔اور نانا جان کی گود میں جا کر بیٹھ جاتے۔ایسا بھی ہوا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ میں مشغول ہوتے اور جونہی آپ گرتے پڑتے مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ چھوڑ کر آتے اور آپ کو اٹھا کر اپنے ساتھ منبر پر بٹھا لیتے۔کبھی حضور نماز میں رکوع کر رہے ہوتے تو آپ کی خاطر پاؤں کھول دیتے اور آپ نیچے سے آگے نکل جاتے اور ایسا بھی ہوا کہ سجدہ میں ہوتے اور آپ جا کر نانا جان کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ لمبا کر دیتے۔اور جب تک آپ خود نہ اتر جاتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر اقدس نہ اٹھاتے۔

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتاً فوقتاً حضرت امام حسن علیہ السلام کے مقام اور رتبہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات احادیث نبویہ میں محفوظ ہیں:

☆ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ جنت کے جوانوں کے سردار کو دیکھ لے تو وہ حسن علیہ السلام کو دیکھ

لے ۔(صواعق محرقہ)

☆ جو مجھے محبوب رکھتا ہے وہ حسن علیہ السلام کو بھی محبوب رکھے جو موجود ہے وہ دوسروں تک یہ بات پہنچادے ۔(ذخائر العقبیٰ)

☆ جو حسن وحسین سے محبت کرے گا میں اُس سے محبت کروں گا اور جن سے میں محبت کروں گا اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت فرمائے گا اور اُسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جو اِن دونوں سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ میں داخل کرے گا ۔(مجمع الزوائد)

☆ وہ دونوں (حسنین کریمین) میرے دنیا کے دو خوشبو دار پھول ہیں ۔(رواہ البخاری)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشق اور جاں نثار تھے ۔وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے حسنین کریمین سے والہانہ محبت کیا کرتے تھے ۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان دونوں نواسوں کو اپنی اولاد پر ترجیح دیا کرتے تھے ۔خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب صحابہ کرام کے وظائف مقرر کئے تو تین درجات بنائے ۔درجہ اوّل میں بدری صحابہ کرام کو رکھا اور ان کے لئے پانچ پانچ ہزار وظیفہ مقرر فرمایا اور حسنین کریمین کا وظیفہ بھی پانچ پانچ ہزار مقرر فرمایا حالانکہ غزوہ بدر کے وقت یہ دونوں بھائی ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے ۔(سیر الصحابہ از معین الدین ندوی ج ۶ ص ۱۴)

حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعلیم وتربیت اور سیرت وکردار سازی میں تین عظیم اور جلیل القدر شخصیات نے حصہ لیا ایک تو نانا جان سید الصادقین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،دوسری شخصیت ان کی امی جان جگر گوشہ رسول، سیدۃ النساء العالمین حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور تیسری شخصیت والد گرامی قدر باب مدینۃ العلم، شیر خدا، امام الاولیاء، امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ۔جب کہ قبل ازیں ان کے والدین کریمین کی تعلیم وتربیت اور سیرت سازی کا عمل بھی پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ عاطفت میں مکمل ہو چکا تھا ۔یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں بھی اپنے نانا جان رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت وسیرت کا پرتو بن چکے تھے ۔ان کی شخصیات علم وفضل، عبادت وریاضت، صبر ودرویشی، زہد وتقویٰ، تواضع وانکسار، عفو ودرگزر، ایثار وقربانی، شفقت وعنایت، استغنائے قلبی اور شجاعت وسخاوت کا سرچشمہ تھیں ۔

امام عالی مقام حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی جود و سخا تو بطور ضرب المثل مشہور ہو چکی تھی۔ کبھی کوئی سائل آپ کے درِ اقدس سے خالی نہیں لوٹا۔ ایک ہی وقت میں ایک ایک لاکھ روپیہ ضرورت مندوں کو مرحمت فرما دیا کرتے تھے۔ اور سائل کے شکریہ سے بے نیاز ہوا کرتے تھے اور یہ سب کچھ رضائے الٰہی کے لئے کیا کرتے تھے آپ نے تین مرتبہ گھر کا آدھا مال راہِ خدا میں صدقہ کیا اور دو مرتبہ گھر کا سارا ساز و سامان راہِ الٰہی میں خرچ کیا۔ مدینہ منورہ کے چار سو گھروں کے روزمرہ اخراجات اور غذائی ضروریات آپ پوری فرمایا کرتے تھے اور یہ کام آپ اس قدر رازداری سے رات کے اندھیرے میں سرانجام دیا کرتے کہ آخر وقت تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون ہے جو ہمارے گھروں میں یہ سامان خورد و نوش پہنچا رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کی نقل مکانی کے بعد یہ راز لوگوں پر منکشف ہوا جب یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

خلیفہ راشد امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد آپ علیہ السلام خلیفہ منتخب ہوئے اور نوے ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اس طرح حجاز مقدس (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، یمن، خراسان اور عراق پر آپ کی خلافت قائم ہو گئی۔ والد محترم کی شہادت کے بعد بطور خلیفہ آپ نے پہلا خطبہ یوں ارشاد فرمایا:

"اے اہل عراق کل تم میں ایک ایسا آدمی موجود تھا جو رات کو شہادت پا کر رب تعالیٰ کے حضور پہنچ چکا ہے۔ پہلے لوگ ان سے سبقت نہ لے جا سکے اور بعد والے ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب انہیں اپنی فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ فرماتے تو جبرائیل امین ان کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل علیہ السلام ان کی بائیں جانب ہوتے اور وہ اُس وقت تک میدان جنگ سے واپس نہ لوٹتے جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح و نصرت کا جھنڈا نہ لہرا دیتے۔" (رواہ الطبرانی)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب مولائے کائنات اسد اللہ الغالب علی کل غالب امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی خلافت کا پتہ چلا تو شام سے ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی طبیعت میں شفقت، نرمی اور امن پسندی کا رجحان قتل و غارت پر غالب تھا۔ جس کے باعث امت کے افتراق و انتشار پر از حد بے چین رہا کرتے تھے۔ غزالیٔ ثانی، مایہ ناز محقق حضرت علامہ ڈاکٹر سید حامد حسن

صاحب بلگرامی (سابق بانی وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"حضرت امام حسن علیہ السلام کی دوررس نگاہیں ان حالات سے بخوبی آگاہ تھیں جو ملک میں فتنہ وفساد کے موجب ہوئے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بنو امیہ کے دلوں میں اب اپنے قبیلہ کی برتری کی تمنائیں اسلام کے فروغ کی تمناؤں پر غالب آچکی تھیں۔ حضرت امام حسن علیہ السلام فطرتاً صلح پسند، امن کے طالب، جنگ وفساد سے نفرت کرنے والے تھے۔" (نورمبین ص ۵۴۰)

اہلِ عراق بھی اہلِ شام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے حضرت قیس بن سعد کو بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقابلے کے لئے روانہ فرمایا اور بعد ازاں خود بھی ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوئے۔ سید التابعین حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت امام حسن علیہ السلام پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں ان کے ساتھ ایسے لشکر دیکھتا ہوں کہ اس وقت تک پیٹھ نہیں پھیریں گے جب تک اپنے مدِ مقابل کا صفایا نہ کر دیں۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر اس طرح فریقین قتل ہو گئے تو ان کی بیویوں اور جائیدادوں کا والی وارث کون بنے گا۔ لہٰذا اس نے قریش کے قبیلہ بنو عبد شمس سے دو آدمی عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم دونوں امام حسن علیہ السلام کے پاس جاؤ اور انہیں صلح پر رضامند کرو چنانچہ وہ دونوں آئے اور صلح کے طلب گار ہوئے۔" (صحیح بخاری: کتاب الصلح)

آخر کار یہ سفارت کاری کامیاب ہوئی اور ۲۵ ربیع الاول ۴۰ ہجری کو صلح کا تاریخی معاہدہ کیا گیا۔ جس کے تحت امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام نے اقتدار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح آپ نے اپنے نانا جان کے اس ارشاد گرامی مرتبت کی حقانیت کو سچ کر دکھایا کہ:

"میرا یہ بیٹا سید ہے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔" (سیر اعلام النبلاء، جلد ۷، ص ۲۶۲)

امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام نے یہ صلح فوجی قوت کی کمی یا کسی کمزوری کی وجہ

سے نہیں کی بلکہ مسلمانوں کو مزید خون ریزی سے بچانا مقصود تھا۔اس کی تائید بخاری شریف کی مذکورہ بالا روایت سے بخوبی ہوتی ہے جس کے راوی حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔مگر اکثر اہل قلم نے اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے بخاری شریف کی اس روایت اور ایسی ہی دیگر روایات کو مدِ نظر نہیں رکھا۔حالانکہ اس روایت سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی عسکری پوزیشن کافی مضبوط تھی۔جس نے شامی لشکر میں کھلبلی مچادی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے آزمودہ جرنیل کو یہ کہنا پڑا کہ یہ حسنی لشکر جب تک مخالف فوجوں کا صفایا نہ کردے میدانِ جنگ سے پلٹنے والا نہیں۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے اس فوجی تجزیے نے پریشان کردیا اور اختتام جنگ پر فوجیوں کی بیگمات کی بیوگی اور بچوں کی یتیمی نے اُنہیں خوف زدہ کردیا اور وہ صلح پر آمادہ ہو گئے اور قبیلہ قریش کے دو ایسے صحابہ کرام کو صلح کی سفارت کاری کے لئے منتخب کیا جو امام حسن علیہ السلام کے ہاں بھی قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔علاوہ ازیں آئینی طور پر خلیفہ ہونے اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے نے بھی امام حسن علیہ السلام کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر فوقیت عطا کردی تھی۔

لیبیا کے معروف سکالر ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی نے اپنی کتاب "سیدنا حسن ابن علی" میں اس صورت پر مفصل بحث کی ہے جو ان کی اس کتاب میں جگہ جگہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے جب کہ صفحہ ۵۱۸ تا صفحہ ۵۲۷ پر اس ضمن میں جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ نذر قارئین کیا جارہا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کی خلافت کو قانونی حیثیت حاصل تھی۔جس پر گفتگو کرنے والے علمائے اہل سنت میں ابوبکر ابن العربی، قاضی عیاض، علامہ ابن کثیر، شارح طحاویہ، علامہ مناوی اور شیخ ابن حجر ہیتمی کے نام شامل ہیں۔اس قانونی حیثیت اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت نے آپ کی معنوی قوت اور اثر ونفوذ کی قوت میں اضافہ کردیا تھا۔اس لحاظ سے اگر آپ چاہتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پریشان کرسکتے تھے۔اہل شام کا اعتماد حاصل کرسکتے تھے یا کم از کم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو کمزور کرسکتے تھے امام حسن علیہ السلام ایک اعلیٰ درجے کے خطیب بھی تھے ان کی زبان میں بڑی تاثیر پائی جاتی تھی، وہ لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے۔قبل ازیں جب کوفہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری لوگوں کو جنگ سے باز رکھنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔مگر آپ کی ایک

ہی تقریر نے ان کی کایا پلٹ دی اور وہ جنگِ صفین کے لئے آپ کی معیت میں نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ایسے قائدین اور مشیر موجود تھے۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کے لئے لوگوں کو تیار کرنے کی بھرپور صلاحیتیں رکھتے تھے۔ ان میں سب سے اہم ترین شخصیت آپ کے برادر خورد حضرت امام حسین علیہ السلام تھے۔ نیز حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور زیرک بھی تھے جو انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج کے سردار اور صحابی ابن صحابی تھے۔ اور حضرت ابو محمد عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے فیاض جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب سخی ابن سخی اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور قبیلہ طے کے سردار حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے نام ان میں شامل ہیں۔ یہ سب بڑے مدبر بہادر اور بااثر لوگ تھے۔ اپنے ان مخلص اعوان و انصار کے تعاون سے امام حسن علیہ السلام ایک طویل عرصے تک جنگ کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اور آپ کا فوجی محاذ کافی مضبوط تھا جس سے شامی مرعوب اور خوف زدہ تھے۔ اسی خوف نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے مطالبات و شرائط ماننے پر آمادہ کیا ورنہ بصورت دیگر وہ صلح کئے بغیر کوفہ میں داخل ہو جاتے۔ الغرض حضرت امام حسن علیہ السلام نے عسکری، قانونی اور نسبی لحاظ سے مخالفین پر برتری رکھنے کے باوجود اس لئے صلح کو پسند فرمایا کہ آپ علیہ السلام جنگ و جدل اور خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے اور اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتحاد، اتفاق اور یکجہتی کے خواہاں تھے۔ اسی لئے حکیم الامت علامہ اقبال نے آپ کو "حافظ جمعیت خیر الامم" کہہ کے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

بہرحال جب صلح پر دستخط ہو گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ جو کچھ ہمارے درمیان طے پایا ہے اس کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کیجئے چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اول کے ساتھ تمہیں ہدایت دی اور ہمارے آخر کے ذریعے تمہارے خون معاف فرمائے۔ بہت ہی دانا ہے وہ شخص جس کے دل میں خوفِ خدا ہے اور بدکار بہت ہی عاجز ہے۔ یہ معاملہ جس میں میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف تھا اس میں یا تو وہ مجھ سے زیادہ حق دار ہیں یا میں۔ خدا واسطے اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاح اور تمہارے خونوں کی حفاظت کے لئے میں اپنے حق سے دست بردار ہو گیا ہوں۔ پھر حضرت امیر معاویہ کی

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم نہیں شاید کہ یہ تمہارے لئے آزمائش ہے اور ایک وقت تک فائدہ ہے۔" (امام نبھانی، برکات آل رسول ص ۱۳۹)

حضرت علامہ ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اس خطاب کے بارے میں "البدایہ والنہایہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بلیغ مختصر لیکن عمیق و معنی خیز تقریر چبھی اور وہ اس کو اپنے دل میں لئے رہے۔" (المرتضیٰ ص ۳۵۴)

ڈاکٹر محمد، محمد الصلابی امام حسن علیہ السلام کے اس عظیم ایثار و قربانی اور مصالحانہ کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اُمت اسلامیہ اس جلیل القدر سردار کی قرض دار رہے گی، جس نے وحدت والفت، خون ریزی روکنے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں زبردست کردار ادا کیا۔"

(سیدنا حسن ابن علی رضی اللہ عنہما ص ۵۴۹)

یوں حضرت امام حسن علیہ السلام نے پانچویں خلیفہ راشد کی حیثیت سے چھ ماہ اور پانچ دن تک خلافت کی باگ ڈور سنبھالی اور اس مدت کے اختتام پر علیحدگی اختیار فرمالی اس طرح اپنے آپ کو ملوکیت کی آلودگی سے بچایا جس کا ذکر کرتے ہوئے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

اَلْخِلَافَةُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مَلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ۔

میری اُمت میں تیس سال تک خلافت راشدہ ہوگی اور اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت ہوگی۔ (رواہ الترمذی)

اس عظیم الشان قربانی اور دنیا سے بے رغبتی کا صلہ رب العالمین جل جلالہ نے آپ علیہ السلام کو یہ دیا کہ روحانی خلافت کا اعلیٰ ترین منصب قطب کا مرتبہ آپ علیہ السلام کے گھرانے کے لئے مختص فرمادیا۔ یہ ہر دور میں اہل بیت اطہار یا ان کے حلقۂ عقیدت کو ہی عطا کیا جاتا ہے۔

(نور الابصار ص ۱۲۱)

صلح کے بعد آپ علیہ السلام عراق سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے اور باقی زندگی وہاں پر ہی بسر فرمائی۔ آپ علیہ السلام کی آمد سے مدینہ منورہ کی رونقیں لوٹ آئیں جن کی بدولت حکیم الامت علامہ اقبال نے آپ کو "شمع شبستانِ حرم" کہہ کر یاد فرمایا۔ آپ کی شکل وصورت میں اہل مدینہ کو پیارے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی سعادتیں میسر آنے لگیں کیونکہ آپ علیہ السلام کا چہرہ اقدس اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال درجہ مشابہت رکھتا تھا۔شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانے جوق در جوق آپ علیہ السلام کی خدمت ،اقدس میں حاضر ہونے لگے۔اور فیوض و برکات سے مالا مال ہونے لگے جب آپ مدینہ منورہ کے بازار میں نکلتے تو دوکاندار استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے۔اور ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ حضور ہماری دوکان پر تشریف فرما ہوں تا کہ ہم کوئی ہدیہ پیش کر سکیں۔کوئی خدمت کر سکیں۔لیکن امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام کوئی بھی چیز خریدتے تو اُسے اُس وقت تک نہ اُٹھاتے جب تک اُس کے دام ادا نہ کر دیتے۔ایک طرف عامۂ مسلمین کی محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا تو دوسری طرف حسد، بغض، رقابت اور عداوت رکھنے والوں کی بھی کمی نہ تھی اور انہوں نے نہ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی نسبت و تعلق کا خیال کیا اور نہ ہی آپ علیہ السلام کے عدیم النظیر ایثار و قربانی کی قدر کی بلکہ آپ علیہ السلام کی یہ بے پناہ عوامی مقبولیت ہر وقت اُن کی آنکھوں میں کھٹکتی رہتی تھی۔اور وہ انہیں اپنے راستے سے ہٹانے کی مذموم کاروائیاں کرتے رہتے تھے۔خانوادۂ نبوت کے ساتھ اُن کی اس عداوت کی تاریخ گواہ ہے۔خاندانِ رسالت کو کبھی پابند سلاسل کیا گیا کبھی زہر دیا گیا، کبھی زندہ دیواروں میں چُنوا دیا گیا بلکہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجموعی نسل کشی کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔

چنانچہ نواسۂ رسول امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام کی اس شہرت و مقبولیت نے دشمنوں کو بے چین کر رکھا تھا وہ جلد از جلد آپ علیہ السلام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے متمنی تھے اس مقصد کے لئے آپ علیہ السلام کو کئی بار زہر دیا گیا۔مگر وہ کارگر نہ ہو سکا تو آخر مرتبہ نہایت ہی خطرناک زہر کھلایا گیا جس سے آپ کی حالت غیر ہو گئی اور آپ کا قلب و جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قے کے ذریعے باہر آنے لگا۔کئی دن تک یہ تکلیف دہ صورتِ حال برقرار رہی اور آخر کار ۲۸ صفر المظفر ۵۰ ہجری کو آپ کی روح مبارک جسدِ اقدس سے پرواز کر گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو شہادت خفی کے مرتبہ پر فائز فرمایا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

آپ علیہ السلام کی خواہش نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی تھی اور حضرت اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہاں دفن ہونے کی اجازت بھی دے دی تھی مگر مروان بن حکم نے مخالفت کی اس کی شقاوت اور ناپاک جسارت سے بنو اُمیہ اسلحہ لے کر نکل آئے ادھر بنو ہاشم بھی مقابلے کے لئے نکلے اور حرم مدینہ منورہ میں شدید جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔اس موقع پر صحابہ

کرام خصوصاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فریقین کے غصے کو ٹھنڈا کرنے اور امن قائم کرنے کے لئے مخلصانہ کوشش کیں اور خانوادہ نبوت کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی نصیحت یاد دلائی کہ اگر بنو اُمیہ مخالفت کریں تو پھر مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نانا جان کے ان دوستوں کا احترام کرتے ہوئے بنو ہاشم کے نوجوانوں کو روکا اور اپنے برادر اکبر سیدنا امام حسن علیہ السلام کو جنت البقیع میں امی جان جگر گوشۂ رسول حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے پہلو میں دفن کیا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی وفات حسرت آیات سے مدینہ منورہ میں کہرام برپا ہوگیا۔ سارا مدینہ منورہ جنازے میں اُمڈ آیا۔ مضافات سے بھی کثیر تعداد میں لوگ جنازے میں شامل ہوئے۔ حضرت ثعلبہ بن مبارک کا بیان ہے کہ جنت البقیع میں لوگوں کا اتنا بڑا اجتماع تھا کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو وہ زمین پر نہیں بلکہ کسی کے سر پر گرتی۔ (المرتضیٰ ص ۳۵۶)

اولاد:

حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد کا سلسلہ دو بیٹوں سے آگے چلا جن میں سے ایک حضرت سیدنا زید علیہ السلام ہیں اور دوسرے حضرت سیدنا حسن مثنیٰ علیہ السلام ہیں۔ آنے والے صفحات میں ان کی اولاد کا ذکر کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

حضرت امام حسین علیہ السلام

مخدومۂ کائنات، سیدۃ النساء العالمین حضرت سیدہ بتول علیہا السلام کے چمن میں دوسرا پھول پانچ شعبان المعظم چار ہجری کو کھلتا ہے۔ نانا جان جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرماتے ہیں اور اپنا لعابِ دہن پہلی غذا کے طور پر اس بچے کے منہ میں ڈالتے ہیں اور ساتویں دن عقیقہ کر کے حسین نام تجویز فرماتے ہیں جو تاریخ میں ابو عبداللہ کی کنیت اور سید، زکی، تقی، طیب، سبطِ رسول اور سید الشہداء کے القابات سے شہرت پاتے ہیں۔

آپ کی شہادت کا چرچا وقتِ ولادت سے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اس ضمن میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کئی روایات موجود ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بڑا

ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے گوشت کا ٹکڑا جدا ہو کر میری گود میں آجاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا چچی جان بڑا ہی مبارک خواب ہے۔ اللہ تعالیٰ میری بیٹی فاطمہ کو بیٹا عطا فرمائے گا جو تمہاری گود میں ہوگا۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام کی ولادت میری موجودگی میں ہوئی۔ آپ میری گود میں تھے کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے تو میں نے بچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں ڈال دیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ سرور کونین ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ رو رہے ہیں! تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبرائیل امین میرے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے اس فرزند کو قتل کیا جائے گا۔ (رواہ مشکوٰۃ)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا یہ بیٹا حسین میرے بعد مقام طف میں قتل کر دیا جائے گا۔ (رواہ معجم الکبیر)

اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیل امین علیہ السلام نے بتایا کہ میرا یہ بیٹا حسین عراق کی سرزمین میں قتل کیا جائے گا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ مجھے اُس سرزمین کی مٹی لا کر دکھاؤ تو وہ مٹی لائے کہ یہ اس مقام کی مٹی ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

دوسری روایت میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو رواں تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کی اُمت آپ ﷺ کے اس بیٹے کو جس سرزمین پر قتل کرے گی اُسے کربلا کہتے ہیں۔ (رواہ المعجم الکبیر)

پھر سرکار دو عالم ﷺ نے یہ مٹی حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو مرحمت فرمائی اور فرمایا جب یہ مٹی خون بن جائے تو اُس وقت میرا یہ بیٹا حسین علیہ السلام شہید ہو چکا ہوگا۔ چنانچہ ام المومنین نے اپنے پاس ایک شیشی میں یہ مٹی محفوظ کر لی۔

اور احادیث نبویہ ﷺ میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام کا ذکر بھی موجود ہے۔ حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حسین بن علی کو ساٹھ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔" (رواہ الطبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس کے بارے میں پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلع فرما دیا تھا۔ جس کے باعث وہ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

"اے اللہ میں ساٹھ ہجری کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(صواعق محرقہ)

یعنی سرورِ کون و مکان، صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس نواسے کی پیدائش کے ساتھ ہی مقام شہادت "کربلا" اور وقتِ شہادت اسٹھ ہجری کی بھی نشاندہی فرما دی تھی۔ بلکہ غمِ حسین علیہ السلام نے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رُلا بھی دیا تھا یعنی غمِ حسین علیہ السلام میں رونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تقریباً ساڑھے چھ برس نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں بسر فرمائے۔ ان کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام گھر سے نکلتے تو مسجد نبوی میں جلوہ افروز نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں جا کر بیٹھ جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر نماز میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا کر اُن کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ لمبا کر دیتے اور اُس وقت تک سر اقدس نہ اُٹھاتے جب تک امام حسین علیہ السلام خود اُتر نہ جاتے۔ بسا اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہوتے کہ حسنین کریمین گرتے پڑتے مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ چھوڑ کر منبر سے اُترتے اور دونوں نواسوں کو گود میں لے کر دوبارہ خطبہ شروع فرماتے۔ یہ اور اس طرح کے متعدد دیگر محبت بھرے واقعات احادیث شریف کی کتابوں میں موجود ہیں۔

پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں نواسوں سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے۔ آج بھی بچوں کو اپنے ننھیال کی طرف سے جو والہانہ محبت ملتی ہے۔ تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حسنین کریمین سے محبت کا صلہ ہے۔ نیز مسجد نبوی میں اس وقت بھی بچوں کے کھیل کود کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جاتا ہے تو یہ حسنین کریمین کا صدقہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امام حسین علیہ السلام سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ:

"اے اللہ میں حسین (علیہ السلام) سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔"

(رواہ مستدرک)

اور پھر یہ دعا بھی فرمائی کہ:

"اے اللہ جس نے حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی تو بھی اس سے محبت فرما۔" (رواہ مجمع الزوائد)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمالی جس کی خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں اُمت کو سنائی:

"اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔" (رواہ سنن ابن ماجہ)

اور یہ اہل محبت قیامت کے دن اپنے ان محبوبوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ان نواسوں کی شان، مقام اور درجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔" (رواہ الطبرانی)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نبوت کے اس مقدس، پاکیزہ، عالی شان نورانی وروحانی ماحول میں پیدا ہوئے پلے بڑھے۔ پانچ وقت کی بلالی اذانیں سماعت فرمائیں۔ نانا جان، امی جان، ابا حضور اور خلفائے راشدین کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت ان کے کانوں میں رس گھول کر نورانی قلب وذہن کو مزید منور ومزین کرتی رہیں۔ خصوصاً نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بھرپور استفادہ فرمایا۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کم عمری کے باوجود نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث روایت فرمائیں۔ "الاستیعاب لمعرفة الاصحاب" میں یہ روایات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

اس خیر القرون کے بعد عہدِ خلافت راشدہ میں آپ نے عالم شباب میں قدم رکھا۔ اور اس زریں دور کی جملہ صفات امام حسین علیہ السلام کی شخصیت میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ نماز پنج گانہ کے علاوہ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھنا امام حسین علیہ السلام کا معمول تھا ماہ رمضان کے علاوہ بھی دن کو اکثر روزہ رکھتے۔ اور رات کا بیشتر حصہ قیام، رکوع وسجود اور یادِ الٰہی میں گزرتا۔ آپ علیہ السلام نے پچیس حج پیادہ کئے حالانکہ سواری میسر ہوتی تھی۔ اور فرمایا کرتے تھے مجھے حیا آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا سفر سوار ہو کر کروں۔ اور جود وسخا کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آتا راہِ خدا میں قربان کر دیتے ایک مرتبہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ بیمار تھے۔ آپ علیہ السلام کے سامنے وہ رو پڑے اور کہنے لگے کہ میں ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں اور بیماری کے علاوہ یہ غم مجھے

مسلسل پریشان کر رہا ہے کہیں قرضہ ادا کئے بغیر ہی مر نہ جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے اُنہیں تسلی دی اور گھر آ کر ساٹھ ہزار درہم فوراً اُن کی خدمت میں روانہ کئے تاکہ وہ قرضہ اُتار سکیں۔

(تاریخ الخلفاء از جلال ابن سیوطی)

یوں تو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزمائش و ابتلا کا دور خلافتِ راشدہ کے اختتام پر ہی شروع ہو چکا تھا لیکن ساٹھ ہجری میں امارتِ صبیان کے آغاز سے نہ صرف ان پر آلام ومصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو فتنہ وفساد میں مبتلا کر دیا گیا احادیث شریف میں اس کا ذکر موجود ہے۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی قدر ہے:

"میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔" (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان لڑکوں کے بارے میں پوری پوری معلومات تھیں چنانچہ انہوں نے ایک دن مروان کو مخاطب کر کے فرمایا:

"مجھے ان صبیان کے نام اور قبیلے تک معلوم ہیں اگر میں چاہوں تو بتلا سکتا ہوں۔"

(شہید کربلا اور یزید ص ۱۶۸)

چنانچہ ان کے فتنے سے بچنے کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے۔ اُن کی دعا قبول ہوئی اور وہ امارتِ صبیان کے آغاز سے قبل ہی واصل بحق ہو گئے۔ حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند انڈیا) مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"اُمت کی ہلاکت کے معنی درحقیقت اُمت کی اجتماعیت یعنی امارت دینی اور خلافت اسلامیہ کی تباہی کے ہیں۔" (ایضاً شہید کربلا اور یزید ص ۱۵۶)

محترم قاری صاحب نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ان لڑکوں کے کردار کے بارے میں یہ حدیث شریف بھی نقل فرمائی ہے کہ:

"نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوت نفس کی پیروی کریں گے اور قریب ہے کہ وادیٔ جہنم میں پھینک دیئے جائیں۔" (ایضاً ص ۱۵۴)

محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ تمام باتیں یزید اور اُس کے ٹولے میں پائی جاتی تھیں اور اس ٹولے کی حکومت کو امارتِ صبیان کہا جاتا ہے۔ جس نے برسر اقتدار آ کر اسلام کی اس شاندار عمارت کو مسمار کرنے کا عزم شروع کیا جس کی بنیادیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خون

پر استوار فرمائی تھیں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے خون پسینے سے اسے بامِ عروج تک پہنچایا۔ پھر خلیفہ پنجم نواسۂ رسول حضرت امام حسن علیہ السلام نے اس کے اتفاق، اتحاد اور یکجہتی کے لئے اپنی حکومت قربان کر دی۔ مگر امارت صبیان نے یزید کی سرپرستی میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی طرف پیش قدمی شروع کی تو پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے نواسے امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام اس کی حفاظت کے لئے میدان میں آگئے۔ حضرت علامہ ابوالحسن علی ندوی ان دو مختلف نظر آنے والے فیصلوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور اُن کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا جو فیصلہ فرمایا وہ برمحل اور بروقت تھا جس طرح کہ حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے معاملے میں جو مؤقف اختیار کیا وہ بھی اپنی جگہ اپنے وقت پر بالکل حق بجانب تھا۔ کیونکہ حالات، ماحول، زمان و مکاں جن میں حوادث پیش آتے ہیں وہ اپنے اندر ایک خاص ڈگری کی گرمی یا سردی رکھتے ہیں اور حالات و ماحول اور وقت کی نزاکت اور حالات کو دیکھ کر انسان کسی فیصلہ پر پہنچتا ہے اور وقت کے تقاضے کو پورا کرتا ہے۔ ہر جگہ اور ہر حالت میں ایک ہی عمل روا نہیں رکھا جاسکتا۔"

(المرتضیٰ ص ۳۵۷)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے وقت کے یہ تقاضے پورے کرنے کا عزم اس لئے بھی فرمایا کیونکہ آپ نے اپنی مومنانہ فراست سے یزید کے ناپاک ارادوں اور جسارتوں کو قبل از وقت بھانپ لیا تھا۔ جن کا علم لوگوں کو بعد میں اس وقت ہوا جب وہ وقوع پذیر ہوئے۔ یزید کے ظلم وستم اور جبر و استبداد کے واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں۔ ان کا خلاصہ نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ اسلامی دستور ختم کر دیا گیا۔ عامۂ مسلمین کی آزادی چھین لی گئی، بیت المال کو ذاتی ملکیت بنالیا گیا، عدل و انصاف مفقود ہوگیا، حرمتیں پامال کی جانے لگیں یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے تقدس کا پاس ولحاظ بھی ختم ہوگیا۔ یزیدی فوج نے ۶۳ ہجری میں مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال کیا۔ مسجد نبوی میں تین دن تک گھوڑے باندھے۔ نہ اذان ہوئی نہ ہی نماز ادا کی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہو، بیٹیوں اور بہنوں کی عصمتیں لوٹی گئیں اور ان کے جگر گوشوں کو ہزاروں کی تعداد میں تہہ تیغ کیا گیا۔ پھر ان درندوں نے مکہ مکرمہ پر ۶۴ ہجری میں چڑھائی کر دی۔ اور اہل مکہ کے خون سے ہاتھ رنگے۔ منجنیق کے ذریعے بیت اللہ شریف پر سنگ باری کی گئی جس سے غلافِ کعبہ جل گیا اور خانہ کعبہ

کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا جو کام ابراہہ نہ کر سکا وہ یزید نے کیا۔ اور پھر خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے ان کی لاش کو برہنہ کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب اس صورتِ حال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مکہ و مدینہ، صحابہ اور عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے رہ ہی کیا جاتا ہے۔ یہی چار چیزیں دین کی حسی اور معنوی بنیادیں تھیں جن پر دین کی اجتماعیت کی بنیادیں قائم تھیں جب وہی ہل گئیں تو دینی خلافت کی عمارت کیسے کھڑی رہ سکتی تھی وہ بھی گر گئی۔" (شہید کربلا اور یزید ص ۱۶۳)

اسلام کی اس گرتی عمارت کو استحکام بخشنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کا انتخاب روزِ ازل سے کر رکھا تھا۔ یزید کے اس جبر و استبداد کے مقابلے میں جس جرأت و استقامت، ایثار و قربانی، جوش و جذبے اور گرمئ عشق کی ضرورت تھی۔ وہ صرف اور صرف نواسۂ رسول امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ اور یہ سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور فیضانِ نظر کی برکات تھیں جو آپ علیہ السلام کے معلم و مربی تھے۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس نواسے کے قلب اطہر کو قرآن کریم کی تعلیمات سے ایسا منور و مزین فرما دیا تھا کہ آپ کی فکر قرآنی، قیل و قال قرآنی، حرکات و سکنات قرآنی، اخلاق قرآنی اور سیرت و کردار کو بھی قرآنی بنا دیا تھا۔ حکیم الامت نے کیا خوب فرمایا ہے:

رمزِ قرآں از حسین آموختیم ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

یزید کی مطلق العنانی، دبدبے اور بربریت نے ہر طرف خوف و دہشت کی ایسی فضا پیدا کر رکھی تھی کہ کسی میں اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اگر اس وقت امام عالی مقام بھی مفاہمت کر لیتے تو آپ کو حکومت کا کوئی عہدہ بھی مل جاتا اور اس طرح آپ اپنے آپ کو اور سارے خاندان کو بچا لیتے مگر اُمت محمدیہ شریعت اسلامیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محروم ہو جاتی جس کے لئے آپ قطعاً تیار نہ تھے۔ اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے اس عظیم کردار کی نشاندہی ان الفاظ میں فرمائی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"حسین (علیہ السلام) مجھ سے ہے اور میں حسین (علیہ السلام) سے ہوں۔"

امام حسین علیہ السلام کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونا تو سمجھ میں آتا تھا کہ آپ علیہ السلام پیارے

محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں لیکن حدیث شریف کے دوسرے حصے کا مفہوم واقعہ کربلا کے بعد سمجھ میں آیا کہ آپ نے یہ عظیم الشان قربانی پیش کر کے نانا جان کے لائے ہوئے دین اسلام کے احیاء، بقاء اور حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ اور آج عرب وعجم میں دین کی جو بہار دکھائی دے رہی ہے۔ مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں پانچ وقت اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، نمازیں، روزے، حج وعمرہ، جہاد، ذکر اذکار، قال اللہ وقال الرسول، درس وتدریس، تقریر وتحریر، دعوت وتبلیغ، مجالس، سیمینار، مذاکرے، حمد ونعت کی محافل، درود وسلام اور جلسے جلوس ہو رہے ہیں تو یہ سب امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے فیوض وبرکات ہیں۔

اس عظیم مقصد کے لئے آپ علیہ السلام کو قدم قدم پر قربانیاں دینی پڑیں۔ مدینہ منورہ اور پھر مکہ مکرمہ سے جدائی کوئی آسان فیصلہ نہ تھا مگر ان کی حرمت کو قائم رکھنے کے لئے آپ نے ان مقدس مقامات سے ہجرت فرمائی۔ کوفہ والوں نے خطوط بھیجے۔ انہوں نے اپنے زعم میں دھوکہ کیا مگر آپ نے ان کا اصلی چہرہ دنیا والوں کو دکھانے کے لئے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو وہاں بھیجا۔ جب خود روانگی کا ارادہ فرمایا تو مخلص احباب اور اقرباء نے اُن کی روایتی بے وفائی کا ذکر کرتے ہوئے کوفہ جانے سے منع فرمایا۔ اور یمن یا کسی دوسرے پہاڑی مقام پر اپنا مرکز قائم کرنے کا مشورہ دیا تا کہ مختلف اطراف سے جب افرادی قوت فراہم ہو جائے تو پھر یزید کے مقابلے میں نکلنا چاہیے۔ یہ بالکل درست اور صحیح تجاویز تھیں اگر امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا مقصد حصولِ اقتدار ہوتا تو آپ یقیناً ایسا ہی کرتے لیکن آپ کا مقصد بہت ہی عظیم اور ارفع واعلیٰ تھا۔ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ افرادی قوت اور فوجی طاقت سے فتح تو حاصل کی جاسکتی ہے۔ دشمن کو زیر تو کیا جاسکتا ہے مگر اس کی سوچ، فکر اور ذہنیت کو ہرگز نہیں بدلہ جاسکتا۔ حالات جس بگاڑ کا شکار ہو چکے تھے، فتنہ وفساد جس انتہا کو چھو رہے تھے۔ اس کی بدولت آخرت بھلائی جاچکی تھی۔ دنیا اور زیادہ سے زیادہ مال ودولت کا حصول ہی مقصدِ حیات بن چکا تھا اور اس کے لئے ہر حربہ بروئے کار لایا جا رہا تھا۔ ان حالات کو چند روزہ حکومت کے ذریعے درست کرنا ممکن نہ تھا بلکہ ایک بے مقصد خون ریزی کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جاتا۔ جب کہ امام حسین علیہ السلام تو امت کی اصلاح چاہتے تھے۔ ان حالات کو تبدیل کرنے کے خواہاں تھے۔ ایک ایسا انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے جس کے اثرات دور رس، گہرے اور دیرپا ہوں۔ دین اسلام کا احیاء اور اس کی بقا چاہتے تھے۔ اُمت اجابت اور اُمت

دعوت دونوں کو درس حریت دینا چاہتے تھے۔ اور گزشتہ چودہ سو سالہ تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ آپ نے اپنے اس عظیم مقصد میں بھرپور کامیابی حاصل فرمائی۔ اگر ایک طرف اسی خاندان بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے عادل اور دیندار بادشاہ پیدا ہوئے جن کے دورِ حکومت کو عہدِ خلافت راشدہ کا نمونہ اور تسلسل کہا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف دنیا بھر میں آزادی کی جو تحریکیں چلیں، چل رہی ہیں یا آئندہ چلیں گی تو یہ سب خونِ حسین علیہ السلام کا صدقہ ہے۔

مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت یہی نظر آ رہا تھا کہ آپ کوفہ تشریف لے جا رہے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ عنقریب یہ حقیقت قارئین پر واضح ہو جائے گی۔ جب آپ علیہ السلام مقام "زبالہ" پر پہنچے تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت سے مطلع ہوئے۔ مقام "صفاح" پر مشہور شاعر اور محب اہل بیت فرزدق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آ رہے تھے۔ اُس نے بتایا کہ کوفہ والوں کے قلوب تو آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں بنو اُمیہ کے ساتھ ہیں۔ بعد ازاں ایک مقام پر ایک دوسرے محب اہل بیت حضرت طرماح بن عدی سے ملاقات ہوئی اُس نے بھی کوفہ والوں کے بارے میں وہی بات کہی جو فرزدق کہہ چکے تھے نیز اُس نے آپ کو اپنے ساتھ "اجا" پہاڑ کی طرف چلنے کی درخواست کی جہاں ان کے قبیلے کے لوگ رہتے تھے۔ اُس نے کہا چند دن کے اندر میں اتنے جوان جمع کر لوں گا کہ کوئی آپ کی طرف آنکھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ آپ نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا:

"نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فرض میرے سپرد کیا ہے، میں ہر حال میں اُسے پورا کروں گا۔"

امام حسین علیہ السلام جب "ذوحسم" کے مقام پر پہنچے تو یزیدی فوج کا ہراول دستہ سامنے آیا جس کی قیادت حُر بن یزید ریاحی کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان سب کو اور ان کے جانوروں کو پانی پلانے کا حکم دیا۔ نماز ظہر ان سب نے امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں ادا کی۔ حُر سے گفتگو شروع ہوئی تو اس نے کہا کہ مجھے اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میں آپ کو کوفہ میں داخل نہ ہونے دوں۔ اگر امام حسین علیہ السلام کی منزل کوفہ ہوتی تو یہی مقام "ذوحسم" میدان جنگ ہوتا۔ کوفہ یہاں سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر آپ کے ساتھیوں نے بھی عرض کی کہ ہمارے اس لشکر کا مقابلہ کرنا اس لشکر کی نسبت زیادہ آسان ہوگا جو عمرو بن سعد کی قیادت میں آ رہا ہے۔ مگر آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا "میں جنگ میں پہل ہرگز نہیں کروں گا۔" پھر آپ نے "ذوحسم" سے قدرے بائیں جانب

مغربی سمت میں اپنا سفر جاری رکھا اور اکہتر کلو میٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جب "کربلا" کے مقام پر پہنچے تو یہاں قیام فرما ہوئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی منزل مقصود کربلا تھی۔ جس کی نشاندہی آپ علیہ السلام کی ولادت کے وقت ہی مانا جانا صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی تھی۔ گزشتہ صفحات میں یہ احادیث نقل کی جاچکی ہیں۔

دو محرم الحرام ۶۱ ہجری کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا پہنچ کر خیمے گاڑ دیئے۔ حر بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور عمرو بن سعد بھی ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ پہنچ گیا۔ امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام یزیدی لشکر سے کئی بار مخاطب ہوئے اور ان کے سامنے تقریریں فرمائیں جو تاریخ میں محفوظ ہیں۔ یہاں پر آپ علیہ السلام کا ایک تاریخ ساز خطاب پیش کیا جارہا ہے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھا۔ جو محرمات الٰہی کو حلال کرنے والا ہو، حدود الٰہی کو توڑنے والا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والا ہو اور لوگوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ ظلم کرنے والا ہو۔ اور وہ شخص اپنے قول وفعل کے ذریعے اس بادشاہ کی مخالفت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ اس شخص کو بھی اُس ظالم بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں ڈال دے۔ اے لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ ان لوگوں (یزید اور اس کی پارٹی) نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر شیطان کی اطاعت اختیار کرلی ہے۔ ملک میں فتنہ وفساد پھیلا دیا ہے۔ حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔"

یہ تاریخ ساز خطاب انتہائی غور وفکر کے قابل ہے۔ اس میں آپ علیہ السلام نے یزید کی اسلام دشمنی، آمریت ظلم وستم اور جبر واستبداد کا آئینہ یزیدی فوج کو دکھایا۔ اور اپنا علم جہاد بلند کرنے کا مقصد بھی بتادیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس لشکر میں سے کسی ایک نے بھی یزید کو ان مذکورہ بالا جرائم سے بری الذمہ قرار نہیں دیا، تردید نہیں کی، صفائی پیش کرنے کی ہمت نہیں کی۔ بلکہ اُن کی طرف سے ایک ہی مطالبہ بار بار دہرایا گیا کہ:

"یزید کی بیعت کرو یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

میدان کربلا میں امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو بالکل وہی صورتِ حال

درپیش تھی جس کا سامنا اکہتر، بہتر برس قبل آپ کے نانا جان جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کرنا پڑا تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشرکین مکہ کے سامنے قرآن کریم کا یہ چیلنج پیش فرمایا کہ:

"اگر تمہیں اس کلام الٰہی کے بارے میں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اس کام کے لئے اپنے مددگاروں کو بھی بُلا لو اگر تم سچے ہو۔" (البقرہ ۲: ۲۳)

تو ان لوگوں کے پاس اس چیلنج کا کوئی جواب نہ تھا۔ قرآن کریم کے اعجاز اور فصاحت و بلاغت کے سامنے وہ عاجز آ گئے مگر حسد، بغض، رقابت اور عداوت کے باعث اسے قبول نہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف جنگ و جدل کا میدان گرم کر دیا۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مدِمقابل بھی آپ علیہ السلام کی صداقت اور حق گوئی کے سامنے عاجز آ گئے لاجواب ہو گئے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ اُنہی اسلاف کے خلاف ایک دوسرے سے نبرد آزما ہیں۔ مگر امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام پھر بھی صبر و برداشت اور تحمل سے کام لے رہے ہیں۔ اپنے دشمنوں کو بھی اس قتل ناحق کے گناہِ عظیم سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں اور ان کے سامنے تین تجاویز پیش کرتے ہیں:

(۱) میں جہاں سے آیا ہوں مجھے واپس جانے دیا جائے۔

(۲) مجھے یزید کے پاس لے چلو تا کہ میں خود اُس کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر لوں۔

(۳) مجھے کسی سرحد پر بھیج دو تا کہ وہاں کفار کے ساتھ جہاد کرتا رہوں۔

مگر یزیدی فوج کی طرف سے ایک ہی آواز بلند ہو رہی ہے کہ "یزید کی بیعت کرو یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔" الغرض اتمامِ حجت کے بعد دس محرم الحرام ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں دونوں لشکر صف آراء ہوئے۔ بقول شاعر ؎

اُس طرف دین کے لاکھوں تھے مٹانے والے | اس طرف صرف بہتر تھے بچانے والے
فرق یہ تھا کہ مسلمان تھے دونوں جانب | وہ یزیدی یہ محمد کے گھرانے والے

امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے جاں نثار ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ ان میں چودہ ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں غزوہ بدر و اُحد، صلح حدیبیہ و غزوۂ حُنین وغیرہ میں حصہ لیا تھا۔ اکیس بلند درجہ تابعین کرام اور باقی بڑے بڑے قرائ، حفاظ، فضلاء اور صلحائے اُمت تھے جب کہ ۲۱ شہداء کا تعلق خانوادۂ نبوت سے تھا اور آخر میں

امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام بھی جب زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے اُترتے ہیں تو خون آلود ہاتھوں سے تیمم کر کے نماز کے لئے قیام فرما ہوتے ہیں اور جب سجدہ ریز ہوتے ہیں تو سرِ اقدس تن مبارک سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است پس بنائے لا الہ گردیدہ است

(علامہ اقبال)

امام حسین علیہ السلام کی شہادت تاریخ اسلام کا سب سے زیادہ دردناک باب ہے۔ اس سانحہ کربلا پر زمین و آسمان روئے، جنات نے نوحہ کیا، آسمان پر سرخی چھا گئی، شام میں جو پتھر بھی زمین سے اُٹھایا جاتا وہ خون آلود ہوتا۔ اور اسی طرح بیت المقدس میں بھی جو پتھر اُٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون ہوتا۔ (معجم الکبیر)

یہ وہ حقائق ہیں جو بڑے بڑے محدثین نے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں۔ اور سب سے بڑی، عظیم، بابرکت کتاب قرآن کریم کی گواہی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

(البقرہ ۲: ۱۵۴)

امام حسین علیہ السلام نے اپنے بہتر رفقاء کے ساتھ میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرمایا اور فرمانِ الٰہی کے مطابق شہید زندہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام زندہ ہیں اور تا ابد زندہ رہیں گے۔ آپ کی شہادت گاہ کربلائے معلی رشک جنت بنی ہوئی ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس دن امام حسین علیہ السلام نے شہادت پائی اس روز ستر ہزار فرشتے ان کی قبر مبارک پر نازل ہوئے۔ یہ فرشتے آپ کی مظلومی اور حالتِ زار پر قیامت تک نوحہ کناں رہیں گے۔"

(غنیۃ الطالبین)

سلطان الہند، خواجہ غریب نواز حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یوں آپ کو خراجِ عقیدت پیش فرمایا:

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسین   دین ہست حسین دین پناہ ہست حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید   حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین

سانحہ کربلا پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ تحریری ادبی سرمایہ نواسۂ رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت پر پایا جاتا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ سے خوارج اور نواصب نے واقعہ کربلا اور امام حسین علیہ السلام کی شخصیت پر نئے نئے افسانے تراشے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ علمائے اسلام کو غریق رحمت فرمائے جنہوں نے ان کے دجل وفریب اور جعل سازی کا پردہ چاک کرتے ہوئے ان کی تردید میں تحقیقی کتابیں لکھیں۔ ان میں اہلسنت بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام شامل ہیں۔ جنہوں نے حُبِ اہل بیت کا حق ادا کرتے ہوئے قابل قدر تصانیف قلم بند کیں۔ ان میں حضرت علامہ عبدالرشید صاحب نعمانی فاضل دیوبند کی کتاب "یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر" میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ آپ نے منکرین کے تمام شبہات کے تسلی بخش جوابات متقدمین ومتاخرین علمائے اہلسنت کی کتابوں سے فراہم کئے ہیں یہ کتاب مجلس نشریات اسلام کراچی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

اس ضمن میں حضرت علامہ ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام شیخ ابن تیمیہ کا یہ چشم کشا فتویٰ بھی نقل فرمایا ہے کہ:

"جس نے بھی حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ ان کے قتل میں مدد کی یا ان سے راضی ہوا۔ اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ نہ اُن کے عذاب کو دور کرے گا اور نہ ان کا عوض قبول کرے گا۔" (المرتضیٰ ص ۲۷۶)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے چار صاحبزادے تھے جن میں سے تین حضرت علی اکبر، حضرت جعفر اور حضرت علی اصغر نے شہادت پائی اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بیماری کے باعث بچ گئے اور آپ سے امام حسین علیہ السلام کی نسل آگے چلی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

آپ مدینہ منورہ میں ۲۵ جمادی الاول ۳۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے جب کہ سجاد اور زین العابدین القابات ہیں جو عبادت و ریاضت اور کثرت سجود کی

بدولت آپ کو ملے اور آپ کو زیادہ شہرت آخری لقب سے ملی۔

آپ بھی کربلا میں اپنے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے اُس وقت آپ کی عمر مبارک ساڑھے بائیس سال تھی۔شدید بیمار تھے۔جس کے باعث آپ کو والد صاحب کی طرف سے جنگ کی اجازت نہ ملی۔یہ بیماری دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت کا سبب بنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یزیدیوں سے بچالیا۔تبلیغی جماعت کے امیر اور سکالر جناب مولانا طارق جمیل صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے انہی اکیلے فرد کے ذریعے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نسل کو پوری روئے زمین پر قیامت تک کے لئے پھیلا دیا اور اپنی رحمت سے اس قدر پھیلایا کہ اب سادات کی ان عظیم ہستیوں کے مبارک وجود سے شاید ہی کوئی اسلامی خطہ محروم ہو اور ان نیک بخت حضرات کا اب شمار بھی دشوار ہے۔" (گلدستہ اہل بیت ص ۳۷۵)

امام زین العابدین علیہ السلام بہت بڑے عالم، فاضل، قاری، حافظ قرآن اور محدث تھے۔ مشہور محدث امام زہری امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگرد تھے جنہوں نے سب سے پہلے علم حدیث کی تدوین کی۔اور حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ"زہری کی سند جو امام زین العابدین سے ہے وہ تمام سندوں سے صحیح ہے۔" آپ بڑے ہی عابد، زاہد، متقی، متواضع، مہمان نواز، منکسر المزاج، حلیم الطبع، ہمدرد، مشفق، صابر، سخی اور معاف فرمانے والے تھے۔روزانہ ایک ہزار رکعت نفل ادا کرتے، اکثر دن کو روزہ رکھتے۔ساری رات عبادت و ریاضت اور گریہ وزاری میں گزار دیتے۔آپ کی آنکھوں سے ہر وقت آنسو جاری رہتے۔کسی نے بھی آپ کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔آپ نے پچاس ہزار غلام خرید کر آزاد کئے۔رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کرتے اور گم نامی کے عالم میں غرباء و مساکین کی مالی امداد کرتے۔آپ کے در سے کبھی کوئی سائل خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔دو مرتبہ گھر کا سارا سامان راہ خدا میں قربان فرمایا۔ساری زندگی دنیا و مافیہا سے الگ تھلگ رہتے ہوئے گوشۂ نشینی میں گزاری۔

یزید نے جو لشکر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لئے حصین بن نمیر کی قیادت میں بھیجا تھا۔یزید کی موت کی خبر سن کر جب یہ واپس ہوا تو اس کا سپہ سالار حصین بن نمیر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے"میں آپ کو تمام دنیائے اسلام کی خلافت و حکومت

سپرد کرتا ہوں اور آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔" تو امام زین العابدین علیہ السلام نے انکار کر دیا اور فرمایا: "مجھے دنیا کی حکومت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے تم کسی اور کو تلاش کر لو۔"

(امام زین العابدین از مفتی غلام رسول ص ۲۰۵)

امام زین العابدین علیہ السلام اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلوں پر حکومت کرتے تھے۔ چنانچہ بادشاہ وقت عبدالملک بن مروان کا بیٹا ہشام بن عبدالملک شام سے حج کے لئے آیا۔ امراء و وزراء کا ایک وفد بھی اس کے ساتھ تھا۔ بیت اللہ شریف کے طواف کے دوران جب حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھا تو کثرت اژدھام کی وجہ سے ناکام رہا۔ اور پیچھے ہٹ کر ہجوم کی کمی کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے تو تمام لوگ ادب سے پیچھے ہو گئے اور حجر اسود والی جگہ آپ کے لئے خالی کر دی۔ ایک شامی نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہیں جن کا لوگ اس قدر احترام کرتے ہیں۔ ہشام نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ پاس ہی مشہور شاعر فرزدق کھڑے تھے۔ اس نے کہا میں انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور پھر فی البدیہہ آپ کی شان میں ایک طویل قصیدہ کہہ ڈالا۔ ہشام نے غصے میں آ کر فرزدق کو قید کر دیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کی خدمت میں روانہ کئے۔ فرزدق نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے یہ قصیدہ کسی لالچ میں نہیں کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لئے کہا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے دوبارہ یہ رقم اُن کے پاس بھیجی اور فرمایا ہم اہل بیت جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی نیک نیتی سے بخوبی آگاہ ہے لہٰذا اس کی بارگاہ سے الگ اجر آپ کو دیا جائے گا۔

ہشام کے والد عبدالملک بن مروان کو اس قصیدہ کا علم ہوا تو اس نے فرزدق سے کہا کہ کیا تم رافضی ہو گئے ہو تو فرزدق نے کہا اگر آل رسول سے محبت اور ان کی مدحت سرائی کا نام رافضیت ہے تو پھر میں رافضی ہوں۔ اس پر وہ خاموش ہو گیا اور پھر کہنے لگا ایک ایسا ہی قصیدہ تم میری تعریف میں بھی لکھو۔ تو فرزدق نے اُسے کہا امام زین العابدین علیہ السلام جیسا باپ اور اُن کی ماں جیسی ماں لے آ پھر تمہاری شان میں بھی اس جیسا قصیدہ کہوں گا۔ تمہیں مجھ سے یہ مطالبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی۔ اگر تو میرا نام وظائف والے رجسٹر سے مٹانا چاہتا ہے تو مٹا دے۔ اس پر عبدالملک بن مروان نے واقعی اس کے نام کا وظیفہ ختم کر دیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو

اس صورتِ حال کا پتہ چلا تو آپ نے فرزدق کو بلوایا اور فرمایا: جو کچھ میرے پاس ہے یہ سب لے لو اور یہ سب کچھ دے کر بھی میں تمہارا بدلہ نہیں اُتار سکتا۔ فرزدق نے عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے جو کچھ عطا ہو گا وہ میرے لئے کافی ہے اور مجھے عبدالملک کی ساری بادشاہت سے زیادہ عزیز ہے۔

آپ کے عفو و درگزر کے متعدد واقعات تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ سنان بن انس جو قاتلین حسین علیہ السلام میں سے تھا۔ ایسی غربت و افلاس کا شکار ہوا کہ دربدر بھیک مانگا کرتا اور لوگ اُس سے اس قدر نفرت کرتے تھے کہ کوئی اُسے کچھ نہ دیتا ایک دن امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے بڑا ہی مشفقانہ سلوک فرمایا اور تین دن تک اُسے مہمان رکھا اور بڑی خاطر تواضع کی۔ جب جانے لگا تو اشرفیوں کی ایک بھری ہوئی تھیلی عنایت فرمائی۔ وہ کہنے لگا حضور آپ نے مجھے نہیں پہچانا تو آپ نے فرمایا کیا تو سنان ابن انس نہیں ہے! وہ کہنے لگا جی حضور میں ہی وہ بدبخت ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارا کردار تھا اور یہ ہمارا اخلاق ہے۔ ہم اہل بیت اپنے دشمن سے انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے اُسے معاف فرما دیتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو ۹۴ھ میں زہر دیا گیا جس سے آپ کی شہادت ہوئی اور جنت البقیع اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ آپ کی نسل چھ صاحبزادوں سے آگے چلی جن میں محمد باقر، زید شہید، عبداللہ الباہر، عمر اشرف، حسین اصغر اور علی اصغر کے نام شامل ہیں۔ جن کی اولاد حجاز، مصر، شام، عراق اور خراسان میں پائی جاتی ہے۔

حضرت سیدنا زید شہید بن امام زین العابدین علیہ السلام

سیدنا حضرت زید علیہ السلام ۸۰ ہجری میں مدینہ منورہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابوالحسین ہے۔ اپنے والد اور مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سے علم حاصل کیا۔ ہر وقت قرآن کریم آپ کی زبان پر جاری رہتا جس کے باعث "حَلِیْفُ الْقُرْآن" (قرآن دوست) کہلاتے تھے اور زیادہ تر وقت مسجد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے جس کی بدولت لوگ آپ کو اُسطوانۃ المسجد (مسجد کا ستون) کہہ کر یاد کرتے۔ آپ بہت بڑے محدث، فقیہہ، خطیب، ادیب، شاعر اور ماہر علم الکلام تھے۔ آپ نے فرقہ قدریہ کے رد میں قرآن کریم کی روشنی

میں ایک کتاب لکھی نیز علم حدیث وفقہ پر آپ کی تصنیف لطیف "مسند الامام زید" موجود ہے اسے "المجموع الفقہی" بھی کہا جاتا ہے۔

اموی بادشاہ ہشام بن عبدالملک نے جب یزید کی روش اختیار کی۔ اسلامی دستور کو پس پشت ڈال دیا۔ شریعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلم کھلا خلاف ورزی شروع کی۔ رعایا کے حقوق سلب کر لئے اور ظلم وستم کی انتہا کرتے ہوئے مسلمانوں سے بھی جزیہ وصول کرنا شروع کیا تو حضرت سیدنا زید علیہ السلام نے اپنے دادا جان حضرت امام حسین علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علَم جہاد بلند فرمایا۔ اور اپنے جدِ اعلیٰ نانا جان جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات پر بھی عمل پیرا ہو کر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا:

☆ "ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے۔" (سنن نسائی)

☆ "شہداء کے سردار حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ شخص بھی شہیدوں کا سردار ہوگا جو ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہو اور اسے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرے۔ جس پر وہ حاکم اُسے قتل کر دے۔" (رواہ مستدرک)

چالیس ہزار آدمیوں نے آپ کی بیعت کر لی جن میں اس دور کے بڑے بڑے قراء، حفاظ اور آئمہ کرام شامل تھے جن میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے اور آپ نے اس موقع پر فتویٰ جاری کیا کہ "حضرت زید امام برحق ہیں۔ ان کے ساتھ جہاد کے لئے نکلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہادِ بدر کے مشابہ ہے۔" آپ خود تو بیماری کے باعث شریک نہ ہو سکے مگر جہاد کی تیاری کے لئے آپ کی بھرپور مالی مدد فرمائی اور تیس ہزار درہم (مساوی ۶۳ لاکھ روپیہ موجودہ) ارسال کئے۔

اہل کوفہ نے اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے عین موقع پر دھوکہ دیا۔ وہ آ کر آپ سے مطالبہ کرنے لگے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تبرا کریں۔ آپ نے فرمایا "جو اُن پر تبرا کرتا ہے میں اُس پر تبرا کرتا ہوں۔" چنانچہ وہ الگ ہو گئے اور اس دن سے یہ لوگ رافضی کہلائے جانے لگے۔ آپ کے پاس صرف ۲۱۸ جانباز باقی رہ گئے جس میں آپ کے بھائی حضرت عبداللہ الباہر اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت محمد بن عبداللہ المحض علیہ السلام اور حضرت سید نفس زکیہ علیہ السلام بھی شامل تھے اس مٹھی بھر جماعت کے ساتھ آپ نے ہزاروں

کی تعداد میں شامی فوج کا بھرپور مقابلہ کیا۔ دوسرے دن آپ کو پیشانی پر تیر لگا جس سے آپ نے اس روز دو صفر ۱۲۲ھ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ظالموں نے آپ کا سر تن سے جدا کر کے دمشق ہشام کے پاس بھیج دیا اور آپ کی سر بریدہ لاش کو کوفہ میں سولی پر لٹکا دیا جو چار سال تک لٹکتی رہی اور پھر اسے جلا کر دریائے فرات میں بہا دیا۔ بعد ازاں آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا یحییٰ زاہد نے اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں ۱۲۵ھ میں ولید بن عبدالملک کے خلاف جوز جان میں جہاد کا آغاز فرمایا اور تین دن تک نہایت بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت زید شہید کی اولاد تین بیٹوں سے آگے چلی جن میں سید عیسیٰ بن زید، سید حسین بن زید اور سید محمد بن زید کے نام شامل ہیں۔ سید عیسیٰ بن زید اور حسین بن زید حضرت سیدنا نفس زکیہ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کا جہاد میں بھرپور ساتھ دیتے رہے۔ جو عباسی حکومت کے خلاف تھا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے کا نام امام محمد باقر علیہ السلام ہے۔ آپ تین صفر المظفر ستاون ہجری کو بروز منگل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ نام محمد، کنیت ابو جعفر لقب باقر اور امام پنجم ہے۔ باقر کے معنی ہیں کھولنے والا، وسعت دینے والا۔ آپ نے علوم و معارف کو کھول نمایاں کیا اور علم وحکمت کے مخفی خزانوں کو ظاہر فرمایا۔ آپ نہایت ذہین، عقل مند اور علم لدنی کے مالک تھے۔ بڑے بڑے مشکل مسائل کو فوراً حل فرما دیا کرتے تھے۔ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جس قدر علوم وفنون حضرت امام باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے۔ کسی اور سے ظاہر نہیں ہوئے۔ پوری اسلامی دنیا کے علماء وفضلاء مشکل مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع فرماتے اور وہ آپ کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوا کرتے تھے۔ اور آپ سرچشمہ علوم تھے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگرد اور مرید تھے۔

مشہور و معروف محدث حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۶ھ) آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بڑے ہی انوکھے اور عجیب وغریب چودہ سوالات کئے جن کے آپ نے فوراً جوابات مرحمت فرما دیئے۔ اس طرح حضرت نافع (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام) جو چاروں آسمانی کتابوں کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے۔ آپ علیہ السلام سے حج کے موقع پر مجمع عام میں

ادق ترین سوالات پوچھے۔ جن کے آپ نے کھرے کھرے نہایت مدلل جوابات مرحمت فرمائے تو وہ پکار اُٹھے "واقعی آپ سب سے بڑے عالم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔"

اسلامی کرنسی کا اجراء بھی آپ علیہ السلام کا مرہونِ منت ہے۔ ہوا یوں کہ مصر میں زمانہ قدیم سے ایک قسم کا کاغذ (Papyrus) کے نام سے تیار کیا جاتا تھا اور اس پر ٹریڈ مارک (Trade Mark) اہل روم کا چلا آرہا تھا۔ عبد الملک بن مروان (المتوفی ۸۶ھ) نے اپنے دورِ حکومت میں اُسے ختم کر کے نیا اسلامی ٹریڈ مارک جاری کیا۔ اس پر رومی بادشاہ ناراض ہو گیا اور اُس نے خط لکھا کہ وہی ہمارا ٹریڈ مارک دوبارہ بحال کرو ورنہ میں درہم و دینار پر تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں کندہ کروا کر رائج کر دوں گا۔ اُس زمانے میں اسلامی مملکت میں بھی وہی رومی کرنسی رائج تھی۔ عبد الملک بن مروان نے علماء و فضلاء کو بلا کر مشورہ کیا مگر کوئی اس کی پریشانی دور نہ کر سکا۔ آخر کار وزیر اعظم نوح بن زنباح نے بادشاہ سے کہا کہ صرف حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہی ہمیں اس غم سے نجات دلا سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ سے رابطہ کیا گیا اور اس تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ نے آپ کو طاقت دے رکھی ہے۔ آپ اسے استعمال میں لائیں۔ تو بادشاہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا میری وہ کون سی طاقت ہے؟ اور اسے میں کیسے بروئے کار لاؤں؟ آپ میری راہنمائی فرمائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے اُسے اپنی اسلامی کرنسی رائج کرنے کا مشورہ دیا نیز درہم و دینار کے اوزان اور ان کی اشکال ڈیزائن کیں۔ ایک طرف توحید اور دوسری طرف رسالت کا نقش کندہ فرمایا جب کہ وزن کی کمی بیشی کو کنٹرول کرنے کے لئے شیشے کا سانچہ تیار کرنے کا مشورہ دیا۔ ہر سکے پر سن اور شہر کا نام بھی ہو جہاں یہ تیار کئے جائیں۔ پھر یہ مشورہ بھی دیا کہ ایک حکم نامہ جاری کرو جس میں رومی کرنسی پر پابندی لگا دو اور اسلامی کرنسی کا استعمال لازمی قرار دو۔ اور ایک مقررہ تاریخ کے بعد جو تاجر اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہوا پایا جائے اسے سزا دی جائے۔ اس طرح آپ نے اپنی ذہانت سے بادشاہ روم کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے۔ اس سے پوری اسلامی دنیا خصوصاً شام میں بھی آپ کو نہایت ہی قدر و اہتمام کا مقام حاصل ہوا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱ھ) آپ کے بڑے قدردان اور معتقد تھے۔ انہوں نے اقتدار سنبھالا تو آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کی حضور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں مجھے نصیحت فرمائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے اُنہیں فرمایا "اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا، اپنے

سے بڑے کے ساتھ والد، چھوٹے کے ساتھ بیٹے اور باقی لوگوں کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرنا۔"
اُس نے اس مختصر مگر جامع نصیحت کو اپنا شعار بنایا۔ اور تمام لوگوں کی جائیدادیں انہیں واپس کر دیں جن پر بنو امیہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ نیز سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر سب وشتم کا سلسلہ بھی ختم کروایا اور ان گالیوں کی جگہ قرآن کریم کی آیات کریمہ شامل فرمائیں جو اس وقت تک آئمہ کرام جمعہ اور عیدین کے خطبہ میں پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں اور بھی کئی اصلاحات کیں اور عدل وانصاف کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے جس کے باعث ان کے دورِ حکومت کو خلافت راشدہ کا نمونہ کہا جاتا ہے۔

جب ہشام بن عبد الملک بادشاہ بنا تو وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ شدید عداوت رکھتا تھا۔ اور آپ کی شہرت ومقبولیت دیکھ کر حسد ورقابت کی آگ میں جلتا رہتا تھا۔ اس نے آپ علیہ السلام کو قید کر دیا۔ آپ نے جیل میں قیدیوں کی تعلیم وتربیت شروع کر دی۔ آپ کے فیضانِ نظر سے اُن کی شخصیات میں انقلاب برپا ہو گیا۔ اس طرح انتہائی خطرناک مجرم نیکوکار اور متقی بن کر آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔ جیلر نے جب ہشام کو اس نئی صورتِ حال سے آگاہ کیا تو اس نے خوف زدہ ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔ مگر گورنر مدینہ کے ذریعے آپ کو زہر دلوایا جس سے آپ نے ۱۱۵ ہجری میں شہادت پائی اور جنت البقیع میں اپنے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے عطا فرمائے تھے لیکن اولاد کا سلسلہ صرف ایک بیٹے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آگے چلا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام:

آپ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ہاں مدینہ منورہ میں آٹھ رمضان المبارک ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ نام جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور مشہور لقب صادق ہے۔ آپ نے اپنے دادا جان اپنے والد ماجد، نانا جان جناب قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق اور دیگر ممتاز علمائے کرام سے علم حاصل کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ — مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا

ہیں اور اُم فروہ کی والدہ حضرت اسماء بنت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں ۔ یعنی والدہ اور نانی دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام امام ششم علوم وفنون کے جامع تھے ۔ قرآن وحدیث کے حافظ اور فقہ واجتہاد، تصوف اور طریقت اور ولایت کے امام وپیشوا ہیں جن کی امامت پر تمام دنیائے اسلام کا اتفاق ہے ۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر حفاظ حدیث کے طبقہ خامسہ میں کیا ہے ۔ اور آپ سے روایت کرنے والے تلامذہ کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہے جن میں بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور علماء وصلحاء شامل ہیں ۔ چند اکابر واعاظم علماء وصوفیاء میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن جُریج، امام شعبہ، ایوب سختیانی وغیرہ کے اسماء گرامی شامل ہیں ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی استفادہ کیا تھا ۔ اور اُن کے مرید بھی تھے ۔ بعد ازاں دو سال تک مسلسل آپ علیہ السلام سے اکتساب فیض کیا اور ان دو سالوں میں جو علم نافع حاصل فرمایا اس کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے ۔

لَوْلَا السنستانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانِ — اگر میں دو سال آپ کی خدمت اقدس میں بسر نہ کرتا تو ہلاک ہو جاتا ۔

نیز امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملنا ان کے نانا جان جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملاقات کرنے کے مشابہ ہے ۔" آپ نے اپنے آبائی سلسلہ تصوف وطریقت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت بھی عطا فرما رکھی تھی ۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں عرصہ دراز تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس جاتا رہا ۔ میں نے آپ علیہ السلام کو ان تین اعمال میں سے کسی ایک میں مشغول پایا: آپ نماز پڑھ رہے ہوتے، روزہ دار ہوتے یا قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہوتے ۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام وہ عظیم علمی شخصیت ہیں کہ امام الانبیاء جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعد آپ نے ہی منبر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا:

سَلُوْنِیْ — جو سوال چاہو مجھ سے پوچھ لو ۔

آپ علیہ السلام سے ایسے ایسے علوم منقول ہیں جو کسی دوسرے سے منقول نہیں۔ مشہور مسلمان سائنسدان جابر بن حیان بھی آپ کا شاگرد تھا اور اُس نے آپ سے ہی سائنسی علوم حاصل کئے تھے۔

آپ علیہ السلام ساری عمر سیاست و حکومت سے الگ تھلگ رہتے ہوئے اسلام کی ترویج و اشاعت اور رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ آپ کے آستانہ عالیہ پر تابعین، تبع تابعین اور پوری دنیائے اسلام کے علماء و فضلاء اور صلحاء تشریف لاتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ مشہور و معروف صوفی بزرگ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ابوسلیمان آپ زاہد زمانہ ہیں آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے! تو وہ عرض کرنے لگے حضور آپ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سارے زمانے پر آپ فضیلت رکھتے ہیں اس لئے ہر ایک کو آپ کی نصیحت کی ضرورت ہے۔ تو آپ نے فرمایا! اے ابوسلیمان اگر روز قیامت نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھ لیا کہ میرا حق متابعت کہاں تک ادا کیا تو میں کیا جواب دوں گا! مجھے تو بس یہی غم کھائے جا رہا ہے! چنانچہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے جب فرزند رسول اپنے نانا جان کے حضور پیش ہونے سے گھبرا رہے ہیں تو داؤد کس شمار میں ہے؟ اس کی کیا اہمیت ہے؟ اس طرح طبقۂ اوّل کے تمام صوفیائے کرام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کے اوصافِ جمیلہ اور اخلاقِ حسنہ کے جامع تھے۔ بڑے ہی صابر و شاکر، حلیم و بردبار، سخی، ہمدرد، متواضع اور ملنسار تھے۔ کمزوروں کے ساتھ بڑی نرمی اور شفقت سے پیش آتے جب کہ ظالموں اور جابروں کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے کبھی نہ گھبراتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا رعب و دبدبہ عطا فرما رکھا تھا کہ آپ کے سامنے بڑے بڑوں کی بولتی بند ہو جاتی۔ ایک مرتبہ زندیقوں کا سربراہ اور قائد ابن عوجاء آپ کے پاس آیا۔ یہ بہت بڑا مناظر تھا۔ جو متعدد علمائے اسلام کے ساتھ مناظرے اور مجادلے کر چکا تھا۔ آپ کے سامنے بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ تو آپ نے اُسے فرمایا۔ بولو تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو وہ کہنے لگا حضور میری زبان بالکل میرا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔

آپ کی جود و سخا کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے درِ اقدس سے خالی ہاتھ واپس

نہیں لوٹا۔ آپ اپنے دادا جان حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرح رات کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کرتے اور اشیائے خورد و نوش محتاجوں اور غریبوں کے گھروں تک پہنچاتے رہتے تھے۔ اور نقاب اوڑھ کر رات کے اندھیرے میں لوگوں کی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد لوگوں کو معلوم ہوا جب یہ سلسلہ رک گیا۔ اپنے معاصرین میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کے ارشادات عالیہ قرآن و حدیث کا نچوڑ ہیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "مذہبی اختلافات سے بچو اس سے دلوں میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔" قرآن کریم کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "قرآن کریم میں چار اُمور ہیں عبادات، اشارات، لطائف اور حقائق۔" عام علماء کرام کی رسائی عبادات تک ہوتی ہے۔ خاص علماء کرام کی رسائی اشارات تک ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ کی رسائی لطائف تک ہوتی ہے اور حقائق تک رسائی انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے۔

عباسی بادشاہ ابو جعفر منصور جو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شدید دشمن تھا۔ اس نے ایک کثیر تعداد میں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا اور انہیں جیلوں میں ڈالا۔ اگرچہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہمیشہ اقتدار سے بالکل کنارہ کش رہے مگر وہ آپ علیہ السلام کی عوام میں ہر دلعزیزی سے بیحد خائف رہتا تھا اور دو مرتبہ اپنے دربار میں بلا کر قتل کرنے کی سازش کی مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو بالآخر آپ کو زہر دلوایا جس سے ۱۵ یا ۲۲ رجب ۱۴۸ھ کو آپ نے شہادت پائی اور جنت البقیع میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔

اولاد:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پانچ فرزند ہیں جن میں اسماعیل، علی العریضی، محمد المامون، اسحاق اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نام شامل ہیں۔ حضرت سید اسماعیل سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ان کی وفات والد محترم کی زندگی میں ہی ہو گئی تھی۔ مصر کی فاطمی حکومت کے بانی عبید اللہ بن محمد بن جعفر بن اسماعیل اپنا شجرہ نسب ان سے ملاتے ہیں۔ بعض علماء نے ان کے اس دعویٰ سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اہل تشیع کا ایک فرقہ ان کے نام سے وجود میں آیا جو اسماعیلی کہلاتا ہے اور امام حیّ کا قائل ہے اور ان کی اولاد میں امامت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک اس وقت پرنس کریم آغا خان چہارم فرقہ اسماعیلیہ کا اُنچاسواں (۴۹) امام ہے۔

دوسرے بیٹے علی العریضی کی اولاد سعودی عرب، عراق، ایران اور پاکستان میں پائی جاتی ہے۔ تیسرے بیٹے محمد المامون کی اولاد مصر، شیراز اور پاکستان میں موجود ہے۔ شیرازی سادات کی معروف و مشہور شخصیت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ماضی قریب میں گزرے ہیں۔ چوتھے بیٹے سید اسحاق کی اولاد مصر اور نصیبین میں پائی جاتی ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاجزادے اور امام ہفتم کہلاتے ہیں۔ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان وادیٔ ابواء میں بروز اتوار سات صفر المظفر ۱۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام موسیٰ کنیت ابوالحسن اور القابات صالح، امین، صابر اور کاظم ہیں اور اس آخری لقب سے زیادہ شہرت پائی۔ کاظم کے معنی ہیں غصہ پی جانے والا۔ آپ بے حد حلیم، بردبار اور درگزر فرمانے والے تھے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ زیادتی کرتے آپ انہیں نہ صرف معاف فرما دیتے بلکہ ان کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے۔ اس وجہ سے آپ موسیٰ کاظم مشہور ہوئے۔ آپ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد اور سب سے بڑے سخی تھے۔ آپ ہر آنے والے کی حاجات پوری فرمایا کرتے تھے اسی لئے باب الحوائج (حاجات پوری کرنے کا دروازہ) کہلانے لگے۔

ساری دنیا اسلام سے علماء و مشائخ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات حاصل کر کے واپس لوٹتے۔ آپ جدھر جاتے لوگ دیوانہ وار قدم بوسی کے لئے دوڑ پڑتے۔ آپ کی اس بے پناہ عوامی مقبولیت سے عباسی خلفاء ہمیشہ پریشان رہتے۔ انہوں نے کئی مرتبہ آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی پہنچائیں۔ آخری بار ہارون الرشید نے مدینہ منورہ سے بلوا کر بغداد میں قید کر دیا اور اس کے حکم سے اس کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی نے جیل میں آپ کو زہر دیا جس سے آپ نے قید خانے میں ہی ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ کو شہادت پائی۔ بغداد کے محلہ کاظمین میں آپ کا مزار پُر انوار مرجعِ خلائق اور اس وقت بھی یہ مقام "باب الحوائج" کے طور پر مشہور ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد دس بیٹوں سے آگے چلی جن کے نام ابراہیم، عباس، اسماعیل، محمد عابد، طیب، اسحاق، حمزہ، عبداللہ، عبیداللہ، جعفر اور امام علی رضا ہیں۔ اور ان کی اولاد حجاز، بصرہ،

شیراز، بلخ، مصر، خراسان، آذربائیجان، ہمدان اور اہواز وغیرہ مقامات پر پائی جاتی ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

آپ امام ہشتم کہلاتے ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ گیارہ ربیع الثانی بروز جمعرات ۱۵۳ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے آپ کا نام علی، اور کنیت ابوالحسن ہے۔ جب کہ صابر، زکی، ولی اور رضا کے القابات سے نوازے گئے۔ آخری لقب رضا کے نام سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ آپ بہت بڑے محدث اور عالم، فاضل شخصیت تھے۔ جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے تو سارا شہر آپ کی زیارت کے لئے جمع ہوگیا آپ نے نقاب اوڑھ رکھا تھا۔ پہلے لوگوں نے رخ انور کے دیدار کی خواہش کی تو آپ نے نقاب دور فرمادیا پھر حدیث شریف بیان کرنے کی درخواست کی تو آپ نے اپنی آبائی سند کے ساتھ یہ حدیث شریف بیان فرمائی کہ:

"مجھے حدیث بیان فرمائی میرے والد موسیٰ کاظم نے اپنے والد جعفر صادق سے انہوں نے اپنے والد ماجد محمد باقر سے انہوں نے اپنے والد ماجد زین العابدین سے انہوں نے والد حسین سے انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے اللہ رب العزت کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "لا الہ الا اللہ" میرا قلعہ ہے۔ جس نے یہ کلمہ پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔"

یہ حدیث شریف لکھنے والے علماء کا شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار سے زائد تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند اس قدر بابرکت ہے کہ اگر کسی پاگل شخص پر پڑھ کر دم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اُسے شفا عطا فرما دیتا ہے۔ (صواعق محرقہ)

عباسی خلیفہ مامون الرشید آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے اپنی صاحبزادی اُم حبیب آپ کے نکاح میں دی اور کرنسی پر آپ کا نام بھی کندہ کروایا اور ۲۰۱ھ میں آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا مگر بنو عباس بگڑ گئے۔ اور مامون الرشید کے بھی خلاف ہوگئے۔ اور آپ کو زہر دیا گیا جس سے آپ نے بمقام طوس شہادت پائی اور وہی آپ کا مزار پُرانوار مرجع خلائق ہے۔ آج کل اسے مشہد کہا جاتا ہے

جو ایران میں واقع ہے۔

اولاد:

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے نام حسن، جعفر، ابراہیم، حسین اور امام محمد جواد تقی علیہ السلام ہیں۔ اولاد کا سلسلہ آخری بیٹے سے آگے چلا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک کا نام امام علی نقی علیہ السلام تھا ان کی اولاد نقوی کہلاتی ہے۔ دوسرے بیٹے کا نام حضرت موسیٰ المبرقع تھا ان کی اولاد اپنے دادا جان کے نام پر رضوی کہلاتی ہے۔ اور رضوی سادات دراصل حضرت موسیٰ المبرقع بن حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

حضرت امام محمد جواد تقی علیہ السلام

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ہاں مدینہ منورہ میں پانچ رمضان بروز منگل ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ نام محمد ہے۔ کنیت ابوجعفر ہے جب کہ مرتضیٰ، تقی، جواد اور قانع القابات ہیں۔ تقی اور جواد کے القابات سے زیادہ شہرت پائی آپ امام نہم ہیں۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید آپ کے علم وفضل کا بڑا معترف تھا۔ علمائے بغداد اس عزت افزائی پر آپ سے حسد کرنے لگے اور قاضی یحییٰ کی سربراہی میں آپ کو مناظرے کا چیلنج دیا تاکہ مامون الرشید کی نظروں میں آپ کو گرادیا جائے۔ مامون الرشید کی موجودگی میں یہ مناظرہ ہوا۔ قاضی یحییٰ نے آپ سے انتہائی مشکل سوالات کیئے جن کے آپ نے نہایت ہی مدلل جوابات دیئے۔ جس سے تمام علمائے کرام بڑے حیران ہوئے اور آپ کے علم و فضل کا سب نے برملا اعتراف کیا۔ مامون الرشید کو بے حد خوشی ہوئی اور اس نے آپ سے کہا کہ اب آپ بھی قاضی یحییٰ سے کوئی سوال پوچھیں۔ آپ نے قاضی یحییٰ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا ضرور سوال کریں۔ اگر میں جواب نہ دے سکا تو ہم سب لوگ آپ کے جواب سے مستفید ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے اسے اور تمام علمائے کرام کو مخاطب کرتے ہوئے ایک ایسا سوال اُن سے پوچھا جس کا جواب دینے سے وہ سب عاجز آگئے اور آپ سے ہی اس کا جواب بتانے کی درخواست کی۔ جس پر آپ نے اس کا جواب بتایا تو سارا دربار تحسین و آفرین کی صداؤں سے گونج اُٹھا۔ اس سے مامون الرشید کے دل میں آپ کی عظمت و رفعت دوبالا ہوگئی اور اس نے اپنی بیٹی اُم الفضل کا نکاح آپ

سے کر دیا۔ گزشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ مامون الرشید نے اپنی ایک بیٹی اُم حبیب کا نکاح آپ کے والد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے بھی کیا تھا۔ وہ آپ کی سوتیلی ماں تھی۔ جب کہ آپ کی حقیقی والدہ محترمہ کا نام خیزران یا سکینہ ہے۔

مامون الرشید کی وفات کے بعد اس کے بھائی معتصم باللہ نے اقتدار سنبھالا تو آپ علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے بغداد طلب کیا۔ اور یہاں پر ہی آپ نے عین جوانی کے عالم میں نقل مکانی فرمائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی جو معتصم باللہ کے حکم سے آپ کو دیا گیا اور آپ نے ۵ ذوالحجہ بروز منگل ۲۲۰ھ میں شہادت پائی اور بغداد میں ہی اپنے دادا جان حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیے گئے یہ علاقہ کاظمین کہلاتا ہے۔ اور دادا پوتا دونوں کے مزارات پر سونے کا گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت سید موسیٰ المبرقع جن کا ذکر اوپر امام علی رضا علیہ السلام کے واقعات میں بھی کیا جا چکا ہے۔ ان کی اولاد اپنے نام کے ساتھ ساتھ رضوی لکھتی ہے جب کہ دوسرے بیٹے کا نام امام علی ہادی نقی علیہ السلام ہے۔

حضرت امام علی ہادی نقی علیہ السلام

آپ امام دہم ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۵ یا ۱۳ رجب المرجب ۲۱۴ھ کو امام محمد جواد تقی علیہ السلام کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم گرامی علی، کنیت ابوالحسن اور القابات ہادی اور نقی ہیں۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کے علوم و عرفان کے وارث و امین تھے۔ عبادت و ریاضت، اخلاق و کردار اور سخاوت کے لحاظ سے بھی منفرد شخصیت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ احمد بن اسحاق نامی شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی میں بہت زیادہ مقروض ہوں، جس نے مجھے سخت پریشان کر رکھا ہے تو آپ علیہ السلام نے فوراً اُسے ۳۰ ہزار درہم عطا فرمائے۔

عباسی بادشاہ متوکل آپ کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا تھا اور آپ کو عامۃ مسلمین میں جو مقبولیت حاصل تھی اُس سے خائف رہتا تھا۔ اس نے آپ کو مدینہ منورہ سے اپنے پاس سامرہ بُلا لیا جو اس زمانے میں سلطنت عباسیہ کا دارالحکومت تھا۔ اور آپ کی نگرانی پر جاسوس مقرر کر دیئے۔ مگر آپ کے اخلاق حسنہ اور دنیا سے بے رغبتی دیکھ کر وہ لوگ بھی آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے اور جب بھی بادشاہ اُن سے آپ کے متعلق دریافت کرتا تو وہ آپ کی تعریف و توصیف بیان کرتے

جس سے بادشاہ کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوجاتا۔

انہی ایام میں ہندوستان سے ایک جادوگر بادشاہ کے دربار میں آیا جس کے سحر سے بادشاہ بڑا مرعوب ہوااور اس نے جادوگر کے ذریعے امام علی نقی علیہ السلام کو ذلیل کرنے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں علماء، فضلاء، صلحاء اور معززین شہر کو مدعو کیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو بھی بلایا۔ دسترخوان بچھادیا گیااور اس پر انواع واقسام کے کھانے چن دیئے گئے۔ جونہی امام علی نقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو جادوگر نے ایسا عمل کیا کہ روٹی ہوا میں اُڑ کر دور چلی گئی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر بادشاہ اور اُس کے درباری ہنسنے لگے۔ اور دوسری روٹی آپ کے آگے رکھی گئی وہ بھی جادو کے زور سے اُڑ کر دور چلی گئی پھر لوگ ہنسنے لگے۔ تیسری بار پھر ایسا ہی ہوا۔ تو امام علی نقی علیہ السلام کو بھی جلال آگیا۔ بادشاہ کے سامنے قالین پڑا تھا جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس شیر کی طرف توجہ فرمائی تو وہ حقیقی شیر بن کر جادوگر پر جھپٹا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جس سے سارا دربار خوف زدہ ہوگیا مگر آپ نے اشارہ کیا تو شیر غائب ہو کر دوبارہ قالین کی صورت میں ڈھل گیا۔

پھر بادشاہ نے آپ علیہ السلام کو قید کردیا اور سترہ سال تک جیل میں آپ پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتا رہا اور آپ کو زیادہ ستانے اور دکھ دینے کے لئے اس دور کے سب سے بڑے بدمعاش اور جابر وظالم شخص زراقی کو آپ پر مسلط کردیا مگر آپ علیہ السلام کی توجہ سے وہ آپ کا مرید بن کر متقی اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاں نثار بن گیا۔ اس عرصے میں بادشاہ بیمار ہوا بڑا علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا اور قریب المرگ ہوگیا تو اس کی والدہ آپ علیہ السلام کے پاس جیل آئی اور اپنے بیٹے کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی اور وہ تندرست ہوگیا پھر ماں کے کہنے پر آپ علیہ السلام کو آزاد کردیا۔ مگر بادشاہ کی وفات کے بعد جب مستنصر باللہ نے حکومت سنبھالی تو اس نے دوبارہ آپ کو قید کردیا اور اس کے حکم سے آپ علیہ السلام کو زہر دیا گیا جس سے آپ نے ۲۵ جمادی الثانی بروز پیر ۲۵۴ھ کو شہادت پائی اور سامرہ میں ہی آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کے مزار اقدس پر بھی سونے کا گنبد بنایا گیا ہے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے حسن، حسین، محمد اور جعفر علیہم السلام۔ آپ کی اولاد کا سلسلہ دو بیٹوں سے آگے چلا یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام اور جناب جعفر ثانی۔ برصغیر پاک وہند کے معروف روحانی پیشوا اور سادات بخاریہ کے جدِ اعلیٰ

حضرت سید جلال الدین سرخ پوش بخاری سہروردی اُچ شریف بہاولپور رحمۃ اللہ علیہ جناب سیدنا جعفر ثانی علیہ السلام کی اولاد امجاد سے ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

آپ گیارہویں امام ہیں۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں ۲۳۲ھ کو پیدا ہوئے۔ نام حسن اور کنیت ابو محمد ہے جب کہ القابات زکی، اُستاذ العلماء، قدوۃ العابدین، سراج اور عسکری ہیں۔ آخری لقب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ سامرہ آئے تو یہاں پر محلہ عسکر میں قیام پذیر ہونے کی وجہ سے عسکری مشہور ہو گئے اور اس محلہ کو عسکر اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہاں پر فوجی چھاؤنی قائم کی گئی تھی۔

آپ علم و عرفان، عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے اپنے اسلاف کا بہترین نمونہ تھے۔ عموماً دن کو روزہ رکھتے اور رات نوافل میں گزار دیتے اور نوافل کے دوران پورا قرآن کریم ختم کر لیا کرتے۔ اور علم مبارک کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علماء کرام آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے علم حاصل کرتے اسی لئے آپ کا لقب اُستاذ العلماء کے طور پر مشہور ہوا۔ علم حدیث میں بھی آپ کی شان بڑی بلند تھی اور آپ کی روایت کردہ احادیث کو قبول و اعتماد کا درجہ حاصل تھا۔ اسی طرح قرآن کریم کی تفسیر کے حوالے سے بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اور آپ کی تفسیر قرآن "تفسیر عسکری" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے بروز جمعہ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو وفات پائی۔ آپ کو عباسی خلیفہ معتمد باللہ۔ نے زہر دے کر شہید کیا۔

آپ کی نقل مکانی کی خبر سے سارے شہر کی فضا غم ناک ہو گئی۔ ہر طرف گریہ وزاری اور آہ و بکاء کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اور سارا شہر آپ کے آستانہ عالیہ پر جمع ہو گیا۔ عوام وخواص سب اس دکھ اور غم میں شریک تھے۔ آپ کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اور ان دونوں مزارات کے اوپر سونے کا گنبد بنا ہوا ہے۔

آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے جن کا نام محمد تھا ان کے بارے میں اہلسنت کہتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ راقم الحروف کا اس موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کا ارادہ ہے۔ (ان شاء اللہ)

جب کہ اہل تشیع کا کہنا ہے کہ وہ پانچ سال کی عمر میں غار میں اُترے اور غائب ہو گئے۔ انہیں امام غائب، امام بالحجۃ، المنتظر القائم، صاحب زماں اور مہدیٔ موعود بھی کہا جاتا ہے اس غار کی جگہ اب ایک تہہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ جس کے اوپر سرداب مقدس کا بورڈ لگا ہوا ہے۔

اولادِ حضرت امام حسن علیہ السلام:

سانحۂ کربلا میں امام حسن علیہ السلام کے چار صاجزارے شہید ہو گئے جب کہ دو فرزند حضرت سیدنا امام حسن مثنیٰ اور حضرت سیدنا زید علیہ السلام زندہ رہ گئے اور اس وقت دنیا بھر کے حسنی سادات انہی دو حضرات کی اولاد ہیں۔ ہمارے ہاں لاہور (پاکستان) کی مشہور و معروف روحانی شخصیت حضرت سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب حضرت زید علیہ السلام سے ہو کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

حضرت امام حسن مثنیٰ

آپ کا نام حسن، کنیت ابو محمد اور لقب مثنیٰ ہے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت امام حسن علیہ السلام کے علم و فضل اور سیرت و کردار اور اخلاق حسنہ کا پیکر تھے۔ بڑے عالم، فاضل، عابد، متقی، زاہد اور سخی تھے۔ علم ظاہری و باطنی سے مالا مال ہونے کے علاوہ تفکر و تدبر کے لحاظ سے بھی ساری اسلامی دنیا میں آپ کی شہرت تھی۔ آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ اپنے چچا حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی صاجزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔ آپ کے چھ بیٹے ہوئے جن کے نام محمد، عبد اللہ، حسن مثلث، ابراہیم، جعفر اور داؤد ہیں۔ آپ نے ۹۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

حضرت امام عبد اللہ المحض

یہ حضرت امام حسن مثنیٰ علیہ السلام کے صاجزادے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ۷۰ ہجری کو پیدا ہوئے نام عبد اللہ، کنیت ابو محمد اور لقب کامل اور محض تھا۔ محض کے معنی ہیں خالص۔ آپ والد کی طرف سے حسنی اور ماں کی طرف سے حسینی تھے۔ اس لئے یہ لقب محض آپ کے نام کا لازمی حصہ بن

گیا۔آپ حسن و جمال کا پیکر تھے۔آپ بھی اپنے اسلاف کے علوم و معارف کے امین تھے۔بہت بڑے عالم، محدث اور فقیہ تھے۔آپ کی روایت کردہ احادیث پر اعتماد کیا جاتا تھا۔اور آپ کے فقہی اقوال سے استفادہ کیا جاتا تھا۔عربی ادب پر بھی کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے بھی جانے جاتے تھے۔دوسرے عباسی حاکم ابوجعفر منصور نے آپ کو پورے خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ میں قید کر دیا اور پھر یہاں سے عراق کی جیل ہاشمیہ میں منتقل کیا اور طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے رہے۔جیل میں ہی ۱۴۵ھ میں آپ کو زہر دیا گیا جس سے آپ شہادت خفی کے مقام پر فائز ہوئے۔آپ کے دس صاحبزادے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں: محمد نفس زکیہ، ابراہیم، یحییٰ، ادریس اکبر، سلیمان، موسیٰ، ہارون، عیسیٰ اور ادریس اصغر۔

ان میں سے اول الذکر چھ سے اولاد کا سلسلہ آگے چلا۔ادریس اکبر بن امام عبداللہ المحض نے افریقہ میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی اور بربر جوق در جوق حاضر خدمت ہو کر آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کرنے لگے اور دو اڑھائی سو سال تک آپ کی اولاد نے وہاں حکومت کی۔

حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام

آپ حضرت امام سیدنا عبداللہ المحض کے ہاں ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ نام محمد، کنیت ابوعبداللہ اور القابات مہدی و نفس زکیہ ہیں۔آخری لقب سے زیادہ شہرت پائی۔آپ جسمانی لحاظ سے بڑے مضبوط، توانا اور دراز قامت تھے۔علم و فضل کے لحاظ سے بھی بلند مقام پر فائز تھے۔تفسیر، حدیث اور فقہ پر کمال مہارت رکھتے تھے۔"کتاب السیر" کے نام سے آپ کی ایک مشہور کتاب ہے۔حضرت امام حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السیر میں اکثر مسائل اسی کتاب سے لئے ہیں۔حسب و نسب کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ قیادت کا وصف بھی آپ میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اور سیاسی اُمور پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے۔چنانچہ جب اموی حکومت پر زوال کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوئے تو ماہ ذوالحجہ ۱۳۱ھ میں مکہ مکرمہ میں ایک خصوصی میٹنگ ہوئی۔جس میں بنوہاشم کے دونوں قبیلے بنو ابوطالب اور بنو عباس جمع ہوئے اور مل کر بنوامیہ کے خلاف تحریک چلانے کا پروگرام بنایا۔تحریک کے لئے سربراہ کے مسئلے پر غور و فکر بھی ہوا۔تو ابوجعفر منصور عباسی نے محمد نفس زکیہ کا نام پیش کیا جس پر سب نے اتفاق کیا۔یوں سب نے آپ کو متفقہ سربراہ تسلیم کرتے ہوئے

آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی کہ "اموی حکومت کے خاتمے کے بعد اقتدار محمد نفس زکیہ کے حوالے کیا جائے گا۔"

آلِ رسول ﷺ کے ساتھ عامۂ مسلمین کی محبت وعقیدت کی بدولت تحریک کامیاب ہوئی اور ایک سال کے اندر اندر بنوامیہ کی حکومت ختم ہوگئی۔ مگر شومیٔ قسمت کہ اقتدار پر عباسی قابض ہو گئے۔ اور ربیع الثانی ۱۳۲ھ میں ابوالعباس عبداللہ سفاح کوفہ میں بادشاہ بن گیا۔ اس نے بڑی قتل و غارتگری کی اور بے دردی سے خون بہایا جس کی وجہ سے یہ سفاح مشہور ہوا۔ سفاح کے معنی ہیں خون ریزی کرنے والا۔ پھر ۱۳۶ھ میں اس کی وفات کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابوجعفر منصور بادشاہ بنا۔ تو وہ امام محمد نفس زکیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سخت خائف تھا۔ وہ آپ کی آئینی حیثیت اور شجاعت و بہادری سے آگاہ تھا اس لئے وہ ہر حال میں آپ کو اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔

ابوجعفر منصور عباسی نے گورنر مدینہ کو حکم دیا کہ آپ کو گرفتار کر کے فوراً میرے پاس روانہ کرو۔ مگر حبِ اہلبیت کے باعث اس نے اس حکم پر عملدرآمد نہیں کیا۔ تو اسے معزول کر کے دوسرا گورنر بھیجا مگر وہ بھی محب اہل بیت نکلا اور کوئی اقدام نہیں کیا تو اسے بھی ہٹا کر تیسرا گورنر بھیجا جو بڑا سفاک اور ظالم تھا۔ امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام اُس کے آنے سے قبل مدینہ منورہ سے ریگستانوں کی طرف باہر تشریف لے گئے۔ اس نے آپ کے والد، بھائیوں اور پورے خاندان کو گرفتار کرلیا۔ اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جانے لگیں۔ بعدازاں آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ المحض کو بیٹوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے عراق منتقل کرنے کا حکم آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ان جگر گوشوں کی گردنوں میں طوق، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر عراق لے جایا گیا۔ اور ایسی جگہ جیل میں رکھا گیا جو ہر طرف سے بند تھی۔ یہاں نہ تو سورج کی روشنی پہنچتی تھی اور نہ ہی اذان سنائی دیتی تھی جس سے اوقاتِ نماز ہی کا علم ہو سکے۔ اور روزانہ ان برگزیدہ ہستیوں کو مارا پیٹا جاتا۔ کئی حضرات ان مظالم کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر گئے۔

امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام تک یہ تمام خبریں پہنچ رہی تھیں جن سے آپ بے حد افسردہ اور بے چین تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی سرپرستی میں جب بنوامیہ کے خلاف تحریک شروع کی گئی تو اس کا مقصد ملوکیت کا طرزِ حکومت بدل کر اسے دوبارہ خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنانا تھا۔ مگر یہاں تو نظام نہیں بدلا صرف چہرے بدلے۔ اور بنوامیہ کی جگہ بنوعباس کا نام آگیا۔ حکومت کے طور طریقوں میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اموی دور کی خرابیاں دور نہیں کی گئیں بلکہ انہیں جوں کا توں قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام نے بنو عباس کے اس طرز حکومت کو بدلنے اور اسے اسلامی رنگ دینے کے لئے علم جہاد بلند فرمایا۔ اور گم نامی سے نکل کر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ سب سے پہلے جیل کا رخ کیا جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو قید کیا گیا تھا۔ انہیں آزاد کیا پھر دارالامارہ کا محاصرہ کر کے گورنر ریاح بن عثمان مُری کو گرفتار کر لیا۔ یہ یکم رجب ۱۴۵ھ کا واقعہ ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اولادِ امام حسین علیہ السلام کی آزادی کا اہتمام فرمادیا ورنہ گورنر کو حکم دیا گیا تھا کہ دور جب المرجب کو یہ سب قتل کر دیئے جائیں۔

حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام نے فجر کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھائی اور تقریر کرتے ہوئے لوگوں کو عباسیوں کے مظالم اور عہد شکنی سے آگاہ کیا۔ اہل مدینہ نے آپ علیہ السلام کے دستِ اقدس پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کو اپنا مرکز قرار دیا اور مجاہدین کی ایک جماعت مکہ مکرمہ کی طرف روانہ فرمائی۔ اور اپنے بھائی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قیادت میں ایک لشکر بصرہ کی طرف بھیجا۔ ان دونوں کو وہاں کے عوام نے پذیرائی بخشی اور بڑی آسانی سے ان دونوں مقامات پر بھی نفس زکیہ کی خلافت قائم ہوگئی اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ جب عباسیوں کو علم ہوا تو ابوجعفر منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کی قیادت میں ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لئے بھیجا۔ امام محمد نفس زکیہ کے لشکر کی بڑی تعداد مکہ مکرمہ اور بصرہ میں تھی۔ آپ نے ان کی طرف اطلاع بھیجی کہ فوراً مدینہ منورہ پہنچو مگر ان کی آمد سے قبل ہی عباسی لشکر نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا اور حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام نے مٹھی بھر مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آپ کے ساتھ بدری صحابہ کرام کے برابر ۳۱۳ مجاہدین تھے۔ آپ اس قدر بہادری اور جاں بازی سے لڑے کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے شجاعانہ کارناموں کی یادیں تازہ کر دیں۔ آپ سارا دن مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے آخر کار چاروں طرف سے دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور آپ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑے تو ایک بد بخت نے آگے بڑھ کر سر اقدس تن سے جدا کر دیا اور اسے ابوجعفر منصور کے پاس بھیج دیا۔ اور ان مقدس شخصیات کو شہید کرنے کے بعد ان کی لاشیں سولی پر لٹکا دی گئیں جو تین دن تک لٹکتی رہیں اور پھر یہودیوں کے قبرستان میں خندق کھود کر اس میں انہیں پھینک دیا گیا۔ آپ کی شہادت کا یہ واقعہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو پیش آیا یوں آپ نے دو ماہ ۱۴ دن تک حکومت کرتے ہوئے خلفائے راشدین کی یادیں تازہ فرمائیں۔

یہاں پر یہ حقیقت بھی مدنظر رہے کہ امت محمدیہ ﷺ کے اکابر علماء، محدثین اور فقہاء نے اس موقع پر بھی حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام کا ساتھ دیا جس طرح کہ قبل ازیں حضرت سیدنا امام زید بن حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے حق میں فتوے جاری فرمائے تھے۔ جنہوں نے بنو امیہ کے ہشام بن عبدالملک کے خلاف علم جہاد بلند فرمایا تھا۔ حسب معمول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرتبہ بھی امام محمد نفس زکیہ کی حمایت میں فتویٰ دیا جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بھرپور تائید فرمائی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی آپ کے حق میں فتویٰ دیا اور اس دور کے جن دیگر اکابر محدثین اور فقہاء نے حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام کی حمایت میں فتوے جاری فرمائے ان کی ایک لمبی فہرست ہے جسے حضرت علامہ طارق جمیل صاحب کی کتاب گلدستہ اہلبیت کے صفحہ ۳۱۵ اور صفحہ ۳۱۶ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام کے تین صاحبزادے تھے۔ حضرت سیدنا عبداللہ اشتر، علی اور حسین۔

پاکستان کے شہر کراچی کلفٹن میں مشہور و معروف بزرگ حضرت سیدنا عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جو سیدنا عبداللہ اشتر ہیں ان کے بارے میں تفصیلات جاننے کے لئے حضرت علامہ پیر سید محمد زین العابدین شاہ صاحب راشدی کی کتاب بعنوان "انوار عبداللہ شاہ غازی" ادارہ زین الاسلام حیدر آباد سندھ ۲۰۱۸ء ۲۲۴ صفحہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے خون سے جو تاریخ رقم کی تھی اور حریت و آزادی کا جو درس دیا تھا۔ آلِ رسول ﷺ نے اُسے ہمیشہ یاد رکھا اور وقتاً فوقتاً اموی و عباسی ادوار میں حسنی و حسینی سادات اپنے خون سے اس درس حریت کی یادیں تازہ فرماتے رہے اور اسلام کے نظام عدل و انصاف کے قیام کے لئے اپنی مساعی جمیلہ بروئے کار لاتے رہے۔ علاوہ ازیں اپنی سیرت و کردار کے ذریعے اپنے نانا جان جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اُسوہ حسنہ کا عملی نمونہ بھی پیش فرماتے رہے۔

جب ملوکیت کے زیر اثر حکمرانوں میں روحِ خلافت اور امانت نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ بادشاہوں کے مقاصد مملکت کی حدود میں توسیع ٹیکس و جزیہ وصول کرنا، نفسانی خواہشات و لذات پورے کرنا، اپنی اور اپنی اولاد کے لئے طاقت کے بل بوتے پر بیعت لینا اور اپنی حکومت کے

استحکام تک محدود ہو گئے۔تو اس کے اثرات معاشرے پر بھی پڑنے لگے۔اور عام مسلمان بھی مادیت پرستی کا شکار ہونے لگے۔حصولِ دنیا و دولت ہی اُن کی زیست کا مقصد بننے لگا۔اخلاص، وفا،محبت اور احتساب جیسے اوصاف مفقود ہونے لگے۔نفس وقلب کی بیماریوں میں اضافہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اہل علم بھی جاہ ومنصب اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے لگے۔تو آئمہ اہل بیت ہی اس صورتِ حال کو تبدیل کرنے کے لئے آگے بڑھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رشتہ دوبارہ جوڑنے لگے۔نفوس وقلوب کی کھیتیوں کو از سرِ نو زندہ فرمایا اپنے فیضانِ نظر اور تعلیم وتربیت سے ایسے باکمال انسان منظرِ عام پر لائے جنہوں نے مسلمانوں کی باطنی اصلاح کی طرف توجہ مبذول فرمائی یوں احسان وسلوک اور تزکیہ نفوس و قلوب کا ایک ایسا مربوط نظام وجود میں آیا جسے تصوف وطریقت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے چنانچہ تاریخ تصوف پر نگاہ ڈالیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ طبقۂ اوّل کے تمام صلحاء وصوفیاء آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہی مقدس ہستیوں سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

تصوف کے چاروں سلاسل قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اول الذکر قادری سلسلے کے بانی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہیں جن کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت پر حضرت امام محمد نفس زکیہ علیہ السلام سے ہو کر حضرت امام حسن علیہ السلام تک پہنچتا ہے جب کہ والدہ ماجدہ کی طرف سے شجرہ نسب تیرھویں پشت پر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام تک پہنچ جاتا ہے۔جب کہ چشتی سلسلے کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔اسی طرح نقشبندی سلسلے کے بانی حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب بھی حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔نیز اس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فیوض و برکات موجود ہیں جو اپنے والد کے علاوہ اپنے نانا صاحب قاسم بن محمد بن امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی فیض یافتہ تھے۔گزشتہ سطور میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔اسی طرح سہروردی سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ ہیں اور جس قدر صلحاء وصوفیا نے انسانیت کی اصلاح اور تعلیم وتربیت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا ان میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام، کام اور مقام سب سے بلند ہے۔لہٰذا اس مقالہ کا اختتام آپ کے حالاتِ زندگی پر کیا جا رہا ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

غوث اعظم درمیان اولیاء چوں محمد درمیان انبیاء
(جامی رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کا نام عبد القادر، کنیت ابو محمد اور القابات بہت زیادہ ہیں جن میں غوثِ اعظم، غوث الثقلین، محبوب سبحانی، قطب ربانی، ہیکل یزدانی، شہباز لامکانی، میراں، محی الدین، پیر پیراں اور پیر دستگیر رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور ہیں۔ یکم رمضان ۴۷۰ ہجری کو گیلان میں پیدا ہوئے جو ایران کا ایک صوبہ ہے۔ والد محترم کا نام ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ہے۔ ان کی طرف سے گیارہ پشتوں کے بعد سلسلہ سیدنا امام حسن علیہ السلام سے ہو کر امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچ جاتا ہے۔ جب کہ والدہ ماجدہ کی طرف سے سات پشتوں کے بعد حضرت امام محمد جواد تقی علیہ السلام تک اور اُن سے ہوتا ہوا سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ یوں آپ نجیب الطرفین حسنی حسینی سید ہیں:

اولادِ حسن آل حسین ابن علی ہے بے شک شہِ بغداد ولی ابن ولی ہے
(پیر نصیر الدین نصیرؔ)

ابتدائی تعلیم گیلان میں حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے ۴۸۸ ہجری میں بغداد تشریف لائے اور یہاں کے جلیل القدر علماء کرام سے علوم شرعیہ کی تکمیل فرمائی۔ سلوک وطریقت کی تربیت حضرت شیخ حماد الدباس رحمۃ اللہ علیہ سے پائی اور شیخ کبیر حضرت قاضی ابو سعید المخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت پہنایا اور فرمایا یہ خرقہ امام الانبیاء حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو پہنایا تھا، انہوں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنایا اور پھر دست بدست یہ مجھ تک پہنچا، اب یہ امانت میں نے آپ تک پہنچادی۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے اور مجاہدات کا کوئی طریقہ ایسا نہ چھوڑا جو سلف صالحین سے ثابت تھا۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے اشراق کی نماز ادا فرمائی۔

ایک دن عالم بیداری میں نماز ظہر سے قبل سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بیٹے وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عجمی ہوں، فصحاء عرب کے سامنے کیسے زبان کھولوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منہ کھولو۔ آپ نے ارشاد

نبوی ﷺ کی تعمیل کی تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے سات مرتبہ اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اس طرح بعد نماز ظہر مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے اور چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا اور فرمایا بیٹے وعظ ونصیحت شروع کرو۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے جب وعظ وخطابت کا سلسلہ شروع فرمایا تو سارا بغداد آپ کے مواعظ حسنہ سماعت کرنے جوق در جوق آنے لگے۔ ہر اجتماع میں ستر ہزار سے زائد افراد ہوا کرتے۔ چار چار سو علماء، فضلاء، فقہاء اور صلحاء قلم کاغذ دوات لے کر حاضر ہوتے اور آپ کی زبان اقدس سے نکلنے والا ہر لفظ قلم بند کرتے رہتے۔ آپ کی کوئی محفل ایسی نہ ہوتی جس میں یہودی و عیسائی اسلام قبول نہ کرتے اور ڈاکو، چور اور گمراہ آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کر کے گناہوں سے توبہ نہ کرتے۔ یوں لاکھوں افراد آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔

پوری اسلامی دنیا سے علماء ومشائخ آپ کے پاس آتے اور مشکل ترین سوالات وفتاویٰ آپ کی خدمت میں پیش کرتے جن کے جوابات سے علماء کرام عاجز ہوتے لیکن آپ فوراً تسلی بخش جواب ارشاد فرمادیا کرتے جس سے اہل علم حیران ہوجاتے اور بے ساختہ پکار اٹھتے:

سبحان من انعم علیہ — پاک ہے وہ ذات جس نے انہیں ایسی علمی نعمت سے نوازا۔

آپ کے استاد و مرشد حضرت قاضی ابوسعید مبارک نے ۵۲۱ ہجری میں اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کردیا۔ آپ نے اس میں توسیع فرمائی اور اسے اسلامی دنیا کی ایک عظیم علمی درسگاہ بنادیا۔ صلیبی جنگوں کی بدولت نقل مکانی کر کے آنے والے مسلمان مہاجرین کی آباد کاری کے ساتھ ساتھ اُن کے بچوں کو آپ نے مدرسہ قادریہ میں داخل فرمایا اور بہترین انداز میں اُن کی تعلیم وتربیت فرمائی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر میں شامل مجاہدین کی اکثریت اس مدرسہ سے فارغ التحصیل تھی جنہوں نے بیت المقدس فتح کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ ابن قدامہ قادری اور ابن نجا قادری یہ دونوں سلطان صلاح الدین ایوبی کے خاص مشیر تھے۔ ان کا مشورہ سلطان کبھی رد نہ کرتے۔ اس کی تفصیلات اردن کے مذہبی سکالر ڈاکٹر ماجد عرسان الکیلانی کی کتاب ھکذا ظھر جیل صلاح الدین وھکذا عدت القدس میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ جس کا اردو ترجمہ پروفیسر صاحبزادہ محمد عبدالرسول صاحب نے کیا ہے جو "عہد ایوبی اور

القدس کی بازیابی" کے عنوان سے ۳۱۹ صفحات پر شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب اردو سائنس بورڈ لاہور کی طرف سے پہلی بار ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی ہے:

المدد یا غوث اعظم المدد یا دستگیر پیر پیراں، میر میراں شاہِ جیلاں دستگیر
اُمت اسلام اب پھر بحر ظلمت میں گری شاہ محی الدین آقا المدد یا دستگیر

(محبوب الرسول قادری)

آپ کے معاصرین میں شیخ احمد جام بڑے صاحب جلال ولی اللہ تھے۔ شیر پر سواری کرتے اور سانپ کو بطور چابک استعمال کیا کرتے تھے۔ ایک دن بغداد شریف میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔ لوگوں نے عرض کی حضور ان کے شیر کے لئے میزبان گائے پیش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ لنگر خانے سے ایک گائے لے آؤ۔ وہاں ایک چھوٹا سا کتا بیٹھا تھا۔ جب گائے لا کر شیر کو پیش کی جانے لگی تو یہ کتا شیر پر جھپٹا اور شیر کو پھاڑ ڈالا۔ شیخ احمد جام نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی دست بوسی کی اور آئندہ شیر پر سواری کرنے سے توبہ کی۔ کیا خوب فرمایا اعلیٰ حضرت نے:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

حضرت میراں محی الدین رضی اللہ عنہ نے آخری عمر میں باذن الٰہی چار نکاح کئے جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیس صاحبزادے اور انتیس صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے ان کی بہترین تعلیم و تربیت فرمائی۔ ان میں حضرت سید عبدالرزاق صاحب کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہمارے پیر و مرشد حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۹ء تا ۲۰۰۴ء) کا شجرۂ نسب و شجرۂ طریقت دونوں پشت در پشت اس طرح آپ تک پہنچتے ہیں کہ ہر ایک سجادہ نشین اپنے والد کے مرید و خلیفہ و مجاز ہیں۔ اصطلاح تصوف میں اسے سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ ہجری کو ہوا۔ آپ کا عرس پوری دنیا میں گیارہویں شریف کے نام سے معروف ہے۔ دیگر اولیائے کرام کے برعکس یہ ماہانہ بھی منایا جاتا ہے۔ ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو جو منایا جاتا ہے تو اسے ہمارے ہاں پاکستان، انڈیا اور بنگلہ دیش وغیرہ میں چھوٹی گیارہویں کہہ کر کیا جاتا ہے جب کہ سالانہ عرس مبارک کو بڑی گیارہویں کہا جاتا ہے۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حقیقی و معنوی اولاد اور عقیدت مند دنیا بھر میں گیارہویں شریف کا اہتمام کرتے ہیں۔ صوبہ سرحد حال خیبر پختونخوا میں گیارہویں شریف کا سب سے بڑا اہتمام

استاد کامل، مرشد اکمل، قطب عالم، محبوب ربانی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف بہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور میں کیا کرتے تھے۔ جسے اُن کے جدِ اعلیٰ حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۵ ہجری) نے شروع کیا تھا اس وقت سجادہ نشین اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادے نور المشائخ سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی المعروف بہ سلطان آغا صاحب مدظلہ العالی اسے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مولوی جی صاحب نے جب اکتوبر ۲۰۰۴ء میں اس دنیائے فانی سے نقل مکانی فرمائی تو سارا پشاور جنازہ میں شامل ہوا اور ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ "آج ہم یتیم ہو گئے" ۔ "مولوی تو بہت ہیں لیکن مولوی جی ان میں کوئی نہیں" آپ کو والئ پشاور اور شہنشاہ اعظم پشاور کہہ کر یاد کیا گیا۔

طریقت کے تمام سلاسل کی اشاعت زیادہ تر بانئ سلسلہ کے غیر سلبی خلفاء کے ذریعے ہوئی مگر قادری سلسلہ کے فروغ میں سلبی وغیر سلبی دونوں طرح کے خلفاء کرام نے حصہ لیا۔ اس ضمن میں سادات گیلانیہ کے آستانے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں پاکستان کی معروف خانقاہ گولڑہ شریف کے بانی حضرت پیر سید مہر علی شاہ قادری چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔

کتابیات:

۱۔ الازہری، پیر کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن: ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۵ جلد۔ ۱۴۰۰ھ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۔ سعیدی، غلام رسول، تفسیر تبیان القرآن: فرید بک سٹال لاہور، ۱۲ جلد۔ ۲۰۱۳ء۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۔ جامی عبد الرحمن، بارہ امام اردو ترجمہ محمد شریف نقشبندی: شبیر برادرز لاہور، ۲۴۰ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۴۔ خضر حسین شاہ چشتی، آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شبیر برادرز لاہور۔ ۵ جلد۔۔۔۔۔۔۔ ۵۔ الصلابی، علی محمد، محمد ڈاکٹر، سیدنا حسن بن علی اردو ترجمہ ڈاکٹر..... محمد مکی، الفرقان ٹرسٹ مظفر گڑھ، ۵۶۴ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۶۔ طارق جمیل، مولانا، گلدستہ اہل بیت، جامعۃ الحسنین (فیصل آباد۔ ۲۰۱۸ء) ۶۲۷ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۷۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، ذبح عظیم، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور ۲۰۱۶ء، ۱۴۳ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۸۔ طیب، محمد قاری مہتمم دار العلوم دیو بند، شہید کربلا اور یزید، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۶ء، ۲۰۵ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۹۔ غلام رسول، مفتی، امام زین العابدین علیہ السلام، دار العلوم قادریہ جیلانیہ برطانیہ، ۱۹۹۳ء، ۳۵۰ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۔ غلام رسول، مفتی، بارہ امام، زاویہ پبلشرز لاہور، ۲۰۱۴ء، ۶۰۲ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۔ غلام رضا، ذبح عظیم، حاجی غلام رضا جھنگ، ۲۰۱۱ء، ۳۷۲ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۔ مودودی، ابو الاعلیٰ، خلافت و ملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۳ء، ۳۷۴ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۔ نبہانی، یوسف بن اسماعیل، برکاتِ آلِ رسول اردو ترجمہ عبد الحکیم شرف قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۰ء، ۳۱۰ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۔ نعمانی، عبد الرشید مولانا، یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۲۰۰۱ء، ۲۰۷ ص۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۔ ندوی، ابو الحسن علی سید، المرتضیٰ، مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۱ء، ۴۸۰ ص

سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے شوہر نامدار سیدنا مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات حکمت

فرمودات باب مدینۃ العلم

☆......خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔☆......عقل مند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اُٹھاتا ہے۔☆......گناہوں پر نادم ہونا اُن کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔☆......غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔☆......تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقلمند وہ ہے جو اُن میں ترقی کرتا رہے۔☆......جلدی سے معاف کرنا انتہائے شرافت اور انتقام میں جلدی کرنا انتہائے رذالت ہے۔☆......علماء اس لئے غریب و مسکین ہیں کہ جاہل لوگ زیادہ ہیں، جو اُن کی قدر نہیں سمجھتے۔☆......حرص سے کچھ روزی نہیں بڑھ جاتی مگر آدمی کی قدر گھٹ جاتی ہے۔☆......علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔☆......جو شخص کسی کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے، اسے کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے۔☆......اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو کیونکہ دل ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔☆......جب تک کوئی بات تیرے منہ میں بند ہے، تب تک تو اس کا مالک ہے۔ جب زبان سے نکال چکے تو وہ تیری مالک ہو چکی۔☆......لمبی لمبی اُمیدیں باندھنے سے پرہیز کرو۔ کیونکہ وہ خدا کی عطا کردہ موجودہ نعمتوں کی خوشی کو دور کرتی اور تمہاری نظروں میں ان کو حقیر بنا دیتی ہیں اور تم اُن کی شکر گزاری نہیں کرتے۔☆......تیرے مال میں سے تیرا حصہ تو صرف اُتنا ہی ہے، جسے تو نے آخرت کے لئے پہلے بھیج دیا۔ اور جسے دنیا میں چھوڑ دیا، وہ تیرے وارثوں کا مال ہے۔☆......لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا ایک طرح کی ملامت ہے۔☆......سب سے اچھا اور عملی شکریہ یہ ہے کہ خداداد نعمتوں میں سے دوسروں کو بھی دے۔☆......عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔☆......آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔☆......علم کی خوبی اس پر عمل کرنے میں، اور احسان کی خوبی اس کے نہ جتلانے پر منحصر ہے۔ (مخزن اخلاق)



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیٰ ابیھا وعلیھا

باب 12



نوادرات

انٹرنیشنل غوثیہ فورم
mahboobqadri787@gmail.com
islamicmediapk92@gmail.com
0321-9429027

بارگاہِ نبوت میں سلام کی پیش کش

سیدنا حضرت زین العابدین علی السجاد بن الحسین

اِنْ نِلْتِ یَارِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمْ ★ بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَۃً فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

اے بادِ صبا! اگر تیرا گزر سرزمینِ حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ کو پہنچا جس میں نبی ﷺ محترم تشریف فرما ہیں

مَنْ وَّجْھُہٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّہٗ بَدْرُ الدُّجٰی ★ مَنْ ذَاتُہٗ نُوْرُ الْھُدٰی مَنْ کَفُّہٗ بَحْرُ الْھِمَمْ

وہ جن کا چہرۂ انور مہرِ نیمروز ہے اور جن کا رخسار تاباں ماہِ کامل ہے جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا ہے

قُرْاٰنُہٗ بُرْھَانُنَا فَسْخًا لِاَدْیَانٍ مَّضَتْ ★ اِذْ جَآءَ نَا اَحْکَامُہٗ کُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ

انکا (لایا ہوا) قرآن ہمارے لیے واضح دلیل ہے جسنے ماضی کے تمام دینوں کو منسوخ کردیا جب انکے احکام ہمارے پاس آئے تو (پچھلے) سارے صحیفے معدوم ہو گئے

اَکْبَادُنَا مَجْرُوْحَۃٌ مِنْ سَیْفِ ھِجْرِ الْمُصْطَفٰی ★ طُوْبٰی لِاَھْلِ بَلْدَۃٍ فِیْھَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَمْ

ہمارے جگر زخمی ہیں فراقِ مصطفیٰ ﷺ کی تلوار سے، مبارکباد ہے اس شہر والوں کو جس میں نبیٔ محتشم آرام فرما ہیں

یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ کَمَنْ یَتْبَعُ نَبِیًّا عَالِمًا ★ یَوْمًا وَّلَیْلًا دَائِمًا وَارْزُقْ کَذَا لِیْ بِالْکَرَمْ

کاش! میں اس کی طرح ہوتا جو نبی کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے دن اور رات ہمیشہ (اے خدا) یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما

یَارَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن ★ اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْن فَضْلًا وَّجُوْدًا وَالْکَرَمْ

اے رحمتِ عالم! آپ ﷺ گنہگاروں کے شفیع ہیں ہمیں قیامت کے دن فضل وسخاوت اور کرم سے عزت بخشئے

یَارَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْن

اے رحمتِ عالم! زین العابدینؓ کو سنبھالئے

مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظَّالِمِیْن فِی الْمَوْکَبِ وَالْمُزْدَحَمْ

وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے

○☆○

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہِ بتول رضی اللہ عنہا میں

محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ عطا کرنا

روایت ا:

حضرت عطا بن سائب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ ان کا نکاح کیا تو ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بستر، تکیہ (جس کے اندر کھجوروں کی چھال تھی) دو چکیاں، مشکیزہ اور دو گھڑے عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ اللہ کی قسم! کہ تو جب کنوئیں سے پانی لاتی ہے تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کچھ قیدی بھیجے ہیں ان سے جا کر کوئی خادم مانگ لو۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں اللہ کی قسم چکی پیستی تھی حتیٰ کہ میرے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹی! کس وجہ سے آئی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں اور سوال کرنے سے حیا کیا اور واپس لوٹ آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بھی سوال کرتے ہوئے حیا آتا ہے تو دونوں مل کر اکٹھے حاضر ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم یہ کنوئیں سے پانی لاتی ہے اس پر مجھے تکلیف ہوتی ہے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا کہ میں چکی پیستی ہوں جس سے میرے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس قیدی بھیجے ہیں ہمیں کوئی خادم عطا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں یہ عطا نہیں کرتا کہ میں اہلِ صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کے پیٹ خالی ہوں، میں ایسی چیز نہیں پاتا کہ جو ان پر خرچ کروں میں ان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔ تو

دونوں واپس لوٹ آئے پھر حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ دونوں ایک ایسی (مختصر) چادر میں داخل تھے کہ اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگے ہو جاتے اور اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ دونوں اٹھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو پھر فرمایا کہ! میں تمہیں ایسی چیز کی خبر دوں کہ جو تم نے مجھ سے مانگا اس سے بہتر ہے تو انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں کہ جو جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے بتائے ہیں۔ ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللّٰہ دس دفعہ الحمد للّٰہ اور دس دفعہ اللّٰہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! جب سے رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات ہمیں سکھائے ہیں ہم نے ان کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ابن الکواء نے عرض کیا کہ کیا صفین کی رات بھی؟ فرمایا ہاں صفین کی رات بھی نہیں چھوڑے۔

یہ حدیث صحیح مشہور ہے اسے اصحاب ستہ نے نقل کیا۔ دیگر نے بھی ان کو طویل اور مختصر الفاظ کے ساتھ طرق کثیرہ سے نقل کیا ہے۔

روایت ۲ تا ۱۵:

امام سیوطی نے آگے چل کر اس روایت کو ۱۵ کتب اور اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

سیدہ کے نکاح کے بارے میں احادیث

شیخ ابن مندہ نے "المعرفۃ" میں کہا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مدینہ منورہ میں ہجرت کے ایک سال بعد ہوا اور ان کی رخصتی اس کے ایک سال بعد ہوئی اور ان کے ہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محسن رضی اللہ عنہ، حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔ ابن سعد کی طبقات میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ماہِ رجب میں ہوا۔ اور یہ سرورِ عالم ﷺ کے مدینہ طیبہ آنے کے پانچ ماہ بعد ہوا۔ اور رخصتی بدر سے واپسی پر ہوئی۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت ان کی عمر ۱۸ برس تھی اور دیگر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح واقعہ احد کے بعد ہوا اور سیدہ کی عمر اس وقت ساڑھے پندرہ برس تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہر دینا

روایت ۱۶:

امام بیہقی نے الدلائل النبوۃ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی مجھے ایک خاتون نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے بارے میں بات کی ہے تو میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ بات کریں کون سی چیز ہے جو تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے سے منع کرتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ میرے پاس کون سی چیز ہے کہ جس پر میں نکاح کی بات کروں؟ تو وہ کہنے لگی کہ اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کر دیتے۔ وہ مجھے امید دلاتی رہتی حتیٰ کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی جلالت و ہیبت تھی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو چپ رہا۔ اللہ کی قسم! میں گفتگو کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی! کس وجہ سے آئے ہو؟ کیا معاملہ ہے؟ میں خاموش رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیغام نکاح کے لئے آیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ تیرے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کو تو حلال کرے؟ (یعنی مہر) میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فرمایا وہ زرہ کا کیا کیا۔ جو میں نے تمہیں عطا کی تھی؟ اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ حطمیہ تھی، تو فرمایا میں تمہارے ساتھ اس زرہ پر نکاح کرتا ہوں تم وہ میری طرف بھیج دو جس کی وجہ سے وہ تم پر حلال ہو جائے گی تو یہ زرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کا مہر بنا۔

روایت ۱۷:

امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ سے نقل کیا کہ ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کاش تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا

ہی کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ خوشخبری ہے اور مسرت کا مقام ہے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہ کی۔ حضرت علی واپس اس گروہ صحابہ کے پاس آئے جو جواب کے انتظار میں تھے انہوں نے پوچھا کیا خبر لائے ہو، تو بتایا کہ آپ نے صرف اتنا فرمایا ہے کہ..... **مرحبا و اھلا** ...... انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہی کافی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے دو الفاظ استعمال کئے ہیں اہل تجھے عطا کیا ہے اور خوشی (یعنی مرحبا)۔

اور بتایا کہ جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سیدہ کا نکاح کیا تو فرمایا کہ علی! شادی کا ولیمہ ہوتا ہے حضرت سعد کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک دنبہ تھا اور انصار نے ان کے لئے چند صاع باجرہ جمع کیا۔ جب رخصتی کی رات آئی تو فرمایا علی! تم کوئی بات نہ کرنا۔ یہاں تک کہ مجھے ملو۔ تو حضور ﷺ نے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی بہایا ہے اور یہ دعا کی۔ اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما ان دونوں کو برکت عطا فرما اور ان کی نسل کو برکت عطا فرما۔

روایت ۱۸:

امام ابو داؤد نے حضرت عکرمہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ! انہیں کوئی چیز دو۔ عرض کیا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ فرمایا! تمہاری حطمی زرہ کہاں گئی؟ ابن سعد نے عکرمہ سے مرسلاً یہ اضافہ بھی نقل کیا کہ یہ زرہ مہر کے طور پر دی گئی اور اس کی قیمت چار سو درہم تھی۔

روایت ۱۹:

ابن سعد نے علباء بن احمر یشکری سے نقل کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے نکاح ہوا تو انہوں نے اپنا اونٹ بیچا۔ جس کی قیمت ۴۸۰ درہم تھی حضور ﷺ نے فرمایا اس کو تین حصے کرو۔ دو حصے خوشبو اور ایک حصہ کپڑوں کے لئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے نکاحِ سیدہ کے لئے پیغام آئے

روایت ۲۰:

حجر بن عنبس سے ابن سعد نے نقل کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نکاح بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! یہ تمہارے لئے ہے اور میں کبھی حق کے خلاف بات کرنے والا نہیں اور یہ بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ وعدہ تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیغام نکاح سے پہلے۔

روایت ۲۱:

ابن سعد نے حضرت عطا سے نقل کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ سے کہا کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے تمہارے بارے میں بات کی ہے تو آپ رضی اللہ عنہا خاموش رہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کر دیا۔

روایت ۲۲:

ابن سعد نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو جہیز میں جو چیزیں دی گئیں ان میں ایک بُنی ہوئی چارپائی، ایک چمڑے کا تکیہ (جس میں کھجور کی چھال تھی) اور چمڑے کا مشکیزہ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپ نے پانی منگوایا اور وہ پانی ایک ٹب میں تھا یا کسی اور برتن میں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور منہ میں وہ پانی لے کر ان کے ہاتھوں، سینے اور دونوں بازوؤں پر وہ پانی پھینکا۔

روایت ۲۳:

اسی کی مثل حضرت سعید بن مسیب نے حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا سے بیان کیا۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے معاملات

روایت ۲۴:

امام ابن ماجہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کی تو اس رات جو ہمارے پاس بستر تھا وہ کھال کا چمڑا تھا۔

روایت ۲۵:

امام ابن سعد نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ جب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے میرا نکاح ہوا تو میرے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی خادم نہ تھا۔

روایت ۲۶:

امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں حاضر ہوئے ہم نے ان کی شادی سے بڑھ کر کوئی خوبصورت شادی نہیں دیکھی۔ ہمیں کھجور اور منقیٰ پیش کیا گیا جو ہم نے کھایا اور شادی کی رات ان کا بچھونا کھال کا بستر تھا۔

روایت ۲۷:

امام ابن سعد نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جو جہیز لے کر گئیں اس میں بستر اور تکیہ ایسا تھا کہ ان میں کھجور کی چھال تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کیا اور اس دور میں اس سے بڑھ کر اس سے کوئی ولیمہ نہیں تھا کہ انہوں نے یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر کچھ جو حاصل کئے۔

روایت ۲۸:

ابن سعد نے ہی انصار کے ایک آدمی سے روایت کیا کہ مجھے میری دادی نے خبر دی کہ میں ان خواتین میں سے تھی جو خواتین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر گئیں

ان کو دو چادریں دی گئیں جن پر چاندی سے کشیدہ کاری کی گئی تھی اور وہ زعفرانی رنگ کی تھیں۔ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر داخل ہوئیں تو وہاں دیکھا کہ بکری کی کھال کا بچھونا تھا۔ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال تھی۔ایک مشکیزہ تھا،ایک پیالہ اور ایک تولیہ تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

روایت ۲۹:

امام احمد نے "زہد" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بستر، مشکیزہ اور چمڑے کا تکیہ دیا جس میں کھجور کی چھال تھی۔

روایت ۳۰:

انہوں نے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہمارے پاس چمڑے کا بستر تھا جس کے ایک پہلو پر ہم سوئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خصائص اور مناقب

روایت ۳۱:

بخاری اور مسلم نے متعدد اسناد کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کرنا چاہتے ہیں میں اجازت نہیں دیتا اور نہ دوں گا۔حتیٰ کہ علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور پھر وہ ان کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر لیں ، میں حلال کو حرام کرنے والا نہیں اور نہ حرام کو حلال کرنے والا ہوں ،لیکن اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی ،اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ایک روایت میں ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جو شے اسے تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے جو شے اسے اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتی ہے اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اسے اذیت پہنچانے

والے کے دین میں فتنہ پیدا نہ ہو۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا گوشہ ہے

امام حاکم نے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ابو جہل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کیا، تو پوچھا کیا تم اس کے حسد کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ عرض کیا نہیں، کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ نکاح کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا! نہیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے میں نہیں چاہتا کہ اُسے کوئی بات غمگین کرے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے ایسی بات کر دی ہے جو آپ کو ناپسند ہے۔

روایت ۳۲:

امام بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح بھیجا اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف ایک نمائندہ بھیجا اور فرمایا کہ اگر تم ابو جہل کی بیٹی کو چاہتے ہو تو ہماری بیٹی کو واپس کر دو۔

امام ابن التین کہتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ اس واقعہ کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اپنی بیٹی اور دیگر کی بیٹی کو جمع کرنا حرام قرار دیا۔ اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اذیت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت بالاتفاق حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر فرماتے ہیں جو اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے اس سے یہ کہنا بعید نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خاصا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی پر کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کیا جائے اور ممکن ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاصہ ہو۔

تمام لوگوں سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہونا

روایت ۳۳:

امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ تمام لوگوں میں

سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ رضی اللہ عنہا زیادہ محبوب تھیں۔

چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ

روایت ۳۴:

امام ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ میں نے کسی کو عادت، خصلت، طریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشابہ بیٹھنے اٹھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر نہیں پایا۔ جب آپ آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے، انہیں چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شروع ہوا تو وہ آئیں اور انہوں نے جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ لیا۔ پھر سر اٹھا کر مسکرائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو عرض کیا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ اس مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگا تو میں رو دی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ سب سے پہلے میرے اہل سے تم میرے ساتھ ملاقات کرو گی تو میں مسکرائی۔

روایت ۳۵:

امام بخاری نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج جمع تھیں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کی چال ڈھال اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی! خوش آمدید۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی دائیں طرف بٹھایا اور کوئی راز کی بات ان سے کی جس پر وہ رو پڑیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کوئی راز کی بات کی تو وہ مسکرا دیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے اس راز کی بات کے بارے میں اطلاع دیں۔ تو کہنے لگیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز افشا کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو میں نے ان سے کہا کہ اب میں آپ سے اس حق کی وجہ سے پوچھتی ہوں جو میرا آپ پر ہے۔ کیا آپ مجھے وہ خبر دیں گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے بطور راز فرمائی تھی؟ تو کہنے لگیں۔ ہاں! اب میں بتاؤں گی۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا کہ جبرئیل امین علیہ السلام میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن کا دور کرتے تھے اس

مرتبہ انہوں نے میرے ساتھ دو دفعہ دور کیا ہے۔ تو اب میرے وصال کا وقت قریب ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رکھنا۔ صبر سے کام لینا۔ میں تمہارے لئے بہتر انتظام وانتظار کرنے والا ہوں۔ تو میں رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ بتایا کہ کیا تم یہ پسند نہیں کرتی کہ تم تمام مسلمان خواتین کی سربراہ بنو تو میں مسکرا پڑی۔

حضور ﷺ کا سیدہ کے ساتھ سرگوشی کرنا

روایت ۳۶:

امام ترمذی نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کے ساتھ سرگوشی کی تو وہ رو پڑیں پھر ان کے ساتھ کوئی بات کی تو وہ ہنس پڑیں۔ جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں نے ان (سیدہ فاطمہ) سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے آپ ﷺ نے مجھے اپنے وصال کی خبر دی تو میں رو پڑی اور پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ اطلاع دی کہ میں حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ تمام خواتین اہل جنت کی سردار ہوں تو میں ہنس پڑی۔

روایت ۳۷:

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کائنات کی خواتین میں یہ سردار ہیں، مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ آسیہ فرعون کی بیوی۔

جنتی خواتین کی سربراہ

روایت ۳۸:

امام بزار نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا تو اس پر خوش نہیں کہ جنتی خواتین کی سردار تم ہو اور تمہارے دونوں بیٹے جنتی نوجوانوں

کے سردار ہیں۔

روایت ۳۹:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری میں عیادت کی اور پوچھا آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ عرض کیا میں تکلیف میں ہوں اور اس چیز نے میرے لئے اضافہ کر دیا ہے کہ میرے پاس کوئی طعام نہیں جسے میں تناول کروں۔ فرمایا بیٹی! کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم تمام کائنات کی خواتین کی سردار ہوں۔ عرض کیا حضرت مریم کہاں ہیں؟ فرمایا، وہ اپنے دور کی خواتین کی سربراہ ہیں اور تم اپنے دور کی خواتین کی سربراہ ہو اور اللہ کی قسم! میں نے تمہارا نکاح دنیا اور آخرت کے سردار سے کیا ہے۔

روایت ۴۰:

امام احمد، ابو یعلی اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ فاطمہ خواتین اہل جنت کی سربراہ ہیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا

روایت ۴۱:

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو شدتِ بھوک کے آثار غالب تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور یہ دعا کی...... اے اللہ! بھوک پر سیر کرنے والے، پست کو بلند کرنے والے، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز کو اٹھا لے۔ حضرت عمران کہتے ہیں اس کے بعد میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس کے بعد مجھ پر ایسی کیفیت کبھی نہیں آئی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی

روایت ۴۲:

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری رضا سے راضی اور تمہاری ناراضی سے ناراض ہوتا ہے۔

آپ اور آپ کی اولاد پر جہنم حرام

روایت ۴۳:

امام بزار نے حضرت عبداللہ بن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ نے پاکیزگی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم پر حرام کر دیا ہے۔

فصل ۔۔۔۔۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور وصال

شیخ مدائنی وغیرہ نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔

امام ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ اور ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی بیٹی ہیں اور دونوں میں سے کون چھوٹی ہے اس بارے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے پہلی بیٹی زینب، دوسری رقیہ، تیسری اُم کلثوم اور چوتھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

امام ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ سیدہ کی پیدائش اس وقت ہوئی جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی۔ اور قریش نے کعبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ساڑھے سات سال پہلے تعمیر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت بعثت کے سال ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ آپ کا وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے چھ ماہ بعد ہوا۔ بعض نے آٹھ ماہ، بعض نے تین ماہ، بعض نے ستر دن اور بعض نے دو ماہ کا قول کیا لیکن صحیح پہلا قول ہے۔ امام واقدی وغیرہ نے لکھا کہ آپ کا وصال رمضان المبارک کی تین کو اور ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوا۔ امام ذہبی کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ

آپ کی عمر ۲۴ سال ہوئی۔بعض نے ۲۱،بعض نے ۲۶،بعض نے ۲۷،بعض نے ۲۸،بعض نے ۲۹،بعض نے ۳۳،بعض نے ۳۵ برس کا قول کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ چھ ماہ زندہ رہیں لیکن سخت بے چین اور مضطرب رہیں اور دیگر نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا۔ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ انہیں آپ کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا،نماز جنازہ پڑھایا اور رات ہی کو دفن کیا۔بعض نے کہا کہ جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔بعض نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔قبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ،حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے فضل رضی اللہ عنہ اترے۔حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ وفات سے قبل ہی آپ نے ازخود غسل فرمایا۔

کیا سیدہ نے غسل خود کر لیا تھا؟

روایت ۴۴:

امام ابن سعد نے طبقات میں اور امام احمد نے مسند میں حضرت سلمیٰ سے روایت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وصال کے مرض میں مبتلا ہوئیں تو میں خدمت پر مامور تھی ایک دن صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی کام کے لئے باہر تشریف لے گئے تو سیدہ نے فرمایا۔اے ماں!میرے لئے غسل کا پانی لاؤ تو میں غسل کے لئے پانی لائی جس طرح وہ اطمینان کے ساتھ غسل کیا کرتی تھیں غسل کیا۔پھر فرمایا امی میرا بستر گھر کے درمیان صحن میں رکھ دو۔تو اس پر قبلہ رخ لیٹ گئیں اور اپنا مبارک ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیا اور فرمایا۔ماں،میں وصال کر رہی ہوں اور میں نے غسل کر لیا ہے اب کوئی بھی مجھے غسل نہ دے۔تو اسی جگہ آپ کا وصال ہو گیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے اطلاع دی۔انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم اب انہیں کوئی بھی نہیں کھولے گا اور پھر ان کے اسی غسل کے ساتھ ہی انہیں دفن کر دیا۔

یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند جید ہے مگر اس میں راوی ابن اسحاق ہے جس نے عن سے روایت کیا ہے اور اس کے لئے مرسل شاہد موجود ہے اس روایت کا ذکر ابن جوزی نے الموضوعات

میں کیا لیکن ان کا رد شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے "القول المسدد" میں کیا ہے اور اس روایت کے موضوع ہونے کا انکار کیا اور فرمایا کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو سیدہ کے خصائص میں سے شمار ہوگا۔

وفات سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

روایت ۴۵:

ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا۔ مجھے وہ طریقہ ناپسند ہے جو خواتین کے ساتھ ہوتا ہے کہ عورت پر صرف ایک کپڑا سا ڈال دیا جاتا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ اے بنتِ رسول اللہ! کیا میں آپ کو وہ چیز بنا کر دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی؟ اس کے بعد انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا ڈالا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ کیا ہی خوبصورت ہے جب میں فوت ہو جاؤں تو تم اور علی رضی اللہ عنہ مجھے غسل دو اور (اس کے علاوہ) کوئی وہاں داخل نہ ہو۔

امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے جس خاتون کی میت کو اس طریقہ سے ڈھانپ کر لے جایا گیا وہ پہلی خاتون آپ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔

امام ابن سعد کہتے ہیں ہمیں محمد بن عمر، انہیں عمر بن محمد بن عمر نے اپنے والد سے از علی بن حسین سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بیان کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون ہیں جن کے جسم کے لئے حضرت بنت عمیس نے وہ کچھ بنایا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔

فائدہ:

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب ختم ہو جاتا ہے؟ اہل علم نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب ختم ہے۔ اس لئے امامہ بن زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے بعد مغیرہ بن نوفل سے ہوا اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی۔ زبیر بن بکار سے ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد ختم ہوگئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث

فائدہ:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد دس کو نہیں پہنچتی کیونکہ ان کا وصال جلدی ہوگیا۔ ان سے مروی حدیث پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے گزری ہے جس میں ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرگوشی کا ذکر آیا۔

مسجد کے داخلہ کے وقت دُعا پڑھنا

مسجد کے داخلہ کے وقت دعا پڑھنے کے بارے میں حدیث ہے جسے امام ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا سے مرسلاً روایت کیا ہے اس روایت کا اتصال ایک اور سند سے حضرت فاطمہ صغریٰ کا اپنے والد گرامی حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

اور یہ حدیث کہ وہ شخص صرف اپنے آپ کو ملامت کرے کہ جو اس حال میں سوئے کہ اس کے ہاتھ میں چکناہٹ ہو۔ اسے امام ابن ماجہ نے آپ کے بیٹے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے آپ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور یہ حدیث کہ وضو اس پر نہیں جو آگ کی چھوئی ہوئی چیز کو کھائے اسے امام احمد نے حضرت حسن بن حسن سے مرسلاً آپ کے حوالہ سے روایت کیا۔

جمعہ کے دن قبولیت کی گھڑی کے بارے میں حدیث کہ وہ اس وقت آتی ہے جب سورج غروب کے قریب ہو۔

امام بیہقی نے اسے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

روایت ۴۶:

امام احمد نے حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ مجھے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں انہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت لکھ کر بھیجوں تو آپ کی وصیت میں وہ ستر تھا کہ لوگ خیال کرتے تھے کہ انہوں نے اسے بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں داخل ہوئے جب دیکھا تو واپس لوٹ گئے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی کچھ گفتگو

روایت ۴۷:

امام احمد نے ابن ابی ملائکہ سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو لوری دیا کرتی تھیں کہ آپ میرے والد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو۔

روایت ۴۸:

امام دارمی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے سیدہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا تمہارے دلوں نے کیسے چاہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر سیدہ کا مرثیہ

جن اشعار کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف نسبت کی گئی ہے ان میں یہ بھی ہیں جن میں انہوں نے اپنے والد گرامی کا مرثیہ کہا۔ ان کا تذکرہ امام ابن سید الناس نے کیا۔

ترجمہ اشعار:

① آسمانی آفاق غبار آلود ہو گئے اور دن کا سورج بے نور ہو گیا اور تاریکی چھا گئی۔

② نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد زمین پریشان، افسوس کرنے والی ہو گئی اور تکالیف میں کثرت ہو گئی۔

③ شرق و غرب کے شہر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روئیں۔ مضر روئے اور ہر یمنی روئے۔

④ اور طورِ معظم اس پر روئے اور اس کی فضائیں اور وہ بیت اللہ جو غلاف اور ستون رکھتا ہے۔

⑤ اے رسولوں کے خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضو کتنی مبارک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن نازل کرنے والا ہمیشہ درود و سلام نازل کرے۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور عظمت اہل بیت علیہم السلام

حضرت صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی

تاریخِ عالم اس حقیقت پر گواہ ہے کہ قیوم زمانی، محبوب سبحانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) وہ نادر روزگار، نابغہ عصر اور ہمہ گیر عبقری شخصیت ہیں جن کو اللہ رب العزت نے ہر دور میں قبولیت ِ عامہ اور عالمگیر شہرت سے نوازا ہے۔ آپ کے عصرِ ہمایوں سے لے کر اب تک آپ کے نام اور کام کے شہرے اور ڈنکے بج رہے ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت بجتے رہیں گے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن وسنت اور اتباع صحابہ واہل بیت کی روشنی میں جن خطوط پر امت مسلمہ کی صحیح راہنمائی فرمائی اور کشتیٔ امت کو اپنی حکمت ِ عملی سے جس بھنور سے نکالا، وہ آپ کا ہی خاصہ ہے۔ آپ نے چومکھی لڑائی لڑ کے اُمت مسلمہ کے عقائد واعمال کی اصلاح فرمائی اور قلم وقرطاس کے ذریعے انہیں کتاب وسنت کی روشنی میں ایسا جامع نسخۂ حیات عطا فرمایا جو امت مسلمہ کی علمی عملی فکری روحانی علتوں کو دور کر کے انہیں ایک سلیم الفطرت معاشرہ کی ضمانت دیتا ہے۔

آپ نے اپنے مکتوبات ورسائل میں جہاں توحید ورسالت اور امامت وخلافت پر تفصیلی راہنمائی فرمائی ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بھی عقائد اہل سنت کی خوب ترجمانی فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپکے اصلاحی کارناموں اور روحانی عظمتوں کی بناء پر آپ کو نادرِ روزگار شخصیات میں شمار کیا گیا ہے اور اسی بناء پر آپ کے مرشد ومربی حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

شیخ احمد آفتابے ست کہ در وے ہم چوں   من ہزار ہا ستارگان گم اند

"شیخ احمد سرہندی علم و روحانیت کے ایسے افتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے آپکی روشنی میں گم ہو جائیں۔آج آسمان کے نیچے انکی نظیر نہیں ہے اور ان جیسے لوگ اس امت میں چند ہی گذرے ہیں۔"

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاحی و تجدیدی کارنامے کا براہ راست تعلق اگر چہ فتنۂ الحاد سے تھا تاہم اس عظیم کارنامے کے ساتھ ساتھ آپکی دیگر تبلیغی جہتیں بھی امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔

☆...... آپ نے عظمت صحابہ اور مقامِ اہلِ بیت میں افراط و تفریط سے ہٹ کر اور راہِ اعتدال پر گامزن ہو کر ایسے انداز میں امتِ مسلمہ کی راہنمائی فرمائی ہے کہ امت مسلمہ راہِ ضلال سے بچ کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوگئی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے مسلمانوں کو عقائد کی اصلاح پر بہت زور دیا۔چنانچہ ایک مکتوب میں فرمایا:

سب سے پہلے ضروری ہے کہ علمائے اہلسنت و جماعت شکر اللہ سعیھم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کی بے خطا آراء کی تابعداری پر موقوف ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار حضرات ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے طریقے پر ہیں اور وہی علوم معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کیے ہیں۔(دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۹۳)

☆...... اہلِ سنت کے عقائد میں جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و کمالات پر ایمان رکھنا بنیادی اہمیت کا حامل ہے، وہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیتِ اطہار اور اولیاء عظام سے محبت اور ان کی تکریم بھی اہلِ سنت کے شعائر میں سے ہے۔

وہ شخص اہلِ سنت ہی نہیں، جس کا دل اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت و موذت سے خالی ہے۔محبت کے یہ دونوں دھارے مَرَجَ الْبَحْرَیْن بن کر حُبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لامتناہی سمندر بناتے ہیں۔لہٰذا محبت رسول، محبت اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتی۔اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں اہل بیت اور صحابہ دونوں سے عقیدت اور محبت کا درس دیا، چنانچہ ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

وَاَهْلُ بَيْتِ الرَّسُوْلِ مَثَلُهٗ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ

(دفتر اول۔ مکتوب ۵۹)

حضرات اہل بیت کا حال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگیا، وہ نجات پا گیا اور جو اس سے دور ہوا، وہ ہلاک ہوگیا۔

ایسے ہی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد میں صحابہ کو ستارے قرار دیا اور ستاروں سے لوگ راستہ پاتے ہیں، یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ کشتی کے سواروں کے لیے ستاروں کی رعایت رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائیں اور ستاروں کو مدنظر رکھے بغیر نجات ناممکن ہوجاتی ہے۔ اور یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ بلاشبہ بعض صحابہ کے انکار سے تمام صحابہ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت کی فضیلت میں تمام صحابہ مشترک ہیں۔

(مکتوب نمبر ۵۹، دفتر اول)

حضرات اہلِ بیت وصحابہ کرام کی مبارک زندگیاں امت مسلمہ کے لئے معیار رشد و ہدایت ہیں۔ قرآن وسنت سے اہلِ بیت کی شان و عظمت اور صحابہ کی شان و عظمت دونوں ثابت ہیں۔ ان کے دل ہر قسم کی آلائش و آلودگی سے پاک ہیں۔ اگر اک طرف ...... حضرات اہلِ بیت کرام کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی فکری، عملی اور اعتقادی گندگی سے محفوظ رکھا، ان کی پاکیزگی وطہارت کا بیان قرآن میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

(الاحزاب: ۳۳)

اے میرے نبی کے اہل بیت! بیشک اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے ہر قسم کی گندگی کو دور رکھے اور تمہیں مکمل پاک وصاف بنا دے۔

تو دوسری طرف ...... اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پیکر ادب صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے قلوب کی طہارت و پاکیزگی کا اعلان کیا، ارشاد الٰہی ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۝

(الحجرات: ۳)

یہ وہ حضرات ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے مختص کر دیا، ان کے لئے بخشش ومغفرت اور اجر عظیم ہے۔

چنانچہ آپ نے دفتر دوم کے مکتوب ۳۶ میں بڑی تفصیل کے ساتھ مذہب اہل سنت و جماعت اور انکے مخالفین کے مذاہب کو بیان کر کے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے کہ صحابہ و اہل بیت ایک ہی حقیقت کے دو پرتو اور ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں اور اسلام کی ان دو جہتوں سے دل و جان سے محبت کرنا ہی عین ایمان ہے۔ صرف صحابہ سے محبت "خارجیت" کہلائے گی...... صرف اہل بیت سے محبت "رافضیت" کہلائے گی...... لیکن دونوں سے محبت "اہل سنت" کہلائے گی...... اور یہی نجات کی راہ ہے۔ اس کی تائید آپ نے امام المحدثین حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر رقم کر کے کی ہے کہ:

لَوْ كَانَ رَفْضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانُ اَنِّي رَافِضٌ

اگر اہل بیت کی محبت کا نام رفض ہے تو سب جن و انس گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں مختلف مقامات پر اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت ہم اہل سنت کے نزدیک خاتمہ ایمان کا سبب ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اولاً...... اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الاحد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والد گرامی این فقیر کہ عالم بودند بعلم ظاہری و باطنی، در اکثر اوقات ترغیب بمحبتِ اہل بیت می فرمودند کہ این محبت را در سلامتی خاتمہ مدخلے ست عظیم نیک رعایت آن باید نمود

کہ میرے والد گرامی (حضرت شیخ عبد الاحد چشتی علیہ الرحمہ) علوم ظاہری و باطنی کے جید عالم تھے اور اکثر اوقات اہل بیت اطہار سے محبت کی ترغیب دیا کرتے تھے اور واضح فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ کے ساتھ بڑا دخل ہے، لہٰذا اسکی بہت زیادہ رعایت رکھنی چاہیے۔

چنانچہ آپ اپنے والد گرامی کی حیات طیبہ کے آخر ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

درمرضِ موت ایشان این فقیر حاضر بود...... چوں معاملہ ایشان بآخر رسید و شعور باین عالم کم ماند فقیر در آن وقت سخن ایشان را بیادِ ایشاں داد و از ان محبت استفسار نمود، دران بے خودی فرمودند کہ غرق محبت اہل بیتم ،شکرِ خدا عزوجل دراں وقت بجا آوردہ شد، محبت اہل بیت سرمایہ اہل بیت است، مخالفان از یں معنی غافل اند (دفتر اول مکتوب ۳۶)

چنانچہ آپ فرماتے ہیں اپنے والد محترم کے بوقت وصال میں حاضر تھا اور جب انکی کیفیت کچھ ایسی ہوگئی کہ اس جہان کا شعور بہت کم ہوگیا تو فقیر نے اس وقت انہیں یہ بات یاد دلائی اور اہل بیت کی محبت بارے استفسار کیا تو میرے والد گرامی نے اسی بے خودی کے عالم میں فرمایا! میں اہلِ بیت کی محبت میں غرق ہوں، تو میں اسی وقت اللہ رب العزت کا شکر بجالایا۔ کیونکہ اہل بیت کی محبت اہل سنت و جماعت کا سرمایہ ہے اور مخالفین اہل سنت اس راز سے غافل ہیں۔

☆...... ایسے ہی آپ ایک اور حقیقت کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اہلِ بیت میں صرف سیدہ فاطمہ و علی اور ان کے شہزادگان ہی نہیں بلکہ جملہ امہات المومنین رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں شامل و داخل ہیں۔

چنانچہ اس پر دفتر دوم، مکتوب ۳۶ میں اپنا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب سے چند سال پہلے فقیر کی عادت تھی کہ بغرض ایصال ثواب طعام پکواتا تھا تو اہل عباء (اربابِ کسائ) کی ارواحِ پاک کے لئے مخصوص کرتا تھا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدنا علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو شامل کرتا تھا۔

چنانچہ ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، فقیر نے سلام عرض کیا تو آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چہرۂ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ اسی اثناء میں فقیر سے فرمایا:

من طعام درخانۂ عائشه می خورم هر كه مرا طعام فرستد بخانۂ عائشه فرستد	میں عائشہ کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں۔ جس کسی کو میرے لئے طعام بھیجنا ہو، وہ عائشہ کے گھر بھیج دے۔

اس فقیر کو معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شریک نہ کرتا تھا۔ چنانچہ بعد ازاں حضرت سیدہ صدیقہ بلکہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو جو تمام کی تمام اہلِ بیت ہیں، انکو بھی شریک کرلیا کرتا تھا اور تمام اہل بیت کو اس نیازمندی کی قبولیت کے لئے وسیلہ بناتا تھا۔

اہلِ بیت اطہار کے ساتھ اپنی محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار آپ یوں فرماتے ہیں کہ اس طویل مکتوب کو اہل بیت کی شان میں رقمطراز کرتے ہوئے آخر میں وہ ۱۵ فرامین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی درج

کرتے ہیں جن میں حضور سرور عالم ﷺ نے حضرت مولا علی ...... سیدہ فاطمۃ الزہراء...... حضرات حسنین کریمین ...... اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی شان بیان کرتے ہوئے آخری حدیث یہ رقم کی:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَثْبَتُكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ اَشَدُّكُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَيْتِي وَلِاَصْحَابِي

پل صراط پر تم میں سے سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جسکو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت ہوگی۔

(دفتر دوم، مکتوب ۳۶)

پھر اس مکتوب گرامی کا اختتام اپنے خاتمہ بالایمان کے لئے اہل بیت اطہار کا وسیلہ ڈالتے ہوئے ان لفظوں سے کرتے ہیں:

الٰہی بحق بنی فاطمہ   کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول   من و دست و دامانِ آل رسول

یہ سارے مندرجات اس حقیقت کو واشگاف کر رہے ہیں کہ آپکا ایمان اور عقیدہ یہ ہے کہ اہل بیت اطہار کی محبت نہ صرف ایمان ہے بلکہ ایمان کی جان ہے۔

اللھم ارزقنا ایاھا بحرمۃ اھل بیت نبی المختار
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

□ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۰۳ اطا ثلث اور نسخ میں یہ خطاط حامد الآمدی

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے چار اسمائے گرامی

علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری نظامی

چار نام کمالاتِ مرتضوی کے مبسوط مباحث کے قدرتی عنوان ہیں:

① علی ② مرتضیٰ

③ حیدر ④ ابوتراب

اسم پاک علی کی تشریح:

علی کے معنی ہیں بہت بلند اور بہت برتر، اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اتنا بلند و برتر جس کی بلندی و برتری فوق الادراک ہو۔ آپ علی ہیں یعنی آپ کی بلندی و برتری فوق الادراک ہے۔ غور کرو۔

☆ آپ کا علمی مقام کتنا بلند ہے؟

☆ آپ کا عرفان کتنا رفیع الشان ہے؟

☆ آپ کا یقین کتنا اونچا ہے؟

آپ کا ارشاد ہے: لو کشف الغطاء لما ازدت یقیناً جس کا مفہوم یہ ہے کہ غیبی امور پر یقین اس درجہ کا ہے جس میں کسی اضافہ کی گنجائش ہی نہیں۔ حتیٰ کہ تمام پردہ ہائے غیب اٹھا دیئے جائیں اور قلبی مشاہدہ کے بجائے عینی مشاہدہ بھی ہونے لگے، جبھی میرے یقین میں کسی اضافہ کی گنجائش نہیں، یہ ہے آپ کے یقین کا مقام بلند! پھر یہ بھی دیکھو کہ:

☆ آپ کے سلسلہ اولاد میں کتنی رفعتیں ہیں؟ کیا کسی کی بھی اولاد اتنی عالی مقام ہے؟ کیا کسی

کے فرزند حسن وحسین رضی اللہ عنہما جیسے ہیں؟ جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر اور جوانان جنت کے سردار ہوں۔؟ کیا کسی کا بھی سلسلہ اولاد اتنا عالیشان ہے؟ جس میں شروع سے لے کر قیامت تک برابر اولیاء اللہ بلکہ اولیاء اللہ کے امام ہوتے جائیں؟ کیا یہ مسلم حقیقت نہیں کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے لے کر امام مہدی کے زمانہ تک جو قرب قیامت کا زمانہ ہے برابر آل نبی اور اولاد علی کا وجود رہا ہے اور رہے گا۔ اور اب تک یہی حضرات ولایت کے امام رہے ہیں اور ان کی ولایت امام مہدی تک مسلسل رہے گی۔

☆ پھر اس پر بھی دھیان دو کہ:

آپ سے اولیاء کے جو سلسلے جاری ہوئے ہیں وہ ایمان وعرفان اور سلوک واحسان کے کتنے بلند درجہ پر فائز ہیں؟

قادری، چشتی، سہروردی، شاذلی، رفاعی، مدینی، نقشبندی، نیز ان کے علاوہ سلوک و تصوف کے اور بھی متعدد سلسلے ہیں، جن کے ذریعے اطراف عالم میں اسلام کی تبلیغ ہوئی۔ کروڑوں آدمی مسلمان ہوئے۔ اور بے شمار لوگوں نے فسق وفجور سے توبہ کی اور نہایت بلند پایہ متقی اور اعلیٰ درجہ کے صالحین وابرار بن گئے۔

یہ تمام سلسلے نور کی نہریں ہیں جن کا منبع علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ذات قدسی صفات ہے۔ اسی لئے ان تمام سلسلوں کو سلاسل علیہ کہتے ہیں اور ان سے وابستہ بزرگوں کو صوفیہ علیہ کہا جاتا ہے، یعنی سلاسل تصوف اور صوفی دونوں حضرت علی سے وابستہ ہیں اس طرح یہ لفظ علیہ بتاتا ہے کہ ان کا انتساب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے۔ یہ محض راقم السطور ہی کی بات نہیں بلکہ ہندوستان کے بے نظیر مفسر بلکہ اپنے زمانہ میں دنیائے اسلام کے مفسر اعظم حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ اپنی عدیم المثال تفسیر، تفسیر مظہری ج ۵ ص ۳۸ میں لفظ صوفیہ علیہ کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

وصفنا الصوفية بالعليه لعلوهم درجة الاستنادهم الیٰ علی رضی اللہ عنه فانه قطب هذا المقام. (الاشارة الی المقام المسمی بفناء القلب عند الصوفية. کوثر)

ہم نے صوفیہ کی صفت میں لفظ علیہ کہا ہے کیوں کہ ان کا درجہ بہت عالی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو حضرت علی سے انتساب ہے کیونکہ حضرت علی ہی اس مقام (یعنی فنائے قلب کے مقام کے) قطب ہیں۔ (یہی

مقام حاصل تصوف ہے)۔

اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت علی تمام صوفیہ کرام ے روحانی باپ ہیں، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہ تفسیر مظہری (ج ۴ ص ۱۹۹) فرماتے ہیں:

علی رضی اللہ عنہ ابو الصوفیۃ اجمعین۔ علی h تمام صوفیوں کے باپ ہیں۔

☆ آپ کی رفعت کی ایک نمود یہ بھی ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے جوانی میں بھی اپنے دوش مبارک پر سوار کیا ہے۔ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے۔(اس کے علاوہ مکی زندگی میں آپ کو دوش مبارک پر سوار کیا ہے) تاکہ کعبہ کی چھت سے ہبل نامی بت کو اکھیڑ کر پھینک دیں۔اللہ اکبر! حضرت علی رضی اللہ عنہ دوش مبارک پر سوار! دوش مبارک تو عرش اعظم سے کہیں بڑھ کر عالی شان ہے۔صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۱۲۰ میں مسند احمد کے حوالہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" میں اور رسول خدا ﷺ کعبہ میں پہنچے، آپ میرے کندھے پر سوار ہوئے لیکن کمزور پا کر اتر گئے اور مجھے اپنے کندھے پر سوار کیا، اس طرح میں کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں تانبے کا ایک بت نصب تھا۔ میں نے چاروں طرف سے اسے ہلا کر اکھیڑا پھر آپ کے حکم سے زمین پر پٹک دیا۔اور وہ چکنا چور ہو گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں دوش مبارک پر سوار ہوا اس وقت مجھے احساس ہو رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو افق آسمان کو چھو لوں۔

یہ سب رفعتیں جو آپ نے پڑھیں ...... غور کیجئے ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کتنی عالی شان برتری کا ظہور ہوتا ہے۔آپ کی اس قسم کی برتریوں کے تمام اطراف و جوانب کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔اگر کہنا ہو کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تمام برتریوں کے حامل ہیں تو اس کا مختصر سے مختصر عنوان (ہیڈنگ) یہی ہے کہ آپ علی (رضی اللہ عنہ) ہیں اس طرح یہ اسم پاک کمالات مرتضیٰ کے بیانات کا ایک مختصر قدرتی عنوان ہے۔

اسم پاک مرتضیٰ کی تشریح:

مرتضیٰ کے معنی ہیں پسندیدہ اور منتخب شخصیت نیز وہ شخص جس سے اللہ و رسول راضی ہیں۔ آپ کی شان مرتضوی کے ان مظاہر کو ملاحظہ فرمائیے۔

① حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

"اللہ نے کئی جگہ صحابہ کو عتاب فرمایا ہے، لیکن علی کا ذکر خیر ہی فرمایا ہے۔"

(۲) حضور اکرم ﷺ آپ کو راضی رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب حضور آپ کو مدینہ میں چھوڑ کر تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کو کچھ ملال ہوا کہ ہمیں عورتوں اور بچوں کے پاس رہنا پڑا اور جہاد میں جانے سے رکنا پڑا۔ اس پر حضور انور ﷺ آپ سے فرماتے ہیں:

یا علی اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳ بحوالہ حم ...... ۱۲ کوثر)

یا علی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مجھ سے تم کو وہی نسبت حاصل ہے جو نسبت موسیٰ سے ہارون کو حاصل تھی۔

(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بے حد منتخب شخصیت ہیں، حافظ خطیب بغدادی نے بسند صحیح روایت لکھی ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور انور ﷺ سے عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ آپ نے میری شادی ایک فقیر آدمی سے کر دی اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اما ترضین ان اللہ اختار من اصل الارض رجلین: احدھما ابوک، والآخر زوجک۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۱ مولف کنز العمال نے لکھا ہے "سندہ حسن" ۱۲ کوثر)

کیا تم راضی نہیں کہ اللہ نے اہل زمین میں سے دو شخصوں کو منتخب فرمایا۔ ایک تمہارے والد ہیں دوسرے تمہارے شوہر۔

سبحان اللہ یہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک شان ارتضا۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ اللہ کے ایسے برگزیدہ ہیں کہ تنزیل قرآن سے پہلے تو تمام عرب شرک اور رسوم جاہلیت میں مبتلا تھے، مگر اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے کفر و شرک اور رسوم جاہلیت سے محفوظ رکھا ہے۔ اس کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی کفالت میں رکھ دیا۔ اس طرح آپ کی تربیت شروع ہی سے دامن نبوی میں ہوئی ہے اور آپ تمام لغویات سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ پر ہر ہر دور میں رضوان الٰہی کی نظر رہی ہے ایسا ہی شخص بہمہ وجوہ مرتضیٰ ہے اور یہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک شان ارتضا۔

۵ بعثت نبوی کے چوتھے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ہاشم کو کھانے پر مدعو فرمایا لوگ کھانا کھا چکے تو آپ نے فرمایا: وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی کفیل ہے۔ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا؟ مجلس میں سناٹا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے کہ "میں ہر طرح آپ کا ساتھ دوں گا۔" آپ نے فرمایا "علی تم میرے بھائی اور وارث ہو۔" (یعنی میرے علوم کے وارث ہو۔)

غور کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست و بازو بننے کے لئے اللہ نے پورے بنی ہاشم میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ یہی ہے شان ارتضا۔

۶ شب ہجرت میں کفار نے کاشانہ نبوی کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا ہے۔ منصوبہ بنا چکے ہیں کہ صبح ہوتے ہی گھر میں گھس کر ایک ساتھ آپ پر تلواریں برسا کر معاذ اللہ آپ کا خاتمہ کر دیں اس وقت بستر نبوی پر لیٹنا اپنی جان کی قربانی پیش کرنا ہے۔ اس بڑے کام کے لئے اللہ نے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا ہے۔ چنانچہ بحکم نبوی آپ اس پر لیٹے۔ اس پر رضوان الٰہی کا وہ عالم ہوا کہ اللہ نے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل سے فرمایا کہ علی میرے نبی پر اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔ تم دونوں جاؤ اور ان کی حفاظت کرو۔ اکلیل شرح مدارک میں ہے (ج ۴ ص ۱۱۸) کہ یہ دونوں فرشتے اترے، رات بھر حضرت جبریل، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرہانے اور حضرت میکائیل پائینتی۔ اور دونوں فرشتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دے رہے تھے: "اے ابن ابی طالب آفریں! اللہ تمہاری ذات پر فخر کرتا ہے۔"

اللہ نے اس شرف عظیم کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا انتخاب فرمایا ہے، یہ ہے آپ کی ایک شان ارتضا۔

۷ دنیا میں نسل رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے جاری ہوئی اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پدر معظم حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو بنایا۔ اور اس درجہ علیا کے لئے آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ یہ ہے ایک شان ارتضا کہ آپ ہی ہیں ابوالائمہ۔ اور آپ ہی ہیں وہ نخل طوبیٰ جس کی شاخیں حسنین کریمین اور تمام اولاد رسول۔

۸ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ اس پر حضرت رضی اللہ عنہ علی کو اپنی بے کسی کا صدمہ ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا

اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:

انت اخی فی الدنیا والآخرۃ۔

تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(سنن ترمذی و مستدرک کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳۔ ۱۲ کوثر)

مسند احمد میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

مااخرتک الاالنفسی، وانت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ، غیر انہ لا نبی بعدی، وانت اخی و وارثی قال ماارث منک یا رسول اللہ؟ قال: ماورث الانبیاء من قبلی. قال: ماورث الانبیاء من قبلک؟ قال: کتاب ربھم وسنۃ نبیھم وانت معی فی تصری فی الجنۃ، مع فاطمۃ ابنتی، و انت اخی ورفیقی۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۰)

میں نے تم کو اپنا بھائی بنانے کے لئے چھوڑ رکھا تھا، تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو نسبت موسیٰ کو ہارون سے تھی، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تم میرے بھائی اور میرے وارث ہو۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی وراثت کیا ہے؟ فرمایا وہی جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کی وراثت ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ ان انبیا کی وراثت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت، اور اے علی جنت میں تم میرے ساتھ میرے محل میں میری لڑکی فاطمہ کے ساتھ رہو گے اور تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قرب واختصاص کے لئے اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو منتخب فرمایا ہے۔ یہ ہے آپ کی ایک شان ارتضا۔

(۹) غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہونے کے اعزاز سے مشرف فرمایا گیا، یہ ہے آپ کی ایک شان ارتضا۔

(۱۰) اگر یہ سوال ہو کہ وہ کون شخصیت ہے، جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت قریبہ کے ساتھ آپ کے داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ نیز علم قرآن وسنت اور فقہ اسلام میں درجہ علیا بھی حاصل ہے؟ غرض ایسی جامعیت کبریٰ کے لئے اللہ نے کس کا انتخاب فرمایا ہے؟ تو جواب صرف ایک

ہے یہ ہے کہ ایسی شخصیت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، یہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک شان ارتضا۔

آپ کی یہ جامعیت صحابہ کرام کی نگاہ میں ہمیشہ رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کا بڑا لحاظ تھا، بلکہ آپ تو اس کو محسوس فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ جامعیت ایسی ہے جس کی بنا پر لوگ خلافت کے لئے ان کا انتخاب کریں تو کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور زندگی کی اُمید ختم ہوگئی تو آپ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوا کر ضروری وصیتیں کیں۔ اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو گفتگو کی ہے وہ یہ ہے:

یا علی لعل هولاء القوم یعلمون لك حقك قرابتك من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وصهرك و ما آتاك اللّٰه من الفقه والعلم۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۴۹ مطبع خیریہ مصر ۱۳۲۵ھ)

اے علی غالباً یہ قوم (مہاجرین وانصار) آپ کا حق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قرابت نیز اللہ نے آپ کو جو علم اور فقاہت عطا فرمائی ہے اس کو سمجھیں یعنی ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر آپ کو خلیفہ بنائیں۔

اسم پاک حیدر کی تشریح:

حیدر کے معنی ہیں شیر، یہ حضرت کرم اللہ وجہہ الکریم کا بہت مشہور لقب ہے، واقعی آپ جہاد کے حیدر اور اللہ کے شیر ہیں، وہ تمام غزوات جس میں آپ نے شرکت فرمائی ہے، اپنی اپنی جگہ شاہد ناطق ہیں کہ آپ اللہ کے شیر ہیں۔ آپ ہی ہیں وہ اسد اللہ جن کا جہادی کارنامہ سب پر بھاری ہے۔

بدر جو اسلام کا سب سے پہلا اور سب سے اہم غزوہ ہے اس میں لشکر کفار کے پہلے مجاہدین کو صرف آپ اور حضرت حمزہ نے موت کے گھاٹ اتارا، احد میں کفار کی بڑی یورش کو آپ ہی نے توڑا حنین کے نہایت زبردست کفار کی زیادہ تر صفیں آپ ہی نے درہم برہم کیں اور انہیں پسپا کیا خندق میں جب عمرو بن ود نے مبارزطلبی کی تو چونکہ یہ ایک ہزار بہادروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ کسی نے مقابلہ کی ہمت نہیں کی، صرف اللہ کے شیر حیدر کرار نے اس کا مقابلہ کیا۔

اور ایک ہی وار میں موت کے لقمہ بنا دیا۔ غزوۂ خیبر میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کامیاب نہ ہو سکے تو حیدر کرار ہی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بن کر شان حیدری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے کہ وہ مرحب جو یہود کی سب سے بڑی قوت تھا، جس کی بہادری کا سکہ تمام عرب پر بیٹھا تھا، وہ ایک ہزار بہادروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ ہاں وہی مرحب وہی اسلحہ میں ڈوبا ہوا مرحب آپ کے ایک ہی وار سے خاک و خون میں لوٹ کو ہمیشہ کے لئے دنیا سے رخصت ہوگیا اور عرب میں یہود کی قوت بے جان ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے ایسے شیر ہیں کہ صنادید عرب کی سرکش اور جبار طاقتوں کو سب سے زیادہ آپ ہی نے موت کے گھاٹ اتارا۔ اور یہود کی ملعون قوتوں کو آپ ہی نے عرب میں بے جان بنایا۔ اس کا یہ احسان مسلمانوں کی گردنوں پر ہمیشہ رہے گا۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کفار اور یہود کے معرکوں میں اللہ کے شیر ہیں، اسی طرح ناکعثین، قاسطین اور مارقین کے معرکوں میں بھی شیر خدا ہیں۔ ان کے علاوہ جہاد نفس کے ہر معرکہ میں بھی آپ شیر ہیں۔ اس کی تفصیل بہت طولانی ہے کہ اس میں تصوف کے تمام مقامات و احوال اور تمام منازل سلوک آجاتے ہیں۔

اسم پاک ابوتراب کی تشریح:

ابوتراب کا لفظی ترجمہ ہے مٹی کا باپ، مٹی کی نہایت اہم قدرتی صفت یہ ہے کہ اربعہ عناصر میں صرف مٹی ہے جو نور کو اپنے اندر جذب کرتی ہے، باقی عناصر ایسے نہیں، جائزہ لے لیجئے، پانی برس رہا ہے اس پر ٹارچ وغیرہ سے لائٹ پھینکے، پانی کا سینہ نور کو اپنے اندر جذب نہ کر سکے گا۔ لائٹ یکسر پاس ہو جائے گی، پانی کی طرح آگ اور ہوا پر بھی لائٹ پھینکئے ان کے سینے بھی نور کو اپنے اندر جذب نہ کر سکیں گے لائٹ یکسر پاس ہو جائے گی۔ آپ نے جائزہ لے لیا کہ اربعہ عناصر میں آگ پانی اور ہوا نور کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اب رہ گئی خاک، بس یہی وہ عنصر ہے جو نور کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ مٹی کی دیوار کھڑی ہے آپ اس پر لائٹ پھینکئے۔ مٹی نور کو اپنے سینے میں جذب کرے گی اور باہر جانے نہ دے گی۔

غرض اربعہ عناصر میں مٹی ہی وہ عنصر عظیم ہے جو نور کو اپنے اندر جذب کر لیتا

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے خلیفہ حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں کہ خلیفہ خدا کا سینہ انوار الٰہی کا حامل ہونا چاہیے اور ایسا ہونا چاہیے کہ جن انوار کا نزول ہو سب کو اپنے اندر جذب کر سکے۔

مٹی کی یہ فطری اور قدرتی صفت آپ نے سمجھ لی کہ وہ جاذب انوار ہے۔ اب سنئے کہ اللہ کے بندگان خاص یعنی اولیاء اللہ مٹی ہی کی طرح نہایت خاکسار ہوتے ہیں، درحقیقت یہ خاک صفت ہیں۔ اور مٹی بن گئے ہیں اس لئے ان کے قلوب جاذب انوار ہو گئے ہیں۔ ایسے بزرگوں کے امام و مقتدا اور مرشد اعظم اور روحانی باپ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ابوتراب فرمایا ہے جس کا لفظی ترجمہ ہے مٹی کا باپ، یہاں تراب یعنی مٹی سے مراد عنصر خاک کے باپ ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں بلکہ اس سے اولیائے کاملین کی طرف اشارہ ہے جو تراب صفت و رنہایت خاکسار ہیں۔ اس طرح مٹی بن کر جاذب انوار ہو گئے ہیں، یہی حضرات ہیں اور باب فنا یقینا ان قدوسیوں کے روحانی باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ کوئی ولی آپ کے توسط کے بغیر درجہ ولایت پر نہ فائز ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس پر مفصل بحث حدیث ثقلین کی شرح میں گزر چکی۔

اسم پاک ابوتراب کی یہ تشریح راقم السطور کی طبع زاد نہیں ہے بلکہ حضرت مجدد سرہندی قدس سرہ کے پیر مرشد، ولی کامل، عارف اکمل حضرت خواجہ محمد باقی عرف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام مقدس سے ماخوذ ہے، امام وقت محدث ہند شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی ایک بلند پایہ کتاب شرح سفر السعادہ میں اس پر بڑی عامہ فانہ بحث فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے کلمات طیبات بھی نقل کئے ہیں۔ پوری بحث پڑھنے کے قابل ہے۔ پہلے حضرت شیخ نے اس حدیث کا فارسی ترجمہ لکھا ہے، جس سے علم ہوتا ہے کہ آپ ابوتراب کے خطاب سے کب نوازے گئے ہیں۔ ہم اس حدیث کا ترجمہ صحیح مسلم کی روایت سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔

صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۰ میں حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ (ایک روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے وہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہ تھے، فرمایا:

تمہارے ابن العم (یعنی علی) کہاں ہیں؟

انہوں نے کہا میرے ان کے درمیان ایک بات ہوئی ہے۔ جس سے مجھے صدمہ ہوا، اس پر وہ گھر سے نکلے اور یہاں قیلولہ نہیں کیا۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا: دیکھو علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ اس شخص نے واپس آ کر عرض کی۔ یارسول اللہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اور ملاحظہ فرمایا کہ کروٹ لیٹے ہیں، چادر بدن سے سرک گئی ہے اور پیٹھ پر مٹی لگ گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی پوچھ رہے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک مروانی جو مدینہ کا حاکم تھا اس نے حضرت سہل بن سعد کو حکم دیا کہ "علی کو گالی دو۔" حضرت سہل نے انکار کیا اس نے کہا کہ " گالی نہیں دیتے تو لعنت بھیجو، اور لفظ ابوتراب بھی کہو۔" اس پر حضرت سہل نے فرمایا" حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر اپنا کوئی اور نام محبوب نہ تھا۔ اور جب کوئی شخص آپ کو ابوتراب کہتا تو تو آپ بہت خوش ہوتے۔" مروانی حاکم نے کہا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ علی رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے پڑا؟ اس پر حضرت سہل نے وہ سب بیان فرمایا جو متن کتاب میں مذکور ہے۔ ۱۲ کوثر) اور فرما رہے ہیں

قم ابا تراب!، قم ابا تراب! ابوتراب اٹھو! ابوتراب اٹھو۔

حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں: " حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین اور معاندین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب ہی کہتے تھے۔ اور اپنے خیال باطل میں سمجھتے تھے کہ اس لفظ میں ان کی بڑی تنقیص و تحقیر ہے، حالانکہ اس میں بدرجہ کمال تعظیم و تکریم ہے۔ بعض صوفی محققین نے اس نام (پاک) میں دقیق اشارات کئے ہیں۔ اور بلیغ معانی بیان فرمائے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کمال مرتبت اور حد درجہ فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔

ان کے نزدیک لفظ " تراب" سے اہل توحید و فنا کی طرف اشارہ ہے پس لفظ ابوتراب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گروہ فقراء، ارباب فنا اور اہل کمال حضرات کے مقتدا امام اور مرجع ہیں چنانچہ مشائخ طریقت کے جو سلسلے ہیں ان کی آخری کڑی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔"

اس مضمون کو جناب حقائق مآب صاحب اسرار و انوار جمال الدین خواجہ محمد باقی قدس

سرہ نے نظم کر دیا ہے۔ حضرت محدث دہلوی نظم کو درج کرتے ہیں۔ راقم السطور ہر شعر کے نیچے اس کا مفہوم بھی لکھتا ہے۔

من حاصل ایں خطاب گویم مضمون ابو تراب گویم

ترجمہ: میں لفظ ابوتراب کا مضمون اور اس کا خطاب حاصل بیان کر رہا ہوں۔

خاک اند جماعتے کہ مروند ہستی بخدائے خود سپردند

ترجمہ: ایک جماعت خاک کی طرح ہے جس کا نفس مردہ ہے۔ ان لوگوں نے اپنی ہستی یکسر اللہ کے حوالہ کر دی ہے۔

از سطوت نور در شکستہ درآب بقا فرف نشستہ

ترجمہ: نور کے غلبہ سے ان کا نفس شکستہ ہو چکا ہے، یہ لوگ آب بقا میں جا بیٹھے ہیں۔

گردے نہ پشت پائے ایشاں درد و کف پائے خود چہ امکاں

ترجمہ: اس لئے ان کے پشت قدم پر دنیا کی ذرا بھی گرد نہیں۔ پھر ان کے تلوؤں پر گرد جمنے کا کیا امکان جب کہ وہ آب بقا میں بیٹھے ہیں۔

سر حلقۂ خاکیاں علی بود سر سلسلۂ جہاں علی بود

ترجمہ: ان خاکیوں کے حلقہ کے سردار علی تھے اور دنیا جہاں کے سلسلۂ اولیاء کے سردار علی تھے۔

زاں بحرد و نہر بند بکشود یک سو حسن و حبیب و داؤد

ترجمہ: اس بحر ولایت سے دو نہریں نکلی ہیں، ایک طرف وہ نہر طریقت ہے جس کا سلسلہ رہے۔ حسن بصری حبیب عجمی، داؤد طائی۔

معروف وسری، جنید بغداد کز دے طرق کثیرہ بکشاد

ترجمہ: معروف کرخی، سری سقطی، جنید بغدادی سے۔ بہت سے راستے نکلے ہیں۔

یک سوئے و گر لطیفۂ پاک مستور بزیر پردۂ خاک

ترجمہ: دوسری طرف وہ نہر طریقت ہے جو لطیفۂ پاک ہے، یعنی پاک اور مطہر ذریت رسول ہے۔ اور یہ لطیف و مقدس جوہر پردۂ خاک میں مستور ہے (یعنی اس پر فنائیت کا بے

حد غلبہ ہے)

سبطین رسول و زین عباد پس باقر و صادق نکو زاد

ترجمہ: یہ ہیں رسول کے دونوں نواسے (امام حسن اور حسین) اور امام زین العابدین اور امام باقر اور امام جعفر صادق (علی جدھم و علیہم الصلوٰۃ والسلام)

این سلسلۂ طلائے ناب است این خانہ تمام آفتاب است

ترجمہ: یہ اولاد رسول والا سلسلہ خالص سونے کی کڑیوں کا سلسلہ ہے، اس گھر کا ہر شخص آفتاب ہے۔

معنئے ابو تراب این است تفسیر اشارت ایں چنین است

ترجمہ: لفظ ابوتراب کا مفہوم یہ ہے، اس لفظ کے ذریعہ جو اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفسیر یہی ہے۔

اس کلام کا ماحصل:

یہ ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو جو ابوتراب کا عظیم و جلیل خطاب ملا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ علی، تراب کے باپ ہیں، یعنی ان اولیاء اللہ کے روحانی باپ ہیں جن کا نفس مردہ ہے۔ اور وہ مقام تسلیم و تفویض پر فائز ہیں۔ ان میں نور کا ایسا غلبہ ہے کہ نفس بالکل شکستہ ہو گیا ہے، فنافی اللہ اور بقا باللہ ان کا مقام ہے، ایسے اولیائے کاملین کے مقتدا، مرجع اور منبع حضرت علی h ہیں چنانچہ ان حضرات کے تمام سلسلوں کی آخری کڑی آپ ہی ہیں۔

براہ راست حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو سلسلۂ طریقت چلے ہیں جن کی شاخیں بعد میں بڑھتی گئیں ایک سلسلہ آپ کے ایک مرید و خلیفہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے چلا ہے۔ ان کے مرید و خلیفہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان کے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت سے سلاسل طریقت نکلے ہیں۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے دوسرا سلسلۂ طریقت آپ کی اولاد اطہار سے ہوا ہے جس کی کڑیاں یہ ہیں: حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت امام زین العابدین، حضرت

امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق (علیٰ جدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

طریقت کے اس سلسلہ مقدس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں، کہ اس کی ہر کڑی معدن نبوی کا ہونا ہے۔ خواجہ باقی باللہ نے حضرت امام جعفر صادق کے بعد کی کڑیوں کو بیان نہیں فرمایا ہے، وہ بھی سن لیجئے۔

حضرت امام جعفر صادق کے بعد امام موسیٰ کاظم ہیں پھر امام علی رضا جو شیخ عرفان و طریقت خواجہ معروف کرخی کے شیخ ہیں۔ موصوف آپ ہی کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے ہیں اور آپ سے بے حد فیض پایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام علی رضا تک تمام حضرات ائمہ اہل بیت ہیں۔ ان کے سلسلہ کو سلوک و تصوف میں سلسلۃ الذہب کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ سند بے حد متبرک اور بافیض ہے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ صفحہ ۸ سے ظاہر ہے چنانچہ اس میں ہے کہ امام ابن ماجہ کے شیخ الشیخ ابوالصلت ہروی اسی سند سے پہلے ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

ہم سے حدیث بیان کی علی ابن موسیٰ رضا نے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد موسیٰ (کاظم) سے وہ اپنے والد جعفر (صادق) سے وہ اپنے والد محمد (باقر) سے وہ اپنے والد علی (زین العابدین) سے وہ اپنے والد حسین وہ اپنے والد علی ابن ابی طالب سے انہوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الایمان معرفۃ بالقلب وقول باللسان، وعمل بالارکان۔ — ایمان یہ ہے کہ دل سے ایمان کی باتیں پہچانو (یعنی یقین کرو) اور زبان سے اقرار بھی کرو اور اپنے اعضا سے عمل بھی کرو۔

(اس حدیث کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے، مگر محققین ان کے موضوع کہنے کا اعتبار نہیں کرتے، ابن جوزی نے ابوالصلت کو ناقابل اعتبار کہا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں، کہ امام یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ اور معتبر مانا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والوں میں نہیں اور اکابر نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ ۱۲ کوثر)

ابوالصلت مذکور اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد اس کی مذکورہ بالا سند کی عظمت ان

الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

لو قرئ هذ الاسناد علىٰ مجنون البراء۔	اگر یہ سند کسی پر پڑھ دی جائے تو شفا ہو جائے۔

(بعض ناواقف ابوالصلت کے اس قول کو یہ کہہ کر بے وزن بتاتے ہیں کہ ابوالصلت رافضی ہے۔ درحقیقت ابوالصلت پر شدید النام و بہتان ہے اور ثبوت میں علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال کی یہ عبارت نقل کرتا ہے:

رجل صالح الا انه شيعي	ابوالصلت ایک صالح آدمی ہیں لیکن شیعی ہیں۔

بہت بڑا مغالطہ ہے کیوں کہ سلف اور محدثین کی اصطلاح میں شیعہ اور رافضی میں بڑا فرق ہے) چنانچہ:

☆ شیعہ ان مہاجرین و انصار کو بھی کہا گیا ہے جو امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے انصار و معاون تھے اور آپ کا ساتھ دے کر باغیوں سے قتال کیا ہے، ان کو شیعانِ علی کہا جاتا تھا۔

آپ نے جنگ صفین میں جو قتال فرمایا ہے اس میں آپ کے ساتھی آٹھ سو بیعۃ الرضوان والے صحابہ کرام تھے جو بعد کے تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ ان میں سے تقریباً تین سو حضرات نے جنگ صفین میں جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ سب حضرات شیعانِ علی ہیں اور اہل سنت کے مقتدا ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۶ میں ان کو شیعہ اولیٰ لکھتے ہیں۔ اور بڑی تعریف کرتے ہیں۔

☆ ان صحابہ کرام کے علاوہ وہ اکابر بھی شیعان علی اور شیعہ اولیٰ ہیں، جو قتال بغاۃ میں آپ کے ساتھ تھے۔ شاہ صاحب تحفہ ص ۵ میں لکھتے ہیں کہ ان کی روش بھی وہی ہے جو امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہے کہ اصحاب کبار اور ازواج مطہرات کے حقوق سمجھتے ہیں۔ اور مانتے ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان کو شیعۂ اولیٰ اور شیعۂ مخلصین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور یہ لوگ اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں۔

(ماخوذ: مناقب اہل بیت، مطبوعہ لاہور)

خاتونِ جنت، حضرت سیدہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

کی زندگی کا ایک باب

علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری نظامی رحمۃ اللہ علیہ

نام لقب اور نسب:

فاطمہ نام، زہرا اور سیدۃ النساء لقب، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے چہیتی صاحبزادی تھیں۔ استیعاب میں ہے کہ اھ بعثت نبوی میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجہ صدیقہ عظمیٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

معصوم بچپن:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدیم المثال تربیت نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو فضل وکمال کا ایسا مرقع بنادیا تھا جس کی مثال عالم نسوانی میں نہیں، بچپن ہی سے آپ اللہ کے ذکر وعبادت میں رہا کرتی تھیں اور زبان ودعا میں بڑا اثر آگیا تھا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے رؤسائے قریش ابو جہل اور امیہ بن خلف وغیرہ سب موجود تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھڑی لاکر عین نماز کی حالت میں آپ کی گردن میں ڈال دی قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جاکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی۔ اس وقت وہ صرف پانچ سال کی تھیں، لیکن بیتاب ہو کر دوڑی آئیں اور اوجھڑی ہٹا کر عقبہ بن ابی معیط کو سخت شکست کہا۔ اور بددعا[1] دی جو پڑ گئی چنانچہ وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔

---

[1] یہاں لفظ بد۔۔۔۔ محل نظر ہے ہونا یہ چاہیئے تھا کہ آپ نے اس کے خلاف دُعا فرمائی۔ (محبوب قادری)

شادی ذی الحجہ ۲ھ:

صحیح روایت کی بنا پر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی کے پہلے سال ہوئی اس کے روسے ۲ھ میں آپ پندرہ سال کی ہوئیں اور شادی کے پیغام آنے لگے۔ سنن نسائی (ج ۲ ص ۶۹ باب نکاح الابکار) میں ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا:

انها صغيرة — یعنی یہ بہت کم سن ہے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی، اور آپ نے ان سے شادی کر دی۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۲۹۳) میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دے دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ پیغام دیجئے، اس کے لئے آپ بہت مناسب ہیں۔ آپ نے درخواست کی جو منظور ہوگئی۔

اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارے پاس مہر دینے کو کیا ہے؟ بولے: ایک اونٹ اور زرہ۔ آپ نے فرمایا کہ زرہ کافی ہے، اسے ۴۸۰ درم میں بیچا، اور قیمت لا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ بازار سے خوشبو لائیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا۔ ۴۸۰ درم مہر باندھا۔ یعنی سوا سو روپے یہی ہے[1] مہر فاطمی۔ مسند احمد و طبرانی کبیر میں ہے کہ شادی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اما ترضين انى زوجتك اقدم امتى سلما واكثرهم علما واعظمهم حلما۔
(کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳)

کیا تم کو اس سے شادکامی نہ ہوگی؟ کہ میں نے تمہاری شادی اس سے کی ہے جو میری امت میں پہلا مسلمان ہے، سب سے زیادہ علم والا ہے۔ اور حلم و تحمل میں سب سے بڑھ کر ہے۔

شہنشاہ کونین نے خاتون جنت کو جو جہیز دیا وہ ہے بان کی چار پائی، چمڑے کا گدا جس

۱۔ یہ ساڑھے چودہ سو سال قبل کا "مہر فاطمی" ہے۔ (محبوب قادری)

کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور مٹی کے دو گھڑے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہی چیزیں عمر بھر ان کی رفیق رہیں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جو فقر و قناعت کے تاجدار تھے اس میں کچھ بھی اضافہ نہ کر سکے۔ (ماخوذ از سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

صحیح ابن حبان میں ہے کہ شادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ یا اللہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے محفوظ رہنے کے لئے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بھی یہی دعا فرمائی۔ (متن میں مونث ضمیر کے بجائے مذکر ضمیر ہے)۔

اس دعا کا اثر تھا کہ یہ حضرات ایک گونہ معصوم (محفوظ) تھے، اس پر مفصل بحث ایک فصل میں گزر چکی ہے، جس کا عنوان "اہل بیت اطہار...... معصومیت سے قریب تر ہیں۔"

رخصتی کے بعد:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ شادی کے بعد گھر کی ضرورت ہوئی۔ حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان نذر کیا۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر جب اس میں آئیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی۔ پھر اندر تشریف لے گئے اور پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ اس میں ڈال کر دعا پڑھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور بازوؤں پر چھڑکا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا میں نے اپنے خاندان کے سب سے افضل آدمی سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ حافظ خطیب بغدادی نے المتفق والمفترق میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

زوجتك خير اهلى اعلمهم علما وافضلهم حلما، واولهم سلما۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۳) میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان کے بہترین آدمی سے کی ہے جو ان میں علم اور حلم میں سب سے زیادہ اور بہتر ہے اور ان میں

اولین مسلمان ہے۔

غزوۂ اُحد میں:

اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے اور عبد اللہ بن قمیہ کے وار سے چہرۂ اقدس پر مغفر کی دو کڑیاں چبھ کر رہ گئی تھیں، جو مشکل سے نکلیں۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر جو شکل وصورت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کچھ مشابہ تھے اور علم بردار تھے۔ ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا اور غل مچ گیا کہ آپ نے شہادت پائی۔ یہ خبر مدینہ میں پہنچی تو جو حضرات وہاں تھے نہایت بیتابی کے ساتھ دوڑے ہوئے آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آکر دیکھا تو ابھی تک چہرۂ مبارک سے خون جاری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لائے۔ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا دھوتی جاتی تھیں، لیکن خون نہیں تھمتا تھا۔ بالآخر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر زخم پر رکھ دیا۔ خون فوراً تھم گیا۔

حسنین کریمین کی ولادت:

سن ہجری کے تیسرے سال رمضان المبارک میں سیدنا امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور سن ہجری کے چوتھے سال ماہ شعبان میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کی۔

ارتحال نبوی:

اس روایت کی بنا پر کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلے سال پیدا ہوئی ہیں۔ ارتحال نبوی کے وقت آپ تیئس سال کی تھیں۔ ارتحال سے ایک روز پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیدہ کو بلا کر کان میں کچھ باتیں کہیں وہ رونے لگیں پھر بلا کر کان میں کچھ کہا تو ہنس پڑیں۔ پہلی مرتبہ آپ نے فرمایا تھا۔ اس مرض میں میری وفات ہو گی اس پر سیدہ رونے لگی تھیں اور دوسری مرتبہ بلا کر یہ فرمایا تھا کہ میرے خاندان میں تمہیں سب سے پہلے آکر مجھ سے ملو گی اس پر وہ ہنس پڑیں۔ یہ روایت صحیح بخاری جلد ۱ کے صفحہ ۵۲۷، ۵۳۲ میں عروہ سے مروی ہے۔ (وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں) اور صفحہ ۵۱۲ میں مسروق سے مروی ہے۔ (وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں) مسروق کی روایت میں کچھ اضافہ بھی ہے۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے مسروق ہی

کی روایت کو ترجیح دی ہے اس میں اضافہ یہ ہے کہ دوسری مرتبہ حضور انور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں یہ فرمایا تھا:

اما ترضین تکونی سیدۃ نساء اهل الجنة اونساء المؤمنین۔

کیا تم کو اس سے مسرت نہ ہوگی؟ کہ جنت والی عورتوں کی سردار تم ہو۔ یا یہ فرمایا، مومن عورتوں کی سردار تم ہو۔

ارتحال نبوی کا اثر حضرت سیدہ پر:

ارتحال نبوی وہ صدمۂ جانکاہ ہے کہ تمام مسلمانوں کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہوگئی تھی۔ (جیسا کہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷ میں ہے) لیکن حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو سب سے زیادہ صدمہ ہوا۔ چنانچہ آپ کی زبان پاک سے غم واندوہ کے وہ کلمات نکلے کہ پتھر کا کلیجہ پانی ہو جائے فرماتی ہیں:

یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ

ہائے ابا! اللہ نے آپ کو بلایا اور آپ (ہم کو چھوڑ کر) چلے گئے۔

یا ابتاہ من جنة الفردوس ماواہ.

ابا! آپ تو فردوس بریں میں مقیم ہو گئے (اور ہم یہیں ہیں)۔

یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۱ باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ)

ابا! (یہ دن دیکھنا پڑا کہ) جبریل کو ہم آپ کے ارتحال کی خبر سنا رہے ہیں اور ان کے سامنے رو رہے ہیں۔

آپ کے غم واندوہ کا یہ عالم تھا کہ حضور انور ﷺ کی تجہیز وتکفین کے بعد جب حضور کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

یا انس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ التراب۔

اے انس! کیا تم لوگوں کے دلوں نے رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالنا گوارا کرلیا؟

اس عالم میں آپ کی زبان سے مرثیہ کا یہ شعر بھی نکل پڑا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: "مجھ پر ایسی سخت مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو بھی اندھیرا

ہو جاتا۔"

کیسے دل دوز کلمات ہیں؟ کہ کلیجہ پھٹ رہا ہے آپ کے غم واندوہ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اس حادثہ جاں کاہ کے بعد جب تک آپ زندہ رہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا۔

(اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۴)

یہ صدمۂ جاں کاہ آپ کے قلبِ حزیں پر ایسا پڑا کہ بیمار پڑ گئیں اور اسی میں وفات پائی۔

وفات سیدہ اور تجہیز وتکفین:

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارتحال کے چھ مہینے بعد ۳ ماہ رمضان المبارک ۱۱ھ یومِ چہار شنبہ کو جنت کو سدھاریں اور اپنے والد مقدس سے جا ملیں اس وقت عمر شریف ۲۳ سال تھی، حسنین پاک، حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ، حضرت زینب اور حضرت علی رضی اللہ عنہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

چونکہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا میں شرم وحیا بے حد تھی۔ اس لئے وفات سے کچھ روز پہلے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا: "مرد اور عورت سب کا جنازہ کھلا لے جاتے ہیں، یہ مجھے ناپسند ہے، کہ کھلے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔"

حضرت اسماء، نے اس پر حضرت سیدہ سے عرض کیا: "جگر گوشۂ رسول! میں نے ملک حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے جس سے عورتوں کے جنازہ کا پردہ ہو جاتا ہے۔ آپ فرمائیں تو میں اسے پیش کروں۔"

اب انہوں نے کھجور کی کچھ شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ حضرت سیدہ نے اسے بے حد پسند فرمایا اور آپ کے جنازہ پر ایسا ہی پردہ کیا گیا۔ آج تک عورتوں کے جنازہ پر پردہ کا جو التزام کیا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ہی کی تجویز سے ہوئی ہے۔

اکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ "حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا رات میں دفن ہوئیں، اور نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔"

راقم السطور اس سے استدلال کرتا ہے کہ ہمارے شہر میں جو عام طور پر دستور ہے کہ جنازہ پڑھنے کے لئے خاندان کے بزرگ سے اجازت طلب کی جاتی ہے وہ اپنی جگہ ایک صحیح دستور ہے

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اسی لئے پڑھوایا کہ وہی بنی ہاشم میں سب سے معمر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔یعنی اس باب میں خاندان کے سب سے معمر بزرگ کی بزرگ داشت کرنی چاہیے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کہاں ہے؟اس میں کئی اقوال ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ آپ جنت البقیع میں دفن ہوئیں اور آپ کے پہلو میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر ہے اور وہیں حضرت عباس،حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر رضی اللہ عنہم کی بھی قبریں ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ دار عقیل میں دفن ہوئیں۔ایک قول یہ ہے کہ مسجد فاطمہ میں آپ کا مزار ہے جو بقیع میں ہے۔ایک قول یہ ہے کہ روضۂ نبوی میں آپ کا مزار ہے۔ایک قول یہ ہے کہ روضۂ نبوی کے پیچھے آپ کا مزارانور ہے۔ملا علی قاری نے المسلک المتقسط شرح باب المناسک صفحہ ۳۴۱ میں لکھا ہے کہ لوگوں کا جو معمول ہو گیا ہے کہ روضۂ نبوی کی زیارت کے بعد روضۂ اطہر کے پیچھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کے لئے جاتے ہیں،تو اس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ کہا گیا ہے کہ وہاں حضرت فاطمہ کی قبر ہے ملا صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں: قول اظہر یہی ہے (وھوالاظہر) یعنی اس قول کو وہ قوی ترین قول قرار دیتے ہیں۔

اولاد امجاد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چھ اولادیں ہوئیں: (۱) امام حسن (۲) امام حسین (۳) حضرت محسن (۴) حضرت ام کلثوم (۵) حضرت زینب (۶) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہم ،یہ آخری نام عام طور پر مذکور نہیں لیکن اکمال وغیرہ میں ہے۔حضرت محسن بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تاریخ اسلام کی سب سے اہم شخصیتوں میں ہیں۔اور تمام مسلمانوں پر ان کا بہت بڑا احسان ہے چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا میں تھیں اس لئے ان کو بھی بہت بڑی شہرت حاصل ہے۔اور انہوں نے تمام خواتین اسلام کو یہ درس عظیم دیا ہے کہ خاندان بھر کے لٹ جانے پر بھی کس صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔حقیقت یہ ہے کہ اس بے پناہ مصیبت پر جس صبر وتحمل سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور دیگر خواتین خاندان رسالت نے کام لیا ہے اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں اور صبر وتحمل کا یہ عملی درس ضبط نفس

کی سب سے اونچی تعلیم ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک آپ ہی سے باقی ہے۔

سیرت سیدہ:

یہی نہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا جلتا تھا بلکہ خو بو سب آپ ہی کی تھی، سنن ترمذی میں حضرت عائشہ کا قول ہے:

ماراَیت احدا اشبه سمتا و دلا وھدیا برسول اللّٰه فی قیامھا موقعودھا. من فاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

میں نے طور و طریق، حسن اخلاق اور سیرت مستقیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ جس قدر آپ کی صاحبزادی (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پایا اس قدر مشابہ کسی کو بھی نہیں پایا۔

(ج ۲ ص ۲۲۷)

روایت میں سمتا، دلا اور ہدیا کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ علی الترتیب طور و طریق حسن و اخلاق اور سیرت مستقیم ہے۔ (علامہ زمخشری نعت حدیث کی نہایت معیاری کتاب الفائق ص ۳۰۴ میں لکھتے ہیں: ما احسن سمته. ای طریقته التی ینتھجھا فی تحریر الخیر والترمزی الصالحین۔ والھدی السیرة السویة۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: والدل حسن الشمائل۔ فن عربیت میں علامہ زمخشری کی امامت سب کو تسلیم ہے حتیٰ کہ علامہ شامی بھی آپ کو امام لکھتے ہیں۔ ردالمختار ج ۱ ص ۶۳ سطر ۱۷ میں رقم طراز ہیں: وقد الغزنی ذالک الامام الزمخشری۔ علامہ عینی تو اتنے معترف ہیں کہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۴۸۱ میں فرماتے ہیں: وقد سمعت الاساتذة الکبار من علماء العرب والعجم ان من رد علی الزمخشری فی غیر الاعتقادیات فھو ردعلیم۔ ۱۲ کوثر)

ان باتوں میں حضرت سیدہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد مشابہ تھیں اور کیوں نہ ہوں وہ بضعة الرسول ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس کا ایک جزو ہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کا جگر گوشہ ہیں۔ اسی لئے تو امام مالک کا قول ہے کہ "میں بضعۃ الرسول سے افضل کسی کو بھی نہیں کہتا۔"

اخلاق میں سچائی اور راست بازی کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ اس میں کوئی بھی حضرت

سیدہ رضی اللہ عنہا کا ہم پایہ نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیت احدا کان اصدق لھجۃ من فاطمۃ الا ان یکون الذی ولدھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

میں نے (حضرت) فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو صادق الکلام نہیں دیکھا البتہ ان کے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۷۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ان دونوں اقوال میں حضرت سیدہ کی سیرت پاک کا جو نقشہ پیش فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کسی سیرت کا تصور ہو ہی نہیں سکتا اور اس بیان پر کسی اضافہ کی گنجائش ہی نہیں۔ لہٰذا یہ فصل یہیں ختم کی جاتی ہے۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہوں میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی قدر ومنزلت اور آپ کی محبت:

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے اور اپنی نشست گاہ سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھاتے، اور حضرت سیدہ کا بھی یہی معمول تھا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں اور اپنی جگہ سے ہٹ کر وہاں آپ کو بٹھاتیں۔ (سنن ترمذی فضائل فاطمہ ج ۲ ص ۲۲۷ وسنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۵۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ سفر فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے، اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے۔

عموماً میاں بیوی میں کبھی کوئی رنجش کی بات ہو ہی جاتی ہے۔ اگر کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا میں کوئی بات ہوگئی تو فوراً حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلقات میں حلاوت پیدا کرنے کی کوشش فرماتے۔ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا میں کچھ بات ہوگئی۔ آپ تشریف لائے اور صفائی کرادی اور بڑی خوشی کے عالم میں واپس ہوئے صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تشریف لے گئے تھے تو اور حالت تھی اور اب اس قدر خوش کیوں ہیں؟ فرمایا:

"میں نے ان دو شخصوں میں صفائی کرادی ہے جو مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"

محض دو ایک بار شکر رنجی کے بعد ان حضرات میں پھر کبھی شکوہ شکایت کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ ایک بار فرمایا تھا کہ "اب میں تمہارے خلافِ مزاج کوئی بات نہ کروں گا۔" ویسا ہی آخر تک عمل کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷ باب فصل فاطمہ) میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ فرمایا "فاطمہ کے شوہر، میں یقین کے ساتھ جانتی ہوں کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے اور نمازیں بھی بہت زیادہ پڑھتے تھے۔"

حضرت سیدہ کی ایک اہم خصوصیت:

حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا ایک اہم شرف یہ ہے کہ گو اسلام نے بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سوکن رکھنا ممنوع ہے کہ اس سے ان کو ایذا ہوگی، جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایذا کا سبب ہے صحیح بخاری و مسلم و سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

ان بنی ہشام بن المغیرۃ استاذ نونی ان ینکحو ابنتهم علی ابن ابی طالب فلا آذن لهم. ثم لا آذن لهم ثم لا آذن لهم الا ان یحب ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی، وینکح ابنتهم. فانما ابنتی بضعة منی یر یبنی مارابها ویوذینی ما آذاها۔

(از صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۰ و ترمذی ج ۲ ص ۲۲۷)

بنی ہشام بن مغیرہ (یعنی ابوجہل کے خاندان والوں) نے علی رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے، میں ان کو اجازت نہ دوں گا، نہ دوں گا، نہ دوں گا۔ ہاں اگر علی رضی اللہ عنہ یہ چاہیں کہ میری بیٹی کو طلاق دیں اور ان لوگوں کی بیٹی سے شادی کریں تو کرلیں کیوں کہ میری لڑکی میرا جگر گوشہ ہے جو چیز اسے بری لگے گی مجھے بھی بری لگے جس سے اس کو ایذا ہوگی، مجھے بھی ایذا ہوگی۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال العلماء: فی هذ الحدیث تحریم ایذاء النبی صلی الله علیه وآله وسلم بکل حال وعلی کل وجه وان تولد ذالک الایذاء مما کان اصله مباحا وهو حی۔

علما نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی حال ہو نبی ﷺ کو ایذا دینا حرام ہے۔ چاہے کسی شکل میں ہو۔ اگرچہ کسی مباح فعل ہی سے ایذا کا ظہور ہو، اور آپ تو بحال حیات ہیں۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ شان قابل لحاظ ہے کہ گو اس زمانہ میں عرب کئی کئی بیویاں رکھتے تھے اور یہ ان کا عام دستور تھا، مگر حضور انور ﷺ کے ارشاد بالا پر آپ نے اس مضبوطی سے عمل کیا کہ جب تک حضرت سیدہ حیات رہیں دل میں دوسری شادی کا خیال تک نہیں آیا۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس خوبی کا بڑا اثر تھا۔ چنانچہ وصیت فرمائی کہ آپ میرے بعد امامہ بنت ابو العاص سے شادی کر لیجیے گا، امامہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی نہایت چہیتی بھانجی اور آپ کی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ حضور انور ﷺ اپنی اس نواسی کو بہت پیار فرماتے تھے۔ حضرت امامہ کے والد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میری امامہ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیجئے گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا اس طرح حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی وصیت پر بھی عمل ہو گیا۔ یہ وصیت پر وصیت اس لئے ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہا سیدہ اور حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملاتِ زوجیت سے بے حد خوش تھے۔ اور ان سے زیادہ مناسب کوئی شوہر ان کی نگاہ میں نہ تھا۔

پیغمبرانہ زندگی کا بہترین مظہر:

امام سفیان بن عیینہ جو حدیث کے نہایت بلند پایہ امام ہیں اور امام بخاری وغیرہ کے شیخ الشیوخ ہیں، فرماتے ہیں:

لان علیا رضی الله عنه کان ازهد اصحاب رسول الله صلی الله علیه

علی رضی اللہ عنہ، صحابہ رسول اللہ ﷺ میں سب سے بڑے زاہد تھے۔

و آلہ وسلم۔

(عوارف المعارف علی احیاء العلوم ج ۲ ص ۴۳)

اس سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع کا تصور کرو، اور حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا زہد و ورع بھی پیغمبرانہ زندگی کا کامل ترین مظہر تھا۔ خود رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس تربیت نے ان دونوں حضرات کو اس سانچے میں ڈھال دیا تھا۔

جیسے زہد و قناعت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر کئی کئی فاقے ہو جاتے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی ہو جاتے تھے۔ ایک بار آپ ایک صحابی کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور دعوت کا انتظام کیا۔ کھانا سامنے آیا تو آپ نے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھ کر فرمایا "فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دو، کئی روز سے اس کو کھانا نصیب نہیں ہوا ہے۔" (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۰ باختصار)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد و قناعت اور فقر و ورع حد درجہ موثر ہے اور اس سے دل پر بڑا گہرا اثر پڑتا ہے اس کا نہایت مختصر بیان ایک فاضل کے الفاظ میں یہ ہے:

حضرت سیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں اور اسلام نے رہبانیت کا قلع قمع کر دیا تھا، اور فتوحات کی کثرت مدینہ منورہ میں مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھی، لیکن جانتے ہو کہ اس میں جگر گوشہ رسول کا کتنا حصہ تھا؟ اس کا جواب سننے سے پہلے آنکھوں کا اشکبار ہو جانا چاہیے۔

سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے، گھر کے تمام کام خود انجام دیتی تھیں۔ کپڑے کی اتنی کمی تھی کہ جھاڑو دینے اور چولہے کے پاس بیٹھنے سے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے، لیکن جب انہوں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تکلیف بیان فرمائی اور مال غنیمت میں سے کچھ طلب فرمایا تو ارشاد ہوا "جان پدر! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔" اس کے بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے زہد و ورع اور فقر و قناعت کا معیار حد درجہ بلند ہو گیا۔

ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔

ایسی کٹی ہے آلِ پیمبر کی زندگی یہ ماجرا ہے دختر خیرالانام کا

(علامہ شبلی)

(یہ مصرع دراصل اس طرح تھا "یوں کی ہے اہل بیت مطہر نے زندگی۔" ترمیم کمترین نے کی ہے۔ ۱۲ کوثر)

آنحضرت ﷺ کو اس کا ہمیشہ اہتمام تھا کہ آپ کی ذریت طاہرہ تکلفات دنیا سے بے تعلق رہے۔ ایک بار آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے خیر مقدم میں دروازے پر پردے لگا دیئے تھے۔ حضور ﷺ حسب معمول حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے مگر اس دنیوی تکلف کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی ناپسندیدگی کا علم ہوا تو دروازہ سے پردہ کا کپڑا اتار کر چاک کر ڈالا، اس سے آپ کی ناراضگی دور ہوئی اور فرمایا:

"میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل بیت زخارف دنیا سے تعلق رکھیں۔"

مناقب سیدہ کی چند احادیث کی مختصر تشریح

حضرت سیدہ تمام مومن عورتوں کی سردار ہیں

حضور انور ﷺ نے اپنے ارتحال کے وقت حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے:

اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اہل الجنہ. اونساء المؤمنین۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۱۲)

کیا تم اس سے شاد کام نہیں ہو کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو، یا یہ فرمایا۔ تمام مومن عورتوں کی سردار ہو۔

مستدرک کی روایت بڑی واضح ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء العالمین، وسیدۃ نساء المؤمنین وسیدۃ نساء ھذہ الامۃ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۶۵)

کیا تم اس سے شاد کام نہیں ہو؟ کہ تم تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہو، تمام مومن عورتوں کی سردار ہو، تمام مومن عورتوں کی سردار ہو اور اس امت کی عورتوں کی بھی سردار ہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سیّدۃ نساء العالمین کی شرح میں فرماتے ہیں:

بدانکه این حدیث دلالت دارد بر فضل فاطمه بر تمامهٔ نساء مومنات. حتی از مریم و آسیه. وخدیجه. وعائشه همچنین گفته است سیوطی۔	اس کو جان لو کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ کو تمام مومن عورتوں پر فضیلت حاصل ہے حتیٰ کہ مریم و آسیہ، اور خدیجہ و عائشہ پر بھی۔ ایسا ہی کہا ہے (امام) سیوطی نے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۴)

(اس سلسلہ میں حضرت شیخ نے اور بھی مفید باتیں لکھی ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ (حضرت) فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ مگر حضرت مریم کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس امت میں فاطمہ ایسی ہیں کہ جیسی مریم اپنی امت میں تھیں یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس امت کی تمام عورتوں میں اسی طرح سب سے افضل ہیں جیسے حضرت مریم اپنے عہد کی تمام عورتوں میں سب سے افضل تھیں...... ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں سے افضل ہیں مگر حضرت مریم سے افضل نہیں ہیں، لیکن اوپر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بلا استثنا تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

اس اختلاف کو حضرت شیخ جس طرح حل فرماتے ہیں اس کا خلاصہ تعبیر میں ذرا سی تبدیلی و اضافہ کے بعد یہ ہے: فضائل و مراتب میں ترقی ہوا کرتی ہے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا پہلے اس درجہ پر تھیں کہ حضرت مریم کو چھوڑ کر باقی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ اس وقت حسب اطلاع ربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مریم کو چھوڑ کر تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس درجہ پر فائز ہوئیں کہ حضرت مریم سے بھی افضل ہو گئیں اس وقت آپ نے حسب اطلاع ربانی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ فرمایا "کیا تم اس پر شاد کام نہیں ہو کہ تم تمام عالم کی عورتوں سے افضل ہو۔" واضح ہو کہ یہ فضیلت آخر میں حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدہ کے ارتحال سے محض چھ ماہ پہلے اس روز آپ کو یہ بشارت ملی ہے جس کے ایک ہی دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی ہے۔ ۱۲ کوثر)

حضرت شیخ محدث دہلوی نے جو فرمایا ہے، وہی صحیح ہے، واقعی حضرت سیدہ اور تو اور حضرت مریم سے بھی افضل ہیں، جن کو بعض لوگوں نے نبی تک مانا ہے، حالانکہ وہ نبی نہ تھیں یہ ضرور ہے کہ فرشتہ ان کے پاس آ کر خود ان کے متعلق کچھ دینی ہدایات دے گیا ہے مگر اتنے سے کوئی نبی نہیں ہوتا۔ نبی تو وہ ہے جس پر امت کی ہدایت اور تبلیغ کی وحی ہوئی ہو، مگر اس سے اتنا تو یقینی ہے کہ حضرت مریم میں بڑی امتیازی شان ہے لیکن حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے افضل ہیں۔ ثبوت

ہے وہ حدیث جس میں بلا استثنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو تمام عالم کی عورتوں کا سردار فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا حضرت مریم سے بھی افضل ہیں۔ اور اس میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت سیدہ افضل ہیں یا حضرت خدیجہ؟ یا حضرت عائشہ؟ نیز حقائق بھی بول رہے ہیں کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ہی افضل ہیں۔ اور محققین نے بھی یہی کہا ہے۔ امام سیوطی نے مباحث کا جائزہ لینے کے بعد تصریح کر دی کہ: "صحیح تر بات یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔" (حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۳۲ و اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۴)

امام سبکی نے کتنی صحیح اور متوازن بات فرمائی ہے:

نختار و ندین اللہ بہ ان فاطمہ افضل، ثم امہا خدیجہ ثمہ عائشۃ۔

ہم اسی بات کو اختیار کرتے ہیں اور ہمارا دین یہی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں، ان کے بعد ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، ان کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

(حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۵۳۳)

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۸۵ میں امام سبکی کا یہ قول بزبان فارسی درج ہے۔ ۱۲ کوثر)

پوری تاریخ انسانی میں صرف چار عورتیں کمالات کے اس درجہ پر فائز ہیں جس کے آگے عورت کے لئے کوئی درجہ ہی نہیں۔ ان میں ایک حضرت سیدہ ہیں:

یوں تو دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر عورتیں ہیں لیکن کمالات انسانی کا سب سے اونچا مقام وہ ہے جس کے بعد صرف نبوت کا درجہ ہے اس مقام پر پوری تاریخ انسانی میں صرف چار عورتیں فائز ہیں۔ (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقۂ عظمیٰ۔ (۲) فرعون کی بیوی حضرت آسیہ صدیقۂ عظمیٰ۔ (۳) ام المومنین حضرت خدیجہ صدیقۂ کبریٰ۔ (۴) سیدۂ عالم، صدیقۂ کائنات، بضعۃ الرسول حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہا) سنن ترمذی ج ۲ ص ۴۲۹ میں ہے:

حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران، وخدیجۃ بنت خویلد، وفاطمۃ بنت محمد، وآسیۃ امرأۃ فرعون۔

(اقتدا کے لئے) تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔

اس میں اشارہ ہے کہ بس یہی چار عورتیں اعلیٰ درجہ کے کمالات زہد و ورع، انابت الی

اللہ، دنیا کے بجائے آخرت کے اہتمام اور تقریب الٰہی میں سب سے ممتاز ہیں۔ شارحین حدیث نے بھی اس کی شرح میں کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔ مرقات میں ہے:

یکفیك من نساء العالمین الواصلة الی مراتب الکاملین فی الاقتداء بهن وذکر مناقبهن وزهدهن فی الدنیا واقبالهن فی العقبیٰ۔

یہ چار عورتیں جو کاملین کے درجہ پر فائز ہیں بس کافی ہے کہ انہیں کی اقتداء کرو۔ ان کے مناقب ومحاسن کو یاد کرتے رہو اور اس کو بھی کہ دنیا کے بجائے آخرت ہی کی طرف ان کا رجحان واہتمام ہے۔

(حاشیۂ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹)

انہیں خوبیوں کی بناء پر تمام جنتی عورتوں میں انہیں چار کو، حدیث میں سب سے افضل فرمایا گیا ہے۔ مستدرک میں ہے:

افضل نساء اهل الجنة. خدیجة وفاطمه ومریم وآسیه۔

جنتی عورتوں میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں: خدیجہ، فاطمہ، مریم اور آسیہ۔

(التاج الجامع ج ۳ ص ۳۷۹)

(یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے (خصائص کبریٰ، سیوطی ج ۴ ص ۲۶۵) کوثر)

ان چار عورتوں میں برتری حضرت سیدہ بضعۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وعلیہا) ہی کو حاصل ہے، جیسا کہ گزشتہ فصل میں لکھا گیا ہے۔

یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ حضرت سیدہ بضعۃ الرسول ہیں:

جس کی بنا پر آپ بے حد مقرب الٰہی ہیں، علمائے طریقت نے تقرب الٰہی کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں: (۱) قرب الفرائض (۲) قرب النوافل (۳) قرب الوجود۔ اول و دوم کا ذکر ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما تقرب اِلیَّ عبد بشیٔ احبّ اِلیّ مما افترضت علیه، وما یزال عبدی یتقرب اِلیَّ بالنوافل حتیٰ

میرے کسی بندہ نے کسی ایسی چیز سے میرا تقرب حاصل نہیں کیا جو میرے مقرر کئے ہوئے فرائض سے بڑھ کر مجھے محبوب ہو، میرا

احببتهٗ، فاذا احببته فكنت سمته الذى يسمع به. وبصره الذى يبصر به، ويده التى يبطش بها، ورجله التى يمشى بها وان سائنى لاعطينه، ولئن استعاذنى لاعيذنه۔

(مشکوٰۃ ص ۱۹۷ بحوالہ بخاری)

بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا تقرب حاصل کرتا رہے گا تو میں اس سے محبت کرنے لگوں گا اور جب اس سے محبت کروں گا تو یہ بات نصیب ہو جائے گی کہ اب میرا نور اس کا کان ہے۔ جس سے وہ سنتا ہے۔ میرا نور اس کی نظر ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میرا نور اس کا ہاتھ ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور (لیتا) ہے اور میرا نور اس کا قدم ہے جس سے وہ گامزن ہوتا ہے۔ اگر یہ بندہ مجھ سے کچھ بھی مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر میری پناہ کا طلبگار ہے تو میں اسے اپنی پناہ میں رکھوں گا۔

(لفظی ترجمہ یہ ہے "میں اس کا کان بن جاتا ہوں، اس کی نظر بن جاتا ہوں"۔ اسی طرح باقی دو اعضاء کے لئے بھی یہی تعبیر ہے، لیکن لفظی ترجمہ مراد نہیں ہے اس کا ایک مفہوم وہ ہے جو راقم السطور نے ترجمہ میں پیش کیا ہے۔ ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ نوافل پر مواظبت کرنے سے وہ قرب الٰہی نصیب ہو جاتا ہے کہ بندہ کے افعال رضائے الٰہی میں فنا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ وہی دیکھتا ہے اور سنتا ہے جس کے دیکھنے اور سننے میں اللہ کی خوشنودی ہے اور وہی چیز ہاتھ میں لیتا ہے اور ہاتھ وہی کام کرتا ہے جس میں اللہ کی مرضی ہے، نیز وہیں قدم اٹھاتا ہے جہاں جانے میں رضائے الٰہی ہے۔ پھر یہ باتیں اس طرح غور میں آتی ہیں کہ یہ افعال رضائے الٰہی کا پورا ظل ہیں۔ حتیٰ کہ اگر بالفرض خود باری تعالیٰ بلا واسطہ ان افعال کو صادر فرماتا تو یہ بالکل وہی ہوتے کچھ فرق نہ ہوتا۔

میری مرضی ان کی مرضی ایک ہے مطلب و مقصود یعنی ایک ہے

یہی حقیقت ہے قرب نوافل کی اور اسی کو فنا و بقا کہتے ہیں۔ قرب نوافل کے ان دونوں پہلوؤں پر حضور غوث اعظم سیدنا و شیخنا شیخ عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ نے فتوح الغیب شریف کے...... میں بڑی ایمان افروز روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کی شرح صفحہ ۳۴ میں شیخ محدث دہلوی نے بڑے...... حقائق بیان کئے ہیں۔ یہ حاشیہ زیادہ تر فتوح الغیب اور اس کی شرح سے ماخوذ ہے۔ ۱۲ کوثر)

اس حدیث میں قرب فرائض کا اشارۃً وضمناً اور قرب نوافل کا صراحۃً ذکر ہے، ان دونوں کی تشریح حسب ذیل ہے۔

① اللہ کے مقرر کردہ فرائض کو حسن نیت، اخلاص اور حسن وخوبی سے ادا کیا جاتا ہے، تو ایک خاص تقرب نصیب ہوتا ہے اس کا نام ہے قرب فرائض۔

② فرائض کے علاوہ نفلی کام بھی حسن نیت، اخلاص اور حسن وخوبی سے کئے جائیں تو قرب محبت نصیب ہوتا ہے اسی کا نام قرب نوافل۔

قرب فرائض اور قرب نوافل کے علاوہ ایک اور تقرب ہے جسے قرب وجود کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کا وجود ہی قرب الٰہی کا حامل ہے کہ اس کا خمیر اور طینت نہایت پاکیزہ، اس کا جوہر نہایت مقدس اور اس کی ذات میں پیغمبر کا جزو موجود ہے۔ ایسا شخص اللہ کا ایسا محبوب اور مقرب بندہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ ایسے نہیں ہو سکتے کیونکہ اس میں جزویت نبوی ہے۔

حدیث میں جو حضرت سیدہ کے متعلق فرمایا گیا ہے:

فاطمة بضعة منی، من اغضبها فقد اغضبنی۔

فاطمہ، میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۶ و ۲۳۲ کوثر)

اس میں یہی حقیقت ہے کہ اس میں جزویت نبوی ہے اور اسی کا نام ہے قرب وجود جس کو یہ مشرف بخشا گیا اس کا ہم پایہ کون ہو سکتا ہے؟ اسی لئے تو امام مالک نے فرمایا ہے:

لا افضل علی بضعة رسول الله صلی الله علیه وسلم احداً۔

میں بضعۃ الرسول سے افضل کسی کو نہیں کہتا۔

اور اسی بنا پر شیخ عبد الحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات (ج ۴ ص ۶۸۴) میں لکھتے ہیں:

هیچ کس بحسب شرف ذات و طهارت طینت و پاکی جوهر بفاطمه و حسنین نرسد۔

کوئی شخص شرف ذات، طینت وضمیر کی پاکیزگی اور جوہر کی تطہیر میں حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔

اس بنا پر حضرت سیدہ کا سب سے بڑا شرف اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ

بضعۃ الرسول ہیں، اس کا ترجمہ لوگوں نے جگر پارہ اور جگر گوشہ کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی گوشت پارہ رسول کہتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۵)

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی اس فضیلت پر علامہ ہند حضرت علامہ غلام علی آزاد بڑی عقیدت سے فرماتے ہیں:

ای یکے گفت دختر صدیق بہتر از دخت سید البشر است
مصرعہ در جواب او گفتم رشتہ دیگر رگِ جگر و گر است

"کل رات ایک شخص نے کہا" حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاجزادی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) رسول خدا سید البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صاجزادی (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے بہتر ہیں۔"

میں نے اس کے جواب میں ایک مصرع کہا:

رشتہ دیگر رگِ جگر و گر است

یعنی رشتہ شے دیگر ہے اور رگِ جگر کچھ اور ہے۔

حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو جس طرح بہترین اور اعلیٰ ترین قرب وجود کا شرف حاصل ہے اسی طرح بہترین قرب فرائض اور اعلیٰ ترین قرب نوافل کے فضائل سے بھی اللہ نے آپ کو نوازا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تینوں تقرب کی بہترین جامعیت آپ ہی میں ہے۔ اس میں اللہ کی بے شمار مصلحتیں ہیں۔ ایک مصلحت یہ ہے کہ حسنین رضی اللہ عنہما جن سے ذریت طاہرہ اور بہترین دنیائے امت کا سلسلہ جاری ہے اور جو قرب فرائض و قرب نوافل کے امام ہیں ان کی تربیت کے لئے ایسے ہی جامع الفضائل، مادر مہربان کی گود چاہیے۔ حضرت سیدہ کا زہد و ورع انابت الی اللہ، شفقت، خلق، ایثار، صبر و تحمل، کثرت عبادت، دنیا کے بجائے آخرت کا اہتمام اور تقرب الٰہی کے اعمال میں دن رات مشغولیت اور ایسے ہی بکثرت محاسن و فضائل، شواہد حقہ اور دلائل ناطقہ ہیں کہ آپ قرب فرائض اور قرب نوافل کے اس مقام پر فائز ہیں جس کی مثال پیش کرنے سے پوری تاریخ نسوانی درماندہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فاطمہ زہرا سیدہ عالم رضی اللہ عنہا پر۔

پنجتن پاک کہنے کا ثبوت

حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ

بخدمت وحید الدہر فرید العصر غزالیٔ زماں عالی جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد۔ اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ راقم نے کافی ایام سے ایک استفسار "پنج تن پاک" پر لفظ "پاک" استعمال کے جائز اور ناجائز ہونے کے متعلق روانہ خدمت عالیہ کیا تھا جس کا جواب تا حال موصول نہیں ہوا اور جواب کا انتظار بے صبری سے کیا جا رہا ہے۔ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ آزاد کشمیر میں ایک غلام خانی وہابی و مستند جامعہ اشرفیہ جو اپنے آپ کو سنی حنفی صحیح العقیدہ ظاہر کرتا ہے اور ساتھ ہی حسب موقع شر انگیز شوشے چھوڑتا ہے۔۔ اس نے پنج تن پاک پر لفظ "پاک" کے استعمال کو ناجائز قرار دیا اور مزید برآں کہ یہ حضرات آیت تطہیر میں داخل ہی نہیں۔ جس سے لوگوں میں سخت بے چینی ہے۔ برائے کرم آپ اپنے قیمتی اور قابل قدر تحقیق سے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

طالب علم! سید محمد اشرف الکاظمی المشہدی

خطیب جامع مسجد مہاجرین کرشن نگر و مدرس دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور

الجواب:

محترم المقام حضرت سید صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اس سے قبل جناب کا کوئی نوازش نامہ فقیر کی نظر سے نہیں گزارا۔ جواباً عرض ہے کہ پنجتن کے معنی ہیں پانچ افراد۔ اور ان سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حسنین کریمین، سیدہ فاطمۃ الزہرا، حضرت علی المرتضیٰ [اور آیہ تطہیر ان پانچوں مقدسین کے بارے میں نازل ہوئی۔ جس میں "وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" موجود ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں پاک کر دے۔ پاک کرنا۔ جو اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ پنجتن واقعی پاک ہیں۔

دیکھئے، تفسیر ابن جریر میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نزلت هذه الاية فى خمسة فى وفى على رضى الله عنه وحسن رضى الله عنه وحسين رضى الله عنه و فاطمه رضى الله عنها اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۝

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ "پنجتن" کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ میری شان میں اور علی h کی اور حسن اور حسین ااور حضرت فاطمہ k کی شان میں! کہ جز ایں نیست اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اے اہل بیت کہ تم سے ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں پاک کردے۔ پاک کرنا۔

(تفسیر ابن جریر پ ۲۲، صفحہ ۵ طبع مصر)

رسول اللہ ﷺ نے جب خود اپنی زبان مبارک سے "خمسة" کا لفظ فرمادیا اور خمسة سے اپنی مراد کو ظاہر فرمانے کے لیے تفصیل ارشاد فرمادی۔ اور صاف صاف اظہار فرمادیا کہ آیہ تطہیر کی شانِ نزول یہ پانچ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا تو اب اس کے بعد کسی شقی القلب کا یہ کہنا کہ معاذ اللہ پنجتن کو پاک کہنا جائز نہیں اور پنجتن آیہ تطہیر میں داخل نہیں۔ بارگاہِ رسالت ﷺ سے بغاوت اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ اس کا یہ مقصد نہیں کہ معاذ اللہ ان پانچ کے سوا ہم کسی کو پاک نہیں مانتے۔ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات بھی آیہ تطہیر میں شامل ہیں۔ اسی لئے ہم ان کے ساتھ مطہرات کا لفظ لازمی طور پر استعمال کرتے ہیں اور اُن کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار مقدس محبوب بندے اور بندیاں یقیناً پاک ہیں اور ہم ان کی پاکی کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن لفظ پنجتن پاک بولنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ حدیث منقولہ بالا میں خود حضور b کی زبانِ مبارک سے خمسة کا کلمہ مقدسہ ادا ہوا پھر ان کی تفصیل بھی خود حضور ﷺ نے فرمائی اور ان کی شان میں آیہ تطہیر کے نزول کا ذکر فرمایا۔

اگر پنجتن پاک کے لفظ کا یہ مفہوم لیا جائے کہ معتقدین کے نزدیک ان پنجتن کے سوا کوئی پاک ہی نہیں تو معاذ اللہ یہ الزام رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ پر بھی عائد ہوگا۔ کیونکہ

خمسة کا لفظ زبان رسالت ﷺ کا ارشاد ہے۔ معلوم ہوا کہ پنجتن کو پاک کہنے والے سب سے پہلے اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اس کلمہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ پاکی انہیں پانچ میں منحصر ہے اور معاذ اللہ ان پانچ کے سوا کوئی اور پاک نہیں بلکہ یہ بھی پاک ہیں اور ان کے سوا وہ سب پاک ہیں جن کی پاکی پر کتاب و سنت سے دلیل قائم ہے۔

اُمید ہے آپ مطمئن ہو جائیں گے۔ اس سلسلہ میں اگر مزید کچھ فرمانا ہو تو پھر تحریر فرمائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مفصل لکھوں گا۔ والسلام

سید احمد سعید کاظمی، مدیر مسئول

بحوالہ: ماہنامہ السعید ملتان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ء

الطرق کلها آداب

۱۳ ۲۹

الطُرُقُ كُلُّها آدابٌ

ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع

اور

حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی (بھی وہیں) بیٹھے ہوئے تھے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص قبیلے کی (جو) اونٹنی (ذبح ہوئی ہے اس) کی اوجھڑی اُٹھا لائے اور (لا کر) جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے۔ ان میں سے ایک سب سے زیادہ بدبخت (آدمی) اُٹھا اور اوجھڑی لے کر آیا اور دیکھتا رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔

(عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں یہ (سب کچھ) دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا کاش (اس وقت) مجھے کچھ زور ہوتا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر) وہ لوگ ہنسنے لگے اور ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہی تھے (بوجھ کی وجہ سے) اپنا سر نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ بوجھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر سے اُتار کر پھینکا تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اُٹھایا اور تین بار فرمایا: یا اللہ تو قریش کی تباہی کو لازم کر دے۔ یہ (بات) ان کافروں کو ناگوار ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بددعا دی ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر مکہ میں دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان میں سے) ہر ایک کا (جدا جدا) نام لے کر کہا کہ اے اللہ! ان کو ضرور ہلاک کر

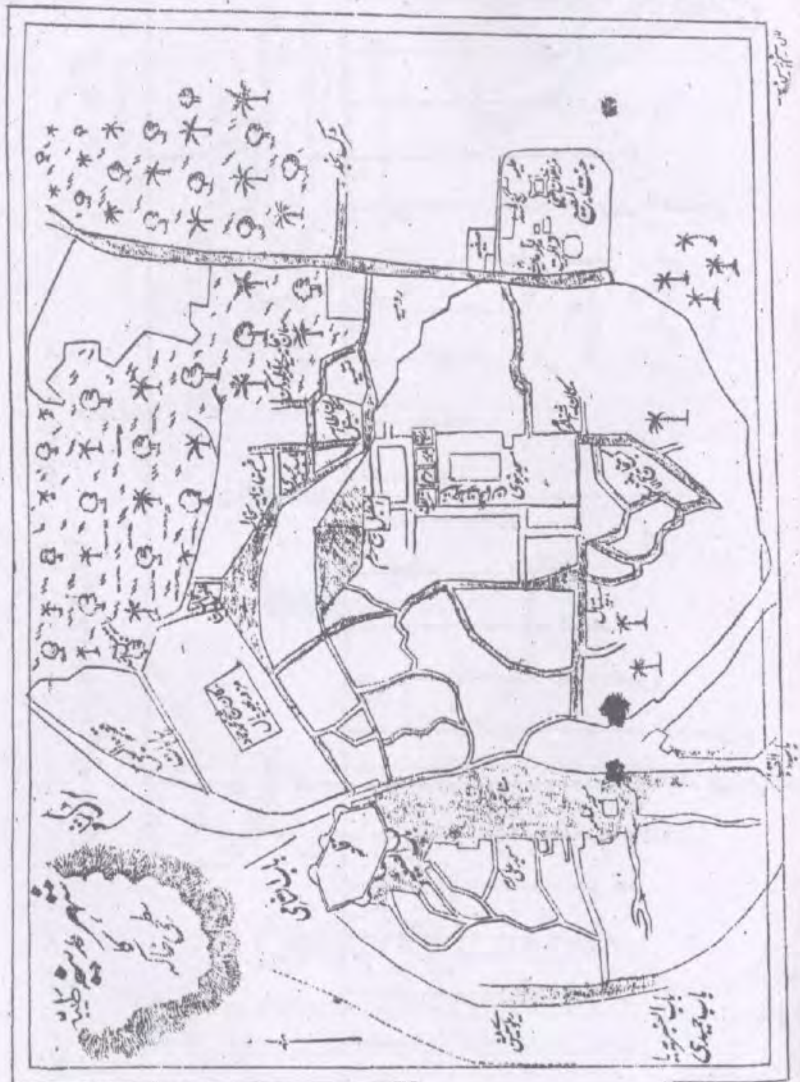
دے۔ ابوجہل کو، عقبہ بن ربیعہ کو، شیبہ بن ربیعہ کو، ولید بن عتبہ، اُمیہ بن خلف اور عقبہ بن معیط کو۔ ساتویں آدمی کا نام (بھی) لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے جن لوگوں کا رسول اللہ ﷺ نے (بددعاء میں) نام لیا تھا۔ میں نے ان کی (لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے دیکھا۔

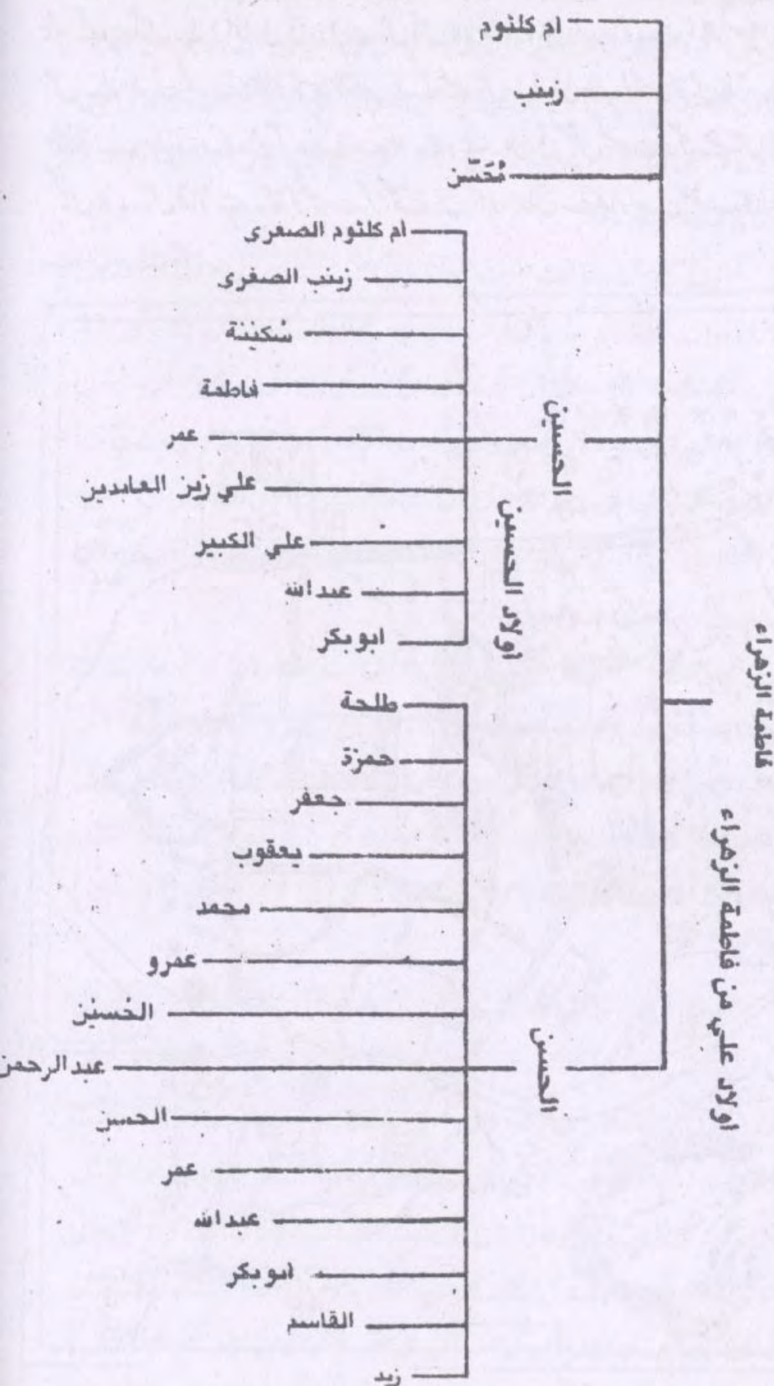
جبکہ صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک دن) بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی (اینڈ کمپنی) وہاں بیٹھے تھے، ادھر ایک دن قبل ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی تو ابوجہل نے کہا تم میں سے کون جا کر اس کا بچہ دان لاتا ہے اور اس کو رکھ دیتا ہے محمد ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں جب وہ سجدے میں جائیں۔ تو یہ سن کر ان لوگوں میں سے بدبخت ترین آدمی (عقبہ بن ابی معیط ملعون) اٹھا اور لایا اس کو اور رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں گئے تو آپ ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں وہ بچہ دان رکھ دیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ان لوگوں نے ہنسنا شروع کیا اور مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور میں (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کھڑا ہوا دیکھتا تھا کاش میرے لیے دفاع کی طاقت ہوتی (یعنی میرے مددگار لوگ ہوتے) تو میں پھینک دیتا اس کو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ سے اور نبی اکرم ﷺ سجدے ہی میں رہے آپ نے سر نہیں اُٹھایا یہاں تک کہ ایک آدمی گیا اور اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر کی تو وہ (اسی وقت) تشریف لائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت لڑکی تھیں اور اس کو پھینکا آپ ﷺ کی پیٹھ سے پھر ان لوگوں کی طرف آئیں ان کو بُرا بھلا کہا۔ جب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے بددعا کی ان پر۔ اور آپ ﷺ کا عام معمول تھا کہ جب دعا کرتے تو تین بار دعا کرتے اور جب خدا سے کچھ مانگتے تو تین بار مانگتے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! قریش کی خبر تو ہی لے۔ تین بار یہ بددعا فرمائی۔ ان لوگوں نے جب آپ ﷺ کی آواز سنی تو ہنسی جاتی رہی اور آپ ﷺ کی بددعاء سے ڈر گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تو سمجھ لے ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط سے اور ساتویں کا

نام مجھے یاد نہیں رہا۔ (بخاری کی روایت میں اس کا نام عمارہ بن ولید مذکور ہے) پھر قسم اس کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا پیغمبر بنا کے بھیجا میں نے ان سب لوگوں کو جن کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لیا بدر کے دن گرے پڑے ہوئے دیکھا۔ ان کی نعشیں گھسیٹ کر گڑھے میں ڈالی گئیں جو بدر میں تھا (جیسے کتے کو گھسیٹ کر پھینکتے ہیں) ابو اسحاق نے کہا ولید بن عقبہ کا نام غلط ہے اس حدیث میں۔




اولاد علی من فاطمة الزهراء
فاطمة الزهراء
ام كلثوم
زينب
مُحسّن
الحسين
اولاد الحسين
ام كلثوم الصغرى
زينب الصغرى
سُكينة
فاطمة
عمر
علي زين العابدين
علي الكبير
عبد الله
ابو بكر
الحسن
طلحة
حمزة
جعفر
يعقوب
محمد
عمرو
الحسين
عبد الرحمن
الحسن
عمر
عبد الله
ابو بكر
القاسم
زيد

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر



صَلوٰۃُ اللہ وسَلامُہٗ علٰی ابیہا وعلیہا

باب 13



اِذَا فِیْ مَجْلِسٍ نَذْکُرُ عَلِیًّا
وَسِبْطَیْهِ وَ فَاطِمَةُ الزَّکِیَّةُ

جب کسی مجلس میں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کی اولاد اور
حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا (کے فضائل و محاسن) کا ذکر کرتے ہیں۔

یُقَالُ تَجَاوَزُوْا یَاقَوْمُ هٰذَا
فَهٰذَا مِنْ حَدِیْثِ الرَّافِضِیَّةُ

تو کہا جاتا ہے، لوگو! اس ذکر کو چھوڑو، یہ شیعیت کی باتیں ہیں۔

بَرِئْتُ اِلَی الْمُهَیْمِنِ مِنْ اُنَاسٍ
یَرَوْنَ الرَّفْضَ حُبَّ الْفَاطِمِیَّةُ

میں اللہ کے لیے ایسے لوگوں سے بری الذمہ ہوں،
جو آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت کو تشیع سمجھتے ہیں۔

—— (حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) ——

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

عصرِ حاضر میں سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی کرم فرمائیاں

تحریر: ملک محبوب الرسول قادری

اس اشاعت خاص کا آغاز چند خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تصرفات و اختیارات کے تین ایسے واقعات و مشاہدات سے کیا جاتا ہے جو عصر رواں کے ساتھ متعلق ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

(۱)

قدرت اللہ شہاب نے "شہاب نامہ" میں اپنا مشاہدہ یوں بیان کیا ہے۔

"ایک بار میں کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی میں جمعہ کی نماز پڑھنے اُس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ سے مولوی صاحب اُردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے اُن کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجیب وغریب داستانوں سے اٹا اٹا بھرا ہوا تھا۔ کسی کہانی پر ہنسنے کو جی چاہتا تھا کسی پر حیرت ہوتی تھی لیکن انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے سیدھی میرے دل میں اُتر گئی یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کے باہم محبت و احترام کا تھا۔ باپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور بیٹی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی۔ مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ رسولِ کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تھے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کی منت کرتے تھے کہ وہ اُن کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں اور اُسے منظور کروالائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور ﷺ خوش دلی سے اُنہیں منظور فرما لیتے تھے۔ اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میں اسی بوسیدہ سی مسجد میں نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل

میں نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کی نیت سے پڑھے پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی "یا اللہ! میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لیے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہوگا اس لیے میں اللہ تعالی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں اور وہ میری ایک درخواست اپنے والدگرامی کے حضور پیش کر کے منظور کروالیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راستوں سے واقفیت نہیں رکھتا اگر سلسلہ اویسی واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب و توفیق عطا فرمائی جائے۔"

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا چھ سات ہفتے گزر گئے میں اس واقعہ کو بھول بھال گیا۔ پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھابھی کا ایک عجیب خط موصول ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم وصلوٰۃ خاتون تھیں انہوں نے لکھا تھا کہ:

The other right I had the good fortune to see "Fatimah" daughter the Holy Prophet (Peace be Upon Him) in my dream. She talked to me most graciously and said, "Tell your brother-in-law Qudrat Ullah Shahab, that I have submitted his request to my exalted Father who has very kindly accepted it."

(اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتادو کہ میں نے اُس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی تھی انہوں نے از راہِ نوازش اُسے منظور فرمالیا ہے)۔

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش وحواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں اُن باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہوا۔ میرے روئیں روئیں میں ایک تیز و تند

نشے کی طرح چھا جاتا تھا۔ کیسا عظیم باپ! اور کیسی عظیم بیٹی! دو تین دن میں میں اپنے کمرے میں بند ہو کر دیوانوں کی طرح اس مصرعہ کی مجسم تصویر بنا بیٹھا رہا۔

مجھ سے بہتر ہے میرا ذکر کہ اُس محفل میں ہے!

(صفحہ ۱۱۸۰تا۱۱۸۲)

اس کے بعد قدرت اللہ شہاب نے سلسلہ اویسیہ شریف اور اولیاء وصلحاء کے تصرفات کے حوالے سے اپنی وارداتِ قلبی اور مشاہدات بیان کئے ہیں۔

(۲)

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری مدظلہ، ماضی قریب کے نامور محقق، مصنف، مترجم، مدرس اور روحانی پیشوا حضرت استاذ الاساتذہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کے فرزند اکبر و جانشین ہیں۔ دھیمے مزاج کے حامل، نیک خو دینی اسکالر ہیں۔ ۶ نومبر ۲۰۱۶ء کو ان سے عزیز گرامی حافظ محمد محسن قادری کے ہمراہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک روح پرور واقعہ سنایا کہ دل کے تاروں کو چھیڑ دیا۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے تصرف و کرم نوازی کا یہ واقعہ میں نے انہیں لکھ دینے کی گزارش کی انہی کے قلم سے آپ کے ملاحظہ کے لئے اگلے صفحہ پر پیش کیا جا رہا ہے۔

"انسانی زندگی میں کسی وقت بادِ بہاری کے خوشگوار جھونکوں جیسا کوئی لمحہ آتا ہے اور اس کے دامن کو ایسی عظیم نعمت سے مالا مال کر جاتا ہے کہ وہ اپنے دامن میں قدرت کا عظیم ترین عطیہ رکھنے کے باوجود ایک طرف تو سجدہ شکر بجالاتا ہے جبکہ دوسری طرف ورطۂ حیرت میں گم ہو کر خود سے سوال کرتا ہے: "میں کہاں اور یہ نعمت عظمیٰ کہاں؟"

عمر رواں کے گریز ان لمحوں میں آج (۲۰۱۶ء) سے چار سال قبل مجھے بھی ایک ایسی ہی صورت حال کا سامنا تھا جب ہزاروں بچوں اور بچیوں کو قرآنِ کریم کے نور سے آراستہ کرنے والی ایک پابند صوم وصلاۃ اور تہجد گزار خاتون نے ۱۸ اپریل ۲۰۱۲ء کو حرمین شریفین کی حاضری سے واپسی پر بتایا کہ وہ تقریباً پندرہ سال پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئی تھیں۔ تب ایک دن وہ مسجد نبوی میں بیٹھی تھیں، اچانک انہیں اونگھ آ گئی، آنکھ لگی تو مقدر بیدار ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ روضہ شریف سے ایک خاتون باہر آئی ہیں، انہوں نے آتے ہی مائی صاحبہ کو اُن کا نام لے کر مخاطب کیا اور فرمایا: "یہ رباعی پڑھا کرو۔"

یارسول اللہ انظر حالنا	یاحبیب اللہ اسمع قالنا
انني في بحر غمٍ مُغرِقٌ	خزیدی سھل لنا اشکالنا

(۳)

مائی صاحبہ نے اس گراں قدر تحفے کو وصول کرتے ہوئے اپنی عظیم محسنہ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" تو انہوں نے فرمایا: "میرا نام فاطمہ ہے۔" پھر انہوں نے بقیع شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "میں ادھر رہتی ہوں۔"

اس مختصر مکالمے کے بعد مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی اور انہیں خواب کے سارے منظر اور الفاظ یاد تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو یہ خواب سنایا تو سب نے کہا: "وہ تو حضور ﷺ کی چہیتی صاجزادی سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔" مگر مائی صاحبہ نے نہایت سادگی سے کہا: "ان کا اسم گرامی تو سیدہ بی بی فاطمہ ہے، جبکہ مجھے جس شخصیت کی زیارت ہوئی ہے انہوں نے اپنا نام فقط فاطمہ بتایا تھا۔" میں نے انہیں ادب سے گزارش کی: "وہ حضور ﷺ کی صاحبزادی ہی تھیں۔" تو مائی صاحبہ نے فرمایا: "اچھا؟ تو پھر آپ ٹھیک کہتے ہوں گے۔" میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے گزارش کی: "جیسے آپ کو سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے اس ورد کی اجازت فرمائی ہے آپ مجھے بھی اس ورد کو معمول بنانے اور دوسروں کو بتانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔" مائی صاحبہ نے خندہ پیشانی سے مجھے اس ورد کی اجازت فرمائی۔ میں نے ان سے دوسری گزارش کی۔ "اپنے بچوں اور شاگردوں کو بھی اس کی اجازت فرمائیں۔" انہوں نے فرمایا: "اجازت ہے۔" مائی صاحبہ نے مورخہ ۸۔ اپری ۲۰۱۳ء کو دارالبقاء کی طرف رحلت کی، کثرت سے تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، درود پاک اور نوافل کا توشہ لے کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہوگئیں۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔

میں نے ایک ملاقات میں یہ واقعہ محترم جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو سنایا تو اُن پر رقت کی جو کیفیت طاری ہوئی اس کے پیش نظر میں نے انہیں بھی اس وِرد کی اُسی طرح اجازت دی جیسے مجھے مائی صاحبہ نے اجازت دی، وہ اپنے احباب کو بھی اجازت دے سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انسانی زندگی میں کسی وقت بادِ بہاری کے خوشگوار جھونکوں جیسا کوئی لمحہ آتا ہے اور اس کے دامن کو کبھی ایسی عظیم نعمت سے مالا مال کر جاتا ہے کہ وہ اپنے دامن میں قدرت کا عظیم ترین عطیہ رکھنے کے باوجود ایک طرف تو سجدۂ شکر بجا لاتا ہے جبکہ دوسری طرف ورطۂ حیرت میں گم ہو کر خود سے سوال کرتا ہے: "میں کہاں اور یہ نعمتِ عظمیٰ کہاں؟"

عمرِ رواں کے گریزاں لمحوں میں آج (2016ء) سے چار سال قبل مجھے بھی ایک ایسی ہی صورتِ حال کا سامنا تھا جب ہزاروں بچوں اور بچیوں کو قرآنِ کریم کے نور سے آراستہ کرنے والی ایک پابندِ صوم و صلوٰۃ اور تہجد گزار خاتون نے 8-اپریل 2012ء کو حرمین شریفین کی حاضری سے واپسی پر بتایا کہ وہ تقریباً پندرہ سال پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئی تھیں، تب ایک دن وہ مسجدِ نبوی میں بیٹھی تھیں، اچانک انہیں اونگھ آگئی، آنکھ لگی تو مقدر بیدار ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ روضہ شریف سے ایک خاتون باہر آتی ہیں، انہوں نے آتے ہی مائی صاحبہ کو اُن کا نام لیکر مخاطب کیا اور فرمایا: "یہ رباعی پڑھا کرو۔"

یارسول اللہ انظر حالنا یا حبیب اللہ اسمع قالنا
انّنی فی بحرِ غمٍ مغرق خذ یدی سھّل لنا اشکالنا

مائی صاحبہ نے اس گراں قدر تحفے کو وصول کرتے ہوئے اپنی محسنہ سے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" تو انہوں نے فرمایا: "میرا نام فاطمہ ہے۔" پھر انہوں نے بقیع شریف کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "میں اِدھر سوتی ہوں۔"

اس مختصر مکالمے کے بعد مائی صاحبہ کی آنکھ کھل گئی اور انہیں خواب کے سارے منظر اور الفاظ یاد تھے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو یہ خواب سنایا تو سب نے کہا: "وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی سیدۂ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھیں۔" مگر مائی صاحبہ نے نہایت سادگی سے کہا: "ان کا اسم گرامی تو سیدہ بی بی فاطمہ ہے، جبکہ مجھے جس شخصیت کی زیارت ہوئی ہے انہوں نے اپنا نام فقط فاطمہ بتایا تھا۔" میں نے انہیں ادب سے گزارش کی: "وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہی تھیں۔" تو مائی صاحبہ نے فرمایا: "اچھا؟ تو پھر آپ ٹھیک کہتے ہوں گے۔" میں نے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان سے گزارش کی: "جیسے آپ کو سیدۂ کائنات رضی اللہ عنہا نے اس ورد کی اجازت فرمائی ہے آپ مجھے بھی اس ورد کو معمول بنانے اور دوسروں کو بتانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔" مائی صاحبہ نے خندہ پیشانی سے مجھے اس ورد کی اجازت فرمائی، میں نے ان سے دوسری گزارش کی: "اپنے بچوں اور شاگردوں کو بھی اس کی اجازت فرمائیں۔" انہوں نے فرمایا: "اجازت ہے۔" مائی صاحبہ نے مورخہ 8-اپریل 2013ء کو دار البقا کی طرف رحلت کی، کثرت سے تلاوتِ قرآن، تعلیمِ قرآن، درودِ پاک اور نوافل کا توشہ لیکر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گئیں۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔

ممتاز احمد سدیدی

میں نے ایک ملاقات میں یہ واقعہ محترم حضرت علامہ محبوب الرسول قادری صاحب کو سنایا تو اُن پر رقت کی جو کیفیت طاری ہوئی اس کے پیشِ نظر میں نے انہیں بھی اس ورد کی اسی طرح اجازت دی جیسے مجھے مائی صاحبہ سے اجازت ملی تھی، علاوہ ازیں اپنے احباب کو بھی اجازت دے چکا ہوں۔

(۴)

یہاں میں اپنا ایک مشاہدہ بھی پیش کرتا ہوں۔ ۲۰۱۱ء میں راقم الحروف (ملک محبوب الرسول قادری) کو اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی تو مجھے مدینہ منورہ میں میری والدہ نے حکم دیا کہ مجھے حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضری کے لیے لے جاؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور جنت البقیع کے باہر سیدہ پاک کے مزارِ پرانوار کی طرف نشان دہی کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ سلام پیش کرلیں۔ میری والدہ کا اصرار تھا کہ مجھے بقیع میں سیدہ پاک کے مبارک قدموں میں لے جاؤ۔ وہ وہیل چیئر پر تھی میں نے گزارش کی کہ یہاں کا قانون خواتین کو بقیع میں جانے سے منع کرتا ہے اور شرطے اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ صرف مرد حضرات اندر جاسکتے ہیں۔ میری والدہ برابر اصرار کرتی رہی تھیں کہ مجھے اندر لے جاؤ سو میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہیل چیئر کو سائیڈ پر رکھا اور اپنی والدہ کو سہارا دے کر بقیع کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔۔۔۔۔۔ خدا کی شان، سیدہ پاک کا تصرف اور میری والدہ کے نصیبے کا اوج۔۔۔۔۔۔ کہ دونوں شرطے جو جنت البقیع کی سیڑھیوں کے پاس اس مقصد کے لئے متعین تھے کہ وہ کسی خاتون کو اندر نہ جانے دیں وہ آپس میں ہم کلام رہے اور اس طرف اُن کا دھیان ہی نہ گیا سو ہم سیڑھیاں چڑھ گئے۔ میں نے حضرت سیدہ پاک کے مزارِ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گزارش کی کہ وہ سامنے اہل بیت اطہار کے مزارات ہیں۔ وہاں بھی ایک شرطا سرخ رومال سر پر باندھے یَلّٰ یَلّٰ کہہ رہا تھا۔ مجھ میں تو اپنی ماں کی بات ٹالنے کی جراءت نہیں۔ میں اُنہیں سیدھا سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں لے گیا خدا جانے وہ شرطا اندھا ہوگیا یا وہ بھی اس طرف توجہ نہ کرسکا میری والدہ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی قدموں میں تھیں اور مجھے چلے جانے کا حکم دیا میں پیچھے ہٹ آیا نصف گھنٹہ یا پینتیس منٹ کے قریب میری والدہ جناب سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کے قدموں میں بیٹھی سلام پیش کرتی رہیں اور اپنی معروضات حاضر دربار کرتی رہیں اُس کے بعد سیدہ پاک سلام اللہ علیہا کی اجازت سے اُٹھیں تو میں انہیں لے آیا اور ہماری وہیل چیئر بھی اپنی جگہ پر موجود تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں اس اعتقاد کو پختگی اور دوام نصیب ہوتا ہے کہ آج بھی تکوینی نظام کی سربراہی یہی نفوس قدسیہ فرما رہے ہیں اور اُن کی شفقت ورحمت پر کسی کا پہرا نہیں۔ پھر جناب سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا تو افضل ترین ہیں۔

(۵)

ڈاکٹر محمود الحسن "حیاتِ زہرا" میں رقم طراز ہیں:

ماہنامہ "پیام" اسلام آباد کے مدیر محترم جناب خواجہ شجاع عباس ایک مشہور و معروف ادبی شخصیت ہیں۔ آپ نے اپنے مقتدر رسالے کے شمارہ بابت جولائی ۲۰۰۷ء میں "یورپ میں خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی کرامت کا ظہور" کے عنوان سے نہایت بصیرت افروز مضمون لکھا ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہو جاتی ہے کہ رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معزز و محترم صاجزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فیضان سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے اور آپ کی رحمتوں کی بارش دنیا کے چپے چپے کو سیراب کر رہی ہے۔

"پہلی عالمی جنگ جاری تھی۔ پرتگال نامی ملک، جو جزیرہ نمائے اندلس کے مغربی حصے پر مشتمل ہے، پر مذہب بیزار لوگوں کی حکومت تھی۔ 13 مئی 1917 کے دن تین کم سن بچیاں معمول کے مطابق مویشیوں کو گھاس چرا رہی تھیں۔ یہ بچیاں Lucia Santos اور اس کی قریبی رشتہ دار Jacinta Marto اور Francisco Mart تھیں۔ یہ بچیاں دوپہر کا کھانا کھانے کے لئے بیٹھی تھیں کہ اچانک برق رفتار تیزی سے صرصر کرتی ہوا چلنے لگی۔ پھر فوراً ہی ہوا رک گئی اور آسمان کی بلندیوں سے چمکتی ہوئی روشنی زمین کی طرف نازل ہوتی دکھائی دینے لگی۔ جب یہ چمکیلی روشنی اُترتے اُترتے بچیوں کے قریب ایک درخت کی بالائی سطح تک آ گئی تو اس روشنی میں سے سفید لباس میں ملبوس، پاک و منزہ اور نورانی چہرے والی انتہائی خوبصورت خاتون نظر آئیں۔ اس نورانی وجود نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

"میں فاطمہ ہوں صاحبۃ تسبیح (تسبیح والی فاطمہ رضی اللہ عنہا)۔"

(Fatima the Lady of Rosary)

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیکر نورانی نے ان بچیوں کو توبہ کی تلقین اور تزکیۂ نفس کی نصیحت فرمائی۔ سب سے زیادہ زور تسبیح پڑھنے پر دیا اور اس کو دن میں کئی بار دہرانے کی تاکید کی۔ جس جگہ یہ معجزہ رونما ہوا اس کا نام Cava do Iria ہے۔

ان تینوں بچیوں نے آنے والے دو مہینوں یعنی جون اور جولائی کی 13 تاریخ کو خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بنت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر نور کا مشاہدہ کیا۔ اس سلسلے نے ان بچیوں کی

زندگی ہی بدل ڈالی۔وہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے طفیل قربِ خداوندی کے بلند مقام پر فائز ہوگئیں اوران سے بھی خوارق کاظہور ہونے لگا۔ان خوش نصیب بچیوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس خاص کرم نوازی کا شہرہ سارے ملک میں پھیل گیا۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے ان بچیوں کو تین باتوں کو پردہ راز میں رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ان رازوں کو یورپ کی دنیائے عیسائیت میں Three Secrets of Fatima کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔تین رازوں میں دو اجازت ملنے پر ان بچیوں نے افشاء بھی کئے۔پہلا راز ان بچیوں کا دوزخ کا مشاہدہ اور دوزخ میں مختلف گناہگار لوگوں کو دیئے جانے والے خوفناک سزاؤں کا دیکھنا تھا۔دوسرا راز یورپ کی دنیائے عیسائیت کا توبہ نہ کرنے کی صورت میں ایک اور انتہائی خوفناک جنگ اوراس کے ہولناک نتائج سے دوچار ہونے کی پیشگوئی وغیرہ تھی۔تیسرے راز کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

13اگست 1917ء کو مقامی حاکم Artur Samtas نے تینوں بچیوں کو قید کرلیا۔شکنجے کے دوران تعذیب کے مختلف حربے آزمانے کے باوجود کم سن بچیوں سے وہ کوئی راز اگلوانے میں ناکام رہا۔دراصل ان بچیوں کا ایمان وایقان خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے طفیل بلندترین سطحوں کو چھو رہا تھا۔ان بچیوں کی محبوبیت کا یہ عالم تھا کہ حکومت کو نقصِ امن کے ڈر سے ان کو فوراً رہا کرنا پڑا۔ ان بچیوں نے بتایا کہ اگست میں خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا پیکرنور ان کو بعد میں 19 تاریخ کو دکھائی دیا۔

ان بچیوں نے کل چھ بار خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے پیکرنور کا مشاہدہ کیا۔اگست کے بعد ستمبر کی 13 تاریخ کو ایک بار پھر ان کو زیارت نصیب ہوئی اوراس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ اگلے ماہ یعنی اکتوبر 1917 کی 13 تاریخ کو عظیم کرامت کاظہور ہوگا۔بقول ان کے A miracle will occur so that all may believe (یعنی ایسا معجزہ رونما ہوگا کہ ہرایک کو سچائی کا یقین آئے گا)۔

13اکتوبر 1917 کے دن لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر معجزہ کو بچشم خود دیکھنے کے لئے جمع ہو چکا تھا۔ملک بھر کے اخبارات کے نمائندے بھی عوام کے اجتماع اور متوقع معجزہ کے بارے میں جاننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔اخباری نمائندوں کے مطابق کم ازکم ستر ہزار افراد معجزے کے ظہور کے منتظر تھے۔آسمان ابرآلود تھا۔پھر تیزی سے موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔مگر

لوگ انتظار میں رہے۔ پھر اچانک ایک جگہ سے بادلوں میں شگاف پیدا ہوا۔ لوگوں نے دیکھا کہ سورج رقص کرتا ہوا زمین کی طرف آرہا ہے۔ لوگوں نے شدید گرمی کو محسوس کیا اور بارش کی وجہ سے جو کپڑے گیلے ہو گئے تھے وہ فوراً سوکھ گئے۔ اس کے بعد سورج سے گویا کئی رنگوں کی روشنی کا نزول ہوتا رہا، یہاں تک کہ رنگ و نور نے سارے ماحول کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بچیوں نے چھٹی بار رحمت اللعالمین ﷺ کی لختِ جگر خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے پیکر نور کا مشاہدہ کیا۔

اگلے دن پرتگال کے اخبارات نے اپنے نمائندوں کے ذریعے بیان کئے گئے اس معجزے کی تفصیلات کو چھاپا۔ اس معجزے کا نام معجزۂ آفتاب یعنی The Miracle of the Sun پڑ گیا۔

جہاں پر یہ کرامات ہوتی رہیں اس علاقے میں 1928 میں ایک گرجا گھر تعمیر ہوا۔ یہ گرجا گھر اس وقت یورپ کی سب سے مشہور زیارت گاہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس زیارت گاہ کا نام خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نام نامی پر فاطمہ پڑ گیا ہے۔ اب اس زیارت گاہ کے ارد گرد ایک شہر آباد ہو گیا ہے۔ اس شہر کو بھی فاطمہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ شہر اور زیارت گاہ پرتگال کے دارالحکومت لس بون (Lisbon) کے شمال میں 123 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ سارے یورپ سے عقیدت مند جوق در جوق فاطمہ نامی اس زیارت گاہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

ایک بار ان بچیوں نے خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ ہم جنت میں کب اور کیسے جائیں گے۔ انہیں کہا گیا تھا کہ Francisco اور Jacinta جلد ہی چلی جائیں گی جبکہ Lucia طویل مدت تک دنیا میں رہے گی تاکہ وہ ان واقعات کی خوب تشہیر کر سکے اور مجھ کو پہچنوائے۔ Francisco 1919 میں اور Jacinta 1920 میں ہی وبائی بیماری میں مر گئیں۔ اول الذکر 1910 اور موخر الذکر 1908 میں پیدا ہوئی تھی۔ Jacinta کا جسد خاکی قبر میں 1935 اور 1951 میں بالکل تر و تازہ پایا گیا جبکہ Francisco کا جسد خاکی تحلیل ہو چکا تھا۔ Jacinta نے بہ تفصیل اپنے مرنے کا وقت اور دیگر پیش آنے والے واقعات بتا دیئے تھے۔ اس کی تصدیق Lucia اور اسپتال کے ذرائع نے بھی کی تھی۔

Lucia بعد میں Sister Fatima کے نام سے بھی جانی جانے لگی۔ Lucia نے 13 فروری 2005 کو عالم باقی کی طرف کوچ کیا۔ اس وقت اس کی عمر 97 سال تھی۔

(۶)

"حیاتِ زہرا" میں ڈاکٹر محمود الرحمٰن کا مشاہدہ یوں مرقوم ہے کہ میں نے جس ماحول میں نشوونما پائی وہ روحانی اقدار سے لبریز اور طریقت کے گہہائے آبدار سے پُر تھا۔ دادا شاہ غفور الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ ابوالعلائیہ کے رکن رکین تھے اور ساری زندگی پیران طریقت کے قدموں میں بسر کردی۔ والد شاہ منظور الرحمن رحمۃ اللہ علیہ عالم دین اور عربی وفارسی کے ممتاز ادیب وشاعر تھے۔ وہ قرآن کا مصری نسخہ پڑھتے تھے جس میں اعراب نہیں ہوتے۔ آپ کامل چالیس سال تک عیدین کی نماز کی امامت فرماتے رہے اور آخری نماز عید پڑھانے سے تین دن قبل ۲۷ر رمضان المبارک کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انہوں نے متعدد ہنود کو مشرف بہ اسلام کیا تھا۔ والد مرحوم کے مندرجہ ذیل شعر پر محفل سماع میں اہل طریقت کو اس طرح وجد آیا کہ ہر ایک سامع ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور قوال (وحید میاں) کو مجمع سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

عالم تمام آئینۂ حسنِ دوست ہے ۔۔۔ لیکن نصیب وسعتِ ذوق نظر نہیں

نانا اور میرے مرشد طریقت شاہ غلام فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ فردوسیہ کے سجادہ نشیں تھے۔ بنارس سے ہندو جوگی حصول ہدایت کے لئے آپ کی خانقاہِ فریدیہ میں آیا کرتے اور کئی کئی دن رہ کر سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کرتے۔ آئے روز سیاہ کمبل میں لپٹے ہوئے رجال الغیب بھی آتے، سرخ آنکھوں والے مجذوب بھی تشریف لاتے اور حجرے میں بند ہو کر اسرار ورموز کی باتیں کرتے۔ ان ہی بزرگ کے جد امجد مولانا شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ جب نصف شب کو اسی خانقاہ کے ایک قدیم حجرے میں عبادت کرتے تو بدن کا انگ انگ الگ ہو جاتا۔ اور ایک رات جب آپ عبادت میں مصروف تھے، کشف سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس سواری گاؤں کے قدیم مدرسے میں آئی ہوئی ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دینی بحث کا مقدمہ فیصل فرمادیں۔ مولانا ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے گئے اور زیارت سے مشرف ہوئے، اور اسی زمین میں مدفون کئے جانے کی وصیت کی جہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری آکر ٹھہری تھی۔

اور ماموں حکیم شاہ ولی الحق رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ قادریہ کے رکن رکین تھے۔ آپ کے جلال کا یہ عالم تھا کہ اجنہ حضرات ان کی آمد سے گھبراتے تھے۔ راقم الحروف کو آپ نے سلسلۂ قادریہ کی خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ اور میری والدہ مرحومہ اسی دینی، روحانی اور حبِ اولیاء والے ماحول کی

پروردہ تھیں۔ انہیں خاتون جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے حد درجہ دلی عقیدت تھی۔ وہ بڑے ادب واحترام سے جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں، درود وسلام بھیجتیں اور جب بھی کوئی میٹھی چیز پکا کر فاتحہ کرتیں تو اسے برتن سے چھپا دیتیں کہ حضرت بی بی رضی اللہ عنہا کو شرم وحیا اور حجاب حد درجہ عزیز تھا۔ علاوہ ازیں، وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ایک شعر نہایت سوز وگداز سے پڑھا کرتیں۔ یہی نہیں، گاؤں پر ڈاکوؤں کے متوقع حملے کے وقت، ہیضہ، چیچک اور دیگر وبائی امراض کے پھوٹ پڑنے کے موقع پر اور دیگر اذیت ناک لمحات میں وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متذکرہ عربی شعر ہم سب بچوں کو یاد کرواتیں اور مسلسل پڑھنے کی تاکید فرماتیں۔ نیز، خوشخط لکھ کر دروازوں پر آویزاں بھی کرتیں۔

وقت گزرتا گیا، میں جوان ہوا اور آبائی وطن سے ہجرت کر کے پاکستان آ گیا۔ مختلف شہروں میں بود وباش اختیار کرتا ہوا ۱۹۸۰ کے اوائل میں اسلام آباد آ گیا۔ یوں تو حادثاتِ زمانہ مسلسل پیچھے لگے رہے کہ یہ لازمۂ حیات ہے، لیکن ۱۹۹۰ء کے آخری عشرے میں ایک ایسے دلگداز سانحہ سے گزرنا پڑا جس کی کسک نے جسم وجاں کو ناسور بنا دیا۔ انہی تلخ اور غم انگیز عالم میں ایک رات، خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا خواب میں تشریف لائیں اور فرمایا:

"بیٹا! یہ بیت پانچ سو مرتبہ تم خود پڑھو اور ۵۰۰ مرتبہ اوپر والے پڑھیں:

لِي خَمسة أُطفى بهِا حَرَّ الوَباء الحاطمه
المُصطفىٰ والمرتضىٰ وابناهُماَ والفاطمه

قابل غور بات یہ تھی کہ اوپر والوں سے مراد میرے گھر کے ۵ افراد تھے اور ان میں ہر ایک کو مذکورہ بیت ایک ایک تسبیح پڑھنا تھا اور صاحبِ خانہ کی حیثیت سے مجھے ۵۰۰ مرتبہ! یعنی پانچ تسبیح!

مذکورہ خواب میں بتائی ہوئی ہدایت سنتے ہی مجھے ۶۵ سال پہلے کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب میری والدہ اس بیت کو مصیبت میں پڑھنے کی تاکید کیا کرتی تھیں۔۔۔۔ اور میں چھ سات دہائیاں گزرنے کے بعد اس کو تقریباً فراموش کر چکا تھا۔ یہ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا فیضان بے پایاں تھا کہ اپنے سفر آخرت کے وقت کہے ہوئے اس قول سے اس احقر العباد کو شاد کام فرما دیا:

"میرے بچوں کو قیامت تک میرا سلام پہنچے۔"

اور لفظ "سلام" میں دنیائے معانی پنہاں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَکِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ

مفہوم: یا اللہ! بیشک میں تیری پناہ مانگتا ہوں بلا کی مشقت سے، بدبختی پالینے، بُری تقدیر اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ صحیح البخاری

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے لئے ایک راہ بنا دیتا ہے اور اُسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا

اول رسول مجتبیٰ هم رحمة للعالمینا
بنده مدفوندر دیو افلاکه فخر ایلر زمین
روضه سن ایدوب زیارت دیدی جبرائیل امین
هذه جنات عدن فادخلوها خالدین

۱۲۱

اللهم انی اعوذ بک من درک الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صَلٰوۃُ اللہ وسَلامُہٗ علٰی ابیھا وعلیھا



باب 14

منظومات

عَلَى اللّٰهِ فِي كُلِّ الْأُمُورِ تَوَكُّلِي

وَبِالْخَمْسِ أَصْحَابِ الْعَبَاءِ تَوَسُّلِي

مُحَمَّدٍ الْمَبْعُوثِ وَابْنَيْهِ بَعْدَهُ

وَفَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَالْمُرْتَضَى عَلِي

باسمہٖ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یَا مَنْ یَرٰی مَافِی الضَّمِیْرِ وَیَسْمَعُ

(یاخدا سنتا ہے دل کی بات تو)

اَنْتَ الْمُعِدُّ لِکُلِّ مَا یَتَوَقَّعُ

(مُدعا دیتا ہے ہاتھوں ہاتھ کا)

یَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَکِ صِنْوَۃً

(اے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ برکت کے جوئے فیض ہیں)

صَلّٰی عَلَیْکَ مُنَزِّلِ الْقُرْاٰن

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود وسلام بھیجا)

(سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا)

گلہائے نعت بحضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ

جس نے ایک مرتبہ بھی خاکِ پائے احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سونگھ لی

اَلَّا یَشُمَّ مُدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا

وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صُِرْنَ لَیَالِیَا

یہ مصیبتیں "دنوں" پر ٹوٹتیں تو دن "راتوں" میں تبدیل ہو جاتے

اِغْبَرَّتْ اٰفَاقُ السَّمَآءِ وَكُوِّرَتْ
آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ دیا گیا

شَمْسُ النَّهَارِ وَاَظْلَمَ الْاَزْمَانُ
دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ

وَالْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَئِيْبَةٌ
اور زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مبتلائے درد ہے

اَسَفًا عَلَيْهِ كَثِيْرَةُ الْاَحْزَانِ
دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ

فَلْيَبْكِهٖ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا
اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی اُن کی جدائی پر

يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النَّيِّرَانُ
فخر تو صرف اُن کے لئے ہے جن پر روشنیاں چمکیں

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ صِنْوَةً
اے آخری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ برکت وسعادت کی جوئے فیض ہیں

صَلّٰى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنِ
آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود وسلام بھیجا ہے

(سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا)

بحضورِ سیدہ مخدومہ کائنات رضی اللہ عنہا

خاک کے ذرے کی نسبت ہے ہمیشہ خاک سے
اور وہ ہیں نورِ پیکر، سید لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
حوصلہ مجھ میں نہیں ہے، کس زباں سے نام لوں
آنکھ جھک جاتی ہے طاہرؔ ان کے ذکرِ پاک سے

(پیر محمد طاہر حسین قادری، جھنگ)

مرثیہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ کے چند اشعار

بر وفات جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

شیرِ خدا حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کا جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال مبارک کے بعد جو حال ہوا وہ حدِ بیان سے باہر ہے آپ کے متعدد مرثیہ جات اور نوحہ خوانی پر مشتمل اشعار کتابوں میں بھرے پڑے ہیں چنانچہ یہاں پر آپ رضی اللہ عنہ کے مرثیوں میں سے چند شعر تبرکاً و تیمناً زینتِ کتاب بنائے جاتے ہیں۔

اری علل الدنیا علی کثرۃ — وصاحبھا حتی الممات علیل

وانی المشتاق الی من احبہ — فھل لی الیٰ من قد ھویت سبیل

وانی وان شطت بی الدار نارھا — وقد مات قبل بالفراق جمیل

فقد قال فی الامثال فی البین قائل — افربھا یوم الفراق رحیل

انّ اقتصادی فاطما بعد احمد — ولیل علی ان لا یروم خلیل

وکیف ھناك العیش من بعد فقدھم — لعمرك شی ما الیہ سبیل

یرید القرآن لا یموت حبیبہ — ولیس الی ما یبتغیہ سبیل

ولیس جلیلا رزء مال وفقدہ — ولکن رزء الاکرمین جلیل

لذالك جبنی لا یواتیہ مضبح — وفی القلب من حر الفراق غلیل

"دنیا میں رہنے والا موت کے وقت تک مصیبت زدہ رہتا ہے اور میں اپنے اوپر مصائب کو بہت زیادہ پاتا ہوں۔ میں اپنے محبوب کے ملنے کا مشتاق ہوں، کیا میرے لئے میرے محبوب تک پہنچنے کی کوئی سبیل ہے۔ اس گھر نے مجھے ایک پاک دامن سے علیحدہ کر دیا ہے، میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ میں اس سے پہلے (ان کے باپ) اور صاحب کمال کو خیر باد کہہ چکا ہوں۔ جدائی کی امثال میں کسی نے کہا ہے کہ میں

جدائی کے دن کوچ کرنے والے سے بھاگتا ہوں۔حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میرا بنت رسول حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو کھو دینا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی دوست ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ان کے فوت ہونے کے بعد زندہ رہنا کیسے ممکن ہے مجھے تیری زندگی کی قسم یہ ایسی بات ہے جس کے بغیر چارہ نہیں۔انسان چاہتا ہے کہ اس کا حبیب اس سے علیحدہ نہ ہو،حالانکہ اس خواہش کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔مال کی مصیبت اور اس کا ضائع ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے لیکن اچھے لوگوں کی جدائی کی مصیبت بہت سخت ہے۔یہی وجہ ہے کہ مجھے کوئی بستر راس نہیں آتا اور دل میں فرقت کی تپش کے باعث پیاس پائی جاتی ہے۔"

قصیدہ در مدحِ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

① لا وربی و حق طه أبيك　　لايطيب المديح الافيك

"نہیں باخدا یہ حق ہے کہ طٰہٰ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے والد ہیں اور مدح و تعریف صرف تمہارے لئے ہی زیب دیتی ہے۔"

② بضعة المصطفى وللجزء حكم　　الكل يرضيه كل مايرضيك

"آپ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگر گوشہ ہیں اور ظاہر ہے کہ جزء کے لئے کل کا ہی حکم ہے،چنانچہ ہر وہ چیز جو آپ کو راضی کرے گی وہ ان کے لئے بھی باعث رضا ہوگی۔"

③ فلذة منه فى المشاعر و　　الأحساس يوذيه كل مايوذيك

"ان کی لذت سے احساسات وخیالات بھی محظوظ ہوتے ہیں لہٰذا جو چیز آپ کو تکلیف دے گی اس سے ان کو یعنی آپ کے والد محترم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہونا ضروری ہے۔"

④ ان بدت مسحة من الحزن يوما　　فى محياك شوهدت فى أبيك

"آپ کی زندگی میں اگر آپ پر کوئی غم آپڑتا تو اس کی جھلک آپ کے والد پر ضرور دکھائی پڑتی۔"

⑤ وحدة الذات لم ينلها انفصام وهو سرورثته فى بنيك

"لذتوں کی وحدت کو جدائی نے نہیں پایا، آپ کی اولاد میں ان کی وراثت کا راز پنہاں ہے۔"

⑥ انت شبه النبى فى كل شىء يشهدون النبى ان شاهدوك

"آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر شے میں مشابہت رکھتی ہیں گویا وہ لوگ اگر آپ کا مشاہدہ کر لیتے تھے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیتے تھے۔"

⑦ حينما تقبلين ينهض مسرورا ومن بحر عطفه يرويك

"جب آپ آتی تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرط مسرت سے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اپنے بحر کرم وشفقت سے آپ کو سیراب کیا کرتے تھے۔"

⑧ رتبة دونها المراتب فى القرب وفضل من الاله المليك

"قربت کا آپ کو وہ بلند مرتبہ نصیب ہوا کہ اس کے بعد کوئی اور مرتبہ ہی نہیں یہ بھی خدائے ذوالجلال کا فضل ہے۔"

⑨ رتبة اخرجت ضغائن اقوام فبثوا الأحقاد بالتشكيك

"ایسا رتبہ بلند کہ جس سے لوگوں کے اندر بغض پیدا ہو گیا اور وہ اپنے بغض کو شک میں بدلنے لگے۔"

⑩ فسروا قوله: المودة فى القربىٰ بقربى الجميع لابذويك

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی تفسیر کی جائے کہ محبت ہے قرابت داروں کے لئے تو ذوی قرابت میں سب مراد ہیں یا آپ کو چھوڑ کر مراد ہے؟"

⑪ واحاديث أنكروها وأخرى ضعفوها لأنها تعنيك

"انہوں نے بہت ساری احادیث کا انکار کر دیا اور بہت سی کو ضعیف قرار دے ڈالا اس لئے کہ وہ احادیث آپ کے بارے میں تھیں۔"

⑫ حسدا منهم وجهلا، فلولا جهلهم بالمقام ماحسدوك

"آپ سے حسد کی بنیاد پر اور آپ کے مقام بلند سے عدم واقفیت کی بنا پر،
اگر وہ آپ کے مقام بلند سے ناواقف نہ ہوتے تو شاید آپ سے حسد نہ
کرتے۔"

⑬ لو أحبوا أباك حقا أحبوك ویقیله کل من یقلیك

"درحقیقت اگر وہ آپ کے ابا جان سے محبت کرتے تو آپ سے بھی محبت
کرتے ورنہ جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ آپ سے بھی بغض رکھتا ہے۔"

⑭ فهو امن لو أن فاطمة فهما ومن جهلهم به انتقصوك

"لوگوں نے اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرتبہ کو سمجھا تو وہ سمجھدار ہیں ورنہ یہ ان کی
جہالت ہے کہ جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ الزہرا کی تنقیص کریں۔"

⑮ ضرب المصطفى بك المثل الاعلى وهذا التفضيل لو انصفوك

"آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اعلیٰ مثال کے پیش کیا، یہ آپ کے
لئے بہت بڑی فضیلت ہے اگر آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے۔"

⑯ ثم قالوا ازواج طه هم الآل واتباعه ولم یقدروك

"پھر ان کہنے والوں نے یہ بھی کہا کہ آل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کے متبعین ہیں اور انہوں نے آپ کو آل میں
شامل نہ کیا۔"

⑰ وحدیث الکساء خصص معنى الآل فی ابنیك وعلى وفیك

"جب کہ وہ چادر والی حدیث کا معنیٰ آپ کے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما و
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آل ہونے پر مخصوص ہے۔"

⑱ وحدیث الکساء حصن منیع وهو سور من کل رجس یقیك

"اور یہ چادر والی حدیث ایک محفوظ قلعہ کی نقل ہے کہ آپ کو ہر ناپاک کے
جھوٹ سے بچاتی ہے۔"

⑲ وحدیث الکساء تاج من المختار یزری بتاج کل الملوك

"یہ چادر والی حدیث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عطا کردہ ایک

تاج ہے جس کے آگے بادشاہوں کے تاج ہیچ ہیں۔"

(۲۰) ودليل التطهير تاج من الله فتيهي بفضل من توجوك
"تطہیر کی دلیل آپ کے لئے ایک تاج ہے، جو اللہ کے فضل سے آپ کو عطا ہوا ہے۔"

(۲۱) هم من الرجس طهروك وأبناءك وهم عن جهنم فطموك
"انہوں نے آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو پاکیزگی کی دلیل عطا کی اور جہنم کو آپ لوگوں کے لئے ممنوع قرار دیا۔"

(۲۲) قد قضى الله أن يتم بكم نور هداه بالرغم من شانئيك
"آپ کی شان سبحان اللہ کہ آپ لوگوں کے ذریعہ رسول ﷺ کا نور ہدایت تکمیل کو پہنچا۔"

(۲۳) انت كالبحر فى العطاء وأولادك كالدر مالنا شاطيك
"آپ جود وعطا میں سمندر کے مانند ہیں اور آپ کی اولادیں موتیوں کے مانند ہیں اور ہمارے لئے کوئی اور ساحل نہیں ہے۔"

(۲۴) قد دعا المصطفى بان يخرج الله كثيرا من نسلك المبروك
"حضرت محمد ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ آپ کی نسل میں اللہ بہت سی مبروک اولادیں پیدا فرمائے۔"

(۲۵) بدعاء الأب الشفيق ويولى زوجك المرتضى بما يوليك
"ایک شفیق والد کی دعاؤں کے ساتھ انہوں نے آپ کا ذمہ دار حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔"

(۲۶) انت اثرته بخبزوقد جاع ثلاثا وليس بالمنهوك
"آپ نے ان کو ایک روٹی پر ترجیح دیا جب کہ وہ تین مرتبہ بھوکے ہوئے اور آپ نے ان کو کمزور نہیں ہونے دیا۔"

(۲۷) وبلا خادم صبرت على البيت فبالصبر دائما يوصيك
"آپ نے گھر میں بغیر نوکر کے صبر سے کام لیتے ہوئے گزارا کیا اور صبر کی

ہی وہ ہمیشہ تلقین کیا کرتے تھے۔"

(۲۸) والرحی اثرت بکفیك لو تدری الرحی من تمسها تفدیك

"چکی کو آپ نے اپنے ہاتھ سے چلانے کو ترجیح دیا، اگر چکی یہ جانتی کہ اس کو چھونے والا کون عالی مقام ہے تو وہ آپ پر نچھاور ہو جاتی۔"

(۲۹) واسرالنبی فی ساعة الکرب فابکاك، مالذی یبکیك

"مصیبت کی ساعت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو چلے تو آپ کو اس چیز نے رُلا دیا جو چیز کہ آپ کو رُلاتی تھی۔"

(۳۰) قد ألفت الحیاۃ بالقرب منه فتاثرت بالفراق الوشیك

"زندگی ان کی قربت سے مانوس ہو گئی تھی لیکن بہت جلد فراق نے آپ کو بہت متاثر کیا۔"

(۳۱) ثم أدناك ثانیا فتبسمتی فهذا أبوك یسترضیك

"پھر دوبارہ انہوں نے آپ کو اپنے قریب کر لیا تو آپ مسکرا پڑیں یہ ہیں آپ کے والد بزرگوار نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آپ کو راضی کر رہے ہیں۔"

(۳۲) باللحاق السریع بعد شهور کل شیء یهون بعد أبیك

"چند ماہ کے بعد جلد ہی مل جانے سے ہر شے آسان ہے آپ کے والد محترم کے بعد۔"

(۳۳) تلك واللّٰه رتبة ومقام لا یسامی، سبحانه معطیك

"باخدا یہ وہ مقام بلند اور مرتبہ عالی ہے کہ کوئی فخر کرنے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، پاک ہے وہ ذات جو عطا کرنے والی ہے۔"

(۳۴) فهنیئًا أم الحسین هنیئا وحنانا أماہ أنا بنوك

"مبارک ہو مبارک ہو اُم حسین اور قابل رشک ہے ان کی ماں کاش کہ ہم ان کی اولاد ہوتے۔"

(۳۵) او تنسیك جنة الخلد أولادك حاشا وان هم قد نسوك

"کیا جنت آپ کو اور آپ کی اولاد کو فراموش کر سکتی ہے ہرگز نہیں وہ ایسا

نہیں کر سکتی اگر چہ وہ لوگ آپ کو بھول گئے۔"

(۳۶) فاسألى الله أن يمن علينا بالرضى في السكون والتحريك
"اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمائیے آپ کہ اللہ ہم پر سکون وحرکت میں اپنی رضا کا فضل فرمائے۔"

(۳۷) واذ كرينا عند النبى فانا قد بعدنا عن سيره والسلوك
"اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ہمارا تذکرہ فرمائیے کہ ہم سیرت وسلوک میں ان سے بہت دور ہیں۔"

(۳۸) واذ كرينا أماه فى موقف الحشر ونادى بنيك فليتبعوك
"اور اے ام حسین حشر میں ہمارا ذکر کیجئے مکہ آپ کی اولاد نے جب آواز دی تو لوگوں نے آپ کی اتباع کی۔"

(۳۹) أنقذينا من الزحام وأهوال عظام. فالله لا يخزيك
"آپ ہم کو بھیڑ سے اور شدید ہولناکیوں سے بچائیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی شرمسار نہ کرے گا۔"

(۴۰) غير أنا نخاف قوله طه اعملى فاطم فلا أغنيك
"باوجود کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول سے خوف کھاتے ہیں کہ "اے فاطمہ عمل کرو کہ میں تم کو بارگاہ الٰہی میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔"

(۴۱) ولنا فى الأله ظن جميل منه وعدفى هل أتى ينبيك
"ہمیں اللہ تعالیٰ کے متعلق حسن ظن ہے کہ وہ آپ کو ضرور محفوظ فرمائے گا۔"

(۴۲) قدوقاك شرور يوم عبوس وسرورا ونضرة يجزيك
"وہ آپ کو روز قیامت کی ہولناکیوں اور فتنوں سے محفوظ رکھے گا اور آپ کو خوبصورت و پر رونق خوشیاں عطا فرمائے گا۔"

(۴۳) ولكم يعقد اللواء وفى ظل ظليل الهنا يؤويك
"آپ کے لئے ایک جھنڈا متعین کیا جائے گا اور ہمارے معبود برحق کے عرش کے سایہ میں آپ کو پناہ دی جائے گی۔"

(۴۴) فاذا رفرف اللواء عليكم فاذكرى من تخلفوا من بنيك
"تو جب وہ جھنڈا لہرا کر آپ لوگوں پر سایہ فگن ہو تو آپ ان لوگوں کو یاد رکھئے
جو آپ کی اولاد میں نہیں ہیں۔"

(۴۵) واذكرينا اذوردت على الحوض لنسقى بكف من يسقيك
"اور جب آپ حوض پر آئیں تو ہمیں یاد رکھیں، ہم متمنی ہیں کہ اسی ذات گرامی
کے ہاتھ سے ہمیں بھی جام نصیب ہو جائے، جو دست مبارک آپ کو پلائے گا۔"

(۴۶) فعسى الله أن يمن برؤياك وفينا متاتر تضين يريك
"ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر آپ کے دیدار کے میسر آنے کا احسان کرے،
ہم میں ایسے بھی ہیں جو آپ کے دیدار سے راضی ہیں۔"

(۴۷) وسلام عليك فى كل حين يتغشاك من لدن باريك
"ہر آن آپ پر سلامتی ور حمتیں نازل ہوں اور باری تعالیٰ اپنی بے شمار
رحمتوں سے آپ کو ڈھانپ لے۔"

(سید عبد القادر الجیلانی بن سالم ابن علوی خود)

افتخارِ زنانِ دو عالم

مہرِ سپہرِ عز و شرافت ہے فاطمہؑ شرحِ کتابِ عصمت و عفت ہے فاطمہؑ
مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت ہے فاطمہؑ نورِ خدا و آیۂ رحمت ہے فاطمہؑ

رتبے میں وہ زنانِ دو عالم کا فخر ہے
حوا کا افتخار ہے، مریمؑ کا فخر ہے

اللہ رے فاطمہؑ کی بزرگی زہے شرف بابا ملا تو فخرِ رسولانِ ماسلف
شوہر ملا امیرِ عرب اور شہ نجفؑ اللہ نے حسینؑ و حسنؑ سے دئیے خلف

دونوں امام خلق کے حاجت روا ہوئے
مشکل کشا کے بیٹے بھی مشکل کشا ہوئے

ہاں اے زباں خموش ادب کا ہے یہ مقام کوثر سے منہ کو دھو لے تو لے فاطمہؑ کا نام

اے دل بجز درود نہ کچھ کیجیو کلام اے کلک اپنے سر کو جھکا دے بہ اہتمام
کاغذ پہ پہلے سورۂ مریم کو دم کروں
تب فاطمہؓ کی عصمت وعفت رقم کروں

وہ فاطمہؓ کہ جو ہے سراپا خدا کا نور پرتو ہے جس کے چہرۂ اقدس کا شمع طور
گر حور اس کو کہیئے تو ہے عقل کا قصور اس کے قدم کی خاک ہے سرمہ برائے حور
کس کو ملا یہ رتبۂ اعلیٰ جہان میں
بھیجی خدا نے آیۂ تطہیر شان میں

اکثر زبان سے اپنی یہ فرماتے تھے نبیؐ ہے فاطمہؓ کو حق نے بزرگی عطا وہ کی
پیدا اگر جہاں میں نہ ہوتا میرا وصی دنیا میں پھر بتول کا ہمسر نہ تھا کوئی
جو سمجھے حور عقل کا اس کی قصور ہے
میں سایۂ خدا ہوں وہ خالق کا نور ہے

شمس الضحیٰ علیؑ ہیں تو بدر الدجیٰ ہے یہ وہ جسم ہے تو جان و دلِ مصطفیٰؐ ہے یہ
بحر سخا علیؑ، گہر بے بہا ہے یہ عبد خدا ہے وہ تو کنیز خدا ہے یہ
زاہد ہیں، حق پرست ہیں، خوش خو ہیں نیک ہیں
دونوں خدا کے فضل سے رتبہ میں ایک ہیں

حقا کہ فاطمہؓ کے فضائل ہیں بے شمار دوزخ پہ اور خلد پہ اس کا ہے اختیار
لکھا ہے ہو گا عرصۂ محشر جو آشکار اس روز ہو گی نور کے ناقے پہ وہ سوار
تابندہ ہوں گے لعل وزبرجد زمام میں
حوریں جلو میں ہوں گی ملک اہتمام میں

اب زہد وفقر فاطمہؓ کا کچھ سناؤں حال فاقے پہ فاقہ کرتی تھی اکثر وہ پُر ملال
لاتے جو مزدِ آب کشی شیرِ ذوالجلال تب جو منگا کے پیستی تھی وہ نکو خصال
دولت سے کچھ غرض تھی نہ حشمت سے کام تھا
آٹھوں پہر خدا کی عبادت سے کام تھا

جز اک ردائے کہنہ نہ تھی دوسری ردا اس میں بھی لیفِ خرما کے پیوند جا[illegible]

بستر سے تھا کبھی نہ تن پاک آشنا　　فرش زمیں تھا خواب گہہ بنت مصطفی

دنیا میں جیتے جی کبھی راحت نہ ملی
فاقوں میں گر ملی بھی تو نان جویں ملی

محتاج تھی، مگر تھا سخاوت کا بھی یہ حال　　فاقے میں در پہ آن کے جس نے کیا سوال
دے آئی کچھ نہ کچھ اُسے جا کر وہ خوش خصال　　دنیا کے مال کو نہ سمجھتی تھی کچھ بھی مال

سینے میں دل علائق دنیا سے پاک تھا
کوہِ طلا بھی سامنے زہراؑ کے خاک تھا

☆☆☆

مرکزِ شرم وحیا، خاتونِ جنت فاطمہ
دین وحدت کی صدا، خاتونِ جنت فاطمہ
پیکرِ صدق وصفا، آگاہِ عرفانِ تمام
عاشق راہِ خدا، خاتونِ جنت فاطمہ
شبر و شبیر جن کی گود میں پھولے پھلے
زوجۂ شیرِ خدا، خاتونِ جنت فاطمہ
زندگی میں جن کو جنت کی بشارت مل گئی
جانِ محبوبِ خدا، خاتونِ جنت فاطمہ
سرورِ عالم کی سب سے لاڈلی اولاد تھیں
نورِ چشم مصطفی، خاتونِ جنت فاطمہ
سامنے بے پردہ غیروں کے نہیں آئیں کبھی
خوش خصال وخوش ادا، خاتونِ جنت فاطمہ
اِک نظر سے سب کو دیکھا ہو وہ چھوٹا یا بڑا
ہر کسی کا آسرا، خاتونِ جنت فاطمہ

زندگی اپنی سبھی راہِ خدا میں کاٹ دی
حق شناس و حق نما، خاتونِ جنت فاطمہ
ہو ادا حق آپ کا الفاظ ایسے ہیں کہاں
کیا ہو ساحرؔ سے ثنا، خاتونِ جنت فاطمہ

(ساحر شیوی، کراچی)

وسیلۂ نجات (نعتیہ مجموعہ) / ساحر شیوی / ۱۹۹۸ء / وجے پبلی شرز ۵ گولا مارکیٹ دریا گنج نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (بھارت) / صفحہ ۱۲۴

☆☆☆

نعمتیں خلق ہوئیں بنتِ پیمبر کے لیے
فاطمہ آئیں زمانے کے مقدر کے لیے
عصمت و عزمِ نبی، امر و کمالاتِ امام
کتنے سامان بنائے گئے اِک گھر کے لیے
حق نے کعبے کے لیے نفسِ پیمبر کو چُنا
منتخب یہ ہوئیں تطہیر کی چادر کے لیے
یہ نہ ہوتیں تو نہ آیات کے معنیٰ کھلتے
اِن کا ہونا ہے شرف سورۂ کوثر کے لیے
اِک سمندر ہے طہارت کا نبی کی بیٹی
کب طہارت کی ضرورت ہے سمندر کے لیے
یہ تو زہرا کی فضیلت کا نمونہ دیکھا
کہ نبی اُٹھتے ہیں تعظیم کو دختر کے لیے
نیچے اُترا بھی تو زہرا کے مکاں پر اُترا
یہ بھی اعزاز ہے کونین میں اخترؔ کے لیے

(اختر ہاشمی، کراچی)

حرفِ مدحت (نعتیہ و منقبتی مجموعہ) / اختر ہاشمی / ۲۰۰۱ء / الحسن پبلی کیشنز ۲۵۳ سایف رحمن پورہ لاہور / صفحہ ۱۰۷ (مجموعے میں ۲ مناقب فاطمہ موجود ہیں)

☆☆☆

سرورِ عالم، حبیب کبریا، خیر الانام — خواجہ لولاک، گردوں آستاں، گیتی نظام
مالک تسنیم کوثر، قاسم دار السلام — ہم نکھوار ان کے، ان کی آلِ اطہر کے غلام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

عرصۂ اوجِ امامت کے وہ پہلے شہسوار — مرتضیٰ، مشکلکشا، شانِ خدا، والاتبار
شاہِ مرداں، شیرِ رحماں، قوت پروردگار — حافظِ ناموسِ صدیق وعمر، عالی مقام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

وہ امام شانئ اہلِ وفا، مولا حسن — حامئ صلح و مروت، ماحی زیغ وفتن
پورِ حیدر، نورِ زہرا، وارثِ شاہِ زمن — صورت وسیرت میں وہ آئینۂ حق لاکلام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

تیسرے ان میں امام پاک باطن، خوش ادا — تاجدارِ کربلا، شہزادہ، گلگوں قبا
وہ حسین مجتبیٰ، وہ سایۂ نورِ خدا — کفر وطغیاں پر چلی ہے جس کی تیغ بے نیام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

سید سجاد ہیں چوتھے امام العارفین — جن کو عرفِ عام میں کہتے ہیں زین العابدین
زہد و ورع وفقر میں جن کا کوئی ثانی نہیں — جن کی پیشانی کو روحِ سجدہ ہے کرتی سلام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

پانچویں شاہِ امامت، باقر عالی جناب — آسمانِ علم وعرفاں کے درخشاں آفتاب
کاشفِ سرِ معانی، عالم ام الکتاب — جاری وساری ہے آپ کا فیضانِ عام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

پھر امامِ جعفرِ صادق، کریم ذو العطاء جن کا کردارِ مقدس، مخزنِ صدق و صفا
درد جن کے نام کا ہے دافعِ رنج و بلا پوچھے کوئی حضرتِ نعمان سے ان کا مقام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

حضرت موسیٰ کاظم ساتویں ہیں تاجور کاظمین الغیظ کے سیر خیل، امت کی سپر
عیسیٰ دم، فرعون کش و نائبِ خیر البشر حلم کے مہرِ منیر اور علم کے ماہِ تمام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

آٹھویں موسیٰ رضا ہیں وہ امامِ محترم جن کی توصیف و ثنا سے گویا عاجز ہے قلم
مظہرِ حق، پیکرِ تسلیم، سر تا پا کرم صبح سے رخشندہ و تابندہ تر ہے جن کی شام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

ہیں نویں ان میں امامِ بصفا سید تقی گلستانِ زہرا و حیدر کے وہ سروِ سہی
جن کی خوشبو سے معطر ہے شامِ زندگی بندگانِ در پہ جن کے ہیں فدا حور و خیام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

پھر نقی یعنی امامِ عاشر آلِ نبی چشمۂ انوارِ وحدت، سرِّ اسرارِ خفی
جن کی الفت ہے متاعِ بندگی و خواجگی جن کے اعدا پر ہے بوئے گلشنِ جنت حرام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

گیارہویں نمبر پہ آتے ہیں جنابِ عسکری جن کی نگہِ ناز پر قربان ہے آدم گری
جن کے سائل آدمی، حور و ملک، جن و پری غوثِ اکبر، قطبِ اعظم، وارثِ ملکِ دوام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

بارہویں مہدی کہ جن کا ہونے والا ہے ظہور عیسیٰ و مریم بھی جن کے مقتدی ہوں گے ضرور
لوثِ کفر و شرک سطحِ ارض سے کر دیں گے دور اس امامت کا انہیں کی ذات پر ہے اختتام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

کر رہا ہے آسیؔ نذرِ نقشِ لاثانی یہ پھول جن کی برکت سے ملی مداحِ آلِ رسول
میرے آقا، میرے مولا کاش فرمالیں قبول لکھ لیں اپنے در کے کتوں میں کہیں اپنا بھی نام

دین و دنیا کا سہارا پنجتن، بارہ امام
صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم

(پروفیسر محمد حسین آسیؔ)

☆☆☆

؎ رخِ سرکار کا، وہ آئینہ خاتونِ جنت ہیں
مجسم مظہرِ نورِ خدا! خاتون جنت ہیں

؎ زمانے میں، نہ کیوں اُم الائمہ آپ کہلائیں
یہ فضلِ نُورِ حق! نور الہدا خاتونِ جنت ہیں

؎ نبوت اور ولایت سے نہ کیسے اولیاء چمکیں؟
علی ہیں مدعی اور مدعا خاتون جنت ہیں

؎ کوئی بخشش کا غم کیا؟ دخترانِ اہلِ ایماں کو
کہ جنت کی جنابِ فاطمہ خاتون جنت ہیں

؎ قبولیت نہ کیسے ناز اٹھائے، بزمِ عرفاں کا
میرے آقا و مولا کی دعا، خاتون جنت ہیں

؎ قناعت، آج تک منہ دیکھتی ہے فرطِ حیرت سے؟
کچھ ایسی پیکرِ صبر و رضا خاتون جنت ہیں

؎ بقیع پاک میں جو چاہے، حاضر ہو کے خود سُن لے
خموشی حقیقت کی صدا خاتون جنت ہیں

ـ زبیدہ، سائرہ و ہاجرہ کیا، پاک مریم کیا؟
سبھی کے پردوں میں جلوہ نما خاتون جنت ہیں

ـ گزر جاتی ہے، اک سجدے میں شب، اور جی نہیں بھرتا
بیادِ نورِ حق ایسی فنا خاتون جنت ہیں

ـ کمالات آپ کے پیغمبری کے جزا اعظم سے
جبھی تو ولیوں کو جانِ ولا خاتون جنت ہیں

ـ فرشتوں کی نگاہیں کیوں نہ جھک جائیں سرِ محشر
جمالِ امّ شاہِ کربلا خاتونِ جنت ہیں

(شاہ انصار الہ آبادی)

☆☆☆

۱۔ مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز ۔۔۔ از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
۲۔ نور چشم رحمۃ اللعالمین ۔۔۔ آں امام اولین و آخرین
۳۔ آں کہ جاں در پیکر گیتی دمید ۔۔۔ روز گار تازہ آئیں آفرید
۴۔ بانوے آں تاجدار **ھَلْ اَتٰی** ۔۔۔ مرتضیٰ مشکل کشاء شیر خدا
۵۔ پادشاہ و کلبۂ ایوان او ۔۔۔ یک حسام و یک زرہ سامان او
۶۔ مادرِ آں مرکز پر کار عشق ۔۔۔ مادر آں کارواں سالار عشق
۷۔ آں یکے شمع شبستان حرم ۔۔۔ حافظ جمعیت خیر الامم
۸۔ تانشیند آتش پیکار و کیں ۔۔۔ پشت پازد بر سر تاج و نگیں
۹۔ واں دگر مولائے ابرار جہاں ۔۔۔ قوت بازوئے احرار جہاں
۱۰۔ درنوائے زندگی سوز از حسینؓ ۔۔۔ اہل حق حریت آموز از حسین
۱۱۔ سیرت فرزندہا از امہات ۔۔۔ جوہر صدق و صفا از امہات
۱۲۔ مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ ۔۔۔ مادراں را اسوہ کامل بتولؓ
۱۳۔ بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت ۔۔۔ بایہودے چادر خود را فروخت
۱۴۔ نوری و ہم آتشی فرمانبرش ۔۔۔ گم رضایش در رضائے شوہرش

۱۵۔ آں ادب پرورده صبر و رضا — آسیا گردان و لب قرآں سرا
۱۶۔ گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بد امان نماز
۱۷۔ اشک او بر چید جبریل از زمیں — ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں
۱۸۔ رشتہ آئین حق زنجیر پاست — پاس فرمان جناب مصطفی است
۱۹۔ ورنہ گرد تربتش گردیدمے — سجدہ ہا بر خاک لو پاشیدمے

۱۔ حضرت مریم ایک نسبت سے محترم ہیں سیدہ فاطمہ تین نسبتوں سے محترم ہیں۔
۲۔ ایک یہ کہ وہ جناب رسول پاک ﷺ جو امام اولین اور آخرین تھے کی صاجزادی ہیں۔
۳۔ آپ نے زمانے کے پیکر میں نئی روح پھونک دی اور ایک ایسا دور وجود میں لائے جس کا آئین تازہ و جدید ہے۔
۴۔ جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔آپ رضی اللہ عنہ سورہ الدہر جو ھل اتیٰ سے شروع ہوتی ہے کی آیۃ کے مصداق تھے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا لقب مشکل کشا اور شیر خدا ہے۔
۵۔ وہ بادشاہ تھے مگر حجرہ ان کا محل تھا۔اوران کا سارا سامان ایک تلوار اور ایک زرہ پر مشتمل تھا۔
۶۔ ان کی تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں جو پرکار عشق کے مرکز اور کاروان عشق کے سالار تھے۔
۷۔ آپ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی بھی والدہ تھیں جو شبستان حرم کی شمع تھے۔اور جنہوں نے خیر الامم (امت مسلمہ) کے اتحاد کی حفاظت فرمائی۔
۸۔ انہوں نے حکومت کو ٹھکرا دیا تاکہ امت مسلمہ کے اندر سے خانہ جنگی اور دشمنی کی آگ ختم ہو جائے۔
۹۔ اور وہ دوسرے بھائی دنیا بھر کے نیکیوں کے آقا اور احرار کے لئے قوت بازو تھے۔
۱۰۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہل حق نے آپ سے حریت کا درس لیا۔
۱۱۔ مائیں بیٹیوں کی سیرت و کردار بناتی ہیں اور انہیں صدق و صفا کا جوہر عطا کرتی ہیں۔
۱۲۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لئے اسوہ کاملہ ہیں۔

۱۳۔ ایک مسکین کے لئے آپ کا دل اس طرح تڑپا کہ اپنی چادر یہودی کے پاس فروخت کر کے (اس کی مدد کی۔)

۱۴۔ نوری اور آتشی سب آپ کے فرمانبردار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی رضا کو شوہر کی رضا میں گم کر دیا تھا۔

۱۵۔ آپ رضی اللہ عنہا نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی۔ ہاتھ چکی پیتے اور لبوں پر قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔

۱۶۔ آپ رضی اللہ عنہا کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپ رضی اللہ عنہا نے تنگی حالات پر کبھی آنسو نہ بہائے)۔ البتہ نماز کے دوران آپ رضی اللہ عنہا کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے ہیں۔

۱۷۔ جبرائیل امین آپ رضی اللہ عنہا کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرش بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔

۱۸۔ شریعت حقہ کے احکام میرے پاؤں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں مجھے جناب مصطفی کے فرمان کا پاس ہے۔

۱۹۔ ورنہ میں سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربت کے گرد طواف کرتا اور ان کی قبر پر سجدہ ریز ہوتا۔

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

"اے دختر ملت! اگر تو مجھ سے درویش باصفا کی ایک نصیحت قبول کرے تو وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ہزار قوموں کے مرنے پر بھی تو نہ مرے گی۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے تہذیب نو کے اثرات سے بچنے کے لئے خانہ نشین رہ، تاکہ تو اپنے آغوش میں حضرت حسین علیہ السلام جیسے کردار کی حامل شخصیت کو گود میں لینے کا شرف حاصل کرے۔"

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

منقبت اقبال کا منظوم اُردو ترجمہ

ایک نسبت سے ہوئی ہیں مادر عیسیٰ عزیز | تین رشتوں سے جناب فاطمہ زہرا عزیز
نور چشم رحمۃ اللعالمینؐ | وہ امام اولین و آخرین
جس نے ڈالی پیکر گیتی میں جاں | نور حق پیغمبر ﷺ اسلامیاں

☆ ☆ ☆

اور زوج تاجدار ہل اتٰی | مرتضیٰ، مشکل کشا شیر خدا
مرتضیٰ، حاجت روائے دو جہاں | جس کا ساماں بے سرو سامانیاں
زیر فرماں جس کے افلاک و زمیں | جس کی ٹھوکر سے گرے تاج و نگیں

☆ ☆ ☆

جس کی ماں تھی مرکز پرکار عشق | جس کی ماں تھی کارواں سالار عشق
وہ یکے شمع شبستان حرم | حافظ جمعیت خیر الامم
آتش پیکار و کیں کو گل کیا | زہر غم راہ صداقت میں پیا

☆ ☆ ☆

مادر مولائے ابرار جہاں | قوت بازوئے احرار جہاں
فیض سے جس کے ضیا ہے زندگی | واقف حرف وفا ہے زندگی

☆ ☆ ☆

سیرت فرزند دختر ماں سے ہے | قلب انسانی منور ماں سے ہے
مزرع تسلیم کا حاصل بتولؓ | مصطفیٰؐ کے خلق کی حامل بتولؓ
مادران امت خیرالورا کے واسطے | شمع منزل اسوہ کامل بتولؓ

☆ ☆ ☆

اس قدر تھا نرم جس کا دل غریبوں کے لئے | گھر میں گر پایا نہ کچھ مال جہاں
بیکسوں کی دستگیری کے لئے | بیچ دی چادر بھی اپنی اک یہودی کے یہاں
گم رضائے مرتضیٰ میں کر دیا اپنی رضا | زیر فرماں کر لیا ارض و سما

وہ ادب پروردہ صبر و رضا آسیا گرداں و لب قرآں سرا
گریہ شب جس کا بالیں سے رہا ہے بے نیاز موتیوں سے کردیا پر جس نے دامان نماز
اشک جسم کے خاک سے چنتے تھے جبریلؑ امیں مثل شبنم پھر سجاتے تھے عرش بریں
رشتہ آئین حق زنجیر پا ہے کیا کہوں پاس فرمان جناب مصطفیٰؐ ہے کیا کہوں
ورنہ گرد تربت بانوئے مولائے جہاں لائق صد سجدہ اسلامیاں
(منظوم ترجمہ......از......افتخار اعظمی)

☆☆☆

روحِ جسم ایمان محبت پنجتن کی ہے
دلیل لطف ربانی عقیدت پنجتن کی ہے
وہ مردود و لعین ہے اور ناری بھی بلاشک ہے
قلب میں جس کے ذرہ بھر عداوت پنج تن کی ہے
جبریل امیں بھی ان کے گھر آتے ہیں رخصت پر
خوشا یہ احترام وادب وحرمت پنجتن کی ہے
انہی کی سلطنت قائم ہے انسانوں پہ، جنوں پہ
فرشتوں پہ بھی ثابت خود ولایت پنجتن کی ہے
خدا کا دین پھیلا ہے انہی کے دم قدم ہی سے
شریعت بھی، طریقت بھی عنایت پنجتن کی ہے
مطیع ان کا مطیع رب اکبر ہے تعالیٰ اللہ
عبادت رب اکبر کی اطاعت پنجتن کی ہے
سکون وصبر سے فاقہ کشی برداشت کرتے تھے
زہے ہمت کہ اس درجہ ریاضت پنجتن کی ہے
امام الانبیاء شامل ہیں جب ان پاک نفسوں میں
تو پھر میدان محشر میں قیادت پنجتن کی ہے
انہی کے واسطے سے ہم کو محشر میں ملی بخشش

ذریعہ فوزِ ابدی کا بھی نسبت پنجتن کی ہے
یہ جنت ہے غلامانِ محمد ہی کی دولت پھر
ازل کے روز سے جب ساری جنت پنجتن کی ہے
میرا یہ دل، میری یہ جاں، بدن میرا، میری ہستی
میرا ایمان ہے یہ سب عنایت پنجتن کی ہے
میرا سامانِ بخشش ہے، میرا زادِ قیامت بھی
میرے قلب و جگر میں جو محبت پنجتن کی ہے
قاسمؔ نے لکھی ہے آج یہ جو منقبت اِن کی
سمجھئے اِس میں بھی نظرِ عنایت پنجتن کی ہے

(ابوالکرم احمد حسن قاسم الحیدری الرضوی)

☆☆☆

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورِ نظر ہیں بتولؓ   محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر ہیں بتولؓ
علی شیرِ حق کی حرم ہیں مگر   حسینؓ و حسنؓ کی نظر ہیں بتولؓ
حرم کی حرم ہیں، کرم ہی کرم   محمد نبی کی خبر ہیں بتول
فضیلت میں جن کی نہیں ہمسری   وہ سب عورتوں کی ظفر ہیں بتول
چلی جن سے تقویٰ ہے نسلِ نبی   وہ ہر فضل میں بیشتر ہیں بتول
بتول ہی بتول ہے جو مشعلِ رسول ہے
وہ ہستیٔ بتول ہے جو مفخرِ عقول ہے
ہے جس سے بوئے ہر چمن بتول ہی وہ پھول ہے
ہے رشک جس پہ خلد کو وہ حُجرۂ بتول ہے
ہو کس کو وہمِ ہمسری یہ تذکرہ فضول ہے
بتول ہی بتول ہے بتول ہی عظیم ہے
بتول ہی کریم ہے بتول دخترِ نبی
ذہین ہے فہیم ہے بتول شمعِ بندگی

سلیم ہے فخیم ہے بتول صبر کی کلی
مہک میں جو قدیم ہے بتول غیرتِ علی
تقدسِ رسول ہے بتول ہی بتول ہے
بتول بے نظیر ہے رسُول کی مُشیر ہے
بتول زوجۂ علی کبیر ہے، مُنیر ہے
بتول ہی وہ نور ہے جو دہر میں شہیر ہے
بتول وہ کلیم ہے جو عورتوں کی پیر ہے
بتول ہے رسُول کی رسُول سے بتول ہے
بتول ہی بتول ہے بتول وہ سَبیل ہے
جو دہر کی فضیل ہے بتول ہی رسول کی
دلیل بے مثیل ہے بتول مِہر نُور ہے
بتول بے عدیل ہے بتول ہی عزیز ہے
جلیل ہے، جمیل ہے بتول کے عروج سے
یزیدیت مُلول ہے بتول ہی بتول ہے
بتول وہ بتول ہے جو عزتِ رسول ہے
پڑھے حسین جس سے ہیں بتول وہ سکول ہے
نبی کے گھر کی معرفت بتول سے حصول ہے
ہے بغض گر بتول سے تو دین سے عدول ہے
بتول کی یہ منقبت قبول ہی قبول ہے
بتول ہی بتول ہے حَسن ہے نورِ پنجتن
حَسن ہے فخر ہر زمن حَسن درِ رسولِ حق
حَسن و حید شہر و بن حَسن دلِ بتول ہے
حَسن حُسین و سیمتن حَسن ہے عشق کی طلب
حَسن ہے رونق چمن حَسن ہے گل، حَسن ہے گل

حَسن ہے نُور کی کرَن حَسن ہے نورِ پنجتن
حَسن شُعورِ حیدری حَسن شُرورِ دلبری
حَسن بطُونِ رہبری حَسن ظہورِ برتری
حَسن ہے رنگ و روشنی حَسن سُکونِ سَرمدی
حَسن ہے بختِ سروری حَسن فروغ، زندگی

(السید محمد امین علی النقوی)

☆☆☆

تو حرفِ وجود کی صدا ہے
تا حدِ عدَم تُو گونجتا ہے!
سُنتی ہے ابد کی شام تجھ کو
تُو صبحِ ازل کا ماجرا ہے!
ہر چند کہ تُو خدا نہیں ہے
ہر روپ تیرا خدانما ہے!
تُو دشتِ حیات کا شجر ہے
عالم تیری چھاؤں میں کھڑا ہے!
تجھ میں ہیں تمام عکس اُن کے
تُو کون و مکاں کا آئینہ ہے!
سایہ تیرا کون ڈھونڈ پائے
تُو پیکرِ نُور میں ڈھلا ہے!
میں دھوپ سے، چاندنی سے پوچھوں
سُورج ہے کہ چاند ہے تو کیا ہے!
ہر ایک صفت فرو ہے تجھ سے
ہر ایک صفت سے تُو ورا ہے!
سوئیں جو گھروں میں اُن کی خاطر
تُو غارِ حرا میں جاگتا ہے!

معراج کی رات کہہ رہی ہے
ہر فاصلہ تیری خاکِ پا ہے!
رحمت سے نوازا جان و دل کو
اندر میرے حشر سا بپا ہے!

(عارف عبدالمتین)

☆☆☆

کنیز تیری جہاں بھر کی سروری زہرا
کہ تو ہے روشنئ دیدۂ نبی زہرا
نہیں ہے مجھ کو تمنائے افسری زہرا
میں چاہتا ہوں تیرے در کی چاکری زہرا
برائے تزکیہ قلب، اسوۂ کامل
ہے عورتوں کے لئے تیری زندگی زہرا
نمود جس کی ہوئی کربلا کے میدان میں
یہ سب حرارت ایماں تھی تیری زہرا
حیا و شرم و قناعت میں لونڈیاں تیری
وقار دین تیری پاک دامنی زہرا
نسیم تازہ گلزار مصطفی تو ہے
ہے تجھ سے باغ شرافت میں تازگی زہرا
ہے تو ہی نور نگاہِ محمد عربی!
توئی ہے دیدۂ ملت کی روشنی زہرا
ہے محو ناز سدا روح باغباں جس پر
ہے گلستان رسالت کی وہ کلی زہرا
دعائے خیر کا انعام ہو عطا مجھ کو
ہے تیرے در کی گدائی میری بیکسی زہرا

نظر رہی ہے سدا تیرے لطف پر اپنی
ہمارے حق میں ہے کافی دعا تیری زہرا
ملے گی بھیک تیرے در سے اس کو بھی اک دن
اسی یقین پہ زندہ ہے فیض بھی زہرا
(صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ، آلو مہار شریف)

☆☆☆

فاطمہؓ بحرِ سخا کنزِ عطا — فاطمہؓ بنتِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سایۂ او بر نساء العالمیں — ملکۂ اقلیمِ فردوسِ بریں
عزتِ ہر دوسرا منبعِ نور — بردرِ او ایستادہ ملک و حور
حورِ ارضی سر تا پا عکسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — گفت محبوبِ خدا اورا بتولؓ
سیدہ و طیبہ و طاہرہ — زینتِ کاشانۂ شیرِ خدا
مادرِ حسنینؓ جانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — کس نہ دارد مثل او دستِ سخا
مثلِ پیغمبر ہمہ کردارِ او — نطقِ او گفتارِ او رفتارِ او
خانۂ او جلوہ گاہِ نورِ ذات — ہم شبیہ مصطفیٰ قدسی صفات
کن بریں الفاظ نادرؔ اختتام — السلام اے بنتِ احمدؐ السلام
(از نادر جاجوی)

☆☆☆

لکھا جو زہرا لفظوں کو تاثیر مل گئی — فکر و نظر کو علم کی تنویر مل گئی
بنتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربان جائیے — جس کو خدا سے چادرِ تطہیر مل گئی
بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو غلامی میں لے لیا — سمجھوں گا کل جہان کی جاگیر مل گئی
میں اہلبیتِ پاک کا ادنیٰ غلام ہوں — شکرِ خدا کہ مجھ کو یہ تقدیر مل گئی
آزاد رنج و غم سے وہ انسان ہو گیا — جس کو درِ بتول کی زنجیر مل گئی
دہلیزِ پنجتن پہ اگر حاضری ہوئی — سمجھوں گا میں کہ خواب کی تعبیر مل گئی
نانا حبیبِ کبریا، بابا خدا کے شیر — مادر تمہیں عظیم اے شبیر مل گئی

طاہرؔ درِ بتول پہ حاضر ہوا میں جب ... دل کو سکون آنکھوں کو تنویر مل گئی

(شاعر حمد و نعت طاہرؔ سلطانی)

☆☆☆

فاطمہ زہرا ہے خاتونِ جنت ... ہے جنت کی مختار خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے، بیٹی نبی ﷺ کی ... نبی ﷺ کی دل و جان خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے بیوی علیؓ کی ... علیؓ کی ہے ہمراز خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے حسنینؓ کی ماں ... ہیں حسنینؓ قمرین خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے اطہر مُطہر ... ہے اطہر بہ قرآن خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے بنی سِلکِ سادات ... ہے سادات میں شانِ خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے سرتاجِ فقراء ... فقیری کی ہے لاج خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا ہے شافع محشر ... ہے محشر میں مقبول خاتونِ جنت

فاطمہ زہرا دَسِیْلَۃِ الیاس ... ہے الیاسؔ وابستہ خاتونِ جنت

(پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

بوئے بہشت زوجِ علی دخترِ رسول ﷺ ... اُم ابیہا، زہرہ و منصورہ و بتول

کلثوم، سارا، آسیہ، مریم کے غول میں ... مانندِ ماہتاب ہوا خاک پر نزول

بطنِ خدیجہ سے ادب آداب یافتہ ... مولائے کائنات جسے سونگھتے وہ پھول

جنت کی نعمتیں، ترے فاقوں کی میزبان ... ہونے دیا نہ تجھ کو خدا نے کبھی ملول

بابا کے بعد زیادہ نہ جی سکی ... دن زندگی کے صرف بہتر کئے قبول

تجھ سے فقط وراثتِ نسلِ پدر چلی ... اِک زین العابدینؓ نے شجرہ کیا وصول

ہے ناز دِیں کو تیرے بیٹے حسینؓ پر ... اپنے لہو سے لکھ گیا سچائی کے اصول

زینب کے سر پہ جب کوئی چادر نہیں رہی ... تجھ سے لپٹ کر رونے لگی کربلا کی دھول

(مظفر وارثی)

☆☆☆

شانِ جنت آپ ہیں، آلِ رسول ﷺ آپ ہیں
خاتونِ جنت آپ ہیں، جانِ رسول ﷺ آپ ہیں
آپ کا اسمِ مبارک لیتے ہی، قلب کو راحت ملتی ہے
اُم المومنین آپ ہیں، شانِ رسول ﷺ آپ ہیں
حُسنِ عمل آپ کا، مثال ہے ہم سب کے لئے
شہزادیٔ شہنشاہِ دو جہاں، آلِ رسول ﷺ آپ ہیں
زوجۂ شیرِ خدا، مجسم پیکرِ شرم و حیا
سُرورِ قلب و نگاہ آپ ہیں، شانِ رسول ﷺ آپ ہیں
اسلام زندہ ہوا جن شہزادوں سے، والدہ اُن کی آپ ہیں
تاریخِ قربا' کربلا آپ ہیں، باعثِ وارثِ رسول ﷺ آپ ہیں
آپ کی تعریف اتنی، کیا کر سکے، یہ سیاہ کار و حقیر
شاہ نور العین آپ ہیں، جانِ رسول ﷺ آپ ہیں
کرم آپ سے جن کو مِلا، شامل اُن میں ہے یہ بھی فقیر
عطا ہو جائے ناز کو پھر وہ منظر، آلِ رسول ﷺ آپ ہیں

(ریحانہ شفاعت نازؔ)

☆☆☆

یا بتولؓ سلام علیکَ ۔۔۔ صلوٰۃُ اللہ علیکَ
قرۃ العین محمد ﷺ ۔۔۔ جانِ جانانِ محمد ﷺ
پیکرِ عین محمد ﷺ ۔۔۔ شانِ ذی شانِ محمد ﷺ
یا بتولؓ سلام علیکَ ۔۔۔ صلوٰۃُ اللہ علیکَ
مادرِ حسنینؓ تم ہو ۔۔۔ آئینۂ قوسین تم ہو
فاتحِ بابین تم ہو ۔۔۔ حرمتِ کعبین تم ہو
یا بتولؓ سلام علیکَ ۔۔۔ صلوٰۃُ اللہ علیکَ
پنجتن کی جان تم سے ۔۔۔ اور نبی ﷺ کی شان تم سے

حیدری ایمان تم سے — اور حسینی آن تم سے
یا بتولؓ سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیک
چادرِ طاسین تم ہو — دختر یاسین تم ہو
لائق تحسین تم ہو — مونس غمگین تم ہو
یا بتولؓ سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیک
قوم مستحکم تم ہی سے — بار ور اُمت تم ہی سے
اصلہا ثابت تم ہی سے — فرعہا صامت تم ہی سے

☆......☆

سطوتِ وحدت تم ہی ہو — باعث ہمت تم ہی ہو
مادرِ ملت تم ہی ہو — بہتر اُمت تم ہی ہو
یا بتولؓ سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیک
فاطمہؓ زہرا خبر لو — اپنی اُمت کی خبر لو
مادر مشفق خبر لو — ان غلاموں کی خبر لو

☆......☆

معنی قرآں عطا ہو — حاصل ایماں عطا ہو
قوتِ شیراں عطا ہو — شوقِ صدیقاں عطا ہو
یا بتولؓ سلام علیک — صلوٰۃ اللہ علیک
جوشِ شبیری عطا ہو — فقر کراری عطا ہو
حیدری قوت عطا ہو — پھر وہی ہمت عطا ہو
آپ ایمان وحیا ہیں — پیکرِ صدق وصفا ہیں
آپ ہی نور وِلا ہیں — نازشِ آلِ عبا ہیں

☆......☆

آپ ہیں ماہِ نبوت — آپ سے جاری ولایت
آپ سے اُمت پہ رحمت — آپ کے صدقے شہادت

یا بتولؓ سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک

جب دعا حضرت نے کی تھی
آپ کی حق نے سنی تھی

پھر سے اے زہرا خبر لو
مادرِ مشفق خبر لو

اپنی امت کی خبر لو
ان غلاموں کی خبر لو

☆ ☆ ☆
ان کنیزوں کی خبر لو

یا بتولؓ سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک

شبر و شبیر صدقے
حیدرِ کرار صدقے

اُم ۔ بیمار صدقے
احمدِ مختار صدقے

قوتِ شیراں عطا ہو
خالص ایماں عطا ہو

جوشِ شبیری عطا ہو
پھر وہی ہمت عطا ہو

یا ۔لؓ سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک

آپ ہیں بانوئے حیدر
آپ ہم شکل پیمبر ﷺ

آپ ہیں رحمت کی چادر
آپ ہی امت کی مادر

آپ کا سایہ ولی پر
آپ کی شفقت سبھی پر

یا ۔ لؓ سلام علیک
صلوٰۃ اللہ علیک

(ولی الدین) (سبیل العارفین، از بنت احمد عمر)

☆☆☆

نو ۔ م حبیبِ خدا آپ ہیں
راحتِ جان خیرالوریٰ آپ ہیں

طیبہ، طاہرہ، آپ خیر النساء
بانوئے حضرتِ مرتضیٰ آپ ہیں

اُمِ حضرت حسن مصلحِ مومنیں
مادرِ سید کربلا آپ ہیں

آپ ہی سے چلا خاندانِ نبی ﷺ
اصل نسل شہ انبیاء آپ ہیں

گنج کونین ہے آپ کے ہاتھ میں
ملکۂ ملک رب العلا آپ ہیں

آپ کے سر پہ چادر ہے تطہیر کی
مخزنِ فضل و عز و حیا آپ ہیں
دیجئے صدقہ حسنین کے حُسن کا
ملجاءِ حسنیؔ بے نوا آپ ہیں
(علامہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی، سجادہ نشین: شاہ والا شریف)

☆☆☆

باغِ جنت کی کلی زہرا بتول
سب سے بہتر اور بھلی زہرا بتول
کٹ رہی ہے معصیت میں روز و شب
میری ساری زندگی زہرا بتول
میرے دامن میں گناہوں کے سوا
کچھ نہیں جز تیرگی زہرا بتول
لے کر آیا ہوں حضورِ مصطفیٰ ﷺ
سر بسر بے مائیگی زہرا بتول
میری عرضِ حال پیش آنحضور
کیجئے بہر علی زہرا بتول
آب لطف سرورِ کونین سے
شاخ ہو دِل کی ہری زہرا بتول
بار دیگر ہو کرم کی اِک نظر
ہے یہی خواہش میری زہرا بتول

آپ کے در کی گدائی کے عوض
لوں نہ میں تختِ شہی زہرا بتول
واسطہ ہے آپ کو حسنین کا
حل ہو مشکل میری زہرا بتول
یہ میری درخواست ہے پیشِ حضور
وجہِ صد شرمندگی زہرا بتول
آپ کی تربت کے ہو انوار میں
اور بھی تابندگی زہرا بتول
تم کو حاصل ہے بناتِ خُلد پر
قیصری و سروری زہرا بتول
کٹ گئی وا حسرتا محمورؔ کی
زندگی بے بندگی زہرا بتول

(نتیجہ فکر حضرت صوفی خورشید عالم محمورؔ سدیدی رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

بڑھے گی تاابد شانِ علیؑ ہر آن زہرا رضی اللہ عنہا کی
کہ ہے مدحت سرائی کر رہا قرآن زہرا رضی اللہ عنہا کی
کھڑے ہو کر تھے استقبال کرتے مصطفیٰ اُن کا
خُدا ہی جانتا ہے کس قدر ہے شان زہرا رضی اللہ عنہا کی
نبی کے گھر کی ہر نعمت وہی تقسیم کرتی ہیں
ہے گویا سب خدائی ہر گھڑی مہمان زہرا رضی اللہ عنہا کی
نگاہوں کو جھکا لو اہلِ محشر! یہ ندا ہو گی
سواری خُلد میں جائے گی جب ذیشان زہرا رضی اللہ عنہا کی
بپاسِ پردہ ملک الموت کے اِنکار کرنے پر
خُدا نے قبض فرمائی تھی خود ہی جان زہرا رضی اللہ عنہا کی

جبھی تو کٹ کے بھی کربل میں سر اُن کا رہا اونچا
کہ تھی شبیر میں غیرت علی رضی اللہ عنہ کی، آن زہرا رضی اللہ عنہا کی
بیاں کیا شان ہو بنتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجھ سے اے صائم
تھے چکی پیتے حُور و ملک رضوان زہرا رضی اللہ عنہا کی

(حضرت صائم چشتی)

☆☆☆

اس سانحہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُر ملال
لختِ دل رسول کی تربت ہے خستہ حال
دل میں ٹھٹک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا
اِس جنت البقیع کی تعظیم کا خیال
طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا
اس ابتلا سے خاطرِ کونین ہے نڈھال
سوئے ہوئے ہیں، ماں کی لحد ہی کے آس پاس
پورِ خلیل، سبطِ پیمبر، علی کے لال
اُڑتی ہے دھول مرقدِ آلِ رسول پر
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
افتادگانِ خواب میں آلِ ابو تراب
ابتک وہی ہے گردشِ دوراں کی چال ڈھال
فرشِ رُوا ہے؟ پیمبر کے دین میں
لیکن حرام شے ہے؟ مقابر کی دیکھ بھال
اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی
تیرا غضب کہاں ہے؟ خداوندِ ذوالجلال
توندیں بڑھی ہوئی ہیں غریبوں کے خون سے
محلوں کی آب و تاب ہے، حکام پر حلال

جس کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا نہ ہو
اُس شخص کو نوشتۂ تقدیر ہے زوال
پھٹتی ہے پو، تو صبح بھی ہوتی ہے بالضرور
پھرتے ہیں روز و شب، تو پلٹتے ہیں ماہ و سال
کب تک رہے گی آلِ پیمبر لٹی پٹی
کب تک رہیں گے جعفر و باقر گرفتہ حال
از بسکہ ہوں غلام غلامانِ اہلِ بیت
ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال
کیا یُوں ہی خاک اُڑے گی مزاراتِ اقدس پر!
فیصل کی سلطنت سے ہے شورش میرا سوال

(آغا شورش کاشمیری)

☆☆☆

کہوں کیا میں رودادِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
ہے یادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یادِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
جگر گوشے شبیر و شبر رضی اللہ عنہما اگر ہیں
ہے زینب رضی اللہ عنہا بھی اولادِ خاتون جنت رضی اللہ عنہا
زمانہ ہے محتاجِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
کہ حیدر رضی اللہ عنہ تھے سرتاجِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
وہ مسلم خواتین کو رہنما ہے
جو روشن ہے منہاجِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھیں محبوب خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
عبادت میں تھیں خوب خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
اُٹھی پردۂ شب میں میت بھی ان کی
کہ تھیں اتنی محجوب خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

جو بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زوجِ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ ہے
بنی ہے وہی ذات خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا
بنی نوعِ انساں میں رتبہ بڑا ہے
کہ ہیں اُمّ سادات خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

(راجا رشید محمود)

☆☆☆

دخترِ سرکارِ والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
رکھتی تھیں کردار اُجلا فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
نورِ چشمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زوجِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
"کاملِ اُسوہ مادراں را" فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
زینب رضی اللہ عنہا و شبیر و شبر رضی اللہ عنہما کو ملی جن سے ضیا
نور کا تھیں ایسا ہالہ فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
پرتوِ حُسن و جمالِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں
امتیازِ زُہد و تقویٰ فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
عُسرت و تنگی کے عالم میں بھی وہ قانع رہیں
پاسدارِ حکمِ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
کہیئے نامُوسِ پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں روشن چراغ
عفت و عصمت میں یکتا فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
مغفرت محمودؔ کو دلوائیں گی محشر کے دن
دے کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ فاطمہ اُمِ حسین رضی اللہ عنہا
فاطمہ رضی اللہ عنہا کا واسطہ دو ان کے بابا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
کوئی امکاں ہی نہیں عرضی کے اِسترداد کا

(راجا رشید محمودؔ)

☆☆☆

حسنین محترم رضی اللہ عنہما کی جو مادر ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا
صبر و رضا و ضبط کا جوہر ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا
ایثار و حلم و علم سراپا ہیں طاہرہ
اور راز دارِ شاہدِ داور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا
اپنی خصوصیات میں یکتا ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا
یوں، افتخارِ مریم و حوا ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا
یہ صبر و بُرد باری، مساوات و سادگی!
شفقت مآبِ حضرتِ فضہ رضی اللہ عنہا ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا
صبر و رضا و شکر کی تعلیم فاطمہ رضی اللہ عنہا
ہیں لائق صد عزت و تکریم فاطمہ رضی اللہ عنہا
جنت میں عورتوں کی ہیں سردار بے گماں
ہیں رہنمائے تقویٰ و تسلیم فاطمہ رضی اللہ عنہا
خیرُ النساء تھیں، صابر و قانع بتول رضی اللہ عنہا تھیں
تھیں نورِ چشمِ سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا
رہتی تھیں وہ عبادتِ خالق میں منہمک
تھیں آیۂ تطہیر کا معیار فاطمہ رضی اللہ عنہا

(راجا رشید محمودؔ)

☆☆☆

سگِ درگاہ کو ہو اذنِ مدحت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا
تہی داماں پہ بھی نظرِ عنایت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا
فرشتے بھی ترے ہاں بن اجازت آ نہیں سکتے
دو عالم پر تری چھائی ہے حشمت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا
تیرے کردار کی عظمت نبوت پر ہویدا تھی
پئے تعظیم اُٹھتی تھی رسالت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا
عطا سائل کو کر دیں پاکی کردار کی دولت

سنا ہے تیری باندی ہے طہارت سیدہ زہرا
یہ ناممکن ہے کہ رد ہو جائے وہ دربارِ آقا ﷺ میں
ملے جس عرض کو تیری وساطت سیدہ زہرا
سخی بنتِ سخی تیری اجازت ہی سے آیا ہوں
اجازت ہو تو چوموں خاکِ تربت سیدہ زہرا
نبی مہرباں ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیجئے
ظفرؔ کی بھی اگر عرضِ شفاعت سیدہ زہرا

(ظفر برہانی، ضلع اٹک)

☆☆☆

خاتونِ جنت دے وانگوں | کون اُمت تے احسان کرے
سرکار دا دین بچاون لئی | سب کٹبے نوں قربان کرے
جنہوں ویکھ کے سارے نبیاں دا | سردار کھڑا ہو جاندا اے
کیہہ طاقت قلم نمانے دی | زہرا دی شان بیان کرے
مُک جاندی رات نہ مکدا اے | سجدہ سرکار دی بیٹی دا
رو رو کے کھڑا اُمت دی | مشکل نوں انج آسان کرے
چکّی دی مشقت ہتھاں تے | جنت دی حکومت قدماں وچ
فاقے دی مصیبت یاد نئیں | ہر دم ورد قرآن کرے
جھک جان نگاہواں محشر وچ | آونا ایں نبی دی بیٹی نے
کیہہ حشر ہووے گا محشر دا | جدوں والی ایہہ اعلان کرے
جہدے سر دا سائیں حیدر اے | جہدا باپ محمد سرور اے
تا حشر ظہوریؔ نوں مولا | اوہدی چوکھٹ دا دربان کرے

(الحاج محمد علی ظہوری رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

کی پاکیزگی جس سے حوروں نے حاصل
ہے عصمت سراپا محمد کی بیٹی
رہی فقر و فاقے میں صبر و رضا پر
وہ جنت کی ملکہ محمد کی بیٹی
رہی ایسے پردے میں پردے کی مالک
نہ دیکھی فرشتوں نے بھی اُن کی صورت
ہے بلقیس و مریم سے بھی شان والی
وہ ذیشان زہرا محمد کی بیٹی
شہنشاہِ عالم کی بیٹی کا گھر ہے
نہ خادم کنیزیں نہ کچھ مال و زر ہے
ہے خود پیستی اپنے ہاتھوں سے چکی
نہیں کرتی شکوہ محمد کی بیٹی
لگی بھوک ہو جب حسین و حسن کو
تو مُنہ چُوم لینا دو آنسو بہا کر
یا دَم کرنا بیٹوں پہ قرآن پڑھ کر
کہے حمدُ للّٰہ محمد کی بیٹی
پتہ ہے محمد یا زہرا رضی اللہ عنہا علی کو
کہ حسنین کو کیسے پالا گیا ہے
نہیں بھول سکتا یہ اسلام صائم
دیا جو خزانہ محمد کی بیٹی

(الحاج صائم چشتی) پیشکش: پروفیسر محمد خاں چشتی (فیصل آباد)

☆☆☆

ہے رتبہ اس لئے کونین میں عصمت کا عفت کا
شرف حاصل ہے اُن کو دامن، زہرا سے نسبت کا
جو جانا خلد میں ہو پائے زہرا سے لپٹ جاؤ
جسے کہتے ہیں جنت ملک ہے خاتونِ جنت کا
نبی کے دل کی راحت اور علی کے گھر کی زینت ہیں
بیاں کس سے ہو ان کی پاک طینت پاک طلعت کا
بتول و فاطمہ زہرا لقب اس واسطے پایا
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نگہت کا
نبی کی لاڈلی! بیوی ولی کی! ماں شہیدوں کی
یہاں جلوہ نبوت کا، ولائت کا، شہادت کا
تعالی اللہ اس سعدین کے جوڑے کا کیا کہنا
کہ رحمت کی دلہن زہرا، علی دولہا ولائت کا

وہ چادر جس کا آنچل چاند سورج نے نہیں دیکھا
بنے گی حشر میں پردہ گنہگارانِ اُمت کا
اگر سالکؔ بھی یارب دعویٰ جنت کرے حق ہے
جو وہ زہراؓ کی ہے یہ بھی تو ہے خاتونِ جنت کا
(مفتی احمد یار خاں سالکؔ گجراتی)

☆☆☆

کیوں کر نہ ہوں معیارِ سخا فاطمہ زہراؓ
ہیں دخترِ محبوبِ خدا فاطمہ زہراؓ
ہیں نورِ محمد بخدا فاطمہ زہراؓ
محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا فاطمہ زہراؓ
مادر ہیں وہ زینب کی حسین اور حسن کی
ہیں آلِ محمد کی رِدا فاطمہ زہراؓ
پوچھا جو کسی نے کہ ہیں خاتونِ جناں کون؟
آہستہ سے رِضواں نے کہا فاطمہ زہراؓ
ایک ایک نظر حاصل صد لطف و کرم ہے
ہیں وارث فیضان و عطا فاطمہ زہراؓ
نام ان کا ہے اکسیر پئے ردِ بلیات
ہیں درد کی میرے بھی دوا فاطمہ زہراؓ
اوصافِ حمیدہ میں وہ مختار ہیں سب سے
ہیں جملہ خواتین سے جدا فاطمہ زہراؓ
دیتی ہے وفائے حسنین اس کی شہادت
ہر لمحہ تھیں راضی بہ رضا فاطمہ زہراؓ
اب تو ہے نصیرؔ اُن سے عقیدت کا یہ عالم
ہر حال میں ہے وردِ میرا فاطمہ زہراؓ
(پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

وہ فخر انس و جاں بنت خدیجہ و دختر پیغمبر
زنان دہر و حوران جناں سے افضل و برتر
وہ خاتون جناں معصوم حوریں باندیاں جن کی
ملک جنت سے آ کر پیستے تھے چکیاں جن کی
وہ مستورات عالم پر مسلم جن کی سرداری
وہ جن کا دامن عصمت ظہور شان ستاری
وہ جن کی آل اطہر محترم اولادِ آدم سے
وہ جن پر آیۂ تطہیر اتری عرشِ اعظم سے
وہ شب بیدار وہ صرف رکوع و سجدہ پیہم
وہ جن کی ذات پر نازاں حضور رحمت عالم
وہ جن کا ایک سجدہ ضامن عفو خطا کاراں
وہ جن کی جنبش لب شافع جرم گنہگاراں
وہ نور العین وہ لخت دل محبوب ربانی
وہ فخر ہاجرہ و آسیہ وہ مریم ثانی
زکیہ، طاہرہ خاتونِ جنت فاطمہ زہرہ
وہ جن کا منکر تو قیر لطف حق سے بے بہرہ
بتول فاطمہ وہ جن کی الفت حاصل ایماں
محبت جن کی عرفان خدا نور دل ایماں

☆☆☆

بحمد اللہ جب سولہ ۱۶ برس کی عمر کو پہنچیں
ندائیں عرش سے سرکار کو آئیں بصد تمکیں
فرشتوں کی زبانی حکم رب ذو الجلال آیا
رسول پاک کو زہرہ کی شادی کا خیال آیا

مسائل عقد کے جب تالب خیر الانام آئے
صحابہ کی طرف سے عقد زہرا کے پیام آئے
ازل سے یہ سعادت تھی مگر تقدیر حیدر میں
کہ تھے مولا علی محبوب تر چشم پیمبر میں
علی کا حسن سرمست شباب زندگانی تھا
کہ اکیس سال کی تھی عمر آغازِ جوانی تھا
تھا گہوارہ مدینہ انعقاد عقد نسبت کا
بہار افزا تھا موسم دوسرا تھا سال ہجرت کا

☆☆☆

علی تھے ابن عم پروردۂ آغوش رحمت تھے
علیؓ شیر خدا تھے قوت بازوئے حضرت تھے
علیؓ دروازۂ شہر علومِ مصطفائی تھے
علیؓ گنجینۂ اسرارِ شانِ کبریائی تھے
علیؓ کو وہ رسول خالق یکتا سے نسبت تھی
کہ عند اللہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے نسبت تھی
تھی پابوس علیؓ شان توکل شوکت شاہی
رگ و پے میں علیؓ کے جذب تھا زور ید اللہی
علیؓ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَکُم کی شرح کامل تھے
علیؓ جزو نبی تھے لَحمَكَ لَحمِیْ کے حامل تھے
علیؓ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کی تفسیر مکمل تھے
علیؓ میدان نصرت کے علمبردار اول تھے
علیؓ فخر قریش و افتخار آل ہاشم تھے
علیؓ سے زندہ جاوید اسلامی مراسم تھے

علیؓ تھے فردِ زہد و علم میں زورِ شجاعت ہیں
علیؓ تھے اول الاصحاب اصحاب نبوت میں
علیؓ خیبر شکن فاتحِ خندق ہونے والے تھے
علیؓ نام و نشان بت پرستی کھونے والے تھے
علیؓ تھے اپنا ثانی آپ اوصاف و محامد میں
علیؓ میں وصف تھے وہ سب جو ہوں غازی مجاہد میں
علیؓ کا فضل ظاہر ماہ سے لے تا بہ ماہی تھا
علیؓ زوجِ بتول پاک ہوں امرِ الٰہی تھا

☆☆☆

غرض وہ روز نوروز شرف وقت سعید آیا
کہ ہم رشتہ نظر در نجف در فرید آیا
رسول صلی اللہ علیہ وسلم عرش مسند نے بادشاہ خداوندی
نکاح حیدر و زہرہ پہ ظاہر کی رضا مندی
علیؓ ابن ابی طالب کا اے صل علیٰ رتبہ
نکاح فاطمہؓ کا خود پڑھا سرکار نے خطبہ
زمیں سے عرش اعظم تک مچی دھومیں رچی شادی
بنی دست نبی سے مرحبا دلہن نبی زادی
خوشی سے بزم عقد پاک میں اصحاب خیر آئے
ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ انسؓ طلحہؓ زبیرؓ آئے
علیؓ مجلس میں دولہا بن کے آئے اس تحمل سے
کہ جیسے بوئے گل ہو منہ چھپائے دامن گل سے
قبائے سادہ زیب جسم تھی سر پر عمامہ تھا
شہانہ تھا نہ سہرا تھا نہ مقنع تھا نہ جامہ تھا

ہوئی طے چار سو مثقال چاندی مہر کے بدلے
عروسِ شب نے جوڑے نو عروس دہر کے بدلے
لٹائے بزم میں چھوارے شہ والا نے خوش ہو کر
حلاوت یاب محفل میں ہوئے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دلہن دولہا کے ملنے کی مسرت کی گھڑی آئی
جناب سیدہ زہرا کی رخصت کی گھڑی آئی
ہوئی بعد فراغ عقد رخصت فاطمہ بی کی
رسومِ بزم شادی پر نظر تھی ہر صحابی کی

☆☆☆

گلشن مصطفی کی شگفتہ کلی سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ
تو ہے آغوشِ احمدؐ کی نازوں پلی سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ
تو ہے والا گہر بنت شاہِ زمن تیرے لختِ جگر ہیں حسینؓ و حسنؓ
اور شوہر تیرے ہیں جناب علیؓ، سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ
نوری کرتے ہیں پردے کا تیرے حیا اور خاتونِ جنت لقب ہے تیرا
نسل سرکارِ کونین تجھ سے چلی، سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ
آنکھ روشن ہوئی دل میں نور آ گیا ایک کیف آ گیا اک سرور آ گیا
خاکِ روضہ تیری آنکھ پر جب ملی سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ
منقبت سے تیری، غم ہمارا مٹا اور دونوں جہاں کا خسارا مٹا
ذکر سے تیرے ہر اک مصیبت ٹلی سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ
اپنے لالوںؓ کے صدقے دیا کیجئے، اپنے باباؐ کے در سے عطا کیجئے
کھوٹی تقدیر نازشؔ کی کیجئے بھلی سیدہ فاطمہؓ سیدہ فاطمہؓ

(محمد حنیف نازش)

☆☆☆

سیدہ عرش آشیاں وجہِ قرارِ کن فکاں
اے کہ ہے تیری خاکِ پا سرمۂ چشم دو جہاں
مصدرِ اتقا منبعِ حسنِ اجتبا
معدنِ رمزِ اعتلا کنزِ سخائے خسرواں
مادرِ امتحانِ عشق، سیدۂ جہانِ عشق
طاہرۂ زبانِ عشق پیکرِ عشق نوریاں
مخزنِ علمِ عالماں، راحتِ جانِ عابداں
وجہِ ثباتِ زاہداں، کیف وسرورِ عارفاں
ماہِ تمامِ معرفت، مہرِ منیر معدلت
نجمِ کمالِ منقبت، شمعِ قلوبِ مومناں
بضعۂ قلبِ مصطفیٰ نورِ نگاہِ مرتضیٰ
مرکزِ عشقِ کبریا تیری ثنا ہو کیا بیاں
تیرے جلال سے عیاں تیرا جمالِ بیکراں
تیری ثنا میں جاوداں نغمہ طراز مہر زباں
تیری سخا ہے جُو بہ جُو تیرا کرم ہے یم بہ یم
ذرہ بہ ذرہ تیرا نور تیری نظر جہاں جہاں
تیری نفس نفس ہے یادِ عشق ہے تیرا دل بہ دل
تیری ثنا ہے لب بہ لب ذکر ہے تیرا جاں بہ جاں
رفعتِ مرتبت تیرہ فہم و ذکا سے ہے بروں
تیرے حضور سرنگوں رفعتِ عرش ولامکاں
دل کا فروغ تیرا غم نورِ نظر تیرا الم
مجھ پہ ہے یہ تیرا کرم اے کہ تیری عظیم شاں

☆☆☆

دخترِ ختم الرسل جانِ پیمبر فاطمہ
اے وقارِ بوترابی، شانِ حیدر فاطمہ
لٹ رہا تھا کربلا میں آپ کا گھر فاطمہ
آپ نے دیکھا ہے محشر قبلِ محشر فاطمہ
آپ کی نسبت ہوئی ہم کو میسر فاطمہ
آپ کی مدحت ہوئی اپنا مقدر فاطمہ
ضبط کے خوگر علی تھے صبر کے خوگر حسین
آپ کی ہستی میں ہیں دونوں ہی جوہر فاطمہ
ذی حسب، اعلیٰ نسب، زہرہ لقب ذوالاحترام
سب سے اعلیٰ سب سے افضل سب سے بہتر فاطمہ
سرفروشی کا سبق دے، صبر دے ایثار دے
اب کہاں ایسی کوئی آغوشِ مادر فاطمہ
عرش ہل جاتا اگر فریاد کو اٹھتے وہ ہاتھ
آپ نے رکھا جنہیں چکی کا خوگر فاطمہ
مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور آلِ مصطفیٰ کے ہیں غلام
اپنے دامن میں چھپالیں یہ سمجھ کر فاطمہ
خاتمہ بالخیر ہو عشقِ نبی میں جب ادیبؔ
ڈال دیں رحمت کی اس مجرم پہ چادر فاطمہ

(ادیبؔ رائے پوری، کراچی)

مقصودِ کائنات (نعتیہ مجموعہ)/ سید حسین علی ادیب رائے پوری/ مرتب: شہزاد احمد/ اکتوبر ۱۹۹۸ء/ مدحت پبلی شرز کراچی/ ملنے کا پتا: اے ۸۳/ بلاک ایچ شمالی ناظم آباد کراچی/ صفحہ ۳۵۳ (مجموعے میں بشانِ حضرت فاطمہ چھ قطعات بھی موجود ہیں)

☆☆☆

سلمو صلی علیٰ ، بنتِ رسولِ دوسرا
جس کی رگ رگ میں پیمبر کا لہو تھا دوڑتا

سائباں، صبر و تحمل کے لیے جس کی ردا
درسِ تسلیم و رضا جس کو خدیجہ سے ملا
لَو اسی شمع کی تا کرب و بلا جاتی ہے
ظلمتِ شام اسی نور سے تھراتی ہے

بردباری و تحمل میں یہ آپ اپنا جواب
اِن کا ایک ایک عمل علمِ محمد کا نصاب
اِن کے تیور سے عیاں تیغ یداللہ کی آب
یہ وہ دعویٰ کہ دلیل اِن کے لیے حق کی کتاب
کربلا روح میں ، یہ دل میں نجف رکھتی ہیں
دھڑکنیں اِن کی توازن کی شرف رکھتی ہیں

اِن کا کردار سند، اِن کا عمل دین ہوا
اِن کا ایثار ہی ایثار کا آئین ہوا
نام یہ سچ کے لیے باعثِ تزئین ہوا
مستند دہر میں اعزازِ خواتین ہوا
اِن کے در ہی سے اُجالوں کو سند ملتی ہے
عفت و علم و یقیں کی یہاں حد ملتی ہے

یہ وہ زہرا کہ جسے سایۂ رحمت کہیے
جس کو آئینۂ کردارِ رسالت کہیے
ضبط و ایثار و وفا کی جسے آیت کہیے
نازشِ صبر ، نگہدارِ شجاعت کہیے
جو یقیں کے لیے سرمایۂ جاں ہوتی ہے
ماں کوئی ایسی زمانے میں کہاں ہوتی ہے

(اُمید فاضلی، کراچی)

مناقب/امید فاضلی/۱۹۸۷ء/رائیٹرز اکادمی کراچی/مطبع انجمن پریس کراچی/صفحہ ۲۱

نبوت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
کہ جنت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
چمن آلِ اشرف کا مہکے نہ کیسے
شرافت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
شہادت کا گلزار امامِ شہیداں
شہادت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
وہ گھر بھر ہے کیوں مشکبو مطہر
طہارت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
گُلِ باغِ وحدت نہ کس طرح مہکے
حقیقت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
محبت ہے کیوں روحِ بوئے دماغی
محبت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
حضور اُن کا پھولوں سا رخ سونگھتے تھے
مودّت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
بہارِ خلافت ہیں صدیق اکبر
صداقت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
علی ہیں جو ولیوں کا حُسنِ حدیقہ
ولایت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
سخی کیوں نہ ہوں خلد ارضی کی کلیاں
سخاوت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت
بقیعِ شریفہ ہے کیوں افضل الحق
فضیلت کی خوشبو ہیں خاتونِ جنت

(انصار الٰہ آبادی شاہ، کراچی)

سراج السالکین/ شیخ النعت حضرت شاہ انصار الٰہ آبادی/ ۱۹۹۳ء/ حدیقۂ صلوٰۃ وسلام شمالی ناظم آباد کراچی/ صفحہ ۲۱۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہے زہرا
کہ لختِ قلبِ پیغمبر ہے زہرا
علی کی زوجۂ اطہر ہے زہرا
رضا و شکر کی پیکر ہے زہرا
پلی آغوشِ فخرِ انبیا میں
خلوص و عجز کا جوہر ہے زہرا
خدیجہ بی بی کی آنکھوں کی ٹھنڈک
حیا و شرم کا گوہر ہے زہرا
ریاضت اور اطاعت میں مکمل
وفا کے چرخ کا نیّر ہے زہرا
وقارِ عصمتِ نسوانیت کا
مقدّس، معتبر، مخضر ہے زہرا
پسر ہیں جس کے شبیر اور شبر
شہادت کا کھلا دفتر ہے زہرا
ہے مصروفِ دعائے خیرِ اُمت
نثارِ مذہبِ داور ہے زہرا

انور ڈیرہ دونی (کراچی)

افکارِ قدس/ انور ڈیرہ دونی / ۱۹۸۰ء/ بزمِ اریب ادب ماڈل کالونی کراچی/ صفحہ: ۵۳ تا ۵۵۔

جانِ احمد شانِ داور فاطمہ
مریم و سارا سے بہتر فاطمہ
سورۂ کوثر میں کوثر فاطمہ
ایک کوزے میں سمندر فاطمہ
بائے بسم اللہ کا نقطہ علی
اور اُس نقطے کا محور فاطمہ

فاطمہ ، بنتِ نبی، زہرا ،بتول
سیدہ خاتونِ محشر فاطمہ
جن سے قائم ہے نظامِ کائنات
مصطفی ، حسین ، حیدر ، فاطمہ
ہیں سکونِ دل علی کے واسطے
راحتِ قلبِ پیمبر فاطمہ
ہوگئے روشن حرم کے بام و در
جلوۂ محراب و منبر فاطمہ
جس کے پس منظر میں ہیں گیارہ امام
ہیں ہدایت کا وہ منظر فاطمہ
آج تک روشن ہیں عصمت کے چراغ
آپ کے نقشِ قدم پر فاطمہ

پروین حیدر(کراچی)

کشتِ غم(مجموعہ رثائی ادب ونعت) / پروین حیدر/ جنوری ۲۰۱۷ء/ رنگِ ادب پبلی کیشنز۵ کتاب مارکیٹ اردو بازار کراچی/صفحہ ۱۳۴۔(مجموعے میں دو مناقب،فاطمہ موجود ہیں)۔

☆☆☆

رہے گا تا ابد روشن دیاخاتونِ جنت کا
کہ قائم سے ہے قائم سلسلہ خاتونِ جنت کا
ہوئی اُس کی دعامقبول دربارِ الٰہی میں
دیا جس نے بھی دل سے واسطہ خاتونِ جنت کا
اُتر آتے تھے منبر سے وہ جب آتی تھیں مسجد میں
کوئی پوچھے نبی سے مرتبہ خاتونِ جنت کا
برائے کربلا وہ تربیت دیتی تھیں بیٹوں کو
علی سے حوصلہ کچھ کم نہ تھا خاتونِ جنت کا

کسی نے جب یہ پوچھا خون ہے کس کا رگِ دیں میں
زباں پر نام آیا بر ملا خاتونِ جنت کا
کہاں جائے گا اس در سے زمانہ منحرف ہو کر
نبی خاتونِ جنت کے خدا خاتونِ جنت کا
بہت مشکل تھی مدحت ہوگئی آسان اک پل میں
کرم اے تاجؔ ! جب مجھ پر ہوا خاتونِ جنت کا

(تاج عبدالوحید)

صفحہ ۱۹۶ (مجموعے میں ۲ مناقب فاطمہ موجود ہیں)

☆☆☆

زینتِ آیۂ تطہیر بتولِ عذرا
آب و تابِ رخِ عفت تری خاکِ کفِ پا
تیری رفتار پہ ہے حسنِ مشیّت نازاں
تیری گفتار پہ سرکارِ رسالت شیدا
مصحفِ رخ کی قسم سجدہ کناں ہے عفت
ابروئے پیکرِ عصمت ہے نرالا کعبہ
حسنِ تقدیس و تکارم ہو کہ تعدیل و حیا
تیری آنکھوں پہ غزالانِ حقیقت شیدا
ہے لبِ طائرِ سدرہ پہ بہ حیرت یہ ثنا
طائرِ فکر کا اس جا ہے گزرنا عنقا
ہوتی ہے فضلِ خدا سے مری مقبول دعا
تیری تسبیح وظیفہ ہے مرا صبح و مسا
میری قسمت کہ سرِ حشر یہ پوچھیں زہرا
ہے کہاں عاشقِ شبیر نعیمؔ ابنِ ضیا

(تقوی نعیم حیدر، پروفیسر ڈاکٹر، کراچی)

شبستانِ عقیدت / پروفیسر ڈاکٹر نعیم حیدر تقوی / ۱۹۸۹ء / زیرِ اہتمام: ادارۂ فیض ادب ۵ سی ۵ / ۱۱، ناظم آباد کراچی / صفحہ ۲۰۔

مبارک اُن کو جو کیفِ صلائے عام لیتے ہیں
بڑی تقدیر والے ہیں جو اُن کا نام لیتے ہیں
خضر اوصاف ہے جو نام، ہم وہ نام لیتے ہیں
یہ ہیں وہ ہاتھ جو گرتے ہوؤں کو تھام لیتے ہیں
سراسر نور ہیں اُن کے قدم چومیں مہ و انجم
یہاں آ کر سنیں ہم ایک نوری نام لیتے ہیں
ہواؤ! رقص میں آؤ، فضاؤ! حسن بن جاؤ
مبارک ہو کہ ہم وہ کیف پرور نام لیتے ہیں
لچک اے شاخ، بل کھا کر، مہک اے پھول اِترا کر
کہ ہم رنگیں ادا قوسِ قزح کا نام لیتے ہیں
ابھی تک تو تعارف استعاروں میں کیا ہم نے
سمجھیے مطلع تشریح سے اب کام لیتے ہیں
یہ وہ اسمِ گرامی ہے جو صبح و شام لیتے ہیں
بہر ساعت، بہر لحمہ، بہر ہنگام لیتے ہیں
مکین عرش سے انعام پر انعام لیتے ہیں
جو دل سے نامِ دختِ خسروِ اسلام لیتے ہیں
جنابِ فاطمہ خاتونِ جنت ہے لقب جن کا
اُنہیں والا لقب، فخرِ النسا کا نام لیتے ہیں
حیا جن کی کنیزک تھی، قناعت جن کی باندی تھی
ہم اُن عالی نسب، عالی حسب کا نام لیتے ہیں
بہ دل تسلیم ہے ہم کو، بہ جاں تسلیم ہے ہم کو
جنابِ سیدہ کا نام، خاص و عام لیتے ہیں
چٹک کر پھول بن جاتے ہیں لوگو! غنچہ ہائے دل
درِ شہوار اہلِ بیت کا جب نام لیتے ہیں

ملائک سے کوئی پوچھے فضائل کو تقی اُن کے
ملائک بھی بصد آداب اُن کا نام لیتے ہیں

(تقی دہلوی ڈاکٹر (کراچی)

کلیاتِ تقی/ ڈاکٹر تقی دہلوی/ بار اول ۱۹۸۲ء/ مقام اشاعت: قوس الادب ۸۲۔ ۱۱۹/۸۰۔ ڈبل روڈ کے ایریا کورنگی کراچی/صفحہ ۳۵۰ (کلیات میں دو مناقب فاطمہ ہیں)۔

☆☆☆

ظہورِ جلوۂ حسن و جمال ہیں زہرا
جہاں میں پیکرِ صبر و کمال ہیں زہرا
تمام اہلِ جہاں کے لیے ہیں راہِ نجات
زبانِ احمد شیریں مقال ہیں زہرا
اُنہیں کی لحد سے سارا جہاں منور ہے
کہ بزمِ رونق اہلِ ہلال ہیں زہرا
صفات اُن کی مثالوں سے کیا بیان کریں
ہر ایک جانتا ہے بے مثال ہیں زہرا
بتول غیرتِ حوا ہیں رشکِ مریم ہیں
رسولِ پاک کا حسنِ خیال ہیں زہرا
حیا! اُنہیں کے نقوشِ قدم پہ چلنا ہے
ہمارے واسطے روشن مثال ہیں زہرا

حیا سکندر بریلوی (کراچی)

رنگِ عقیدت/ سکندر حیا بریلوی/ اکتوبر ۱۹۷۷ء/ بزمِ ادب پاکستان (رجسٹرڈ) کراچی/صفحہ ۷۶/ (مجموعے میں ۹ مناقب فاطمہ موجود ہیں)۔

☆☆☆

مریم سے کہیں بلند رتبہ پایا
بابا سلطانِ انبیا سا پایا

بیٹے حسنین سے علی سا شوہر
اللہ سے فاطمہ نے کیا کیا پایا

رعنا اکبر آبادی (کراچی)

سرشکِ رعنا (مناقب و محامدِ آئمہ و شہیدانِ کربلا) / رعنا اکبر آبادی / مارچ ۱۹۷۰ء / عدنان اکیڈمی ۲۸۷ ر ۲ کاسموپولیٹن کالونی کراچی ۵ / صفحہ ۱۲۴

☆☆☆

نورِ چشمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا سیدہ یا فاطمہؓ
جان و دل تم پر فدا یا سیدہ یا فاطمہؓ
مادرِ شبیر و شبر ، راز دارِ مرتضیٰؓ
اے بتولِ با صفا یا سیدہ یا فاطمہؓ
ناز ہے حوا و مریم کو تمہاری ذات پر
خوگرِ صبر و رضا یا سیدہ یا فاطمہؓ
اب بھی شاہد ہے تمہارے باصفا کردار کا
ریگ زارِ کربلا یا سیدہ یا فاطمہؓ
دولتِ فقر ولایت دوجہاں کی خسروی
ہے تمہاری خاکِ پا، یا سیدہ یا فاطمہ
مجمع اوصافِ مولا، ناز بردارِ علی
پیکرِ شانِ وفا یا سیدہ یا فاطمہ
اپنے شہزادوں کا صدقہ دیجیے ستار کو
مخزنِ جود و سخا یا سیدہ یا فاطمہ

ستار وارثی (کراچی)

آیۂ رحمت / ستار وارثی / جولائی ۱۹۷۹ء / ناشر: سعید وارثی / زیرِ اہتمام: بزمِ وارث ۱۹۰ر ۱۔ شاہ فیصل کالونی کراچی / صفحہ ۱۰۱۔

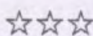
☆☆☆

اے گلستانِ خدیجہ کے پیمبر زاد پھول
سیدِ نسوانِ جنت فاطمہ زہرا بتول

تیری حرمت، حرمتِ قدوسیانِ بامِ قدس
آیۂ تطہیر اہلِ بیت کی شانِ نزول
رشکِ حاتم تھی سخاوت میں تری فاقہ کشی
تیری چوکھٹ سے کوئی خالی نہ جاتا تھا سئول
مادرِ شبیر و شبر، لختِ قلبِ مصطفی
گوہرِ یکتا دِریک دانۂ گنج رسول
تیرا اعلانِ طعام، اعلانِ ربِّ ذوالجلال
تیرے خدّامِ ضیافت عقلِ کل سارے عقول
تیری شانِ فقر تھی ہم شانِ فقرِ انبیا
تیری شانِ صبر پیہم، پرتوِ صبرِ رسول
عظمتِ شبیر و شبر تیرا حسبِ مادری
سید الاشباب جنت ہیں تری عظمت شمول
دامنِ شبیر خون آلود رکھ کر حشر میں
جرمِ اُمت بخشوائے گا ترا روئے ملول
عالمِ نسواں میں کی تبلیغِ دینِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تیرے ممنونِ ہدایت ہیں زمیں کے عرض وطول
تیرا سیفی مبتلائے نفسِ امّارہ ہوا
صدقۂ شبیر و شبر، اِس کی توبہ ہو قبول

سیفی مکرم علی علامہ (کراچی)

کلام: ارمغانِ سیفی/ علامہ سید مکرم علی سیفی فرید آبادی/ ۱۹۸۴ئ/ ناشر: سید سلطان احمد تقوی خلف اکبر و دیگر فرزندان مصنف نارتھ ناظم آباد کراچی/ صفحہ ۲۵۹۔



تطہیر و آگہی کی علامت ہیں فاطمہ
ہر دورِ زندگی کی ضرورت ہیں فاطمہ

قرآں نظر رسول طبیعت ہیں فاطمہ
ہر رخ سے کردگار کی آیت ہیں فاطمہ
ایک ایک حرفِ آیۂ تطہیر ہے گواہ
قرآن کا تصورِ عصمت ہیں فاطمہ
سورج کی روشنی کی گواہی طلب نہ کر
روحِ مباہلہ کی صداقت ہیں فاطمہ
کتنی عظیم بیٹی، خدیجہ کا ہے نصیب
کتنی عظیم ماں کی وراثت ہیں فاطمہ
قرآں مزاج گھر ہے نبی و علی کا گھر
قرآں مزاج گھر کی شریعت ہیں فاطمہ
رضواں کی کیا مجال نہ لائے لباسِ عید
امرِ خدا، زبانِ مشیّت ہیں فاطمہ
ہے اِک صراطِ نور نبی سے امام تک
اور وہ صراطِ نورِ مشیّت ہیں فاطمہ
قرآں کی مثل فرض ہے اُن کا بھی احترام
لوگو! امین حق کی امامت ہیں فاطمہ
منہ پھیر لیں ہم آپ کے در سے تو ہم کہاں
ہم آپ کی دعا کی بدولت ہیں فاطمہ
بر حق ہے روزِ حشر مگر مجھ کو خوف کیا
شاہدؔ! کی ذمہ دارِ شفاعت ہیں فاطمہ

شاہد حسین نقوی (کراچی)

صراط و سبیل (حمد و نعت و قصائد، مناقب اور رثائی نظموں کا مجموعہ) /کلیم آلِ عبا شاہد حسین نقوی/ ۱۹۹۲ئ/ ناشر: انٹرنیشنل حسینی آرگنائزیشن پاکستان/صفحہ ۹۹۔ (مجموعے میں چھے مناقب فاطمہ موجود ہیں)

☆☆☆

زوجہ حیدرکی ، بنتِ نبی فاطمہ
ہیں ضیائے علی و نبی فاطمہ

مشعلِ راہ ہے زندگی آپ کی
روشنی فاطمہ آگہی فاطمہ

صورتِ مصطفیٰ سیرتِ مصطفیٰ
شہرِ علمِ نبی میں پلی فاطمہ

در پہ لائے ملک خلعتِ جنتی
کیا فضیلت بیاں ہو تری فاطمہ

دیں ملائک نے حسنین کو لوریاں
سب غلامی میں ہیں آپ کی فاطمہ

اُٹھتے تعظیم کو تھے رسولِ خدا
یہ فضیلت فقط ہے تری فاطمہ

ہیں جو راہِ مودّت میں بارہ چراغ
اُن چراغوں کی ہیں روشنی فاطمہ

آنسو مژگاں پہ ہیں موتیوں کی طرح
یہ ہے چشمِ کرم آپ کی فاطمہ

مہرِ بنتِ نبی ہے زمیں پہ شکیبؔ!
ملکیت یہ ہوئی آپ کی فاطمہ

شکیبؔ، مرزا محمد صابر (کراچی)

زادِ راہ (مجموعہ حمد و نعت سلام و مناقب) / مرزا محمد صابر شکیبؔ / جون ۲۰۱۸ئ / پہلی شر: جعفر پبلیشنگ ہاؤس، ادارہ احیائے ثرات اسلامی کراچی / صفحہ ۹۱

☆☆☆

عطائے ربِ علا ہے یہ فاطمہ کے لیے
پسند حق نے کیا زوجِ مرتضیٰ کے لیے

ستارا عرش سے لا یا پیامِ عقدِ علی
یہ اہتمامِ مشیت تھا سیدہ کے لیے
بہت عظیم و مکرم تھیں مریم و حوا
خدا کو زہرا تھیں منظور ائمہ کے لیے
کہ اِس عمل میں بھی شامل تھی مرضی خالق
رسول اُٹھتے تھے تعظیمِ فاطمہ کے لیے
رسول اور اماموں کے ساتھ میں زہرا
گئیں ہیں شان سے فتح مباہلہ کے لیے
پسر کی فاطمہ زہرا نے پرورش کی تھی
خدا کے دیں کی حفاظت کے اور بقا کے لیے
میں ایک ادنیٰ سخن ور ہوں کیا مری کاوش
شعور چاہیے توصیفِ سیدہ کے لیے
ہو مطمئن مرا دل ، حق ادا ہو مدحت کا
کہاں سے لاؤں وہ الفاظ سیدہ کے لیے
شمیمؔ! لب پہ مرے پنجتن کا نام آیا
"اُٹھائے ہاتھ جو میں نے کبھی دعا کے لیے"

(شمیم جعفری اکبر آبادی)

متاعِ عقبیٰ (مجموعہ حمد و نعت مناقب) / شمیم جعفری اکبر آبادی / ۲۰۰۹ئ / مطبع: سٹی انٹر پرائزر کراچی / صفحہ ۱۰۶ (مجموعے میں بشانِ فاطمہ کئی مناقب موجود ہیں)۔

☆☆☆

آئینہ ہے شانِ زہرا آیۂ تطہیر سے
منقبت لکھتا ہوں میں قرآن کی تفسیر سے
پوچھیے زہرا کی قسمت کاتبِ تقدیر سے
اُن کی خاکِ پا ہے افضل سرمۂ اکسیر سے

ہے اُنہیں کی ذات سے جاری محمد کا نسب
روشنی اسلام کی پھیلی اسی تنویر سے

زہد و تقویٰ صبروشکر و حلم اور شرم و حیا
ہر صفت میں تھیں یہ افضل نفس کی تسخیر سے

حسنِ اخلاق و مروت ، شفقت و عفو وکرم
اور لطافت میں تھیں یکتا خوں کی تاثیر سے

محوِ حیرت ہو کے رہ جاتے تھے اصحابِ نبی
گتھیاں سلجھائیں جب یہ ناخنِ تدبیر سے

کس کے گھر جھولا جھلانے آتے تھے روح الامیں
کس کی خدمت کو ملائک آتے چرخِ پیر سے

کیسی بیٹی ،کیسی بیوی ،کیسی ماں بن کر رہیں
پوچھو احمد سے علی سے شبر و شبیر سے

قادری ہو سہروردی ہو کہ چشتی الغرض
منسلک ہر اِک کڑی ہے فاطمی زنجیر سے

نذر کر صابرؔ حضورِ سیدہ میں منقبت
کیا عجب بن جائے بگڑی بس اِسی تدبیر سے

(صابر براری، کراچی)

انوارِ پنجتن (مجموعہ مناقب اہلِ بیت) /صابر براری/ ۱۹۷۰ئ/مکتبۂ قادریہ جے ون ۵۶ کورنگی کراچی ۳۱/صفحہ فاطمہ ۱۵ (مجموعے میں سیدہ فاطمہ پہ تین مناقب ہیں)

☆☆☆

لیتے ہیں رب کا نام علی اور فاطمہؓ
دن رات ، صبح و شام علی اور فاطمہؓ
پڑھتے ہیں صبح و شام علی اور فاطمہؓ
اللہ کا کلام علی اور فاطمہؓ

رکھتے ہیں دل میں عشق خدا اور رسول کا
لیتے ہیں اُن کا نام علی اور فاطمہؓ

ہر کوئی جانتا ہے سرِ بزمِ کُن فکاں
رکھتے ہیں کیا مقام علی اور فاطمہؓ

شکوہ زباں پہ اُن کی نہ آیا کبھی کوئی
شاداں رہے مدام علی اور فاطمہؓ

کرتے ہیں پیار خلق خدا سے جہاں میں
آتے ہیں سب کے کام علی اور فاطمہؓ

نسبت ہے جن کی ذاتِ رسولِ کریم سے
روشن ہیں اُن کے نام علی اور فاطمہؓ

ہر گوشۂ جہاں سے یہی آتی ہے صدا
ہر لمحہ ہوں سلام علی اور فاطمہؓ

عارفؔ! خدا گواہ بہت خوش نصیب ہے
ہے آپ کا غلام علی اور فاطمہؓ

عارفؔ زیبائی (کراچی)

منقبت میری درخواست پر بذریعۂ ڈاک حاصل ہوئی۔ منظر عارفی

☆☆☆

(۱)

مخدومۂ عالم ہیں جنابِ زہرا
معصومۂ اکرم ہیں جنابِ زہرا

روشن ہے دوعالم میں محمد کا نام
وہ نورِ مجسم ہیں جنابِ زہرا

(۲)

کوثر سے سوا آبِ حسب میں کس کے
مریم سے فزوں تابِ نسب میں کس کے
اولاد ، مولی، زوج ملا دستِ خدا
ہاتھ آئے یہ اسباب عرب میں کس کے

(۳)

نہ پوچھو عزت و توقیرِ زہرا
جنابِ حق کو ہے منظور تکریم
یہ اسوہ ہے محمد مصطفی کا
علی کی اُلفت اورزہرا کی تعظیم

عزیز الاولیا سلیمانی (کراچی)

☆☆☆

(۱)

حضرت کے علم وفضل کا دریا ہے فاطمہ
کردارِ مصطفی کا وثیقہ ہے فاطمہ
خُلق آئینہ ہے، عزم کا نقشہ ہے فاطمہ
واللہ! فخرِ مریم وحوا ہے فاطمہ
کرار خانہ زاد خدا زوج مل گیا
حیدر سا بابِ علم ملا اوج مل گیا

(۲)

اجرائے حکمِ تختِ رسالت یہیں سے ہے
اعلائے علمِ تاجِ امامت یہیں سے ہے
املائے علمِ امرِ خلافت یہیں سے ہے
انشائے عزمِ جہدِ شہادت یہیں سے ہے

بیٹی نبی کی، ماں ہے یہ گیارہ امام کی
گہوارہ خرق کا ہے، تو مہد التیام کی

عزیز الاولیا سلیمانی (کراچی)

☆☆☆

(۱)

اَمَۃِ کبریا ہیں بنتِ رسول
بضعۃِ مصطفیٰ ہیں بنتِ رسول
عزتِ مرتضیٰ ہیں بنتِ رسول
جب تو خیر النسا ہیں بنتِ رسول
حَسنین آپ ہی کے پیارے ہیں
عرش جن سے سجا وہ تارے ہیں

(۲)

روحِ عصمت ضیائے نورِ قدم
رازِ ناز و نیاز کی محرم
نورِ احمد، حقیقتِ آدم
فخرِ حوا و نازشِ مریم
اِن کی تعظیم مصطفیٰ نے کی
اِن کی تدفین مرتضیٰ نے کی

(۳)

اِن کی مادر خدیجۃ الکبریٰ
خادمہ اِن کی حضرتِ فضہ
ہم نفس اِن کی حضرتِ اسما
جانشین اِن کی ثانیِ زہرا

یہ وصیّہ ہیں کربلا کے لیے
اور ہدیّہ رہِ بلا کے لیے

عزیز الاولیا سلیمانی (کراچی)

قرآنِ ناطق مع لواء الحمد (ادبِ عزیز کا تیسرا حصہ) / عزیز الاولیا سلیمانی / نومبر ۱۹۶۷ء / مطبع ایجوکیشنل پریس کراچی / ناشر: ندارد / صفحہ بالترتیب: ۱۱۴۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۳۲۵۔

☆☆☆

صبر و استغنا کی اِک تصویر اسی گھر تھی اور
فرق پر دستِ محمد ، ہو بہو ویسے ہی طور
پیکرِ تسلیم و سرتا پا رضائے کبریا
میرا پورا گھر، مرا کنبہ سب اُن پر ہو فدا
فاطمہ بنتِ محمد ، مادرِ حضرت حسن
خدمت و خُلق پدر تھے خون تک میں موجزن
سرورِ کونین کالختِ جگر تھیں فاطمہ
ہر مصیبت میں مگر سینہ سپر تھیں فاطمہ
بیٹھنے کو گھر میں کرسی اور نہ سونے کو پلنگ
سر کے نیچے دستِ اقدس، ورنہ گھر کے خشت و سنگ
کام کرنے کے لیے کوئی نہ تھی گھر میں کنیز
ذکر کے قابل نہ تن پر، اور نہ گھر میں کوئی چیز
تربیت شبیر و شبر کی وہ ایسی کر گئیں
دونوں معصومین کے دامن میں جنت بھر گئیں
گھر کا گھر تاباِ اخلاق سے معمور تھا
گھر کا گھر ایثارِ عظمٰی کے لیے مشہور تھا

قمر ہاشمی (کراچی)

مرسلِ آخر / سید قمر ہاشمی / ۱۹۸۲ء / ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ناظم آباد کراچی ۱۸ / صفحہ ۹۶۔

فاطمہ زہرا کی ہستی نورِ حق سے مستنیر
رَبِّ عالم نے بنایا تھا اُنہیں روشن ضمیر
تھیں وہ فطرت میں سعید و اسعد و خیر کثیر
تیرگی میں اُن کی ہستی بھی رہی ماہِ منیر
حکمِ رب العالمیں سے اُن کا دل بھی تھا منیر
سیرتِ خیر الامم کی وہ رہیں دائم سفیر
اُن کے ایثار اُن کی عظمت کی نہیں کوئی نظیر
شبّر و شبیر کی تھیں مادرِ زندہ ضمیر
ظلمتوں میں ذات اُن کی تھی چراغِ مستنیر
روشنی آثار تھا، اُن کی بھی ہستی کا خمیر
رحمۃ اللعالمیں کی تھیں وہ اِک لختِ جگر
وہ رہیں اپنے پرائے کی ہمیشہ ہی نصیر
مہرباں تھیں اپنے باباجان کی اُمّت پہ وہ
نرم رکھتی تھیں وہ اپنے قلب کو مثلِ حریر
اُن کا باطن ہی نہیں تھا صرف مثلِ آئینہ
اُن کا ظاہر بھی تھا بے شک خوش ادا بے حد طریر
طاہر و طیب تھیں بے شک، رِجس سے وہ دور تھیں
تھی خواتینِ جہاں میں اُن کی ہستی بے نظیر
محسنؔ اعظم! آیۂ تطہیر کا تھیں آئینہ
پاک تھا ہر رِجس سے لاریب اُن کا بھی ضمیر

خیام العصر: محسنؔ اعظم محسنؔ ملیح آبادی (کراچی)

☆☆☆

بر زمین غالب "یاد ہے شادی میں بھی ہنگامۂ یارب مجھے"

اولیٰ و اعلیٰ عطا فرمادے یہ منصب مجھے

مدحتِ خیر النسا کا دے شرف یارب مجھے
فاطمہ زہرا کی مدحت کے ہوں جو شایانِ شاں
ایسے اعلیٰ پائے کے الفاظ دے دے سب مجھے
کیا پریشاں کر سکیں گے زیرِ دامانِ بتول
گردشِ دوراں کے چیتے، وقت کے عقرب مجھے
وارثانِ علمِ محبوبِ خدا سمجھائیں اب
سیرتِ خیر النسا سے زیست کا مطلب مجھے
سوچتا ہے اب مجھے اِس پر، کہ گھر سے قبر تک
کیا عطا کرتے نہیں زہرا کے روز و شب مجھے
اُن کی ذات و شان سے آگاہ کیوں کرتے نہیں
عہدِ نو کی درسگاہیں، تازہ تر مکتب مجھے
قبر کے پُر ہول سناٹوں میں، شورِ حشر میں
اُن کی مدحت کا عطا فرما دے رب، منصب مجھے
سوچتا ہوں وہ اگر پوچھیں تو کیا دوں گا جواب
اے مرے بیٹے! کیا ہے یاد تو نے کب مجھے
کاش منظرؔ! اُن کی بھی چادر کا سایہ ہو نصیب
حشر کے میداں میں پہنچائیں فرشتے جب مجھے

منظر عارفی (کراچی)

☆☆☆

وہ جس کی ذاتِ اقدس نور ہو عصمت ہی عصمت ہو
نہ کیوں ذکرِ جنابِ فاطمہ عین عبادت ہو
محمد کے گھرانے سے محبت ہی محبت ہو
شرافت کا تقاضا ہے ادا اجرِ رسالت ہو

بہ فیضِ سیدہ حاصل لحد میں اتنی راحت ہو
جدھر بدلوں میں کروٹ اُس طرف جنت ہی جنت ہو
کوئی کونین میں ہم سر ہو اُس کی اے معاذ اللہ!
محمد کی ہو بیٹی اور نہ پھر خاتونِ جنت ہو
خدا خود جس کا پردہ چادرِ تطہیر سے کردے
کسی چشمِ تصور میں بھلا کیوں اُس کی صورت ہو
ملوکیت کے آگے سرنگوں وہ ہو نہیں سکتا
گھرانے سے جنابِ سیدہ کے جس کو نسبت ہو
کوئی ہو اُس سے بڑھ کر طاہرہ دنیا میں ناممکن
وجودِ پاک ہی جس کا طہارت ہی طہارت ہو
تری اس دَین کے قربان اے مالک! مگر کم ہے
غلامی خانۂ زہرا کی اور بدلے میں جنت ہو
امامِ عصر کی غیبت سے یہ منشائے خالق ہے
گھرانا فاطمہ ہی کا نگہبانِ شریعت ہو
اگر سمجھیں نظامِ مصطفی کو گھر سے زہرا کے
مسلمانوں کو اقوامِ جہاں میں پھر نہ ذلت ہو
نہ ہو کیوں فخر اے نازشؔ! ہمیں اُس کی غلامی پر
کہ جس گھر میں نبوت ہو، امامت ہو، شہادت ہو

نازش رضوی، سید انصار حسین

کلیاتِ نازش/سید انصار احسین نازش رضوی/اکتوبر ۲۰۰۱ء/ پتا: ۱۳۲۔ گرد پنمبر ۲ کمرشل ایریا اورنگ آباد نزد بڑا

☆☆☆

نورِ پیغمبر ہیں حضرت فاطمہ
طاہر و اطہر ہیں حضرت فاطمہ

خُلق کا جوہر ہیں حضرت فاطمہ
زوجۂ حیدر ہیں حضرت فاطمہ

اللہ اللہ عظمتِ بنتِ رسول
نور کا مصدر ہیں حضرت فاطمہ

ہے توکّل ختم اُن کی ذات پر
صبر کا پیکر ہیں حضرت فاطمہ

عورتوں کی ہے سیادت کا شرف
خُلد میں سرور ہیں حضرت فاطمہ

ہے خطاب نور زا خیر النسا
یعنی بالاتر ہیں حضرت فاطمہ

روز و شب گزرے عبادت میں تمام
قیمتی گوہر ہیں حضرت فاطمہ

خالی جائیں آستاں سے کیوں فقیر
جب کرم گستر ہیں حضرت فاطمہ

نصرتؔ! اُن کی منقبت ہے روشنی
مادرِ شبر ہیں حضرت فاطمہ

نصرت نعیمی (کراچی)

سعادت کے موتی / ابوالرضوان مولانا رجب علی نعیمی / ۱۹۹۶ئ / صدیقی کیسٹ لائبریری بالمقابل بسم اللہ مسجد کھارادر کراچی / صفحہ ۱۳۱۔

☆☆☆

صلِّ علیٰ کہ اُسوۂ عصمت بتول ہیں
یہ اپنی نسبتوں کی بہ نسبت بتول ہیں

مانا ادائے اجرِ رسالت ولائے آل
لیکن بنائے اجرِ رسالت بتول ہیں

تفصیل جس کی آیۂ تطہیر میں نہاں
وہ ممکنہ خلاصۂ حرمت بتول ہیں

نسل نبی سے سورۂ کوثر کی برتری
اِس برتری کی باعثِ بشارت بتول ہیں
اے قاریِ حدیثِ کسا یہ اُفق بھی دیکھ
سیّارۂ مدارِ شہادت بتول ہیں
آتی ہے سمتِ غیب سے آواز برملا
حقا کہ اک کلیدِ شفاعت بتول ہیں
کیوں فکرِ عاقبت ہو ترابی نصیر کو
ضامن علی ہیں، وجہ ضمانت بتول ہیں

نصیر ترابی (کراچی)

لاریب/نصیر ترابی/جنوری ۲۰۱۷ئ/ پیراماؤنٹ بکس (پرائیوٹ) لمیٹڈ/صفحہ ۶۹۔

☆☆☆

لختِ جگرِ سرورِ دیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ پاک رضی اللہ عنہا
شہ بانوئے فردوسِ بریں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا
وہ جس کی حیا روشنی خانہ حیدر رضی اللہ عنہ
وہ شمع حرم، پردہ نشیں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا
عفت کا نشان ازلی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا
ایثار کا معیارِ حسیں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا
وہ جس کے جگر بند بنے دیں کے محافظ
وہ آبروئے دین متین سیدہ پاک رضی اللہ عنہا
وہ جس کی رِدا غیرتِ نسواں کی علامت
ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امیں سیدہ پاک رضی اللہ عنہا

(حفیظ تائب)

☆☆☆

کیسے بیاں ہو شان بناتِ رسول ﷺ کی
قدرت تھی ہم زبان بناتِ رسول ﷺ کی
چاروں کی چاروں لائق صد احترام ہیں
مثل فلک ہے آن بناتِ رسول ﷺ کی
تھیں مادرِ عظیم خدیجہ کی یادگار
نیکی تھی آن بان بناتِ رسول ﷺ کی
ان میں رواں تھا حضرتِ خیرالوریٰ کا خون
فطرت تھی رازدان بناتِ رسول ﷺ کی
کم کم لبوں پہ آتا رہا حرفِ مدعا
چپ ہوتی ترجمان بناتِ رسول ﷺ کی
نیچی نگاہ کر کے جھکا کر سرِ نیاز
کہتے ہیں داستان بناتِ رسول ﷺ کی
تائبؔ جو ہے رضائے پیمبر ﷺ کی آرزو
توقیر دل سے مان بناتِ رسول ﷺ کی

(حفیظ تائب)

☆☆☆

سرورِ دیں پر سب سے پہلے لائی تھیں ایمان
تاریخ اسلام میں ان کی سب سے جدا پہچان
جذبہ ان کا مستحکم تھا، کامل تھا ایمان
سرورِ دیں پہ صدقِ دل سے آپ رہیں قربان
شاہِ اُمم سے ان کی رفاقت دنیا میں ہے مثال
دینِ مبیں پر خوب کیا تھا مال و زر قربان
قربِ نبی حاصل تھا ان کو، روشن تھا کردار
مستورات میں سب سے روشن اُن کی ہے پہچان

اُمت ساری آپ کی شیدا، آپ کی ہے ممنون
اُمت ساری یاد رکھے گی، آپ کا ہر احسان
آسیہ اور مریم کی طرح ہے، اُن کا رتبہ خاص
حُسنِ عقیدت کا آئینہ، اُن کا بھی عرفان
زینب ہوں یا وہ ہوں رقیہ، فاطمہ یا کلثوم
چاروں آپ کی نورِ نظر تھیں، اپنا ہے ایقان
طبقۂ نسواں میں رکھتی ہیں، عظمت وہ بھی بلند
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری بیٹیاں بے شک، بے حد میں ذیشان
علم و عمل تھا اُن کا زیور، صبر و رضا اور پیار
دل سے اُن کی مدح لکھوں، طاہرؔ ہے ارمان

(طاہر سلطانی)

☆☆☆

ہوئی مدح پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حمدِ خالق باری — بصد گریہ، بصد نالہ، آہ و بصد زاری
قلم ہے دم بخود، جذبات ساکن، روح لرزاں ہے — ادب، خاتونِ جنت، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی باری
کمال ذکر زہرا رضی اللہ عنہا سے اگر ہستی ہوئی اکمل — جمالِ ذکر نور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دل بنا اجمل
یہ توقیر محبت ہے کہ تاثیر نسبت ہے — سخن سجی ہوئی احسن زبان دانی ہوئی افضل
تخلیق میں تسلیم و رضا جن کے خصائل — معصوم، مخیر، متصرف، متکفل
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا — مشفق، متبسم، متحمل، متوکل
وہ حامد و محمود کی الفت کا ظہور — وہ رحمت کل قاسم مقسوم کا نور
یہ شان، مگر عالم تسلیم و رضا
چکی کی مشقت، یہ تبسم منظور

☆☆☆

شاعر کی نوا

کلام: پیر محمد طاہر حسین قادری (منگانی شریف، جھنگ)

خلافت و ولایت:

خلافت مستقر ہے چار اختر
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ
ولایت کا ثمر ہیں چار گوہر
علیؓ و فاطمہؓ، شبیرؓ و شبرؓ

مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا:

خاک کے ذرے کی نسبت ہے ہمیشہ خاک سے
اور وہ ہیں نورِ پیکر، سیدِ لولاک سے
حوصلہ مجھ میں نہیں ہے، کس زباں سے نام لوں
آنکھ جھک جاتی ہے طاہر ان کے ذکرِ پاک سے

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

گلستانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلی ہیں
جگر زہراؓ کا اور جانِ علیؓ ہیں
بہشتی نوجوانوں کے ہیں سردار
حسنؓ ابن علیؓ عکس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا حسینؓ ہے
مولیٰ علیؓ کا راج دلارا حسینؓ ہے
محشر میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رکھیں گے وہ کیا اُمید
جن ظالموں نے ظلم سے مارا حسینؓ ہے

☆☆☆

یاد رکھتے ہیں جو ہر لمحہ وہ سلطان مرے
مشکلیں کیوں نہ ٹلیں آپ مہربان مرے
میں گنہگار سہی فخر ہے ہم نامی کا
کہ حسینؓ ابن علیؓ جب ہیں نگہبان مرے

☆☆☆

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ:

سراج الاولیاء ہیں غوثِ اعظمؓ
فقیر حق نما ہیں غوثِ اعظمؓ
ہیں اُن کے در پہ نجم صوفیاء کے
کہ عکسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں غوثِ اعظمؓ

☆☆☆

اولادِ فاطمیہ کے گل سر سبد، سید الاولیاء قندیل نورانی محبوب سبحانی قطب ربانی۔
شہباز لامکانی سیدنا و مرشدنا غوثِ الاعظم، غوث الثقلین، میراں محی الدین

عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ

بدہ دستِ یقیں ای دل بدست شاہ جیلانیؒ
کہ دستِ او بود اندر حقیقت دستِ یزدانی
امیرے دستگیرے غوث اعظم قطب ربانی
جیسے سید عالم زہے محبوب سبحانی
نشانِ شانِ بیچونی بیانِ سرِ مکنونی
بسیرت مثل پیغمبر بہ صورت مرتضیٰ ثانی
سراپا جلوۂ حسنے تمامی مہر تابانے
کند یعقوبمیش گر باشد ایجا ماہ کنعانی
زپائے پاکِ او فخریست روشن پاکبازازا
حیاسے تازہ بگرفت ازو دینِ مسلمانی
شبِ بخت سیہ را ذرہ مہرش کند صبح
فروزد لمعۂ لطفش رخ شام غریبانی
بخشندا زرہ فیاضی ادنیٰ بنیوائے را
گدایان درش وپہیم شاہی تخت سلطانی
ملائک طرقو گویان روندا اندر رکاب او
جلو داری کنندا او را خواص انسی وجانی
نیاز اندر جناب پاک اواز قدسیاں باید
کہ آید جبریلؑ از بہر کاروبارِ دربانی

(ضیا بریلوی)

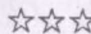
خراجِ عقیدت بہ حضور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا



یاَ اَھلَ البیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ'
کفاکم من عظیم القدر اِنکم
من لم یصل علیکم لاصلواۃ لہ'

(اے اہل بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔آپ کی محبت خدا کی طرف سے فرض کی گئی ہے اور یہ حکم قرآن حکیم میں نازل ہوا۔آپ کی عظمت و جلالت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ جو شخص نماز میں آپ پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نماز نہیں ہوتی۔)

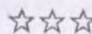
(حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)



کانھا قمرفی لیلۃ البدر
اوالشمس کفرت غما ما اوخرجت
من السحاب وکانت بیضاء
بضۃ اشبۃ الناس برسول اللہ

(آپ کا چہرہ مثل ماہ شب چہاردہم تھا یا مانند آفتاب جب وہ بادلوں سے نکلے اور تاریکی اس کی تابانیوں سے چھٹ جائے۔آپ کے چہرے کا نور وضیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہہ تھا۔)

(والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک)



خجلامن نور بھجتھا — تتواری الشمس بالشفق
وحیاء من شمائلھا — یتخطی الخصن بالورق

(فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نورِ بہجت سے منفعل ہونے کی بنا پر سورج شفق میں پنہاں ہے۔آپ کے شمائل سے حیا کی بنا پر ٹہنیاں پتوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔)

(ایک عرب شاعر)

☆☆☆

مہرِ سپہرِ عزّ و شرافت ہے فاطمہؓ — شرحِ کتابِ عصمت و عفت ہے فاطمہؓ

مفتاحِ بابِ گلشنِ جنت ہے فاطمہؓ — نورِ خدا و آیۂ رحمت ہے فاطمہؓ

رتبے میں وہ زنانِ دوعالم کا فخر ہے — حوّا کا افتخار ہے، مریم کا فخر ہے

اللہ رے فاطمہؓ کی بزرگی، زہے شرف — بابا ملا تو فخرِ رسولانِ ماسلف

شوہر ملا امیرِ عرب اور شہ نجف — اللہ نے حسینؑ و حسنؑ سے دیئے خلف

دونوں امامِ خلق کے حاجت روا ہوئے — مشکل کشا کے بیٹے بھی مشکل کشا ہوئے

ہاں اے زباں! خموش ادب کا ہے یہ مقام — کوثر سے منہ کو دھولے تو لے فاطمہؓ کا نام

اے دل! بجز درود نہ کچھ کیجیو کلام — اے کلک! اپنے سر کو جھکا دے باحترام

کاغذ پہ پہلے سورۂ مریم کو دم کروں — تب فاطمہؓ کی عصمت و عفت رقم کروں

وہ فاطمہؓ کہ جو ہے سراپا خدا کا نور — پرتو ہے جس کے چہرۂ اقدس کا شمعِ طور

گر حور اس کو کہیئے تو ہے عقل کا قصور — اس کے قدم کی خاک ہے سرمہ برائے حور

کس کو ملا یہ رتبۂ اعلیٰ جہان میں — بھیجی خدا نے آیۂ تطہیر شان میں

(میر انیس)

☆☆☆

تابشِ قندیلِ عرفاں نورِ فانوسِ حیا — چشمکِ طورِ تجلیٰ مطلعِ صدق و صفا

پرتوِ مہرِ ہدیٰ نازِ نگاہِ مصطفیٰ — سرخیِ افسانۂ ایثار و عنوانِ وفا

روضہ ہائے خلد کے پھولوں کی شادابی بتول

شب کے بے پردا ستاروں کی تنک تابی بتول

وہ درِ درجِ یقیں، لعلِ بدخشانِ حیات — وہ عیارِ مخزنِ تمکیں فروغِ شش جہات

جس کا آئین کرم آئینۂ حسنِ صفات — جس کا ہر نقشِ قدم لوحِ طلسمِ کائنات

زندگی جس کی ہجومِ رنگ و نکہت بن گئی
جس کی ہستی آخرش خاتونِ جنت بن گئی

وہ گُل نورستۂ تہذیب وہ روحِ چمن
غیرتِ سروِ خراماں رشکِ نسرین و سمن
جسکے اشک آگہی تشبیبِ لطفِ ذوالمنن
جس کی آہیں بخیۂ چاکِ گریبانِ وطن

جس کا ہر لفظِ دعا آہنگِ سوز و ساز ہے
جس کا اندازِ وفا اعجاز ہی اعجاز ہے

اللہ اللہ یہ ادائے دخترِ سلطانِ دیں
آسیہ سائی سے ہیں مجروح دستِ نازنیں
کیوں نہ ہم اس کو کہیں تاجِ سرِ اہلِ یقیں
جس کا سرمایا توکل کے سوا کچھ بھی نہیں

دردِ دل بھی سوزِ پنہاں کی فراوانی بھی ہے
ایک گھر ہے لاکھ مہمانوں کی مہمانی بھی ہے

اے ردائے دوشِ حیدر اے گلیمِ لالہ فام
ماورائے سرحدِ ادراک ہے تیرا مقام
شاد کر سکتی تھی کب تجھ کو بہارِ صبح و شام
تھا دلِ نازک ترا محوِ غمِ شاہِ انام

اُف وہ جاں کاہی کسی پہلو قرار آتا نہ تھا
تجھ کو اپنی زیست کا بھی اعتبار آتا نہ تھا

اے علوم و حکمتِ پیغمبری کی ورثہ دار
اے امینِ عظمت و توقیر و شان و افتخار
اے کمالِ اتقا سرمایۂ عزّ و وقار
اے ریاضِ فقر و استغنا کی شائستہ بہار

تو کہ ہے درسِ توکل، نیک بختوں کے لیے
کس طرح غمگیں ہو بے مایا درختوں کے لیے

تیرا ورثہ دین بھی ایمان بھی ایقان بھی
معرفت بھی عشق بھی تمکین بھی بُرہان بھی
بیخودی بھی کیف بھی ایثار بھی احسان بھی
شرع بھی تنزیل بھی ارشاد بھی قرآن بھی

فقر و استغنا ہے جب ملبوسِ جان و تن ترا
لوثِ دنیا سے نہ کیوں بے داغ ہو دامن ترا

تجھ سے پوشیدہ نہیں معصومیت کا اختصاص
اپنے بابا سے سنی تھی تو نے جس کی شرحِ خاص
غیرِ پیغمبر نہیں رکھتا پیمبر کے خواص
اس میں خود شیرِ خدا ہوں یا ہوں عمرو ابن عاص

یہ حقائق ہیں کبھی پوشیدہ رہ سکتے نہیں
سایۂ خورشید کو خورشید کہہ سکتے نہیں

اے جمالِ سرمدی شائستۂ مدح و وِلا — بخشش اُمت ہے تیری اشک باری کا صلا
اکتسابی شے نہیں یہ مرتبوں کا سلسلہ — جس کو جو کچھ بھی ملا فیضِ پیمبر سے ملا

مہر، جیسے نور کا مرکز ہے تاروں کے لیے
ذاتِ پیغمبر یونہی ہے جاں نثاروں کے لیے

فاطمہ اے نورِ چشمِ سرورِ عالی تبار — نسل وخوں پر تو نہیں فضل و بزرگی کا مدار
یہ ترا پایا، یہ تیری شان، یہ عزو وقار — ہے بہرِ عنواں تری پرہیزگاری کی بہار

تیرا رتبہ سر بسر تیری وفا کا فیض ہے
یہ شرف جو کچھ ہے تیرے اتقا کا فیض ہے

(اثرؔ زبیری لکھنوی مولانا (کراچی))

سلسبیل/اثر زبیری لکھنوی/تذکرہ نگاروں کے نزدیک سال اشاعت ۱۹۸۳ء/اعجاز پبلی شرز دوسری منزل فیروز پور والا بلڈنگ کیمبل پور اسٹریٹ کراچی/صفحہ ۱۱۳۔

☆☆☆

اے خدیجہ کا سکونِ دل نبی کا اعتبار — تجھ کو حاصل ہے جہاں میں کُل جہاں کا اختیار
تو حرم کی پاسباں ایقان کی فصلِ بہار — تجھ سے ہی قائم محمد کی محبت کا وقار

فاطمہ بنتِ محمد، نام ہے تصدیق کا
مرکزِ حسنِ حیا ہے عالمِ تخلیق کا

اے عروجِ خاکِ آدم، شافعِ یومِ حساب — اے سلوک و اتقا کی ماہ تاب اندر رکاب
اے حصولِ قرب کی آئینۂ اُم الکتاب
تجھ سے چہروں پر ہے غازہ تجھ سے روحوں پر ہے آب

فاطمہ تھامے ہوئے ہے تو لوائے زندگی
تجھ سے فیضانِ نظر تو شانِ فقر و بندگی

مومنوں کے سنگِ در اے قبلۂ اہلِ نظر — اے حصارِ عشق کے اندازۂ زیر و زبر

اے قدم ہائے رسالت اے نیابت کے سفر تیری خاکِ پا سے پیدا انگشت خواجہ خضر

ہے ازل سے تا ابد گردِ نبی ہالا ترا
عین شکل مصطفی ہے نور کا جھالا ترا

اے کہ حرزِ نورِ احمد اے کہ لحمِ مصطفی ہر صحیفے میں ہوا ہے سو طرح چرچا ترا
تو ہے خاتونِ جناں رتبہ ترا سب سے سوا آیۂ تطہیر ہے تیری فضیلت کی ثنا

تو نوائے کن فکاں سے بیشتر کی میم ہے
رنگ و بو میں کشتگانِ خنجرِ تسلیم ہے

گر نہ بھیجے صل کوئی تجھ پر نہیں ہوتی نماز اللہ اللہ نور کے سانچے کی حدِ امتیاز
تیرا ہر قول و سخن ہے مرتبت دیں کا جواز تو عمل کی اِک مدون سی کتابِ حرفِ ناز

فاطمہ! دامن ہے تیرا عترتِ قرآں لیے
یا ہے قندیل محمد ہاتھ میں یزداں لیے

گود کے پالوں سے تیرے سرخرو یہ آب و گل کر دیا جس نے خدا کو آدمی سے متصل

اے قبائے مصطفائی، مرتضائی مستقل
تو امامت کی ازل ہے تجھ پہ صدقے جان و دل

دونوں عالم حشر تک ہیں ہاتھ یوں جوڑے ہوئے
تو خدا کے واسطے آنا نہ سر کھولے ہوئے

اے وجودِ پاک کلا سے خاتونِ جنت السلام اے ردائے نور اے اُمِ شہادت السلام

اے فقیہِ دین اے قندِ مشیت السلام
اے اصالت اے سیادت اے سعادت السلام

تیرا اختر لے گیا ہے کربلا کو عرش پر
کون بھولے گا ترا احسان اہلِ فرش پر

(اختر نظامی چشتی (کراچی))

ترتیل/ اختر حسین اختر چشت نظامی/ اول ۱۳۸۴ھ، دوم ۱۴۰۴ھ/ ملنے کا پتا: باب چشت" بی ۱۲/ بلاک ایل۔ شمالی ناظم آباد کراچی/ صفحہ ۲ ۷۱۔

سکونِ قلبِ محبوبِ خدا ہیں فاطمہ زہراؓ
یہ خدا ہی جانتا ہے اور کیا ہیں فاطمہ زہراؓ
مجسم پیکرِ صدق و صفا ہیں فاطمہ زہراؓ
سراپا نورِ محبوبِ خدا ہیں فاطمہ زہراؓ
ہے کیوں حیرت کہ ممتاز النسا ہیں فاطمہ زہراؓ
رسول اللہ کے دل کی دعا ہیں فاطمہ زہراؓ
سوالی آپ کے در سے کوئی خالی نہیں جاتا
کہ بنتِ سرورِ جود و سخا ہیں فاطمہ زہراؓ
جنابِ عائشہ فرماتی ہیں صورت میں سیرت میں
یہ لگتا ہے کہ گویا مصطفیٰ ہیں فاطمہ زہراؓ
وصی احمد مختار ہیں اصحاب میں حیدر
تو مستورات میں خیر النسا ہیں فاطمہ زہراؓ
زمین کربلا گلزار ہے ان ہی کے پھولوں سے
جدھر دیکھو اُدھر جلوہ نما ہیں فاطمہ زہراؓ
ثنائے فاطمہ زہرا ہے لازم اہلِ ایماں پر
رسول اللہ کو رب کی عطا ہیں فاطمہ زہراؓ
بروزِ حشر خاکی ! یہ وسیلہ کام آئے گا
کہ بنتِ شافعِ روزِ جزا ہیں فاطمہ زہراؓ

(خاکی القادری (کراچی))

کلیات عزیز خاکی/ مرتب: ڈاکٹر شہزاد احمد/ جنوری ۲۰۱۶ء/ ناشر: استحکام نعت (ٹرسٹ) پاکستان ۹۳۔ ایل سی/ ۳۳ ریڈیو پاکستان ہاؤسنگ سوسائٹی کورنگی نمبر ڈھائی کراچی/ صفحہ ۶۰۳۔

☆☆☆

بہت بلند ہے دنیا میں نام زہرا کا
نبی کی گود رہی ہے مقام زہرا کا

ہمارا ذکر ہی کیا ہے ہمارا کیا ہے مقام
کیا رسول نے خود احترام زہرا کا

سنا جو خطبۂ زہرا تو یہ صدا آئی
نبی کے لہجے میں سُنیے کلام زہرا کا

حسن حسین کے کردار نے کیا ثابت
بچانا دینِ پیمبر تھا کام زہرا کا

نزولِ آیۂ تطہیر سے ہوا معلوم
کلامِ پاک میں عصمت ہے نام زہرا کا

یہ حق پسند ہیں حق کو بھی ہیں پسند بہت
پیامِ حق ہے جہاں میں پیام زہرا کا

سکونِ دل کی اگر ہے تلاش ہزار کو
تو پھر جہاں میں کرے ذکرِ عام زہرا کا

رہیں گے زندۂ جاوید سب نقوشِ بتول
ہے ثبت لوحِ جہاں پر دوام زہرا کا

خدا سے قرب کا یہ حال ہے کہ روز و شب
فرشتے جاتے ہیں لے کر پیام زہرا کا

نعیمؔ! گرمیِ محشر کی فکر کیوں کیجے
کبھی رہا ہے پریشاں غلام زہرا کا؟

(نعیم میرٹھی (کراچی))

حرفِ تابندہ/نعیم میرٹھی/ ۱۹۹۴ء/کل پاکستان حلقۂ ادب ۳۲۱ سی شیلوز ون سینٹر یونی ورسٹی روڈ گلشن اقبال کراچی/صفحہ ۹۱۔

☆☆☆

اولیٰ و اعلیٰ عطا فرما دے یہ منصب مجھے
مدحتِ خیر النسا کا دے شرف یارب مجھے
فاطمہ زہرا کی مدحت کے ہوں جو شایانِ شاں
ایسے اعلیٰ پائے کے الفاظ دے دے سب مجھے
کیا پریشاں کرسکیں گے زیرِ دامانِ بتول
گردشِ دوراں کے چیتے، وقت کے عقرب مجھے
وارثانِ علمِ محبوبِ خدا سمجھائیں اب
سیرتِ خیر النسا سے زیست کا مطلب مجھے
سوچتا ہے اب مجھے اِس پر، کہ گھر سے قبر تک
کیا عطا کرتے نہیں زہرا کے روز و شب مجھے
اُن کی ذات و شان سے آگاہ کیوں کرتے نہیں
عہدِ نو کی درسگاہیں، تازہ تر مکتب مجھے
قبر کے پُر ہول سناٹوں میں، شورِ حشر میں
اُن کی مدحت کا عطا فرما دے رب، منصب مجھے
سوچتا ہوں وہ اگر پوچھیں تو کیا دوں گا جواب
اے مرے بیٹے! کیا ہے یاد تو نے کب مجھے
کاش منظر! اُن کی بھی چادر کا سایہ ہو نصیب
حشر کے میداں میں پہنچائیں فرشتے جب مجھے

(منظر عارفی (کراچی))

☆☆☆

مبارک اُن کو جو کیفِ صلائے عام لیتے ہیں
بڑی تقدیر والے ہیں جو اُن کا نام لیتے ہیں
خضر اوصاف ہے جو نام، ہم وہ نام لیتے ہیں
یہ ہیں وہ ہاتھ جو گرتے ہوؤں کو تھام لیتے ہیں

سراسر نور ہیں اُن کے قدم چومیں مہ و انجم
یہاں آ کر سُنیں ہم ایک نوری نام لیتے ہیں
ہواؤ! رقص میں آؤ، فضاؤ! حسن بن جاؤ
مبارک ہو کہ ہم وہ کیف پرور نام لیتے ہیں
لچک اے شاخ بل کھا کر، مہک اے پھول اِترا کر
کہ ہم رنگیں ادا قوسِ قزح کا نام لیتے ہیں
ابھی تک تو تعارف استعاروں میں کیا ہم نے
سمجھیے مطلع تشریح سے اب کام لیتے ہیں

مطلع

یہ وہ اسمِ گرامی ہے جو صبح و شام لیتے ہیں
بہر ساعت، بہر لمحہ، بہر ہنگام لیتے ہیں
مکینِ عرش سے انعام پر انعام لیتے ہیں
جو دل سے نامِ دخترِ خسروِ اسلام لیتے ہیں
جنابِ فاطمہ خاتونِ جنت ہے لقب جن کا
انہیں والا لقب، فخرِ النسا کا نام لیتے ہیں
حیا جن کی کنیزک تھی، قناعت جن کی باندی تھی
ہم اُن عالی نسب، عالی حسب کا نام لیتے ہیں
بہ دل تسلیم ہے ہم کو، بہ جاں تسلیم ہے ہم کو
جنابِ سیدہ کا نام، خاص و عام لیتے ہیں
چٹک کر پھول بن جاتے ہیں لوگو! غنچہ ہائے دل
درِ شہوار اہلِ بیت کا جب نام لیتے ہیں
ملائک سے کوئی پوچھے فضائل کو تقی اُن کے
ملائک بھی بصد آداب اُن کا نام لیتے ہیں

(تقی دہلوی ڈاکٹر (کراچی))

ا..... کلیاتِ تقی/ ڈاکٹر تقی دہلوی/ بار اول ۱۹۸۲ء/ مقامِ اشاعت: قوس الادب ۸۲ ۔ ۸۰/۱۱۹۔ ڈبل روڈ کے ایریا کورنگی کراچی/ صفحہ ۳۵۰۔ (کلیات میں دو مناقب فاطمہ ہیں)۔

☆☆☆

مرکزِ شرم و حیا، خاتونِ جنت فاطمہ
دینِ وحدت کی صدا، خاتونِ جنت فاطمہ

پیکرِ صدق و صفا، آگاہِ عرفانِ تمام
عاشقِ راہِ خدا، خاتونِ جنت فاطمہ

شبر و شبیر جن کی گود میں پھولے پھلے
زوجۂ شیرِ خدا، خاتونِ جنت فاطمہ

زندگی میں جن کو جنت کی بشارت مل گئی
جانِ محبوبِ خدا، خاتونِ جنت فاطمہ

سرورِ عالم کی سب سے لاڈلی اولاد تھیں
نورِ چشمِ مصطفی، خاتونِ جنت فاطمہ

سامنے بے پردہ غیروں کے نہیں آئیں کبھی
خوش خصال و خوش ادا، خاتونِ جنت فاطمہ

اِک نظر سے سب کو دیکھا ہو وہ چھوٹا یا بڑا
ہر کسی کا آسرا، خاتونِ جنت فاطمہ

زندگی اپنی سبھی راہِ خدا میں کاٹ دی
حق شناس و حق نما، خاتونِ جنت فاطمہ

ہو ادا حق آپ کے االفاظ ایسے ہیں کہاں
کیا ہو ساحرؔ سے ثنا، خاتونِ جنت فاطمہ

ساحر شیوی (کراچی)

وسیلۂ نجات (نعتیہ مجموعہ)/ ساحر شیوی/ ۱۹۹۸ئ/ وجے بجلی شرز ۵ گولا مارکیٹ دریا گنج نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ (بھارت)/ صفحہ ۱۲۴۔

وہ جس کی ذاتِ اقدس نور ہو عصمت ہی عصمت ہو
نہ کیوں ذکرِ جنابِ فاطمہ عین عبادت ہو
محمد کے گھرانے سے محبت ہی محبت ہو
شرافت کا تقاضا ہے ادا اجرِ رسالت ہو
بہ فیضِ سیدہ حاصل لحد میں اتنی راحت ہو
جدھر بدلوں میں کروٹ اُس طرف جنت ہی جنت ہو
کوئی کونین میں ہم سر ہو اُس کی اے معاذ اللہ!
محمد کی ہو بیٹی اور نہ پھر خاتونِ جنت ہو
خدا خود جس کا پردہ چادرِ تطہیر سے کردے
کسی چشمِ تصور میں بھلا کیوں اُس کی صورت ہو
ملوکیت کے آگے سرنگوں وہ ہو نہیں سکتا
گھرانے سے جنابِ سیدہ کے جس کو نسبت ہو
کوئی ہو اُس سے بڑھ کر طاہرہ دنیا میں ناممکن
وجودِ پاک ہی جس کا طہارت ہی طہارت ہو
تری اس دین کے قربان اے مالک! مگر کم ہے
غلامی خانۂ زہرا کی اور بدلے میں جنت ہو
امامِ عصر کی غیبت سے یہ منشائے خالق ہے
گھرانا فاطمہ ہی کا نگہبانِ شریعت ہو
اگر سمجھیں نظامِ مصطفیٰ کو گھر سے زہرا کے
مسلمانوں کو اقوامِ جہاں میں پھر نہ ذلت ہو
نہ ہو کیوں فخر اے نازشؔ! ہمیں اُس کی غلامی پر
کہ جس گھر میں نبوت ہو، امامت ہو، شہادت ہو

(نازش رضوی، سید انصار حسین (کراچی))

کلیاتِ نازش/ سید انصار حسین نازش رضوی/ اکتوبر ۲۰۰۱ء/ پتا: ۱۴۲۔ گروپ نمبر ۶ کمرشل ایریا اورنگ آباد نزد بڑا میدان ناظم آباد کراچی/ صفحہ ۳۰۴۔

مادرِ شبیر و شبر دخترِ خیرالانام
تا ابد روشن رہے گا فاطمہ زہرا کا نام
اُن کی سیرت لکھنے والوں نے لکھا ہے برملا
فاطمہ کا تھا رسول اللہ کے جیسا خرام
سامنے آتی تھیں جب بھی فاطمہ، سرکار کے
پیار کرتے اُن کو آقا اُٹھ کے با شفقت تمام
پشتِ دستِ فاطمہ کو چومتے تھے اور کبھی
بوسہ پیشانی کا دیتے تھے رسولوں کے امام
آپ کے گھر بے اجازت جبرئیل آئے نہیں
آپ کے عز و شرف کا تھا بلند اتنا مقام
بے حد اُن کو چاہتے تھے اُن کے بابا مصطفی
کرتے رہتے تھے خبر گیری رسول اُن کی مدام
کل اُنہوں نے بخشی تھی پردے کو توقیرِ عظیم
آج پردہ کر رہا ہے ذاتِ زہرا کو سلام
لے رہا ہے نام زہرا پیار سے سارا جہاں
اُن کی مدحت کر رہے ہیں آج یوسفؔ! خاص و عام

(یوسفؔ اسماعیل الحاج (کراچی))

☆☆☆

نور چشم جانِ رحمت دخترِ خیرالوریٰ
مادرِ حسنین و زینب تاجدارِ ھل اتی
سیدہ خاتونِ جنت پیکرِ صدق و صفا
زینتِ خلدِ بریں معیارِ تقدیس و حیا
ذات اُن کی سرورِ دیں کے دل و جاں کا سکوں
اُن کی عظمت اور شوکت ہر گماں سے ماورا

آپ کے ایثار پر حسنِ سخاوت کو ہے ناز
ہے حوالہ آپ کا قرآں میں بھی یا سیدہ
کر گئے قائم جہاں میں شوکتِ دینِ مبیں
آپ کے لختِ جگر شبیر و شبر بر ملا
بے اجازت اُن کے گھر میں نوری بھی آتے نہیں
کیوں نہ ہو پھر سب کے دل میں احترامِ سیدہ
ذات اُن کی روشنی ہے اہلِ دل کے واسطے
وہ دکھاتی ہیں خواتیں کو مقامِ ارتقا
پیروی سے اُن کی حاصل دین بھی دنیا بھی ہے
وہ ہر اِک رہ میں خواتیں کے لیے ہیں رہنما
آیۂ تطہیر اُن کی شان میں نازل ہوئی
ذاتِ نسواں کے لیے اِک نور ہیں خیر النسا
نورؔ ! پیغمبر کی بیٹی ہے وہ شمعِ ضوفشاں
جس سے ہوجاتا ہے روشن زندگی کا راستہ

(نورؔ، حافظ نور احمد قادری (اسلام آباد))

☆☆☆

اللہ نے بلند ہے کی شانِ فاطمہ
پھر کس کو ہو سکے بھلا عرفانِ فاطمہ
کیسے سمجھ سکے کوئی رتبہ جناب کا
جبریل سے امین ہیں دربانِ فاطمہ
زینب ، حسن ، حسین سبھی آپ کے ہیں پھول
جن سے مہک رہا ہے گلستانِ فاطمہ
ہر قول ہر عمل میں ہیں پَر تو رسول کا
یہ فاطمہ کی عظمتیں ، یہ شانِ فاطمہ

ہم سب کو چاہیے اسی کوشش میں ہم رہیں
ہرگز چھٹے نہ ہاتھ سے دامانِ فاطمہ
ہر شخص سوچتا رہے اب روزِ حشر تک
کیا وہ اُتار سکتا ہے احسانِ فاطمہ
یارب ! ندا نسیم کو ہو وہ مقام عطا
جلوہ فگن جہاں ہوں کنیزانِ فاطمہ

(ندا نسیم کاظمی ڈاکٹر (کراچی))

☆☆☆

اعزاز و افتخار ہے مدحت بتول کی
محبوبِ کردگار ہے مدحت بتول کی
اسلام کا شعار ہے مدحت بتول کی
ایمان کا سنگھار ہے مدحت بتول کی
مرہم ہر ایک زخم کا، ہر کرب کا علاج
ہر درد کا قرار ہے مدحت بتول کی
واللہ ! ذولفقارِ علی کی طرح ہنوز
ابلیسیت پہ وار ہے مدحت بتول کی
مداح آپ کے ہیں خوشی سے کھِلے ہوئے
خوشیوں کا وہ خمار ہے مدحت بتول کی
کیسے اُتار سکتے ہیں اپنے گلے سے ہم
عزو شرف کا ہار ہے مدحت بتول کی
کاوشؔ ! کرے گا اِس سے بھی کیا کوئی اختلاف
اِک کنز پائیدار ہے مدحت بتول کی

(کاوش کاظمی (کراچی))

☆☆☆

قرآن کی روز و شب تلاوت زبان پر
قرآن کی آیتیں ہیں ثناء خوان فاطمہ
ہم کو مٹا سکیں گی نہ باطل کی سازشیں
مومن ہیں زیر سایہ دامان فاطمہ
آگے نبی ہیں پیچھے علی ساتھ دونوں لعل
دیکھو مباہلے میں ہے کیا شان فاطمہ
میں سر منبر جو کرتا ہوں ثنائے فاطمہ
اس کا مطلب ہے کہ شامل ہے رضائے فاطمہ
کر دیا یہ اعلان رسول اللہ کے فرمان نے
فاطمہؓ جیسا نہیں کوئی سوائے فاطمہؓ

(صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ)

☆☆☆

سورۂ کوثر کی ہیں تفسیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
مدعائے آیت تطہیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
گفتگو میں، چال میں، اطوار میں، کردار میں
ذاتِ خیر الخلق کی تصویر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
نورِ چشمِ مالکِ کونین ہونے کے سبب
دو جہاں ہے آپ کی جاگیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
لادوا امراض ہوں یا پھر کڑے حالات ہوں
آپ کا ہے تذکرہ اکسیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
لفظ میرے بے اثر پھر کس طرح رہ جائیں گے
جب عطا ہو آپ سے تاثیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
عظمت دین متیں کی پاسبانی کے لیے
روبروئے کفر تھیں شمشیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا

وہ مریضِ کبر ہے اور اجہل وارذل بھی ہے
جس نے کی ہے آپ کی تحقیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
آپ کے سرتاج کا اعزاز کہ حق نے انہیں
نفسِ احمد سے کیا تعبیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
اہلِ باطل کے مقابل وہ اکیلے ڈٹ گئے
آپ کے نورِ نظر شبیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
سیدہ زینب اسیرانِ بلا کی پیشوا
آپ کی سیرت کی ہیں تنویر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
آپ کی عترت کی قربانی کے باعث دہر میں
گونجتا ہے نعرۂ تکبیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
آپ کے روضہ پہ رہتا ہر گھڑی محوِ طواف
شرع کی پاؤں میں ہے زنجیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
زورِ حیدر ہو عطا ہم کو دعا فرمائیے
امت فاتح ہوئی تسخیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
جن عقابوں نے کیے تھے قیصر و کسریٰ شکار
عصرِ حاضر میں ہوئے نخچیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
استغاثہ کے لیے میں نے اٹھایا تھا قلم
منقبت میں ڈھل گئی تحریر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
صاحبانِ کہف کا قطمیر ہو گا محتشم
آپ کے درکا میں ہوں قطمیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا
بضعۃ منی سے یہ عقدہ مجاہد کھل گیا
منفرد ہے آپ کی توقیر بنتِ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا

(ڈاکٹر مجاہد احمد)

☆☆☆

شہزادی سلطانِ دنا فاطمہ زہراؓ
آبادیِ بستانِ ولا فاطمہ زہراؓ
وہ روحِ وفا، جانِ سخا فاطمہ زہراؓ
وہ شانِ کرم، آنِ عطا فاطمہ زہراؓ
وہ مادرِ شبیر و حسن، زوجۂ حیدر
رفعت ہیں وہ اس درجہ علا فاطمہ زہراؓ
عادات وخصائل میں الگ شان ہے اُن کی
ہر بات میں سب سے ہیں جدا فاطمہ زہراؓ
وہ نام لیے جن کا، ہو تسکین دل و جاں
ہر درد کی گویا ہیں دوا ۔ فاطمہ زہراؓ
کر دیجیو! واحدؔ کی بھی محشر میں سفارش
ادنیٰ سا یہ درکا ہے گدا فاطمہ زہراؓ

(ابوالحسن واحد رضوی)

☆☆☆

زباں پہ لاؤں میں کس طرح نام زہراء کا
میرے نبی نے کیا احترام زہراء کا
دل ودماغ کو رکھا حیا کے پہرے میں
سنبھل سنبھل کے میں لیتا ہوں نام زہراء کا
میں سانس روک کے جاتا نظر جھکائے ہوئے
کھڑا میں دور ہی رہتا غلام زہراء کا
قلم کے ساتھ ہی دل بھی میں سرنگوں کرتا
ادب کے ساتھ میں لکھتا پیام زہراء کا
کبھی جو خامۂ جبریل مجھ کو مل جاتا
حروفِ قدس سے لکھتا سلام زہراء کا

میں اپنی فکر کو دھوتا لطیف زمزم سے
حطیمِ روح میں کرتا کلام زہراء کا

ہے ان کی عزت و عظمت تو ہر گماں سے وری
نبی کی پاک ہے طینت قوام زہراء کا

خدا کے بعد ہے رتبہ تو ان کے بابا کا
بہت بلند ہے لوگو مقام زہراء کا

وہ بنتِ شاہِ دو عالم وہی ہیں شیخۂ گل
کسی بھی بام سے اونچا ہے بام زہراء کا

وہ جس کے بابا کا روضہ ہے عرش سے بڑھ کر
تو آئے عقل میں کیسے مقام زہراء کا

وہی تو پارۂ جاں ہیں عظیم آقا کی
تو کیوں نہ اعلیٰ ہو سب سے مقام زہراء کا

وہ جن کے در پہ فرشتے بھی پوچھ کر آئیں
جہان کیوں نہ کرے احترام زہراء کا

فلک کا مہر بھی پہلو بدل کے چلتا ہے
جو آئے راہ میں شہرِ خیام زہراء کا

جھکی رہیں گی نگاہیں بھی اہلِ محشر کی
کہ ہو گا حشر کے دن جب خرام زہراء کا

زباں پہ جاری تلاوت تھی ہاتھ چکی پر
کبھی سجود ہی شب بھر تھا کام زہراء کا

کٹے سروں سے بھی آئی کتاب حق کی صدا
زمانہ دیکھے مربی نظام زہراء کا

وہ درسگاہِ معلّٰی ہے آج بھی روشن
وہ کربلا سے ہے جاری پیام زہراء کا

عطائے محض ہے ان کی یہ منقبت تو نہیں
خدا کا شکر ہے صدقہ تمام زہراء کا
مری بنات بھی میرا فقیر بیٹا بھی
ہر ایک فرد ہو میرا غلام زہراء کا
کنیز ماں تھی مری اور باپ ہے بردہ
ہو کاش نوری بھی نوکر مدام زہراء کا

محمد ظفر اقبال

☆☆☆

شانِ باغِ حرم، روحِ صبر و رضا
چشمِ لُطف و کرم، دافعِ ہر بلا
دہرِ دیں کا بھرم، راحتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تابِ لوح و قلم، قلبِ سچ کی صدا
جس کا ہے ذکر کونین میں صبح و شام
اُس کی ذیشان رفعت پہ لاکھوں سلام
جس کی ہے شان ہر سوچ سے ماورا
جو ہے چشمِ پیمبر کی راحت سدا
شان و عظمت کی ہے انتہا انتہا
جس کا ہے طرزِ جیون، حسیں خوشنما
جس کا ہے فیض رحمت دِلوں پہ مُدام
اُس کے پھولوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام
"سیدہ زاہرہ، طیبہ طاہرہ"
جس کا حُسنِ عمل جانِ صدق وصفا
جس کی ہر اِک ادا رہنما رہنما
مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

جس کا ہے ہر نظر میں بڑا احترام
"جانِ احمد ﷺ کی راحت پہ لاکھوں سلام"
بنتِ محبوبِ حق، شانِ نور الھدیٰ
جس کا بے مثل ہے دستِ جود و عطا
نازشِ خلقتِ باغِ ارض و سما
جس کا ذکرِ حسیں، زندگی کی بقا
جس کی سیرت گلابوں سے ہے ہمکلام
اُس کی نُورانی عفت پہ لاکھوں سلام
رازِ حُسنِ سخا، جانِ نورِ صبا
جس کا ہر سُو کرم، جس کی ہر سُو ضیا
پاک سیرت حسیں، چشمِ خلقت فدا
جس کے دَر کا اَزل سے ہے انجم گدا
جس کو رب نے دیا سب سے ارفع مقام
اُس کی پاکیزہ فطرت پہ لاکھوں سلام

(ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم، چیئرمین؛ خُوشبوئے نعت فاؤنڈیشن (پاکستان))

☆☆☆

نبی ﷺ کی جان ہونا افتخارِ فاطمہ زہراؓ
بڑا خوش بخت ہے مدحت نگارِ فاطمہ زہراؓ
انہیں اُم ابیہا کا لقب آقا ﷺ نے بخشا ہے
ہمارے دل، جگر سب ہیں نثارِ فاطمہ زہراؓ
نبی ﷺ نے اُن سے فرمایا، کرو تسبیح اے دختر!
سدا تسبیح رب کرنا تھا کارِ فاطمہ زہراؓ
پڑھو قرآن، دیکھو اھلِ اتی نے کر دیا ظاہر
رضائے خالقِ اکبر مدارِ فاطمہ زہراؓ
وہ بھر کے لاتیں مشکیزہ، وہ خود ہی پیستیں چکی
نظر میں شاہِ دیں ق کے انکسارِ فاطمہ زہراؓ
وہ سردارِ خواتیں ہیں، مودّت گو ہے زہرا سے
بھلایا تم نے کیوں آخر؟ شعارِ فاطمہ زہراؓ
وہ ہیں خاتونِ جنت، دو پسر سرور جوانوں کے
سنو! سبطین آقا ﷺ گلعذارِ فاطمہ زہراؓ
نظر اُوپر اُٹھائی، گنبدِ خضرا نظر آیا
بقیعِ پاک میں تھا بر مزارِ فاطمہ زہراؓ

ولادت اُن کی مکے میں ہوئی رحلت مدینے میں — کہ ہیں مکہ، مدینہ ہی دیارِ فاطمہ زہراؓ
ادب سے سر جھکا لیتی ہیں حورانِ بہشتی سب — انہیں معلوم ہے، کیا ہے وقارِ فاطمہ زہراؓ
ملے اے پھولؔ، اور بانی جناح میں قصرِ زہرا کی — نظر کے سامنے ہو مرغزارِ فاطمہ زہراؓ

(تنویر پھول، امریکہ)

☆☆☆

اوج عفت جان عصمت فاطمہ — راحت عالم کی راحت فاطمہ
مصدر الطاف و رحمت فاطمہ — سیدہ خاتون جنت فاطمہ
تاابد ممکن نہیں ثانی کوئی — ہیں وہ معیار سخاوت فاطمہ
آپ کے بچوں سے ہی گل رنگ ہے — مصطفےٰ کے دیں کی رنگت فاطمہ
بہر ختم المرسلیں امداد کن — ہے پریشاں حال امت فاطمہ
تا ابد تطہیر کی وارث ہے جو — ہیں وہی قرآں کی آیت فاطمہ
نام لیوا آپ کے دارین میں — کب اٹھائیں گے ہزیمت فاطمہ
اپنے بابا سے سفارش کیجئے — کیجئے اتنی عنایت فاطمہ
ہو لواء الحمد کا سایہ عطا — آئے جب روز قیامت فاطمہ
میرے آقا بھی تو چاہیں گے وہی — آپ کی جو ہوگی چاہت فاطمہ
ناصر دین مبیں ہر دم رہی — آپ کی فہم و فراست فاطمہ
آپ کے قدموں سے اُٹھی خاک ہے — جنتوں کی زیب و زینت فاطمہ
بخشوائے گی یقیناً حشر میں — آپ سے میری عقیدت فاطمہ
ان کے در سے کوئی خالی نہ گیا — رحمتوں کی ہیں روایت فاطمہ
مادر حسنین زوج مرتضیٰ — پاک سیرت پاک طینت فاطمہ
ساکن خلد بریں ہو گا وہی — جس کو دے دیں گی اجازت فاطمہ
مصطفےٰ کیونکر نہ ہوں اس کے شفیع — جس کی فرمائیں شفاعت فاطمہ
کوئی لفظ ٹو یا تجھ برتا نہیں — آپ نے یوں کی عنایت فاطمہ
آپ کی توصیف عاجز کر سکا — آپ نے جب دی اجازت. فاطمہ

(سید اعجاز حسین شاہ)

ہے لبوں پر التجا یا فاطمہؓ ‏ دور ہوں رنج و بلا یا فاطمہؓ
بعد حمد و نعت اپنا ورد ہے ‏ یا علی مشکل کشا یا فاطمہؓ
مشکلوں کو رخ بدلتے ہی بنی ‏ میں نے بس اتنا کہا یا فاطمہؓ
میرے بیٹوں کا ہے نعرہ یا علیؓ ‏ بیٹیوں کی ہے صدا یا فاطمہؓ
سر جھکا، آنکھیں بچھا، جاں کر نثار ‏ اور دل سے دے صدا یا فاطمہؓ
اُمت مسلم پریشاں حال ہے ‏ آ پڑی پھر کربلا یا فاطمہؓ
ہے خدا و مصطفیٰ ﷺ کی بھی وہی ‏ آپ کی جو ہے رضا یا فاطمہؓ

(سید اعجاز حسین شاہ)

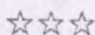
☆☆☆

کیوں شرف کی ہو کوئی بھی حد سیدہ ‏ آپ کے سب سے اعلیٰ ہیں جد سیدہ
دو کریموں کی جانب سے وہ رد ہوا ‏ کر دیا آپ نے جس کو رد سیدہ
والد محترم ہیں حبیب خدا اور ‏ شوہر خدا کے اسد سیدہ
آپ ہیں سَیِّدَۃُ النِّسَاءِ الاُمَم ‏ آپ کا سب سے اونچا ہے قد سیدہ
ہوں درود آپ پر ساری اولاد پر ‏ بے حساب و شمار و عدد سیدہ
دو جہانوں میں اس کو کمی کیا رہے ‏ آپ فرمائیں جس کی مدد سیدہ
میرا مال و منال اور اولاد سب ‏ ہوں فدا آپ پر تا ابد سیدہ
خاکِ رہ آپ کی غازہ رخ بنی ‏ میرے روشن ہوئے خال و خد سیدہ
کروٹیں لاکھ بدلے زمانہ ‏ مگر آپ ہی ہیں ازل تا ابد سیدہ
آپ کے در سے منسوب ہونا ہی ‏ تھا پھر طہارت ہوئی مستند سیدہ
جس میں مدفون ہیں آپ اور ‏ شاہِ دیں ہے وہی شہر خیر البلد سیدہ
مبتلائے غمِ زیست کی ہے ‏ صدا المدد سیدہ المدد سیدہ
خوشبوئے خلد کب چھو سکے ‏ جو کرے آپ کی شان میں رد و کد سیدہ
میں غلامِ غلامانِ در آپ کا ہے ‏ غلامی مری مستند سیدہ
پلڑا عاجزؔ کا محشر میں بھاری ہوا ‏ آپ سے مل گئی جب رسد سیدہ

(سید اعجاز حسین شاہ)

فاطمہ سلام اللہ علیہا میں دل ہی دل ہمیشہ یہ پڑھتا رہتا ہوں
مرے ریاض میں اک ثانیہ قضا نہ ہوا
میرے خلوص کو اظہار کی تمنا تھی
جلوسِ حضرت مونس مرا بہانہ ہوا
نبیؐ کی بیٹی نے توصیف کی اجازت دی
برائے مدحت اقدس قلم روانہ ہوا
یہ دین جس کا قیامت تلک ہوا ممنون
اُسی کے نام پہ انگ انگ مخلصانہ ہوا
رکوع کرتا ہوا دیکھیے مرا وجدان
وفورِ شوق سے انداز والہانہ ہوا
لو اُن کے نام پہ آنکھیں چھلک پڑیں میری
بہ رنگ اشک یہ تمیح کو بہانہ ہوا
جو ایک آنسو کی صورت کما لیا میں نے
وہ لمحہ دفترِ اعمال میں زمانہ ہوا
یہ لفظ جذبے کو تصویر کر نہیں سکتے
جو میرے دل میں بپا ہے وہ رونما نہ ہوا
جو حق ہے ان کا وہ مجھ سے ابھی ادا نہ ہوا
رسول زادیؑ میرے ٹوٹے پھوٹے لفظوں کو
قبول کیجیے جیسا بھی عاجزانہ ہوا

پروفیسر سید نصرت شاہ بخاری کے قلم سے منقبت



سب اندھیرے دور ہوں گے روشنی مل جائے گی
مکتب زہرا سے سب کو آگہی مل جائے گی

عظمتِ زہرا کی باتیں کر عقیدت سے اخی
دین و دنیا کی تجھے بھی رہبری مل جائے گی
تیرگی کو دور کرنے کا جتن آؤ کریں
پنجتن کے در سے شمعِ آگہی مل جائے گی
کامیابی آئے گی تیرے قدم کو چومنے
جب درِ زہرا کی تجھ کو نوکری مل جائے گی
اس درِ اقدس سے بٹتے ہیں شعور و آگہی
روشنی عقل وخرد کی، علم کی مل جائے گی
محفلیں آل نبی کی تو سجا کر دیکھ لے
زندگی کو زندگی میں زندگی مل جائے گی
کیوں جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتا ہے بشر
احترامِ فاطمہ کر، روشنی مل جائے گی

(شاعر علی شاعر)

☆☆☆

مرحبا اے پیکر صبر و رضا خیر النسا
مرحبا اے نور عین مصطفیٰ خیر النسا
تیرے در سے ہے حصولِ مدعا خیر النسا
تیرا اسم پاک ہے جانِ دعا خیر النسا
پاک طینت، پیکرِ انوار تو پاکیزہ خو
ہمدم مولا علی، شیرِ خدا، خیر النسا
رحمت کل کی تو منظورِ نظر، جان و جگر
سر تا پا عفو و کرم جود و سخا خیر النسا
ہے شہید کربلا، لختِ جگر، نورِ نظر
فیض سارا ہے تری ہی گود کا خیر النسا

اِک تری ذاتِ گرامی دہر میں ٹھہری بتول
نازشِ تطہیر ہے تیری رِدا خیر النسا
زہد و تقویٰ میں ترا ثانی کہاں ہے دہر میں
قابل تقلید ہے تو باصفا خیر النسا

(سخی کنجاہی)

☆☆☆

روئے احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شباہت چہرۂ انور میں ہے
جوہرِ پیغمبری، زہرا! ترے پیکر میں ہے
تو ہوئی ہے مصطفیٰ کی گود میں پل کر جواں
لمحہ لمحہ تیرا چشم ساقی کوثر میں ہے
تیرا جوڑا خلد سے لائے تھے جبریل امیں
رخصتی تیری حیا و شرم کے زیور میں ہے
کربلا و طیبہ و مشہد ہو یا ارضِ نجف
تیرے پاکیزہ لہو کا رنگ ہر منظر میں ہے
پا سکا کوئی نہ انسانوں میں بعد از انبیا
جو فضیلت علم کی زہرا ترے شوہر میں ہے
نوع انسان کو نہ حاصل ہو سکے گی تا ابد
اِک وہ تخصیص شرف جو آلِ پیغمبر میں ہے
مریم و حوا کو بھی رشک آئے شاید دیکھ کر
جو نجابت اُس نبی کی لاڈلی دختر میں ہے
ان کے در سے بھرنے آیا ہوں میں کشکولِ مراد
دھوم جن کے لطف و احساں کی زمانے بھر میں ہے
ہاتھ خالی آج بھی جو در سے لوٹاتے نہیں
اک عجب دریا دلی طبع گدا پرور میں ہے

یہ وہ گھر ہے جس کا اک اک فرد ہے طبعاً غنی
فقر ہے گھٹی میں داخل، خسروی ٹھوکر میں ہے
میں رہوں گا پرفشاں سوئے ضریحِ فاطمہ
طاقتِ پرواز جب تک میرے بال و پر میں ہے
صورت و سیرت میں ہیں یک رنگ زہرا اور رسول
شان جو مظہر نے پائی ہے، وہی مظہر میں ہے
اے خوشا قسمت، مرا سیارہ نسبت نصیرؔ
محوِ گردش، پنجتن کے سرمدی محور میں ہے

(پیر نصیر الدین نصیر گیلانی)

☆☆☆

مدفنِ زہرا جنت البقیع

بقیعِ پاک، اہلِ حق کا مدفن
یہ ہے اک گوشۂ گلزارِ جنت
یہاں مدفون ہیں اصحابِ ذی شان
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلیل القدر عترت
جو ہیں والد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
یہاں ہیں دفن وہ بھی بافضیلت
یہاں اُمت کی مائیں بھی ہیں موجود
اللہ تعالیٰ اس مدفن کی عظمت
یہیں ہے عائشہؓ کی تربت پاک
وہ زیبِ حجرۂ شاہِ رسالت
علیؓ کی اہلیہ و اُم حسنین
وہ بنت مصطفیٰ، خاتونِ جنت
یہیں ہے فاطمہ زہراؓ کا مرقد
وہ نورِ چشم سلطانِ نبوت
حسن بھی اور زین العابدینؓ بھی
اِس ارضِ پاک میں ہیں محو راحت
یہاں عثمان بن عفان بھی ہیں
وہ سرتاج بناتِ جانِ رحمت
یہاں باقرؓ بھی ہیں آرام فرما
سپہر علم و عرفان و ہدایت
یہاں ہر گام پر ہیں جلوہ فرما
نبی کے عاشقانِ پاک طینت

محبانِ خدا و سرورِ دین — مکرم اولیائے پاک اُمت

تصوف کے تعلم کے مشاہیر — فلک رتبہ امامانِ طریقت

شریعت کے غوامض کے وہ کشاف — وہ بحرِ علم و دریائے فقاہت

جو مکہ میں نظر آئی زبوں تر — یہاں بھی ہے وہی قبروں کی حالت

یہ بے ترتیب جو ہیں چند پتھر — کسی عبدِ مکرم کی ہے تربت

گرا ڈالے مزاراتِ اہلِ حق کے — سوئی ہے دین کی کیا اس سے خدمت

ابھی تک اہلِ ایمان کر رہے ہیں — سعودی حکمرانوں کی مذمت

کوئی ابلیس آدم رو تھا جس نے — انہیں دی اس قساوت کی اجازت

انہیں ۔۔۔ ہے خدا کے اولیا سے — خدا سے مگر پھر بھی محبت

کنواں عثمانؓ کا بھی بند ہے اب — گیا تھا میں وہاں بہرِ زیارت

ہے ویران فارسی سلمانؓ کا باغ — کبھی آباد تھا اور خوب صورت

خدا کے دوستوں سے دشمنی ہے — یہی اِن نجدیوں کی ہے شریعت

یہ حرکت کی بہ نام دیں انہوں نے — محل موجود ہیں جن کے بہ کثرت

یہی خواہش یہی کوشش ہے ہر دم — بڑھے اُن کی جہاں میں شان و شوکت

برائے حفظ و استحکامِ شاہی — لٹاتے پھر رہے ہیں مال و دولت

عمل جن کا عقیدہ جن کا یہ ہے — یہاں بخشی گئی اُن کو حکومت

جو گستاخانِ محبوبِ خدا ہیں — یہاں وہ کر رہے ہیں عیش و عشرت

کوئی ہے مصلحت اس میں کوئی رمز — خدائے پاک کی ہے کوئی حکمت

ورائے فہمِ انسانی ہے یہ بات — یہ ہے رازِ خدائی فی الحقیقت

جنت میں بقیع پاک طارق — ہے جلوہ زارِ تقدیس و طہارت

کئی بار حاضری دی دست بستہ — یہ خوش بختی یہ میرا اوجِ قسمت

بقیع پاک ہے لاریب طارقؔ — جہانِ عظمت و مجد و جلالت

(علامہ عبدالقیوم طارق سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

پیغام خصوصی



مفتی محمد مختار احمد دُرّانی
جامعہ عظیمیہ مظہر الاسلام
0300-6705099-0333-7470381

حوالہ نمبر ______ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ______ تاریخ ______

مخدومۂ دو عالم سیدۂ کائنات جگر گوشۂ سیدِ کائنات حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
جن کی حیات پاکیزہ طاہرہ مطہرہ ہے اور جو کہ قرآن پاک میں آیت تطہیر ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے حق میں نازل ہوئی ہے جس کے نزول کے بعد سید عالم نور مجسم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان نفوس قدسیہ
یعنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور سیدۂ کائنات سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
اور حسنین کریمین شہزادگان قمرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے اختیارِ کلی اور شفقتِ خاصہ سے اپنی
چادر تطہیر میں انکو مستور و محجوب کر کے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب
عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا اے میرے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے ہر قسم رجس دور کر انکو ہر
عیب و نقص سے پاک منزہ کر دے بنا دے یہ حضرات چادر تطہیر کے مصداق ہوئے دعا نبوی بارگاہ حق
میں مستجاب ہوئی یہ ہمیشہ کیلئے طاہر و مطہر ہو گئے مفسر محمود آلوسی بغدادی حنفی نے اپنی تفسیر روح المعانی
میں اسی آیت تطہیر کے تحت رجس کے معانی بیان فرمائے ہیں کہ الرجس ای الشرک الرجس ای الاثم
الرجس ای الذنب الرجس الطمع والحرص الرجس ای النقائص الخ
یعنی رجس سے مراد شرک تو اہلبیت اطہار ولادت سے وصال تک شرک سے پاک۔
رجس سے مراد گناہ ذنب اہلبیت ہر گناہ سے دور پاک۔ رجس سے مراد طمع حرص اہلبیت طمع و حرص سے
پاک وہ تو سید الاسخیاء ہیں نعمتیں تقسیم کرنے والے قاسم النعم ہیں تو بابرکت وہ حرص و طمع سے پاک ہیں
رجس سے مراد نقائص و عیوب اہلبیت اطہار تمام نقائص و عیوب سے ہمیشہ کیلئے پاک ہیں
خصوصاً سیدۂ کائنات حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہر خطا ہر نقص ہر عیب سے
خلقتاً پاک منزہ طاہرہ مطہرہ ہیں وہ طہارتِ مصطفوی کا آئینہ ہیں نورانیت
مصطفوی کا بھی آئینہ ہیں بلکہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
حق فرمایا۔ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا۔ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کے قلوب کو انکی نورانیت سے منور فرمائے آمین۔

طالبِ دعا۔ مفتی محمد مختار احمد درانی مہتمم جامعہ عظیمیہ مظہر الاسلام خان پور ضلع رحیم یار خان
پنجاب
پاکستان

6-8-2020



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا نمبر
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی نماز





امیر کاروانِ اسلام

مُفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

- شرح اج سک متراں دی
- حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
- والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہوکر ایمان لانا
- علماء نجد کے نام اہم پیغام
- جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
- ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
- نعل پاک حضور ﷺ
- صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
- قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
- خواب کی شرعی حیثیت
- علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
- معراج حبیب ﷺ خدا
- محافل میلاد اور شاہ اربل
- حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
- ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
- عورت کی امامت کا مسئلہ
- عورت کی کتابت کا مسئلہ

- معارف الاحکام
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
- ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
- فتاویٰ رضویہ جلد چہاردم
- ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
- ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
- صحابہ اور محافلِ نعت
- صحابہ کے معمولات
- علم نبوی ﷺ اور منافقین
- حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
- سدرہ تیری راہ گزر
- منہاج اصول الفقہ
- ذخائرِ محمدیہ ﷺ
- مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
- شرح سلام رضا
- نورِ خدا سیّدہ حلیمہ کے گھر
- اسلام اور تحدید ازواج
- اسلام میں چھٹی کا تصور
- فضائل نعلین حضور ﷺ

- شب قدر اور اسکی فضیلت
- اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ
- اسلام اور احترام والدین
- والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
- نسب نبوی ﷺ کا مقام
- وسعت علم نبوی ﷺ
- اسلام اور احترام نبوت
- اسلام اور خدمت خلق
- نظام حکومت نبوی ﷺ
- فضیلت درود و سلام
- شان نبوت ﷺ
- تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح
- شاہکار ربوبیت ﷺ
- ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ
- حضور ﷺ کا سفر حج
- امتیازاتِ مصطفےٰ ﷺ
- در رسول ﷺ کی حاضری
- صحابہ کی وصیتیں
- رفعت ذکر نبوی ﷺ
- مزاحِ نبوی ﷺ
- تبسم نبوی ﷺ
- منہاج النحو

- امام احمد رضا بحیثیت قاطع بدعات
- برکات محافل سے محرومی کیوں
- زوال امت کا ازالہ کیسے؟
- آیئے قرب مصطفیٰ ﷺ پائیں
- اساس ایمان۔ محبت الٰہی
- جماعت نماز تسبیح
- ٹخنے ننگے کرنے کا حکم
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم
- سر عام روزہ
- کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں
- یا رسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شرک
- اسلام اور ایصال ثواب
- منہاج المنطق
- مقصد اعتکاف
- تفسیر سورۃ الکوثر
- تفسیر سورۃ القدر
- امامت اور عمامہ
- عصمت انبیاء
- روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
- علم نبوی ﷺ اور متشابہات
- نقل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر (تفسیر سورۃ فاتحہ)
- Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

- کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
- حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
- بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں
- قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم

- حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
- نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
- حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت
- احوال و آثار۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی
- والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
- تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی

- محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
- میلاد النبی اور شیخ ابو الخطاب ابن وحیہ
- مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
- تفسیر کبیر (آخری بائیس سورتوں کا ترجمہ)
- حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے

رابطہ برائے حصول کتب: صاحبزادہ محمد فاروق قادری 0300-4407048

انوارِ رضا

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء نمبر

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی ابیھا وعلیھا

یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید

اللّٰھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَمَا فِی الْاَرْضِؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ

اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْۚ

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَۚ

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَۚ

وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَاۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۝

درود پاک کی چند برکات

☆ دُعا قبول ہوتی ہے

☆ مال واسباب میں برکت ہوتی ہے۔ ☆ حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

☆ آفات وبلیّات سے نجات ملتی ہے۔ ☆ بھولی ہوئی چیزیں یاد آجاتی ہیں۔

☆ درود شریف پڑھنے والے کے ساتھ فرشتوں کو محبت ہوجاتی ہے۔ ☆ ادائے قرض

☆ شفاء مرض ☆ درود شریف پڑھنے والے کی قبر میں روشنی ہوتی ہے۔

☆ پُل صراط سے ثابت قدم گزر جانا۔

انجینئر محمد طاہر فاروق النورانی

رضائے الٰہی کے حصول کے لیے محبت رسول ﷺ سے سرشاری حصول مقصد کے لیے گارنٹی ہے۔اس دعوت کو ہر مسلمان تک پہنچانا ہر مسلمان کا فریضہ ہے نیز غیر مسلموں کو بھی اسی نقطۂ پر دعوت اسلام دی جانا چاہیئے ......یہی اُمت مسلمہ کا نصب العین ہے۔

ابلاغ دین کا یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا

آپ بھی اس حوالہ سے غور کریں کہ کس طرح اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں؟

کتاب سے تعلق استوار کیجئے۔خریدیں۔پڑھیں۔عمل کریں۔

دوسروں کا پڑھائیں کتابیں تقسیم کریں۔یہ بہترین تحفہ ہے...

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا

ہم اہل سنت کے نامور دینی صحافی اور تنظیمی وتحریکی بھائی

ملک محبوب الرسول قادری

کو سہ ماہی انوارِ رضا جوہر آباد کا

شائع کرنے پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں

جنہوں نے گذشتہ 15 برس سے انوارِ رضا

15 برس سے نورانی ڈائری 26 برس سے سوئے حجاز

کی صورت میں نہایت مشکل حالات میں ایک عظیم مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ !انہیں سرخرو اور فتح مندر رکھے۔آمین

زیر اہتمام صاحبزادہ الحاج محمد نور المصطفیٰ سجادہ نشین درگاہ ابوالفیض محدث ابدالوی خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ

0092-300-4107809

حضرت سیدۃ
فاطمۃ الزہراء
صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی ابیہا وعلیہا

دینی، سیاسی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
انوارِ رضا
محدث محبوب الرسول قادری

یا فاطمۃ الزہراء

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ
راوی ریان شریف (لاہور)
0341-4212248

Quarterly

ANWAR-E-REZA

Jauhar Abad

Vol. 14, No.4 - 2020

